

پچاس سالہ خودنوشت فتاویٰ کا مجموعہ

فتاویٰ دارالعلوم کراچی

(اِمْدَادُ السَّائِلِينَ)

جلد اول

کتابُ الْإِيمَانِ وَالْعَقَائِدِ، کتابُ الْعِلْمِ، کتابُ التَّفْسِيرِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِالْقُرْآنِ، کتابُ مَا يَتَعَلَّقُ
بِالْحَدِيثِ وَالسُّنَّةِ، کتابُ الذِّكْرِ وَالذِّعَاءِ، کتابُ مَا يَتَعَلَّقُ بِالتَّصَوُّفِ وَالشُّلُوكِ، کتابُ
حَقُوقِ الْمَعَاشِرَةِ وَأَدَابِهَا، کتابُ الشَّارِحِ وَالسِّيرِ وَالْمَنَاقِبِ، کتابُ الطَّهَارَةِ

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ
مفتی اعظم پاکستان

ترتیب و تخریج
مولانا اعجاز احمد صمدانی
مولانا طاہر اقبال

اِذَا زُلْزِلَ الْمَعْجَارُ فَكِرَاجِي

جملہ حقوق ملکیت بحق اِذَّارَةُ الْمَعَارِفِ کراچیؑ محفوظ ہیں

باہتمام : مُحَمَّدٌ مُسْتَافِیْ نَبِیّؑ
طبع جدید : محرم ۱۴۳۱ھ - جنوری ۲۰۱۰ء
مطبع : شمس پرنٹنگ پریس کراچی
ناشر : اِذَّارَةُ الْمَعَارِفِ کراچیؑ

ملنے کے پتے:

اِذَّارَةُ الْمَعَارِفِ کراچیؑ

فون: 021-35123161, 021-35032020

موبائل: 0300 - 2831960

ای میل: imaarif@live.com

✽ مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴ ✽ دارالاشاعت، اُردو بازار، کراچی

✽ ادارۃ اسلامیات، انارکلی، لاہور

فہرستِ موضوعات

صفحہ نمبر

موضوعات

۳۷	پیش لفظ
۴۷	مقدمہ
۴۸	صاحبِ فتاویٰ کے مختصر حالاتِ زندگی
۴۸	ولادت
۴۸	سلسلہ نسب
۴۹	تعلیم اور علمی عروج
۵۰	اساتذہ کرام و مشائخِ حدیث
۵۱	مسندِ تدْرِیس پر
۵۲	(الف) درس کی خصوصیات
۵۳	(ب) درسی افادات و تقاریر
۵۳	سلوک و احسان کی دُنیا میں
۵۳	تربیت و ارشاد
۵۴	تصنیف و تالیف
۵۴	عقائد و کلام
۵۴	حدیث
۵۴	فقہ و اصولِ فقہ
۵۵	سیاست و معیشت
۵۵	اصلاح و ارشاد
۵۶	سفر نامے
۵۶	سوانح
۵۶	متفرقات

صفحہ نمبر	موضوعات
۵۶	انگریزی میں
۵۶	فقہ و افتاء میں علمی مقام
۵۸	مفتی اعظم پاکستان کا خطاب
۵۹	افتاء میں مزاج و مذاق
۵۹	آپ کے فقاوئی کی چند خصوصیات
۶۰	فقاوئی کی تعداد
۶۰	میدان جہاد میں والہانہ شرکت
۶۱	جہاد افغانستان
۶۱	ملک و ملت کے حوالے سے گراں قدر خدمات
۶۱	سیاست و انتظام
۶۲	عدالت و قضا
۶۲	تعلیم
۶۲	معیشت و اقتصاد
۶۳	مناصب و ذمہ داریاں
۶۴	حالیہ مناصب اور فرائض
۶۵	سابقہ عہدے اور ذمہ داریاں
۶۶	بیرونی دورے
۶۶	براعظم ایشیا
۶۶	براعظم افریقہ
۶۷	براعظم یورپ
۶۷	براعظم امریکا
۶۷	اوصاف و امتیازات
۶۷	۱۔ فطری و طبعی اوصاف
۶۷	رقت قلب اور شفقت

صفحہ نمبر	موضوعات
۶۷	شگفتگی، بشاشت اور ظرافت
۶۸	محسن شناسی
۶۸	اعتدال و توسط
۶۹	وقار و متانت اور مردانہ وجاہت
۶۹	۲- انتظامی صلاحیتیں اور کمالات
۶۹	حسن انتظام اور نفاست طبع
۷۰	مردم شناسی اور اہلیت کی قدر دانی
۷۰	اصول و قوانین کی پاسداری
۷۰	اصابتِ رائے اور فکری استقلال
۷۱	۳- علمی اوصاف و امتیازات
۷۱	ذوق مطالعہ اور طلبِ علم میں انہماک
۷۱	جوہرِ خطابت اور قوتِ گویائی
۷۱	امامِ مسلم سے مشابہت
۷۲	۴- دینی و روحانی کمالات و خصوصیات
۷۲	حمیتِ دینی اور حق گوئی
۷۲	فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور فروغِ اتحاد کا جذبہ
۷۳	اتباعِ سنت
۷۳	ذوقِ عبادت
۷۴	ورع و تقویٰ
۷۴	دارالعلوم کے مالی معاملات میں مثالی احتیاط
۷۶	ان فتاویٰ کی نمایاں خصوصیات
۷۷	فتاویٰ کی جمع و ترتیب اور تخریج سے متعلق کام کی وضاحت
۷۸	دومر حلے
۷۸	پہلامر حلے

۷۹ وضاحت

۷۹ دوسرا مرحلہ

﴿کتاب الایمان والعقائد﴾

۸۳ (ایمان اور عقائد کے بیان میں)

فصل فی الایمان والکفر

۸۵ (ایمان اور کفر کے بارے میں)

۸۵ مسلمان کی تعریف

۸۵ مشرک کون ہے؟

۸۶ مشرک اور کافر میں کیا فرق ہے؟

۸۶ منافق کسے کہتے ہیں

۸۶ غیر مسلم کو کافر کہنا درست ہے؟

۸۷ قادیانیوں کو کافر کہنا چاہئے یا نہیں؟

فصل فی الأنبياء

۸۸ (انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق سوالات)

۸۸ مسئلہ عصمتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

۸۹ اغزشاتِ انبیاء عصمت کے منافی نہیں

۸۹ مسئلہ عصمتِ انبیاء میں قولِ فیصل

۹۱ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی یا روحانی؟

۹۲ شبِ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدارِ باری تعالیٰ ہوا یا نہیں؟

۹۳ دیدارِ باری تعالیٰ سے متعلق حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا اختلاف

۹۴ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے یا بشر؟

۹۴ عقائدِ فاسدہ کی تبلیغ حرام ہے اور حدیث ”نور محمدی کی تخلیق تمام اشیاء سے مقدم ہے“ کی تشریح....

- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیک وقت متعدد جگہوں پر موجود ہونے اور یہ قول کہ ”جو آسمان پر احد ہے وہی زمین پر احمد ہے“ کی تفصیل ۹۶
- مُلّا علی قاریؒ اور مسئلہ حاضر ناظر ۹۸
- عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۰
- حیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سماع موتی وغیرہ مسائل سے متعلق علمائے دیوبند کا مسلک ۱۰۱
- حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق دلائل میں تعارض اور ان میں تطبیق ۱۰۲
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں تشریف لانا ۱۰۳
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے کانوں سے دُرو و سلام یا دیگر کلام سننا ۱۰۴
- حیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق وضاحت ۱۰۵
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے متعلق عقیدہ ۱۰۶
- کنفوشس، زرتشت اور گوتم بدھ کے متعلق عقیدہ نبوت ۱۰۷
- عقیدہ ختم نبوت قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے ۱۰۸
- عقیدہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے ۱۰۸
- لفظ ”خاتم“ سے بیک وقت انقطاع و اجراء دونوں معنی مراد لینا بلا دلیل ہے ۱۰۹
- تشریحی اور غیر تشریحی نبی کا مطلب ۱۱۰
- ختم نبوت کی ضرورت اور اس کی حکمت اور مصلحت ۱۱۰
- نزول عیسیٰ ختم نبوت کے منافی نہیں ۱۱۲
- آسمانوں پر جاتے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کتنی تھی؟ اور نزول کے بعد ان کی حیثیت ۱۱۳
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش معجزہ کیوں ہے اور وہ خدا کے بیٹے کیوں نہیں؟ ۱۱۵
- حضرات انبیاء میں افضلیت کے ثبوت کا اصول ۱۱۸
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہمارا عقیدہ ۱۲۰
- حضرت مریم کی شادی ہوئی تھی یا نہیں؟ اور آپ رفع عیسیٰ کے وقت زندہ تھیں یا نہیں؟ ۱۲۱
- حضرت عیسیٰ کی حقیقی عظمت کے قائل مسلمان ہیں یا عیسائی؟ ۱۲۱
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تعدد ازواج کا اعتراض و جواب ۱۲۳

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مردے زندہ کرنے کا عقیدہ رکھنا درست ہے؟ ۱۲۵

فصل فی السُّنَّة والبدعة

(سنت و بدعت کے بیان میں)

۱۲۶

بدعتی کی تعریف ۱۲۶

تدفین کے بعد قبر پر اذان دینا ۱۲۶

بدعات کی تردید کا طریقہ کار ۱۲۷

زندگی میں اپنی قبر بنانا ۱۲۷

زندگی میں قبر بنوا کر غلہ بھرنے کا حکم ۱۲۸

دُعا بعد جنازہ کا حکم ۱۲۸

نماز جنازہ کے بعد دُعا مانگنا ۱۲۸

مختلف مروّجہ بدعات اور اس کا اصولی جواب ۱۲۹

چند مروّجہ بدعات ۱۲۹

حیلۂ اسقاط ۱۳۰

چڑھاوے چڑھانا جائز نہیں ۱۳۰

نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دُعا ۱۳۱

نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دُعا قرآن کریم اور حضرات صحابہؓ سے ثابت نہیں ۱۳۱

دُعا بعد الجنازۃ بدعت ہے ۱۳۱

نماز جنازہ کے بعد دُعا کا التزام ۱۳۲

نماز جنازہ کے بعد دُعا کا ثبوت اور وہابی کا مصداق ۱۳۲

نماز جنازہ کے بعد میت کی چارپائی کو چالیس قدم تک گول چکر میں گھمانا ۱۳۳

انتقال کے موقع پر اہل میت کو پاچی (نیوتہ) دینا ۱۳۳

دوران وعظ آواز بلند کر دو و شریف پڑھنا ۱۳۵

چیخ چیخ کر دو و سلام پڑھنا ۱۳۵

۱۳۶	مرؤجہ دُرود و سلام کے ناجائز ہونے کی وجوہات
۱۳۷	مرؤجہ دُرود و سلام کو مساجد میں بند کر دانا کیسا ہے؟
۱۳۷	مرؤجہ صلاۃ و سلام کے جواز پر امداد الفتاویٰ کے ایک فتویٰ سے استدلال اور اس کا جواب
۱۳۸	مرؤجہ صلاۃ و سلام کی محفل میں پھنس جائے تو کیا کرے؟
۱۳۸	مرؤجہ صلاۃ و سلام کی شرعی حیثیت
۱۳۹	جھگڑے والی جگہ صلاۃ و سلام پڑھنا
۱۳۹	لاؤڈ اسپیکر پر صلاۃ و سلام پڑھنا
۱۳۹	فرض نماز کے بعد آیت ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ“ اَلْح یا واز بلند دُرود پڑھنا
۱۴۰	امام نے دُعا کے بعد آیت ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ“ اَلْح پڑھنے کا وعدہ کیا، لیکن اب ایسا نہیں کرتا، اس کا حکم ...
۱۴۱	کیا نماز کی قبولیت آیت ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ“ اَلْح پڑھنے پر معلق ہوتی ہے؟
۱۴۱	فرضوں کے بعد جہر اُدعا مانگنا
۱۴۲	دُعا کا مسنون طریقہ اور بدعت کی حقیقت
۱۴۳	سنتوں اور نوافل کے بعد اجتماعی دُعا
۱۴۳	سنتوں اور نفلوں کے بعد مخصوص طریقے سے دُعا مانگنا
۱۴۳	فرض نماز کے بعد ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ“ اَلْح پڑھنا کیسا ہے؟
۱۴۴	اذان سے پہلے دُرود و سلام پڑھنا
۱۴۵	اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنا
۱۴۵	ضروری سمجھے بغیر اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنا اور بدعت و عقیدت میں فرق
۱۴۶	نماز جمعہ کے بعد صلوٰۃ و سلام کا مرؤجہ طریقہ
۱۴۷	ہر فرض نماز کے بعد دُرود پڑھنا
۱۴۷	فرض نمازوں کے بعد اجتماعی طور پر ذکر بالجہر کا التزام
۱۴۸	بدعتیوں کی مساجد میں امامت کرنا
۱۴۸	نماز فجر کے بعد پابندی سے دانوں پر ختم پڑھنا
۱۴۹	پابندی سے اجتماعی طور پر دُرود شریف پڑھنا

صفحہ نمبر	موضوعات
۱۴۹	”یا رسول اللہ“ یا ”یا شیخ عبدالقادر جیلانی“ کہنے کا حکم
۱۵۰	مزارات پر گنبد بنانا، چراغ جلانا، جھنڈے لگانا وغیرہ
۱۵۰	قبر پر پھول ڈالنا یا بتی سلگانا
۱۵۰	مرثیہ حیلہ اسقاط
۱۵۱	حیلہ اسقاط میں امام کا رقم وغیرہ وصول کرنا
۱۵۱	نماز جنازہ کے بعد سورۃ فاتحہ اور اخلاص پڑھ کر اجتماعی دُعا اور حیلہ اسقاط
۱۵۲	مریدین کا اپنے مرحوم شیخ کو ایصالِ ثواب کا بہترین طریقہ
۱۵۳	اگر تیجہ قیموں کے مال سے کیا جائے تو یہ بدعت کے ساتھ ظلم بھی ہے
۱۵۴	صدقہ و خیرات کیلئے تیسرے دن کی پابندی
۱۵۴	کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا؟
۱۵۵	کھانے کے اوپر کلام پاک کا پڑھنا
۱۵۵	تدفین کے بعد تین دفعہ دُعا کو ضروری قرار دینا
۱۵۵	ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی
۱۵۶	مخلوط اجتماع کے ساتھ قرآن خوانی
۱۵۶	بوقت تدفین سوئم کا اعلان کرنا اور اخبارات میں اشتہار دینا
۱۵۷	کفن و دفن میں اس شرط پر شریک ہونا کہ ان کے لئے کھانے کا انتظام کیا جائے، خلافِ شرع ہے ...
۱۵۸	جنازے کے ہمراہ گڑ لے جا کر قبرستان میں تقسیم کرنا
۱۵۸	میت کے ساتھ کھجور یا مٹھائی لے جا کر قبرستان میں تقسیم کرنا
۱۵۹	تدفین سے قبل اہل میت اور دیگر افراد کا ہلکا پھلکا کھانا کھانا کیسا ہے؟
۱۶۰	اہل میت کا تعزیت کے لئے باقاعدہ بیٹھنا اور اس موقع پر رسم فاتحہ خوانی
۱۶۱	بوقت انتقال اہل میت کو بھاجی (نیوتہ) دینا
۱۶۲	اہل میت کے لئے کھانا تیار کرنا اور مہمانوں کا اس میں شریک طعام ہونا
۱۶۲	ختم قرآن کے بعد روزانہ اجتماعی طور پر سورۃ فاتحہ اور اخلاص پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا
۱۶۳	چند مرثیہ بدعات سے متعلق ایک تنازعہ اور اس کا تصفیہ

- نماز فجر اور عصر کے بعد مصافحہ کرنا؟ ۱۶۳
- نمازوں کے بعد مروّجہ مصافحہ؟ ۱۶۴
- نماز کے بعد امام سے مصافحہ کا التزام بدعت ہے ۱۶۵
- ہر نماز اور بالخصوص فجر کے بعد امام سے مصافحہ کرنا ۱۶۵
- عید پر معافقہ کا التزام بدعت ہے ۱۶۵
- عیدین پر معافقہ اور اس کا مسنون وقت اور طریقہ ۱۶۶
- عیدین میں معافقہ کو ضروری سمجھنا ۱۶۶
- مسجد میں نماز اور عیدین کے بعد مصافحہ کرنا ۱۶۷
- خوش اخلاق امام مسجد کا سنت سمجھے بغیر ہر نمازی سے مصافحہ کرنا ۱۶۷
- عشرہ محرم میں عورتوں کی مجلس ۱۶۸
- ربیع الاول میں عرس منانا ۱۶۸
- محفل میلاد کا انعقاد ۱۶۹
- ربیع الاول میں جلوس نکالنا شیعوں کی نقالی ہے ۱۶۹
- عید میلاد النبی منانا ۱۷۰
- جشن عید میلاد النبی عیسائیوں کی نقالی ہے ۱۷۱
- خواتین کے لئے مروّجہ محفل میلاد کی متبادل صورت ۱۷۲
- محفل میلاد کی ابتداء ۱۷۲
- محفل میلاد میں قیام ۱۷۳
- ربیع الاول کا حلوہ؟ ۱۷۴
- بارہ ربیع الاول کو چندہ کر کے کھانا پکا کر تقسیم کرنا ۱۷۴
- شب براءت کو حلوہ اور دیگر کھانا پکا کر خیرات کرنا ۱۷۵
- شب براءت میں مسجد کو برقی قتموں اور جھنڈیوں وغیرہ سے سجانا ۱۷۵
- رمضان المبارک میں مروّجہ شبینہ؟ ۱۷۶
- کیا لاؤڈ اسپیکر پر مروّجہ شبینہ پڑھنا زیادہ ثواب کا باعث ہے؟ ۱۷۷

صفحہ نمبر	موضوعات
۱۷۸	پیران پیر کی گیارھویں منانا
۱۷۸	شبِ برأت کے مسنون اعمال اور اس میں اجتماعی پروگرام؟
۱۷۹	یومِ عاشوراء کے اعمالِ مشروعہ اور بدعاتِ مثل قبروں کی لپائی اور ماتم وغیرہ
۱۸۰	تعزیہ، علم وغیرہ کا جلوس نکالنا یا اس میں شریک ہونا
۱۸۰	محرم میں شربت کی سبیل لگانا
۱۸۰	ماہِ صفر کے آخری بدھ کو چھٹی منانا
۱۸۱	صفر المظفر میں چوری خیرات کرنے کی رسم
۱۸۲	مکان کی تعمیر کی ابتداء میں جانور قربان کرنا
۱۸۲	امام جعفر کے کونڈے
۱۸۳	والد یا استاد کے آنے پر کھڑا ہونا
۱۸۳	مسجد میں دورانِ تقریر اشتعار پڑھنا
۱۸۳	مساجد کی صد سالہ تقریب منانا
۱۸۳	حج، موت، شادی وغیرہ کے موقع پر نیوٹہ لینا
۱۸۵	شادی کے موقع پر گانا باجا
۱۸۵	شادی کے موقع پر سہرہ بندھوانا اور رسم مہندی وغیرہ
۱۸۶	شادی کا اسلامی طریقہ اور مرد و جد رسومات
۱۸۶	عید کارڈ کا حکم
۱۸۷	عید کارڈ پر قرآنی آیات لکھنا
۱۸۸	عید کارڈ کے جواب میں عید کارڈ بھیجنا
۱۸۸	دلہن کا نکاح کے بعد محرم کا پہلا چاند سسرال میں دیکھنے کو منحوس سمجھنا
۱۸۸	بوقتِ نکاح دلہن والوں کا دولہا کو مخصوص قسم کا دودھ پلانا
۱۸۹	بارات کی روانگی سے پہلے یا نکاح کے بعد دولہا کا اپنی خواتین کو سلام کرنا
۱۸۹	مختلف بدعات سے متعلق اصولی جواب
۱۹۰	دلہن والوں کا کھانا کھانے اور جہیز دینے کے لئے لڑکے والوں سے رقم لینا

۱۹۱	شادی کی تقریب میں دعوت کھلا کر معاوضہ لینا
۱۹۱	تقاریب میں مردوں اور عورتوں کا اجتماع اور لیں دین کا رواج
۱۹۲	مزارات پر قوالی، منتیں ماننا اور عرس وغیرہ کرنا؟
۱۹۳	پہلی مرتبہ حاملہ ہونے پر گودی کی رسم کی ادائیگی اور بوقت ولادت ہدایا دینا
۱۹۳	شادی کے بعد بہنوں کا دولہا کی دعوتیں کرنا
۱۹۴	منگنی سے پہلے اور بعد کی رسومات
۱۹۵	گہنہ کی رسم
۱۹۵	بوقت نکاح دوستوں کا دولہا کو ہدایا دینا
۱۹۵	نکاح سے دو تین روز قبل دوستوں کا دولہا سے جیب خرچ مانگنا
۱۹۶	رسم گہنہ کے بعد سسرال والوں کا دولہا کی دعوت کرنا اور اس کا ہدایا لے کر جانا
۱۹۶	قومی ترانہ سننا اور اس کے لئے کھڑا ہونا

فصل فی کلمات و افعال الکفر

۱۹۸	(کفر کے افعال و اقوال کے بارے میں)
۱۹۸	نا جائز کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا
۱۹۸	لا علمی میں کلمہ کفر کہنے سے کفر لازم نہیں آتا
۲۰۰	اللہ تعالیٰ کو گالی دینے والا کافر ہے
۲۰۱	غیر اللہ کی خوشنودی کے لئے جانور ذبح کرنا
۲۰۱	غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا اور چڑھاوے کی دیگر اشیاء کو کھانے پینے کا حکم
۲۰۲	”مجھے جو کچھ ملا ہے فلاں بیر نے دیا ہے“ کہنے کا حکم
۲۰۳	صحیح العقیدہ شخص کا منذر اللہ جانور کو کسی مزار پر ذبح کرنا کیسا ہے؟
۲۰۳	مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کو بھگوان یا گاڈ کہنا
۲۰۴	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پہلے ”یا“ حرفِ نداء لکھنا
۲۰۴	حضور علیہ السلام کو حرفِ نداء سے خطاب کرنا

- ۲۰۵ مسجد میں لکھے ہوئے ”یا محمد“ سے لفظ ”یا“ مٹانے والا قابلِ ملامت نہیں
- ۲۰۵ عقیدہ حاضر و ناظر، حرفِ ندا سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا اور یادِ شگیر لکھنا
- ۲۰۶ غیر اللہ کے لئے علمِ غیب کا حصول؟
- ۲۰۷ اللہ کے سوا کوئی مشکل کشا، حاجت روا اور کارساز نہیں
- ۲۰۷ سماعِ موتی کا عقیدہ
- ۲۰۸ نور و بشر اور حاضر و ناظر کا مسئلہ
- ۲۰۸ نام کے ساتھ مہدی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بطور لقب لکھنا
- ۲۰۹ قوالی سے وجد میں آکر پیر کو سجدہ کرنا؟
- ۲۰۹ اولیاء اللہ یا ان کی قبروں کو سجدہ تعظیسی کرنا؟
- ۲۱۱ اسلام کو تنگ نظر، ترقی کی راہ میں رکاوٹ اور اسلام کے نام پر زندگی کو ناممکن قرار دینا
- ۲۱۲ اسلام کو دورِ جدید کے لئے کافی نہ سمجھنا کفر ہے
- ۲۱۳ ختمِ نبوت کا منکر کافر ہے
- ۲۱۳ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر مبعوث ہوئے“ کے قائل کو کافر کہنا
- ۲۱۴ خدا رسول اور قرآنِ کریم کے منکر کافر ہے
- ۲۱۵ یہاں کے مولویوں کی ڈاڑھی سکھوں کی جھانٹوں کی مانند ہے، کہنے والے کا حکم
- ۲۱۵ مسلمان کو کافر کہنے والے، ڈاڑھی کی توہین کرنے والے اور کتبِ حدیث کے منکر کا حکم
- ۲۱۶ ڈاڑھی والے کو بکرا کہنے اور صحابہ کی توہین کرنے کا حکم
- ۲۱۷ قرآن مجید اور احادیث رسول کو کہانی کہنے والے کا حکم
- نماز، حدیث کا منکر، ڈاڑھی کو نکما کام اور قرآنِ کریم کی بعض سورتوں کو اہلِ محلہ کی موت کا سبب قرار دینے والا کافر ہے
- ۲۱۷ قرآن حکیم اور انبیاء کی توہین کرنا اور حضرت حسین کو انبیاء سے افضل قرار دینا
- ۲۱۹ ”پانی پتی لہجے کے علاوہ تلاوت کرنے والے قرآنِ کریم کے ساتھ زنا کرتے ہیں“ کہنے والے کا حکم
- ۲۱۹ قرآنِ کریم سناتے ہوئے بچے کے خاموش ہونے پر بھونکتا کیوں نہیں کہنے کا حکم
- ۲۲۰ ”ذکرِ خدا فانی ہے اور ذکرِ مصطفیٰ غیر فانی“ کہنے والے کا حکم

- ۲۲۱ صحیح بات کرنے سے کفر لازم نہیں آتا
- ۲۲۱ دو متضاد باتیں سوچنے سے کفر لازم نہیں آتا
- ۲۲۲ مرتے وقت جسے کلمہ اور توبہ نصیب نہ ہو وہ مسلمان مرایا کافر
- ۲۲۲ ”میں کیا جانوں شریعت کیا ہوتی ہے“ کہنے والا کافر ہے یا نہیں؟
- ۲۲۳ ”نہ میں شریعت جانتا ہوں اور نہ مسلمان ہوں“ کہنے کا حکم
- ۲۲۴ ”زکوٰۃ مجھ پر تاوان ہے“ کہنے والے کا حکم
- ۲۲۴ رضا بکفر الغیر کفر ہے یا نہیں؟
- ”میں مسلمان نہیں ہوں، شیعہ، قادیانی ہو چکا ہوں، میں نے مذہب چھوڑ دیا ہے“ وغیرہ کلمات کہنے کا حکم
- ۲۲۵ کسی مسلمان کو منافق، یہودی، اور منکر قرآن کہنا؟
- ۲۲۶ کسی مسلمان کو کافر یا کفر سے بدتر جیسا کہنا
- ۲۲۶ کسی مسلمان کو کافر کا بچہ یا یہودی کہنا
- ۲۲۷ سب علمائے دیوبند و بریلوی کو کافر کہنے والے کا حکم
- ۲۲۷ کسی مسلمان کے بارے میں مرزائی ہونے کا اعلان کیا تو اس کا حل
- ۲۲۸ کاہنوں اور نجومیوں کی خبروں کو سچا سمجھنا اور انہیں عالم الغیب تسلیم کرنا
- ۲۲۸ میدانِ جہاد سے فرار ہونا اور شہادت کو کتے کی موت سے بدتر کہنا
- ۲۲۹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کدورت تھی، کہنے والے کا حکم
- ۲۳۰ ”میں قرآن نہیں مانتا“ کہنے والے کا حکم
- ۲۳۱ شیطان کی وسعتِ علم نصوص سے ثابت جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی نص نہیں کہنا
- ۲۳۲ سخت بے ادبی ہے
- ۲۳۲ تقریر کرنے پر ہونے والی خدمت کو چوتھے پارے کا فنڈ کہنا
- ۲۳۲ بنیادی عقائد سے ناواقف اور عمل کے میدان میں کورے شخص کا حکم
- ۲۳۳ سود خور، زانی، دھوکے باز اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور قرآن کے منکر کا حکم
- ۲۳۳ مسلمان لڑکی اگر کسی کافر کے ساتھ بھاگ جائے تو وہ کافر ہوگی یا نہیں؟

۲۳۵	غیر مسلم کے برتن میں پانی پینے سے ایمان ختم نہیں ہوتا.....
۲۳۵	مرغے کے گوشت کو قربانی کا گوشت کہنے سے کفر لازم نہیں آتا.....
۲۳۶	اللہ تعالیٰ کی خاص صفت کو غیر اللہ کے لئے استعمال کرنے کا حکم.....
۲۳۷	موبہم شرک نعتیہ اشعار عوام کے سامنے نہیں پڑھنے چاہئیں.....
۲۳۸	تجدید ایمان کے ساتھ تجدید نکاح بھی ضروری ہے.....
۲۳۸	شرعی فتویٰ تسلیم نہ کرنے والے کا حکم.....
۲۳۹	دینی جلسہ اور آذان کو بند کرنے کی کوشش کرنے والے کا حکم.....

فصل فی الفرق الاسلامیۃ والباطلۃ

۲۴۱	(صحیح اور گمراہ فرقوں کے بارے میں)
۲۴۱	دیوبندی اہل سنت والجماعت ہیں.....
۲۴۱	کیا بریلوی مشرک ہیں؟.....
۲۴۱	فرقہ بندی ممنوع ہے.....
۲۴۲	وہابی کسے کہتے ہیں؟.....
۲۴۲	حضرت مفتی صاحبؒ نے سوشلزم سے متعلق فتویٰ سے رجوع نہیں فرمایا تھا.....
۲۴۳	مودودی صاحب اور ان کی کتاب خلافت و ملوکیت.....
۲۴۴	جماعت اسلامی کے بارے میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی رائے.....
۲۴۶	انبیاء کو معصوم یا صحابہ کو معیار عدل نہ سمجھنے والے کا حکم.....
۲۴۶	مولوی محمد طاہر پنچ پیری کے عقائد؟.....
۲۴۷	قادیانیوں کے دلائل کا جواب.....
۲۴۷	شیعہ، بریلوی، اور دیوبندیوں میں صراطِ مستقیم پر کون؟.....
۲۴۷	شیعہ سنی فسادات سے اجتناب ضروری ہے.....
۲۴۸	آغا خانی فرقہ کافر ہے؟.....
۲۴۸	فرقہ آغا خانی کافر ہے اور کسی مسلمان کا ان سے نکاح جائز نہیں.....

۲۴۸ ”ذکری“ فرقہ کا فرہے

۲۴۹ بہائی فرقہ سے متعلق مختلف سوالات

فصل فی المتفرقات

(متفرق مسائل)

۲۵۱

۲۵۱ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں مباحثہ کے بجائے علماء سے رجوع کیا جائے

۲۵۱ مسئلہ سماع موتی حضرات صحابہ کے زمانے سے اختلافی ہے

۲۵۲ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم درود کے علاوہ بھی کلام سنتے ہیں؟

۲۵۳ مرنے کے بعد انسانی رُوح کا مسکن، اور ایصالِ ثواب سے اسے فائدہ ہوتا ہے یا نہیں؟

۲۵۳ موت کے بعد جسم اور رُوح کا تعلق اور عالم برزخ میں جمعہ کی تعطیل

۲۵۴ المہند علی المہند میں ذکر کردہ عقائد درست ہیں

۲۵۵ شہداء کی ارواح کا دنیا میں آنا اور جمعہ کو تعطیل منانا

۲۵۵ حضرات صحابہ معصوم نہیں

اللہ تعالیٰ کا اپنے لئے صیغہ جمع استعمال کرنے سے عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث پر استدلال اور

۲۵۶ اس کا جواب

۲۵۷ عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ اور مسلمانوں کے عقیدہ شفاعت میں فرق

۲۵۸ حضرت عیسیٰؑ کی فضیلت سے متعلق قرآنی آیات

۲۵۹ ملائکہ مقربین کا تمام ملائکہ کا سردار ہونا، ضروریاتِ دین میں سے نہیں

۲۵۹ خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا نہیں؟

۲۵۹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسروں کی امداد اور تعلیم ذکر کے لئے برزخ سے دنیا میں تشریف لانا

۲۵۹ مشتبہ عقائد کے حامل شخص کا حکم

۲۶۰ شہید اور ولی اللہ میں سے کس کا مرتبہ بڑا ہے؟

۲۶۱ کسی جگہ کے منحوس ہونے کا اعتقاد، علم نجوم کی حقیقت اور اس کی وجہ سے نقل مکانی

۲۶۳ سورج اور چاند گرہن کے موقع پر احتیاطی تدابیر کرنا؟

- ۲۶۳ چاند گرہن کے موقع پر احتیاطی تدابیر نہ کرنے سے حمل کا متاثر ہونا
- ۲۶۳ آیات قرانیہ اور ماثور دُعاؤں سے عملیات کرنا
- ۲۶۳ زیارت و خانقاہ پر سلام و دُعا کرنا
- ۲۶۵ ولد الزنا اگر ایمان اور اعمالِ صالحہ کو اختیار کرے تو جنت میں جائے گا
- ۲۶۵ متہم بالنتہیج کا جنازہ پڑھنے والوں پر کفر و فسق کا فتویٰ لگانا درست نہیں
- ۲۶۶ چاند تک انسان کی رسائی خلاف عقل و شرع نہیں
- ۲۶۶ اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم ضرورت ہے
- ۲۶۷ مضمون بالا سے متعلق عربی میں علمائے کرام کی آراء

فصل فی التقدير

(تقدیر سے متعلق سوالات)

- ۲۶۹ ہر کام اللہ کے علم اور مشیت کے مطابق ہوتا ہے
- ۲۷۰ کیا تقدیر بدل سکتی ہے؟
- ۲۷۰ تدبیر کی حدود
- ۲۷۰ جب موت و حیات غیر اختیاری ہیں تو جزاء و سزا کس بنیاد پر؟
- ۲۷۱ جب تقدیر میں سب کچھ لکھا ہوا ہے تو دُعا کیوں کی جائے؟
- ۲۷۲ جب کفار کے دل مہر شدہ ہیں تو وہ مستحق عذاب کیوں؟

فصل فی الوسوسة

(وسوسہ اور خیالات کے بارے میں)

- ۲۷۴ غیر اختیاری وساوس ایمان کے منافی نہیں
- ۲۷۵ شیطانی وسوسے اور ان کا علاج
- ۲۷۵ برے خیالات سے چھٹکارے کا طریقہ اور ان کی وجہ سے ہونے والے گناہوں سے نجات
- ۲۷۶ گناہ کا عزمِ مصمم کر کے گھر سے نکلے اور کسی وجہ سے گناہ نہ کر سکے تو کیا حکم ہے؟

﴿کتاب العلم﴾

۲۷۷	(علم کے فضائل اور مسائل کے بارے میں)
	فصل فی تعظیم العلم والعلماء
۲۷۹	(علم اور علماء کی تعظیم کے بارے میں)
۲۷۹	فتویٰ کسے کہتے ہیں؟
۲۷۹	مفتی کسے کہتے ہیں؟ اور مفتی بننے کے لئے کیا شرائط ہیں؟
۲۸۰	امام مسجد کو برا بھلا کہنا
۲۸۱	”میں فلاں مولانا کی جوتی کے برابر نہیں“ کہنے والے کا حکم
۲۸۱	استاذوں کے حقوق میں تفاوت ہو سکتا ہے
۲۸۱	خلاف شریعت مواد کے رسائل جلانا
۲۸۲	والدین، استاذ اور شیخ کے حق میں ترتیب
۲۸۲	مولوی صاحب کا محلے سے روٹیاں جمع کرنا

فصل فی التعلیم والتبلیغ

۲۸۳	(تعلیم اور تبلیغ کے بارے میں)
۲۸۳	علم حاصل کرنے کی فریضیت کا حکم کب ادا ہوگا؟
۲۸۳	بیوی بچوں کی ذمہ داری کے ساتھ علم حاصل کرنا
۲۸۴	کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے جادو یا علم نجوم سیکھنا جائز نہیں
۲۸۴	مخلوط نظام تعلیم؟
۲۸۵	نوسال یا اس سے بڑی لڑکی کو لڑکوں کے ساتھ تعلیم جائز نہیں
۲۸۵	جس طرف بچے کا طبعی رجحان ہو وہ تعلیم دلوانی چاہئے
۲۸۶	طالب علم سے خدمت لینا؟
۲۸۶	صبح کے وقت حدیثیں سنانا
۲۸۶	والدین کو خدمت کی ضرورت ہو تو دینی تعلیم حاصل کرنا؟

صفحہ نمبر	موضوعات
۲۸۷	بزرگوں کے احوال بیان کرنا
۲۸۸	بچوں کی پٹائی کی شرائط
۲۸۸	اہل علم مبلغین کا ضروری مسائل بتانا بھی ضروری ہے
۲۸۸	تبلیغی جماعت اور علماء کے پاس جانادونوں مفید کام ہیں
۲۸۹	تبلیغ کا صحیح انداز کیا ہے؟
۲۹۱	تبلیغ میں جانے والوں کے گھر والوں کو بھی ثواب ملے گا؟
۲۹۲	نیک ماحول بنانے کے لئے کیا کوشش کرنی چاہئے؟
۲۹۲	چھٹیوں میں تبلیغ اور والدین کی خدمت دونوں کام کرنے چاہئیں
۲۹۳	فضائل سے متعلق حدیث کی کتاب کون سنائے؟
۲۹۴	تبلیغی جماعت کی طرف منسوب چند غلط باتیں
۲۹۴	دینی کام مثبت انداز میں کرنا چاہئے
۲۹۵	گناہ میں مبتلا افراد بھی تبلیغ کر سکتے ہیں
۲۹۵	چھوٹی واڑھی والے کے لئے وعظ کہنا
۲۹۵	ریڈیو پر دینی پروگرام نشر کرنے کی شرائط
۲۹۷	تبلیغی جماعت میں مجموعی طور پر خیر غالب ہے
۲۹۹	بیوی بچوں اور والد کو اکیلا چھوڑ کر اور قرض لے کر تبلیغ میں جانا
۲۹۹	تبلیغی جماعت کے نصاب (تین چلے، چلہ وغیرہ) کی شرعی حیثیت
۳۰۰	موجودہ حالات کی اصلاح کے لئے ہماری ذمہ داریاں
۳۰۲	تبلیغی جماعت کا مشن بہت اچھا ہے
۳۰۲	مالی جرمانہ لینا جائز نہیں
۳۰۳	والدہ اور بیوی بچوں کو ضرورت ہونے کے باوجود تبلیغ میں جانا
۳۰۳	حق بات نرمی سے کی جائے
۳۰۴	نماز کے بعد احادیث سننے کی شرائط

فصل فی متفرقات العلم

(متفرق مسائل)

۳۰۵

۳۰۵

۳۰۵

۳۰۶

۳۰۶

۳۰۸

۳۰۸

۳۰۹

۳۰۹

۳۱۰

۳۱۰

۳۱۱

۳۱۱

۳۱۲

۳۱۲

۳۱۳

۳۱۳

۳۱۳

۳۱۳

۳۱۴

۳۱۴

۳۱۴

۳۱۵

کسی کو "شہنشاہ" کہنا درست نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "شہنشاہ" کہنا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو غروب آفتاب سے تعبیر کرنا

یاجوج ماجوج کون ہیں؟ اور سد سکندری کس نے بنائی؟

حیات خضر علیہ السلام کی تحقیق کرنا بلا ضرورت ہے

مستحب یہ ہے کہ صحابہ کے لئے "رضی اللہ عنہ" اور بزرگوں کے لئے "رحمۃ اللہ علیہ" کہا جائے

امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب ایک غلط قول

"جمہور اہل سنت" سے کیا مراد ہے؟

اشعری اور ماتریدی اختلافات کی نوعیت

صرف نیت پر جزا و سزا ہوتی ہے یا نہیں؟

علماء کا اجتماعی بورڈ بنانے کی ضرورت

درس نظامی میں مزید بہتری سے متعلق رائے

شب براءت کی حقیقت

خانہ کعبہ کو سجدہ کرنا اور اصل اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا ہے

"بہشتی زیور" مستند کتاب ہے

سیرت النبی پر مستند کتاب

چند مستند دینی کتابیں

کتاب "تعلیم الاسلام" سے مسائل سیکھنا

گناہ کبیرہ معلوم کرنے کے لئے مفید کتاب

کتاب "خلافت و ملوکیت" اور "رسائل و مسائل"؟

غیر مستند عالم کی کتاب مطالعہ کرنا

شیخ احمد کا وصیت نامہ اور اس جیسے پمفلٹ کا پڑھنا

- ۳۱۵ چاند پر پہنچنا یا نہ پہنچنا ایک واقعی چیز ہے، شرعی نہیں
- ۳۱۵ محمد ”الرسول اللہ“ لکھنا غلط ہے
- ۳۱۶ عورت ”بسم اللہ... الخ“ کا ترجمہ کیسے کرے؟
- ۳۱۶ مسائل اور فضائل میں کس کو زیادہ اہمیت ہے؟
- ۳۱۶ اختلافی مسائل پر بلا ضرورت بحث و مباحثہ نہیں کرنا چاہئے
- ۳۲۱ عام آدمی کا علمی بحث و مباحثہ کرنا درست نہیں
- ۳۲۱ ”خواجہ“ کا استعمال کس معنی میں ہوتا ہے؟
- ۳۲۲ ارادہ اور وعدہ میں فرق
- ۳۲۲ سیلاب آنا عذاب ہے یا امتحان؟
- ۳۲۳ خطاب میں مغالطہ آمیز باتیں نہیں کرنی چاہئیں
- ۳۲۴ علم لدنی اور ایک دھات کو دوسری دھات میں بدلنا؟
- ۳۲۴ غلط فہمی پیدا کرنے والی بات عوامی مجمع میں نہیں کہنی چاہئے
- ۳۲۵ نئے فتنوں کا مقابلہ کرنے کی کوشش؟
- ۳۲۶ ایسے ادارے میں تعلیم دینا جہاں سود کی تعلیم دی جاتی ہو
- ۳۲۶ ٹیپ ریکارڈر سے قرآن سننا یا پڑھنا؟
- ۳۲۶ دوسرے مسلک پر عمل کرنے کی شرائط

﴿کتاب التفسیر وما يتعلق بالقرآن﴾

- ۳۲۷ (تفسیر اور دیگر علوم قرآنی کے بیان میں)

فصل فی تفسیر القرآن وتدوینہ وما يتعلق بہما

- ۳۲۹ (قرآن مجید کی تفسیر تدوین اور ان سے متعلق مسائل)

- ۳۲۹ ”رجال اللہ“ سے کون مراد ہیں؟
- ۳۲۹ ”تفسیر عثمانی“ کی عبارت پر تملیک زکوٰۃ کے حوالے سے اشکال اور اس کا جواب
- ۳۳۰ سامری کا جبرائیل امین کے گھوڑے کی مٹی اٹھانا ثابت ہے یا نہیں؟
- ۳۳۱ مہمان کے لئے مرغ ذبح کرنا ”وَمَا أَهْلَ بِهِ لَعَنَ اللَّهُ“ میں داخل نہیں

- ۳۳۱ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو ”أحسن القصص“ کیوں کہا گیا؟
- ۳۳۲ یہ کہنا جائز نہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی تکمیل شہادتِ حسینؑ سے ہوئی
- ۳۳۳ توبہ نصوح کسے کہتے ہیں؟
- ۳۳۴ کیا قیامت میں لوگ ایک دوسرے کے کام آئیں گے؟
- ۳۳۵ ہاروت وماروت کا واقعہ کتنا صحیح ہے؟
- ۳۳۵ لفظ ”نبی“ کا ترجمہ غیب دان سے کرنا درست نہیں
- ۳۳۶ کیا یہ صحیح ہے قارون کے خزانوں کی کنجیوں کو ستر اؤنٹ یا خیر اٹھاتے تھے؟
- ۳۳۶ ”معارف القرآن“ میں ”تفہیم القرآن“ کا ذکر کردہ اقتباس صحیح ہے
- ۳۳۷ صرف مستند تفاسیر کا مطالعہ کرنا چاہئے
- ۳۳۸ ”تفہیم القرآن“ کے بجائے کسی مستند عالم کی تفسیر پڑھنی چاہئے
- ۳۳۸ قرآن مجید کی من گھڑت تفسیر حرام ہے
- ۳۳۲ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تدوین قرآن میں کیا خدمت انجام دی؟
- ۳۳۲ قرآن کریم مکمل طور پر محفوظ ہے
- ۳۳۶ صرف قرآن مجید تحریف سے پاک ہے
- ۳۳۷ قرآن مجید میں قصدِ تحریف کرنا کفر ہے
- ۳۳۷ ”معارف القرآن“ میں کتابت کی ایک غلطی
- ۳۳۸ قرآن مجید کا صرف ترجمہ شائع کرنا جائز نہیں

فصل فی تعظیم القرآن وتلاوتہ

(قرآن مجید کی تعظیم اور تلاوت کے بیان میں)

- ۳۳۹ قرآن مجید کے اوراق جلانے کا حکم
- ۳۳۹ قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ لینے کا کیا مطلب ہے؟
- ۳۵۰ قرآن مجید کے شروع میں ”یا اللہ“ ”یا محمد“ چھاپنا درست نہیں
- ۳۵۱ لائبریری یا عجائب خانے میں رکھنے کے لئے قرآن مجید کا فرکو دینا
- ۳۵۱ قرآن مجید آویزاں کرنے کی شرائط

۳۵۲ مروّجہ شبینہ کا حکم
۳۵۲ ٹیپ ریکارڈ مسجد میں رکھ کر تلاوت سننا
۳۵۲ غور و تدبر سے کم تلاوت افضل ہے یا اس کے بغیر زیادہ تلاوت کرنا؟
۳۵۲ اگر لوگ توجہ سے نہ سنیں تو آہستہ تلاوت کرنی چاہئے
۳۵۳ ریڈیو پر تلاوت سننا ثواب سے خالی نہیں
۳۵۳ قرآن مجید ہر وقت پڑھنا جائز ہے
۳۵۴ ہوائی جہاز کا ماحول پاکیزہ نہ ہو تو تلاوت کیسے کرے؟
۳۵۴ مکروہ اوقات میں بھی تلاوت کرنا جائز ہے
۳۵۵ زوال کے وقت سجدہ منع ہے، تلاوت نہیں
۳۵۵ تلاوت بغیر سمجھے ہو تو بھی باعث اجر ہے
۳۵۵ قرآن شریف کو بغیر وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں
۳۵۵ قرآن شریف بغیر وضو پڑھنا جائز ہے
۳۵۶ غیر مسلم کو قرآن کو ہاتھ لگانے سے روکنا؟
۳۵۶ قرآن مجید نخلی منزل میں ہو تو اوپر کی منزل پر چڑھنا اور رہنا کیسا ہے؟
۳۶۱ دوران طباعت قرآنی اوراق کے ہلاک بنانا؟

فصل فی التجوید

(تجوید کے مسائل)

۳۶۲ "ضاد" کے مخرج سے متعلق مضمون پر حضرت کی تصحیح
۳۶۳ "الف" اور "ہمزہ" میں فرق
۳۶۵ "ض" کو "دَوَاد" پڑھنا صحیح نہیں
۳۶۵ "ضاد" کا صحیح مخرج
۳۶۶ "ض" کا صحیح مخرج
۳۶۶ "مَجِید" اور "اللہم" کو ملا کر کس طرح پڑھا جائے گا؟

- ۳۶۷ لوگوں کو خوش کرنے کے لئے غلط قرآن پڑھنا جائز نہیں
- ﴿کتاب ما يتعلق بالحديث والسنة﴾
- ۳۶۹ (حدیث اور سنت کے بیان میں)
- ۳۷۱ "اطلبوا العلم ولو كان بالبعین" کا صحیح مفہوم اور اس حدیث کی سند کی تحقیق نیز کیا اس حدیث سے چین کی عظمت پر استدلال کرنا صحیح ہے؟
- ۳۷۲ کیا یہ حدیث ثابت ہے کہ "اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے پاس گیا اور بغیر کچھ کھائے پیئے واپس آگیا تو اس نے مردے سے ملاقات کی؟"
- ۳۷۲ کیا انسان کے مدفن کی مٹی اس کے خیر میں شامل ہوتی ہے؟
- ۳۷۳ کیا یہ حدیث ثابت ہے کہ "بعض لوگ میری امت میں اس طرح کے ہوں گے جیسے یہود... الخ؟"....
- ۳۷۴ جو امام یہ حدیث بیان کرے کہ "اللہ تعالیٰ نماز پڑھتے ہیں" اس کی افتداء میں نماز پڑھنے کا حکم، نیز اس حدیث کی تحقیق
- ۳۷۴ جس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کی گئی ہے اس کا صحیح مفہوم
- ۳۷۵ داڑھی منڈوانے والے کے بارے میں وعید پر مشتمل ایک حدیث کی تحقیق
- ۳۷۵ کیا یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جمعہ کی فضیلت رمضان سے زیادہ ہے؟
- ۳۷۶ "جو شخص مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پڑھے اس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شفاعت واجب ہوگی" کیا یہ بات حدیث سے ثابت ہے؟
- ۳۷۷ اپنے نام کے ساتھ "قریشی" لکھنا؟
- ۳۷۸ کیا آخری بدھ کو کام کرنے سے روزی کی برکت ختم ہو جاتی ہے؟
- ۳۷۸ حدیث "المرء مع من احب" ولہ ما اکتسب" کی صحیح تشریح
- ۳۷۹ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث لکھنے سے منع فرمایا؟
- ۳۸۰ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ملک الموت کے واقعے والی حدیث کی تحقیق
- ۳۸۰ ایک امام صاحب کی بیان کی گئی حدیث میں غلطیوں کی نشاندہی
- ۳۸۲ جن احادیث میں خلیفۃ اللہ المہدی کا ذکر ہے کیا وہ معتبر احادیث ہیں؟ نیز اس سے کیا مراد ہے؟
- ۳۸۳ بخاری شریف کی ایک حدیث کو غلط کہنے والے شخص کا کیا حکم ہے؟

﴿کتاب الذکر والدعاء﴾

(ذکر و دعائے متعلق احکام)

۳۸۵

۳۸۷

۳۸۸

۳۸۸

۳۸۹

۳۸۹

۳۹۰

۳۹۰

۳۹۱

۳۹۱

۳۹۲

۳۹۳

۳۹۳

۳۹۴

۳۹۵

۳۹۶

۳۹۶

۳۹۶

۳۹۷

۳۹۸

۳۹۸

۳۹۸

و ساویں سے بچنے کے لئے چند دعائیں

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا؟

مردوں اور عورتوں کا ذکر بالجہر

جامع دُرود شریف

دُرود شریف بے وضو بھی پڑھا جاسکتا ہے

زیارت و خاتما پر سلام کرنا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ ”ص“ لکھنا کافی نہیں نیز ”محمد صدیق“ وغیرہ نام پر

”ص“ لکھنا ثابت نہیں

بغیر وضو کے ذکر کرنا؟

حضرت حوا کے نام کے ساتھ ”علیہ الصلوٰۃ والسلام“ کہنا؟

رات کو ڈرنے سے بچنے کے لئے اور سکونِ قلب کے لئے دعا

شادی کے لئے وظیفہ

بچوں کی نماز پڑھنے کے لئے وظیفہ

جو الفاظ حدیث سے ثابت نہ ہوں دعاؤں میں ان الفاظ کا اضافہ کرنا؟

مروجہ فاتحہ خوانی بدعت ہے

سنتوں کے بعد بہ ہیئتِ اجتماعی دعا کرنا ثابت نہیں

گناہوں کی معافی کے لئے وظیفہ

دُعائے پہلے دُرود شریف پڑھتے وقت ہاتھ اٹھانا؟

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا؟

”حسبی اللہ“ الخ کب پڑھنا بہتر ہے؟

مسجد میں اکیلے یا حلقہ بنا کر ذکرِ جہری کرنا؟

دُرود و سلام کا جامع ایک دُرود شریف

۳۹۹	خطبہ جمعہ کی اذان کے بعد دُعا کرنا؟
۳۹۹	ذکرِ جہری کی شرائط، نیز لاؤڈ اسپیکر پر ذکر کرنا؟
۴۰۰	ہر فرض نماز کے بعد اہام کا بلند آواز سے دُعا کرنا؟
۴۰۱	نمازِ فجر کے بعد جہر اُدا کرنا؟
۴۰۱	مستقل مزاجی اور ذہنی آسودگی کا وظیفہ
۴۰۲	تمام پریشانیوں کے حل کے لئے سب سے زیادہ مفید کام
۴۰۲	سورہ یٰسین پڑھنے کا ایک خاص طریقہ؟
۴۰۳	دُرود شریف کے چند کلمات؟
۴۰۳	تراویح کی ہر چار رکعت یا بیس رکعت کے بعد اجتماعی دُعا مانگنا؟
۴۰۴	فرائض کے بعد دُعا جہراً کی جائے یا سرّاً؟
۴۰۴	عیدین میں دُعا نماز کے بعد یا خطبے کے بعد؟
۴۰۵	دُعا میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کا وسیلہ اختیار کرنا؟
۴۰۵	اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنے کا حکم
۴۰۶	"الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ" دُرود ہے یا نہیں؟
۴۰۶	"اعمالِ قرآنی" عملیات سیکھنے کے لئے مفید ہے
	"مناجاتِ مقبول" کی دُعا "وَبِالْأَسْمَاءِ الثَّمَانِيَةِ الْمَكْتُوبَةِ..." الخ میں آٹھ اسماء سے کون سے
۴۰۶	اسماء مراد ہیں؟
۴۰۷	کسی بزرگ کے مزار پر اس کے وسیلے سے دُعا مانگنا؟
۴۰۷	کیا کوئی شخص انتقال کے بعد بھی کسی کے لئے دُعا کر سکتا ہے؟
۴۰۷	سحر کا اثر دُور کرنے کے لئے وظیفہ
۴۰۸	روحانی یا جسمانی امراض کے لئے قرآنی آیات سے دَم اور تعویذ کرنا؟
۴۰۸	کیا جنات وغیرہ کا اثر انسانوں پر ہوتا ہے؟
۴۰۹	قوتِ نازلہ پڑھنے کا حکم
۴۰۹	کیا دُرود شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں؟

- بعض اکابر کی طرف سے نمازوں کے بعد دعا کو بدعت کہنے کی وضاحت ۴۱۰
- ﴿کتاب ما یتعلق بالتَّصَوُّفِ وَالسُّلُوكِ﴾
(تصوف و سلوک کے بارے میں) ۴۱۳
- فصل فی البیعة
(بیعت کے بیان میں) ۴۱۵
- تصوف شریعت کا ایک اہم حصہ ہے ۴۱۵
- کسی پیر کا مرید ہونا واجب ہے یا سنت یا مستحب یا مباح؟ ۴۱۷
- کیا نسبت حاصل کرنے کے لئے بیعت ہونا ضروری ہے؟ ۴۱۷
- کیا کسی پیر کا مرید بنے بغیر عبادت قبول نہیں ہوتی؟ ۴۱۸
- پاکستان میں کامل پیر طریقت اور قابل بیعت کون کون بزرگ ہیں؟ ۴۱۹
- ایک سلسلے میں بیعت کے بعد دوسرے سلسلے میں بیعت ہونا؟ ۴۱۹
- اگر کسی مخصوص وظیفے سے کوئی تکلیف ہو تو کیا کرے؟ ۴۱۹
- ایک سے زائد اشخاص سے ایک وقت میں مرید ہونا درست نہیں ۴۲۰
- خلاف شریعت امور کے مرتکب پیر سے کس طرح علیحدگی اختیار کی جائے؟ ۴۲۰
- کیا ایمان پر بیعت کی سنت منسوخ ہو چکی ہے؟ ۴۲۱
- کیا بیعت کا ارادہ کر کے کسی شیخ کے پاس جانے سے بیعت ہو جاتی ہے؟ ۴۲۱
- انتقال کے بعد کسی بزرگ سے بیعت ہونا ممکن نہیں ۴۲۲
- جو شخص خلاف شرع افعال کا مرتکب ہو اور نامحرم عورتوں سے بے پردہ ملتا ہو اس کو امام اور پیر بنانا؟ ۴۲۲
- اسلامی احکام کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے کس بزرگ کو نمونہ سمجھا جائے؟ ۴۲۳
- فصل فی الرؤیا
(خواب سے متعلق احکام) ۴۲۴
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دیکھے گئے ایک خواب کا حکم ۴۲۴
- اگر کوئی خواب میں اپنے آپ کو حج کرتے ہوئے دیکھے؟ ۴۲۴
- ایک مشہور خواب کے مضمون کا حکم ۴۲۵

- اگر کسی نے خواب میں اپنے آپ کو کسی نبی علیہ السلام کی شکل میں دیکھا تو کیا اس کو بیان کرنا چاہئے؟ ۴۲۵
- ذکر کی مجلس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا اور حاضرین مجلس سے بیعت کرنا حدیث سے ثابت نہیں ۴۲۶
- اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی کو خواب میں دیکھے تو کیا واقعی اس نبی کو دیکھنا ہوگا؟ ۴۲۶
- حالت بیداری میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کا دعویٰ کرنے والے کا حکم؟ ۴۲۷
- خواب میں سورۃ الملک کی تلاوت کی تو اس کی تعبیر ۴۲۷
- ایک خواب کے مضمون کے بیس خطوط لکھ کر تقسیم کرنے کا حکم نیز کیا اس کو مذاق سمجھنے والے کا نقصان ہوگا؟ ۴۲۷
- محض خواب کی بنیاد پر کوئی شرعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ۴۲۸
- حضرت خضر کے حوالے سے گوشت کا ٹکڑا لوگوں میں تقسیم کرنا، اس کو بیماریوں سے شفا کا ذریعہ تصور کرنا؟ ۴۲۹

فصل فی المتفرقات

(متفرق مسائل)

- ۴۳۰ مجذوب اور مجنون میں فرق
- ۴۳۰ کیا اجتماعی طور پر ذکر جہری کرنا بدعت ہے؟
- ۴۳۱ امام صاحب کالاؤڈ اسپیکر پر تقریر کرنا جبکہ لوگ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہوں
- ۴۳۳ کئی بار گناہ ہو جائے تو کیا ہر بار توبہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے؟
- ۴۳۳ توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں
- ۴۳۵ اپنے پاؤں کے خاکے کے تلوے پر قرآنی آیت لکھنے والے شخص کا حکم
- ۴۳۵ کنجوسی و کفایت شعاری اور فضول خرچی و سخاوت کے درمیان فرق کو پہچاننے کا طریقہ
- ۴۳۷ اپنے آپ کو کسی دربار یا خانقاہ کا ”کتا“ کہنا یا لکھنا؟
- ۴۳۷ اسلام ترہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا

- ۴۳۸ کیا دنیا کا کاروبار ثواب کا کام بن سکتا ہے؟
- ۴۳۹ کیا کوئی ولی اپنی مرضی سے کرامت ظاہر کر سکتا ہے؟ نیز کیا وفات کے بعد کسی ولی کی کرامت ظاہر ہو سکتی ہے؟
- ۴۳۹ ”کلیات امدادیہ“ کے بعض اشعار کی توجیہ
- ۴۴۱ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی سفر حج اور روضہ اقدس پر حاضری کے ایک واقعے کی تحقیق

﴿کتاب حقوق المعاشرة و آدابها﴾

- ۴۴۳ (معاشرت کے حقوق و آداب کے بارے میں)
- ۴۴۵ پیر کی حمایت میں والد کو تکلیف پہنچانا حرام ہے
- ۴۴۶ کیا باپ، بیٹے کا خط کھول کر پڑھ سکتا ہے؟
- ۴۴۶ کیا والد کے کہنے پر بیوی کو طلاق دینا ضروری ہے؟
- ۴۴۶ والدین کو اذیت دینے والے سے تعلقات قطع کرنے کا حکم
- ۴۴۷ والدین سے حسن سلوک بہر حال ضروری ہے
- ۴۴۸ والدہ اولاد سے اجازت لینے کی پابند نہیں
- ۴۴۹ باپ اور بیٹے کی رائے میں اختلاف ہو تو شرعی حل کیا ہے؟
- ۴۴۹ والدہ دوسری شادی کر لے تو بھی اس کے ساتھ حسن سلوک ضروری ہے
- ۴۵۱ بلا تحقیق رشتہ دار سے تعلقات قطع کرنا جائز نہیں
- ۴۵۲ سوتیلی والدہ کو تکلیف دینا ہرگز جائز نہیں
- ۴۵۳ والدہ اور چچا کو گالی دینا سخت گناہ ہے
- ۴۵۳ زندگی میں والد کی نافرمانی کی ہو تو اس کا ازالہ کیسے ہوگا؟
- ۴۵۴ والد سے وصولی قرض کا مطالبہ جائز ہے
- ۴۵۷ والد کی اجازت کے بغیر کاروبار کرنا کب جائز ہے؟
- ۴۵۷ جسمانی معذوری کی صورت میں بیوی سے حقوق معاف کرانا؟
- ۴۶۰ والدین کے خلاف شریعت حکم کو ماننا جائز نہیں

۴۶۱	والد کے حکم پر قطع تعلقی کرنا جائز نہیں
۴۶۲	منکر حدیث بھائی کے ساتھ تعلقات کس حد تک رکھنا چاہئے؟
۴۶۲	اس کے مرنے پر اس کے کفن و دفن کا معاملہ کس طرح کرنا چاہئے؟
۴۶۳	دوالگ مسلک رکھنے والے بھائیوں کا آپس میں میل جول رکھنے کا حکم
۴۶۳	شوہر سے بدسلوکی جائز نہیں
۴۶۴	شوہر کی زندگی میں بیوی کے اس پر کتنے حقوق ہیں؟
۴۶۵	اولاد کا والد کی زندگی میں اس کی جائیداد میں کوئی حق نہیں
۴۶۶	میاں بیوی کے مزاج میں موافقت نہ ہو تو کیا کرے؟
۴۶۷	شوہر کو اس کے حق سے محروم کرنے والی عورت سخت گناہگار ہے
۴۶۸	شوہر کو بلا ضرورت تکلیف پہنچانا حرام ہے
۴۶۹	بہو، سرس کو پریشان کرے تو بیٹے کی ذمہ داری کیا ہے؟
۴۷۱	بیوی کے بارے میں محض غلط شبہ ہو تو کیا کرے؟
۴۷۱	بیوی کی تربیت کرنے کا طریقہ
۴۷۲	میاں بیوی میں بہتر تعلقات کے لئے مفید کتابیں
۴۷۲	شوہر سے بدکلامی کرنے والی عورت کا حکم
۴۷۳	شوہر کا مال اس کی اجازت کے بغیر کسی کو دینا جائز نہیں
۴۷۳	کیا عورت گھر کے خرچ سے بچا کر کسی کی مدد کر سکتی ہے؟
۴۷۳	شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے جانا جائز نہیں
۴۷۴	شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا سفر کرنا جائز نہیں
۴۷۵	شرعاً بیوی پر کپڑے دھونے اور صفائی وغیرہ کی ذمہ داری نہیں
۴۷۵	تین طلاقیں دینے کے بعد اکٹھے رہنے والے میاں بیوی سے قطع تعلق
۴۷۶	بیوی کی حرام کاری پر رضا مندی بھی حرام ہے
۴۷۷	نافرمان اولاد کی اصلاح کیسے کرے؟
۴۷۷	بچے کی ابتدائی تعلیم کے لئے مفید مشورہ

صفحہ نمبر	موضوعات
۴۷۸	روضہ اقدس پر چادر چڑھانے کا عقیدہ رکھنے والے شخص کا حکم
۴۷۸	قاتل کی مالی امداد کب کی جاسکتی ہے؟
۴۷۹	جھوٹی قسم کھانے والے سے دوستانہ تعلقات قطع کرنا
۴۸۰	جھوٹی قسم کھانے والے سے دوستانہ تعلقات منقطع کئے جاسکتے ہیں
۴۸۰	تارک نماز اور تاش کھیلنے والے سے قطع تعلق؟
۴۸۱	کن لوگوں سے دوستی کرنا منع ہے؟
۴۸۲	کون سے حقوق ادا کرنا ضروری ہیں؟
۴۸۲	شیعہ مذہب اختیار کرنے والے سے تعلقات رکھنا؟
۴۸۳	ایک فرض کو چھوڑنے سے دوسرا ادا کیا ہوا فرض باطل نہ ہوگا
۴۸۳	دامی زانی کے ساتھ تعلقات رکھنا؟
۴۸۳	جو حقوق معاف کروانے یا ادا کرنے کے لئے تیار نہ ہو، اس کا حکم
۴۸۳	اعلامیہ طور پر غیر شرعی رسومات کرنے والے سے قطع تعلق کرنا؟
۴۸۴	عہد شکنی اور غیر شرعی رسومات کرنے والوں کا حکم
۴۸۴	کسی کے گھر داخل ہونے کے لئے کتنی اجازت کافی ہے؟
۴۸۵	اپنی بیوی اجنبی کے حوالے کرنے والے سے قطع تعلق

﴿کتاب التاریخ والسير والمناقب﴾

۴۸۷	(تاریخ اور سیر و مناقب کے بارے میں)
۴۸۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان سے متعلق خاموشی ضروری ہے
۴۸۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا انتقال اور تدفین کہاں ہوئی؟
۴۹۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کا انتقال کفر پر ہوا
۴۹۰	معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیائے کرام کو نماز پڑھائی تھی
۴۹۱	کیا جنت میں آدم علیہ السلام کی اولاد تھی؟
۴۹۲	کیا زمزم کا کنواں عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خریدا تھا؟
۴۹۲	یزید حق پر تھا یا حضرت حسینؑ؟

۴۹۲ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کو چاٹا مارنے کا واقعہ
۴۹۳ کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ شین کو سین پڑھتے تھے؟
۴۹۳ حضرت امیر معاویہؓ بلاشبہ صحابی ہیں
۴۹۴ صحابہ کرامؓ نے تدفین سے پہلے خلافت کا مسئلہ کیوں حل کیا؟
۴۹۴ آخرت میں یزید کا حشر کیا ہوگا؟
۴۹۵ ۱۴۰۰ھ کے محرم سے چودھویں صدی کا اختتام ہوا
۴۹۵ تاریخ کی مستند کتب

﴿کتاب الطہارۃ﴾

۴۹۷	(پاکی، ناپاکی کے مسائل)
	باب فی الاستنجاء
۴۹۹	(استنجا کے بیان میں)
۴۹۹ قبلہ رخ بنے ہوئے حکومتی بیت الخلاؤں کو استعمال کرنے کا طریقہ؟
۵۰۰ طہارت کے مسائل میں دوسروں پر بدگمانی جائز نہیں

باب فی الوضوء والغسل

۵۰۱	(وضو اور غسل کے احکام)
۵۰۱ کتب تفسیر کو بلا وضو چھونا؟
۵۰۱ جماعت نکل رہی ہو تو وضو کا کوئی مختصر طریقہ ہے یا نہیں؟
۵۰۲ نابالغ نمکا چلائے تو اس پانی سے بھی وضو کر سکتے ہیں۔
۵۰۲ غسل میں اگر وضو نہ بھی کیا جائے تب بھی وضو ہو جاتا ہے
۵۰۳ دوران غسل کئے ہوئے وضو سے ہر قسم کی نماز اور قرآن کریم کو چھونا جائز ہے
۵۰۳ غسل کرنے سے وضو ہو جاتا ہے
۵۰۴ برہنہ ہو کر کئے ہوئے غسل کے وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟
۵۰۴ اگر دوران غسل وضو ٹوٹ جائے
۵۰۵ ستر کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا

- محض شک سے وضو نہیں ٹوٹتا ۵۰۵
- ٹیک لگا کر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ۵۰۵
- ایک سے زائد مرتبہ جماع کرنے سے کتنی مرتبہ غسل واجب ہوتا ہے ۵۰۶
- بغیر انزال کے حاصل ہونے والی لذت سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ ۵۰۶
- مذی اور وہی میں کیا فرق ہے؟ ۵۰۷
- مذی کا حکم ۵۰۷
- ناخن کاٹنے سے غسل واجب نہیں ہوتا ۵۰۸
- جمعرات کے دن غسل کی ممانعت بے بنیاد ہے ۵۰۸
- جسم یا کپڑوں کو ناپاک چیز لگنے سے غسل لازم نہیں ہوتا ۵۰۸
- ولادت کے بعد دایہ کا غسل اور کپڑے تبدیل کرنا؟ ۵۰۹
- تنگی وقت کی وجہ سے غسل فرض ساقط نہیں ہوتا ۵۰۹
- غسل فرض کا طریقہ اور پاک ہونے کے لئے کلمہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں ۵۰۹
- بند غسل خانے میں برہنہ ہو کر غسل کرنا؟ ۵۱۰
- فلسفہ دانت لگوانے کی صورت میں غسل کا حکم ۵۱۰
- دانت کے سوراخ بھروانے سے وضو اور غسل پر کوئی اثر نہیں پڑتا ۵۱۱
- سرخی اور نیل پالش کی موجودگی میں وضو اور غسل کا حکم ۵۱۱
- رنگ و روغن، چربی اور گریس وغیرہ چھڑوائے بغیر غسل؟ ۵۱۲
- ناخن پالش کی موجودگی میں وضو اور غسل؟ ۵۱۳
- پان کی سرخی غسل کے لئے مانع نہیں ۵۱۳

فصل فی احکام المیاء

(پانی کے احکام)

- ۵۱۴
- بد مزہ اور تھوڑی سی بد بو والے پانی سے وضو کرنا؟ ۵۱۴
- جس کنویں کا پانی ختم نہ ہوتا ہو اسے پاک کرنے کا طریقہ ۵۱۴
- جس کنویں میں دو سال قبل بلی گری ہو اسے پاک کرنے کا طریقہ ۵۱۴

صفحہ نمبر	موضوعات
۵۱۶	ناپاک کنویں سے ایک دو گز دور لگائے ہوئے نلکے کا حکم
۵۱۶	اگر کنویں میں گٹر کے پانی کے آثار ظاہر ہو رہے ہوں تو اس کا پانی ناپاک ہوگا؟
۵۱۸	باب التیمم (تیمم کے احکام)
۵۱۸	جماعت نکل جانے یا نماز قضاء ہو جانے کے خوف سے تیمم درست ہے یا نہیں؟
۵۱۹	صاحب عذر کے لئے خادم نہ ہونے یا پانی کا استعمال مضر ہونے کی صورت میں تیمم؟
۵۲۰	مرض کی حالت میں تیمم کب درست ہوتا ہے؟
۵۲۱	باب المسح علی الخفین وغیرہا (موزوں وغیرہ پر مسح کا بیان)
۵۲۱	مرؤۃ جب جرابوں پر مسح کے جواز کی شرائط
۵۲۲	نائیلون کی جراب پر مسح جائز نہیں
۵۲۲	نائیلون کی جرابوں پر مسح کے جواز کی شرائط
۵۲۳	مرؤۃ جب جرابوں پر مسح کے جواز میں پیش کی جانے والی احادیث کا جواب
۵۲۷	باب الحيض والنفاس والاستحاضة (حيض، نفاس اور استحاضہ کے احکام)
۵۲۷	حيض، طہر، استحاضہ کی مدت اور ان کے احکام اور متحیرہ کا حکم
۵۲۸	متحیرہ کی ایک صورت
۵۲۹	اگر معتادہ کو مسلسل خون آنے لگے تو نماز، روزہ اور عدت وغیرہ کے لئے طہر کتنے دن کا ہوگا؟
۵۳۰	ماہواری کے بعد آنے والی سفید رطوبت کا حکم
۵۳۱	حالت حیض میں زبانی تلاوت بھی جائز نہیں، البتہ دعائیں پڑھنا جائز ہے
۵۳۲	فصل فی احکام المعذورین (معذور کے احکام)
۵۳۲	اندام نہانی یا پستان سے مسلسل پانی آنے کا حکم
۵۳۳	معذور کے لئے نماز سے پہلے صرف نجاست کی جگہ کو دھونا کافی ہے

صفحہ نمبر	موضوعات
۵۳۳	معذور کے لئے شرعی حکم کی تفصیل
۵۳۴	طہارت کے لئے معذور کی شرائط اور وضو کا حکم
۵۳۵	قطرے کے مریض کے لئے وضو اور نماز کا حکم
۵۳۶	بیت الخلاء میں رکھے ہوئے اوٹے کی پاکی ناپاکی کا حکم
۵۳۷	برتنوں کو پاک کرنے کا طریقہ
۵۳۷	پلاسٹک اور کپڑے کے دسترخوان کو پاک کرنے کا طریقہ
۵۳۸	دھلائی میں ناپاک کپڑا انچوڑنے کے بعد ہر مرتبہ فرش کو دھونا ضروری نہیں
۵۳۸	واشنگ فیکٹریوں اور ڈرائی کلینرز سے دھلے ہوئے کپڑوں کا حکم
۵۴۰	دھوبی سے دھلے ہوئے اور پٹروں سے صاف کئے ہوئے کپڑوں کا حکم
۵۴۰	دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑوں میں تحقیق و تفتیش کے ہم مکلف نہیں
۵۴۱	بازار سے خریدے ہوئے کپڑے کو استعمال سے پہلے دھونا ضروری نہیں
۵۴۱	غیر ملکی کپڑوں کو بغیر دھوئے استعمال کرنا؟
۵۴۲	دھوبی سے دھلنے والے کپڑوں کو ناپاک کہنا صحیح نہیں



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پیش لفظ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا إِمَامِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ
وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ أَجْمَعِينَ وَعَلَى مَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ
الدِّينِ خُصُوصًا عَلَى أَيْمَةِ الْفُقَهَاءِ وَالْمُحَدِّثِينَ الْهَدَاةِ الْمُهْتَدِينَ، أَمَّا بَعْدُ!

شعور نے ذرا آنکھ کھولی تو خود کو دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا
مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قاعدۂ بغدادی پڑھتے ہوئے پایا۔ وہ اُس وقت دارالعلوم دیوبند کے
صدر مفتی تھے، اور بعد میں اُن کو فقہ و فتویٰ میں علمائے محققین اور عامۃ المسلمین نے ”مفتی اعظم پاکستان“ کے
نام سے مقتدی تسلیم کیا۔

اُن کی وفات کے وقت بندۂ ناچیز کی عمر چالیس سال تھی، اس پورے زمانے میں سفر و حضر میں ان
کی صحبت و تربیت کے طفیل جہاں اللہ تعالیٰ کی اور بہت سی لاتعداد نعمتوں کی بارش جاری رہی، وہیں یہ عظیم
نعمت بھی ملی کہ دل و دماغ بچپن ہی سے فتویٰ، مفتی، استفتاء، تحقیق وغیرہ کے الفاظ سے نہ صرف مانوس
ہو گئے، بلکہ محبت کرنے لگے، اور بہت سے ایسے مسائل بھی زمانہ طالب علمی میں یاد ہو گئے جن کے بارے میں
متجدد تجربہ کار اہل فتویٰ کو بعد میں دیکھا کہ وہ ان مسائل کی تحقیق کے لئے سفر کر کے اُن کے پاس آتے، اور
ہمیں تعجب ہوتا کہ یہ بات بھی کوئی پوچھنے کی تھی۔

فقہ کتنا دلچسپ فن ہے!

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل فقہ و فتویٰ کا خصوصی ماحول اور شب و روز ان کا تذکرہ تو
بحمد اللہ! ابتدائی دور ہی سے جزو زندگی تھا، مگر یہ بات ہدایہ اولیٰین کے درس ہی سے معلوم ہوئی کہ فقہ کتنا دلچسپ

فن ہے، ہدایہ اولین ہم نے اُستاد محترم حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ سے نانک واڑہ میں پڑھی تھی، دارالعلوم یہاں سے کورنگی اگلے سال منتقل ہوا۔ یہ درس اتنا دلچسپ ہوتا تھا کہ گھنٹہ ختم ہو جاتا مگر دل نہ بھرتا تھا، وہ فقہی وقائق اور گہرے نکات کو اصول فقہ کی روشنی میں نہایت دلکش انداز میں بیان فرماتے اور جگہ جگہ صاحب ہدایہ کی منفرد ”فقہی بلاغت“ سے خود بھی محفوظ ہوتے جاتے اور ہم طلبہ کو بھی سرشار کر دیتے، ”فقہی بلاغت“ کا لفظ عجیب سا معلوم ہوگا، مگر میں نے یہ اس وجہ سے لکھا ہے کہ صاحب ہدایہ کا منفرد اُسلوب ایک طرف فقہی گہرائی اور نکتہ رسی کا بے مثال نمونہ ہے تو دوسری طرف بلاغت کا بھی ایسا شاہکار کہ حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:-

”فن بلاغت کی اب تک جتنی کتابیں ماہرین نے لکھی ہیں ان میں کئی فصلوں کا اضافہ کر سکتا ہوں، مگر ہدایہ جیسی چار سطریں لکھنے پر قادر نہیں۔“

حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتاب کی اس ”فقہی بلاغت“ اور اپنی طبعی ظرافت سے درس گاہ کو باغ و بہار بنائے رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے، آمین۔

پھر دارالعلوم جب کورنگی میں منتقل ہو گیا تو یہاں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے منطق میں مُلّا حسن، علم ہیئت (فلکیات) میں ”اتقصرح“ پڑھنے کی سعادت ملی، پھر اُس سے اگلے سال مشکوٰۃ شریف، اور اُس سے اگلے سال دورۂ حدیث میں صحیح بخاری بھی انہی سے پڑھی، حضرت مفتی صاحب موصوف کو فتویٰ سے خاص شغف تھا، وہ بھی کبھی کبھی ہم طلبہ کے سامنے کوئی مسئلہ رکھتے اور اُس کا جواب کتابوں میں تلاش کرنے کے لئے فرماتے، اور اُسے بسا اوقات ہم طلبہ ہی سے لکھوا لیتے۔

دورۂ حدیث میں مؤطا امام مالک اور شمائل ترمذی، اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے درس پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی، یہ دونوں درس ”تفقہ“ کا ایسا نمونہ تھے کہ آج تک زادِ راوی بنے ہوئے ہیں، واللہ الحمد۔

برصغیر میں ”تخصّص فی الافقاء“ کا آغاز

دورۂ حدیث سے فراغت کے اگلے تعلیمی سال (۱۳۷۹ھ تا ۱۳۸۰ھ) میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم کراچی میں پہلی بار ”تخصّص فی الافقاء“ کا آغاز فرمایا۔ یہ بات شاید اب اکثر حضرات کو معلوم نہ ہو کہ ”تخصّص فی الافقاء“ سب سے پہلے اسی سال دارالعلوم کراچی میں شروع ہوا، اس سے پہلے برصغیر پاک و ہند میں کہیں ”تخصّص فی الافقاء“ کا باقاعدہ شعبہ نہیں تھا۔ اُس وقت اس تخصّص کی مدت صرف ایک سال رکھی گئی، اور ہماری جماعت کو خود حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہی تمرینِ افقاء

کا کام کرایا، اور شرح عقود رسم المفتی اور مقدمۃ الدر المختار در سائپڑھایا، اور جزوی طور پر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تربیت افتاء کے اس کام میں مدد لی گئی۔ نیز جب کسی فقہی مسئلے میں تحقیق کے لئے اہل فتویٰ علمائے کرام سے مشورے کی مجلس منعقد ہوتی تو ہم طلبہ تخصص کو بھی اس میں شریک کیا جاتا، اور اپنی رائے کے اظہار کے لئے ہماری حوصلہ افزائی کی جاتی۔

تخصص سے فراغت کے بعد اگرچہ ہماری اصل مشغولیت اور ذمہ داری تدریس سے متعلق ہوئی لیکن حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جزوی طور پر کچھ وقت تقریباً روزانہ فتویٰ نویسی کے کام میں بھی لیتے رہے، اور جب ”مجلس تحقیق مسائل حاضره“ کا کام شروع ہوا تو تحقیق مسائل کا کام دوسرے شرکائے مجلس کی طرح ہمارے سپرد بھی کیا جانے لگا۔ اور بہت عرصے بعد اندازہ ہوا کہ وہ ہمیں افتاء کی ذمہ داری سنبھالنے کے لئے تیار فرما رہے ہیں۔

پھر ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ سے بندے کے اسباق میں کچھ کمی کر کے فتویٰ نویسی کا کام باقاعدہ سپرد فرما دیا گیا، اور ساتھ ہی درجہ تخصص فی الافتاء کی نگرانی اور طلبائے تخصص فی الافتاء کے لکھے ہوئے فتاویٰ کی تصحیح و اصلاح بھی بندہ ناچیز کے ذمہ کر دی گئی، یہ کام احقر اور حضرت مولانا عاشق الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مل کر کرتے رہے۔

اس کے بعد ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ (۲۱ مئی ۱۹۷۳ء) کو حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ ناچیز کو دارالعلوم کراچی کا باضابطہ ”نائب مفتی“ مقرر فرما دیا، اُن کی نیابت میں یہ خدمت بندہ ناچیز اور حضرت مولانا عاشق الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ انجام دیتے رہے، ہم دونوں اپنے اپنے فتاویٰ لکھ کر حضرت والد صاحب کی خدمت میں پیش کرتے اور ان کے تصدیقی دستخط سے یہ فتاویٰ جاری ہوتے، اور جو ہدایات وہ زبانی یا تحریری طور پر ارشاد فرماتے انہیں جواب کا جزو بنادیا جاتا۔ اور ان کی اجازت سے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اگر مسئلہ نیا نہ ہوتا تو میرے لکھے ہوئے فتاویٰ حضرت مولانا عاشق الہی صاحب کے تصدیقی دستخط کے ساتھ جاری ہو جاتے، اور ان کے لکھے ہوئے فتاویٰ بندہ ناچیز کے تصدیقی دستخط کے ساتھ جاری ہو جاتے۔

پھر شوال ۱۳۹۵ھ میں حضرت مولانا عاشق الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ منتقل ہو گئے، اور نیابت فتویٰ کی ذمہ داری بڑی حد تک بندہ ناچیز ہی سے متعلق رہ گئی۔ اور اب حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے پر یہ ہونے لگا کہ صرف اہم فتاویٰ ان کی خدمت میں تصدیقی دستخط کے لئے پیش کئے جاتے، باقی فتاویٰ بندہ ناچیز کے دستخط سے جاری ہونے لگے۔ یہ زمانہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرض و فاقہ کا تھا جو تقریباً ۱۳۹۳ھ میں شروع ہوا اور ۱۰ شوال ۱۳۹۶ھ کو اس طرح ختم ہوا کہ دو پہر کو آپ ایک فتویٰ تحریر فرما رہے تھے کہ اسی حالت میں دل کا سخت دورہ پڑا، وہ فتویٰ ان کے سینہ مبارک

پر پڑا رہ گیا، یہ ان پر تیسرا دورہ قلب تھا، جو بالآخر جان لیوا ثابت ہوا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے اور ہمیں ان کی برکات سے محروم نہ فرمائے۔

ان کی وفات سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل یعنی ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ (۲۷ مئی ۱۹۷۵ء) کو مجھے اور برادر عزیز مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کو دارالعلوم کراچی کی مجلس منتظمہ نے دارالعلوم کا نائب صدر مقرر کر دیا تھا، جبکہ اس ادارے کے بانی اور صدر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔

انہوں نے مجلس منتظمہ کے مشورے سے اپنی وفات سے ۹ ماہ قبل یعنی صفر ۱۳۹۶ھ میں جامعہ دارالعلوم کراچی کی ساری انتظامی ذمہ داریاں بندہ ناچیز کے سپرد فرمادی تھیں، اور ہم دونوں بھائیوں کو جامعہ دارالعلوم کراچی کا مفتی بھی مقرر فرمادیا تھا۔

بیان نہیں کر سکتا کہ اُن کی وفات حسرت آیات کے بعد سے یہ کتنی بھاری ذمہ داریاں ہم پر آگئی ہیں، انتظامی ہوں یا افتاء کی، دونوں بہت بھاری بھی ہیں، انتہائی نازک بھی، اپنی صلاحیت کو دیکھتا ہوں تو صفر ہی نظر آتا ہے، اور قدم قدم پر مسائل سے نیند اڑنے لگتی ہے، لیکن حضرت والد ماجد فقیہ ملت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کے علمی جانشین تھے، انہوں نے ہم پر جو محنت فرمائی، جو دعائیں کیں، اور جس طرح حوصلہ افزائی فرمائی، ان پر نظر کرنا ہوں تو ڈھارس بندھتی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے یہ اُمید قوی درجے میں قائم ہوتی ہے کہ اُن کی اور دیگر حضراتِ اساتذہ کرام کی ہم پر کی جانے والی محنتیں اور دعائیں اِن شاء اللہ رائیگاں نہیں جائیں گی، وَمَا ذٰلِكَ عَلٰی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مجھ پر تو جامعہ دارالعلوم کراچی کی انتظامی ذمہ داریاں اتنی بڑھ گئیں، اور ساتھ ہی درس و تدریس کا مشغلہ بھی باقاعدگی سے جاری رکھنا پڑا، ان کے ہوتے ہوئے فتاویٰ خود لکھنے کا باقاعدہ سلسلہ تو تقریباً ختم سا ہو گیا، صرف بہت اہم فتاویٰ ہی کے لئے بمشکل وقت نکالتا ہوں، درجہ تخصص اور دارالافتاء کی باقاعدہ نگرانی، اور اہم فتاویٰ لکھنے کی ذمہ داری برادر عزیز شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے کئی سال تک نہایت لگن اور حسن و خوبی کے ساتھ سنبھالے رکھیں، اور اب بھی بڑی حد تک سنبھالے ہوئے ہیں، اُن کے فتاویٰ کی ابتدائی جلدیں بحمد اللہ ”فتاویٰ عثمانی“ کے نام سے شائع بھی ہو چکی ہیں، باقی جلدوں پر کام جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل اور عمر میں برکت عطا فرمانے اور ان کے غیر معمولی افادے کو زیادہ سے زیادہ عام اور تمام فرمائے، آمین۔

یہ مجموعہ فتاویٰ

یہ مجموعہ فتاویٰ جو اس وقت آپ کے سامنے ہے، جامعہ دارالعلوم کراچی کے ان فتاویٰ پر مشتمل ہے، جو بندہ ناچیز کے تحریر کردہ ہیں، اس حیثیت سے کہ یہ بندہ ناچیز کی خامہ فرسائی ہے، اس قابل نہ تھے کہ ان کو قابلِ اشاعت سمجھا جاتا، اور جب یہ لکھے جارہے تھے تو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ ان کو کبھی اس قابل سمجھا جائے گا، لیکن ہوا یوں کہ عزیزم مولوی سلطان محمود صاحب سیالکوٹی جو تقریباً اب سے دو سال قبل تخصص فی الافاء سے فارغ ہوئے ہیں، درجہ تخصص فی الافاء کے تیسرے سال میں، جو مقالے کا سال ہوتا ہے، اپنے اساتذہ سے منظوری لے کر اپنے تحقیقی مقالے کا موضوع میرے علم و اطلاع کے بغیر میرے فتاویٰ کو بنالیا، تاکہ وہ دارالافتاء کے ۱۳۸۰ھ سے اب تک کے تقریباً ایک ہزار سے زیادہ رجسٹروں میں سے میرے فتاویٰ کو چن کر نکالیں اور ان کی ترتیب و تبویب کریں، اور ان پر حاشیہ میں عبارات فقہاء کی تخریج کا کام انجام دیں۔ جب میرے علم میں یہ بات آئی تو یہ اس لئے بھی عجیب سا معلوم ہوا کہ میں اور میرے فتاویٰ اس قابل کہاں کہ ان پر یہ کام کیا جائے، پھر یہ فتاویٰ دارالعلوم کراچی کے فتاویٰ کا ایک حصہ ہیں، جن میں اہم ترین فتاویٰ وہ ہیں جو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر فرمودہ ہیں، ترتیب و تبویب اور تخریج کا کام اور ان کی اشاعت کا انتظام سب سے پہلے ان ہی فتاویٰ کا ہونا چاہئے، مگر مجھے بتایا گیا اور واقعہ بھی یہی ہے کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ اتنے زیادہ ہیں کہ ان کی مطلوبہ خدمت صرف ایک دو حضرات کے سپرد نہیں کی جاسکتی، ان کی ترتیب و تبویب اور تخریج کے لئے تو مختصین کی ایک اچھی خاصی تعداد کی ضرورت ہے، چنانچہ اسی وقت سے بندہ ناچیز کی خواہش پر مختصین کی ایک جماعت کو اس عظیم خدمت کی انجام دہی پر لگا دیا گیا ہے، اور وہ کام بحمد اللہ جاری ہے۔

نیز حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لکھے ہوئے فتاویٰ کا ایک عظیم الشان بہت بڑا ذخیرہ وہ فتاویٰ ہیں جو انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں بہ حیثیت صدر مفتی تحریر فرمائے تھے، ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ابھی تک پوری طرح شمار بھی اس لئے نہیں ہو سکے تھے کہ وہ یہاں موجود نہیں تھے، اب بحمد اللہ وہاں سے ان بہت سارے ضخیم رجسٹروں کی فوٹو کاپیاں حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب مدظلہم مہتمم دارالعلوم دیوبند کی کرم فرمائی سے حاصل ہو گئی ہیں، یہاں ان پر بھی بحمد اللہ اب مختص علماء کی ایک جماعت کام کر رہی ہے، صرف انہی ضخیم رجسٹروں کی تعداد ماشاء اللہ انیس^(۱۹) ہے۔

مولوی سلطان محمود صاحب اُس وقت تک میرے فتاویٰ پر بڑے ذوق و شوق سے، کافی محنت کر چکے تھے، اب انہیں روکنے کی ہمت نہ ہوئی، ادھر اس خیال سے بھی ان کے کام کو جاری رکھنے کی اجازت

دے دی کہ بندہ ناچیز کے فتاویٰ کی یوں تو کوئی وقعت نہیں، لیکن اس حیثیت سے ان کی اہمیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان میں بیشتر فتاویٰ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کے ہیں، جو ان ہی کی سرپرستی اور نگرانی میں ان ہی کی ہدایات کی روشنی میں لکھے گئے ہیں، اور ان میں سے اکثر پران کے تصدیقی دستخط ہیں، جو بلاشبہ فقہ و فتویٰ کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ یہی وجہ تھی جس کی بناء پر یہ کام جاری رکھا گیا، پھر عزیز القدر مولوی اعجاز احمد صدیقی صاحب نے، جو جامعہ دارالعلوم کراچی کے متخصص فی الافتاء ہیں، اور آبِ ماشاء اللہ یہاں کے اساتذہ کرام میں شامل ہیں، اس کام میں از سر نو بھرپور حصہ لیا، جس کی تفصیل ان ہی کے قلم سے آپ ان کے مقدمہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

جامعہ کے دارالافتاء کا آغاز — مختصر تاریخ

اب جبکہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء سے جاری ہونے والے فتاویٰ کا یہ حصہ اشاعت کے لئے جارہا ہے، مناسب معلوم ہوا کہ دارالافتاء دارالعلوم کراچی کے آغاز کی مختصر تاریخ بھی ہدیہ قارئین کر دی جائے۔ یہ بات شاید بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ دارالعلوم کراچی کا باقاعدہ آغاز اگرچہ نانک واڑے میں ۱۳۰۷ھ کے اوائل (۱۹۵۱ء) میں ہوا، مگر اس کی خدمات کا آغاز ”مدرسہ امداد العلوم“ کے نام سے کراچی میں آرام باغ سے متصل جامعہ مسجد باب الاسلام میں ہو چکا تھا، یہاں قرآن کریم حفظ و ناظرہ کا ایک مکتب پہلے سے قائم تھا، جب ہماری رہائش جیکب لائن سے آرام باغ کے پاس برنس روڈ کے علاقے میں منتقل ہوئی تو اس مکتب کی نگرانی و سرپرستی یہاں کے اہل محلہ نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دی، میرے حفظ قرآن کے کچھ پارے جو باقی تھے، اسی مکتب میں پورے ہوئے۔

یہاں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کی خواہش پر ایک سلسلہ تو روزانہ بعد نماز فجر درس قرآن کریم کا شروع کیا، جس میں لوگ دُور دراز علاقوں سے آکر بڑے ذوق و شوق اور پابندی سے شریک ہوتے تھے۔

دوسرا اہم کام یہ کیا کہ اسی مسجد کے مرکزی دروازے پر ایک کمرہ تعمیر کر کے اُس میں دارالافتاء قائم فرمادیا، اُس وقت پورے شہر کراچی میں کوئی دارالافتاء موجود نہیں تھا، بلکہ پورے پاکستان میں بھی خال خال شاید دو تین ہی دارالافتاء تھے یا اس سے بھی کم، یہاں حضرت والد صاحب کے لئے لکھے ہوئے فتاویٰ کی نقل محفوظ رکھنے کا بھی انتظام ہوا، جو بھجوا کر اب دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء میں محفوظ ہیں۔

اسی دارالافتاء میں بندہ ناچیز کو رمضان ۱۳۵۷ھ میں پہلی تراویح سنانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ جس رجسٹر میں ان فتاویٰ کی نقل محفوظ کی گئی وہ شعبان ۱۳۵۷ھ سے شروع ہوا ہے، حضرت والد

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۶۲ھ میں استعفاء کے بعد سے شعبان ۱۳۷۰ھ تک کی ۸ سالہ مدت میں جو فتاویٰ تحریر فرمائے، ان کی نقل کا کوئی انتظام نہ تھا، اس لئے بغیر نقل کے ہی جاری ہوتے رہے، تاہم کچھ اہم فتاویٰ نقل کر لئے گئے تھے، جو بعد میں ”امداد المفتین“ میں شامل کر دیئے گئے، اور اس میں شائع ہو رہے ہیں۔

یہاں تیسرا کام حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیا کہ درس نظامی سے پہلے دارالعلوم دیوبند میں زبان فارسی کی جو تعلیم دی جاتی تھی، اُس کے ابتدائی اسباق شوال ۱۳۷۰ھ سے شروع کرادیئے۔ یہاں جن حضرات اساتذہ کرام کی بابرکت خدمات سے یہ کام شروع ہوا اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

- ۱- حضرت مولانا فضل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا تعلق منگورہ سوات سے تھا، یہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل، اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید تھے۔
- ۲- حضرت مولانا امیر الزمان کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، یہ بھی فاضل دیوبند، اور حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید تھے۔

- ۳- حضرت مولانا بدیع الزمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، یہ اُنہی کے فارغ التحصیل تھے۔
- یہاں طلبہ کی تعداد صرف پانچ تھی، جن میں بھگت اللہ بندہ ناچیز اور برادر عزیز مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بھی شامل تھے۔

یہاں شعبۂ فارسی کی تعلیم شروع ہوئی تو تقریباً دو تین ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے کراچی کے محلے نانک واڑے میں ایک عمارت دیوادی جہاں ۱۳۷۰ھ کے اوائل میں اللہ کے فضل سے دارالعلوم باقاعدہ قائم ہو گیا، اس عظیم کام میں ہمارے بہنوئی حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت والد صاحب کے مسلسل دستِ راست رہے ہیں، وہی دارالعلوم کے ناظمِ اوّل قرار پائے۔ اور مسجد باب الاسلام سے فارسی کے مذکورہ بالا اسباق، اساتذہ و طلبہ سمیت نانک واڑے میں منتقل ہو گئے، لیکن بعدِ فجر والد صاحب کا درس قرآن سات سال تک وہیں جاری رہا، جو پورا قرآن کریم مکمل ہونے پر ختم ہوا۔

نانک واڑے میں تقریباً ایک دو سال حضرت مولانا مظہر بقاء صاحب رحمۃ اللہ علیہ بطور نائب مفتی حضرت والد صاحب کے ساتھ خدمت انجام دیتے رہے، پھر کئی سال تک یہ منصب حضرت مولانا مفتی صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھالے رکھا۔ دارالافتاء کے اس ابتدائی دور میں نقلِ فتاویٰ کے رجسٹروں میں اکاؤنٹ کا فتاویٰ حضرت مولانا نور احمد صاحب، حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب اور حضرت مولانا منتخب الحق صاحب (رحمۃ اللہ علیہم) کے لکھے ہوئے بھی محفوظ ہیں۔

پھر تقریباً ۵ سال بعد شوال ۱۳۵۷ھ (۱۹۵۶ء) دارالعلوم کراچی کو رنگی میں منتقل ہو گیا، مگر چونکہ دارالعلوم کی کورنگی میں منتقل کے بعد بھی حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش کئی سال تک شہر ہی میں رہی، اس لئے دارالافتاء بھی ناکم واڑے میں رہا، پھر جب ان کی رہائش کورنگی میں منتقل ہو گئی تو دارالافتاء بھی یہاں منتقل ہو گیا۔

اب ان سب بزرگوں کا سایہ سر سے اٹھ چکا ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے اور ان کی برکات سے جامعہ دارالعلوم کراچی اور اس کے دارالافتاء اور خدام کو ہمیشہ مالا مال رکھے، آمین۔

اس مجموعہ فتاویٰ کا نام

اس وقت جامعہ دارالعلوم کراچی کے فتاویٰ کا جو مجموعہ آپ کے سامنے ہے، اس کا نام تجویز کرنے میں یہ پیش نظر رکھا گیا ہے کہ:-

۱- حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تحریر فرمودہ فتاویٰ کا نام ”امداد الفتاویٰ“ رکھا تھا جو بحمد اللہ سالہا سال سے چھ جلدوں میں شائع ہو رہا ہے، اور مشہور مجددانہ کارنامہ ہے، اس نام میں حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ نے اس کے لغوی معنی کے ساتھ یہ رعایت بھی رکھی ہے کہ ان کے شیخ حضرت حاجی ”امداد اللہ“ صاحب مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی برکت بھی اس میں شامل ہو جائے۔

۲- حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی میں جو مزید فتاویٰ لکھے گئے ان میں سے ایک ”امداد الاحکام“ ہے جو حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب تھانوی اور حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمٹھلوی رحمۃ اللہ علیہما کے لکھے ہوئے فتاویٰ کا عظیم الشان مجموعہ ہے اور متعدد وجوہ سے حضرت حکیم الامتؒ ہی کی تالیف کا درجہ رکھتا ہے، جن کی تفصیل اس کے مقدمے میں وہاں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ بھی بحمد اللہ ”مکتبہ دارالعلوم کراچی“ کے زیر انتظام کئی سال سے چار ضخیم جلدوں میں شائع ہو رہا ہے۔

۳- پیچھے عرض کر چکا ہوں کہ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے لکھے ہوئے فتاویٰ جو دیوبند میں، اور پھر پاکستان میں آکر لکھے گئے، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، اندازہ یہ ہے کہ اشاعت کے وقت کمرزات کو حذف کر کے بھی وہ کم از کم بارہ جلدوں میں سما سکیں گے، لیکن انہوں نے اپنے لکھے ہوئے کچھ فتاویٰ ”امداد المفتین“ کے نام سے شائع فرمادیئے تھے، اور اب سالہا سال سے ”دارالاشاعت کراچی“ سے شائع ہو رہے ہیں، یہ فی الحال صرف ایک جلد پر مشتمل ہیں، آئندہ باقی فتاویٰ کا مجموعہ بھی ان شاء اللہ العزیز

اسی نام سے شائع ہوگا۔

۱- إمداد الفتاویٰ ۲- إمداد الاحکام اور ۳- إمداد المفتین، ان تینوں مجموعوں میں لفظ ”إمداد“ مشترک ہے، جس کی حکمت اوپر بیان ہو چکی ہے، اس لئے براہِ عزیز شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے مشورے سے میرے اس مجموعہ فتاویٰ کا نام ”إمداد السائلین“ تجویز ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو حقیقت میں بھی مسائل دریافت کرنے والے سائلین کے لئے نافع بنادے، اور لفظ ”إمداد“ کی برکت سے بھی حصہ وافر عطا فرمادے، وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ، وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَظِيمِ، وَلِلَّهِ الْحَمْدُ أَوَّلًا وَآخِرًا، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا خَاتَمِ النَّبِيِّينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔

کتبہ

محمد رفیع عثمانی

خادم جامعہ دارالعلوم کراچی

۱۱ رذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

۲۹ نومبر ۲۰۰۹ء



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ؛ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى
آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَآزْوَادِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ أَجْمَعِينَ وَعَلَى مَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ۔
أَمَّا بَعْدُ!

آج اس عظیم خوشی کے موقع پر اللہ رب العزت کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے، کم ہے کہ اس نے محض
اپنے فضل و کرم سے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کے ان فتاویٰ کی تخریج
و تعلیق کا کام کرنے کی سعادت عطا فرمائی جو حضرت مدظلہم نے ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۱ء سے اب تک تحریر
فرمائے ہیں۔ بلاشبہ یہ اپنے وقت کا عظیم اور مستند علمی سرمایہ ہے کیونکہ ان کو لکھنے والے اس وقت کے مفتی
اعظم پاکستان ہیں، اور ان پر سب سے زیادہ جس فقیہ شخصیت کے تصدیقی دستخط ہیں، وہ مفتی اعظم پاکستان
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ہیں۔

آج جب یہ فتاویٰ ترتیب و تخریج کے بعد زیور طباعت سے آراستہ ہونے جا رہے ہیں تو جی چاہتا
ہے کہ اس کے بارے میں ضروری معلومات قارئین تک پہنچائی جائیں چنانچہ اس کتاب کے مقدمہ میں
بنیادی طور پر تین چیزیں ذکر کرنے کا ارادہ ہے:

الف- صاحب فتاویٰ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کے مختصر
حالات زندگی۔

ب- ان فتاویٰ کی نمایاں خصوصیات۔

ج- فتاویٰ کی جمع و ترتیب اور تخریج سے متعلق کام کی وضاحت۔

صاحبِ فتاویٰ کے مختصر حالاتِ زندگی^(۱)

ولادت

خانوادہ عثمانی کی یہ دل نواز شخصیت ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۶ جولائی ۱۹۳۶ء کو ہندوستان کی مردم خیز سرزمین قصبہ دیوبند ضلع بہار پور یوپی میں پیدا ہوئی۔ آپ کو یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ آپ کا نام مبارک ”محمد رفیع“ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے رکھا، اور فرمایا کہ محمد رفیع کا ایک جمع بھی بے ساختہ ذہن میں آگیا:

”ز جملہ خلایق محمد رفیع“،^(۲)

سلسلہ نسب

”حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی بن مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب بن حضرت مولانا محمد یسین صاحب بن خلیفہ تحسین علی صاحب بن میاں جی امام علی صاحب بن میاں جی حافظ کریم اللہ صاحب بن میاں جی خیر اللہ صاحب بن میاں جی شکر اللہ صاحب“

خاندانی پس منظر کے سلسلے میں دو باتیں قابل ذکر ہیں۔ پہلی بات ”عثمانی“ خاندان سے ہونے کے بارے میں۔ تو اس کے متعلق مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب خود فرماتے ہیں:

”مجھے اپنے خاندان کا کوئی موثق اور باسند نسب نامہ ہاتھ نہیں آیا، جس سے خاندان کے صحیح اور مستند حالات معلوم ہوتے۔ مگر شریعت نے ان معاملات میں ”سند متصل“ ہونے کی شرط نہیں رکھی، بلکہ بڑے بوڑھوں کی زبان پر عام شہرت کو کافی سمجھا ہے، جس کو فقہاء کی اصطلاح میں ”تسامع“ کہا جاتا ہے۔ میں نے اپنے خاندان کے بزرگوں سے بہ تواتر یہ بات سنی ہے کہ ہمارا خاندان حضرت عثمان غنیؓ کی اولاد میں سے ہے۔“^(۳)

(۱) ان حالاتِ زندگی میں بنیادی طور پر اس مضمون کو مدد دیا گیا ہے جو ۱۳۲۸ھ کے شرکاء دورہ حدیث کی طرف سے شائع ہونے والی کتاب میں دورہ حدیث کے ایک طالب علم ”محبود خاندانی“ نے تحریر کیا ہے البتہ حسب ضرورت حذف و اضافہ اور عبارتیں تہذیبی کی گئی ہیں۔

(۲) مکتب حکیم الامت، مکتوب نمبر ۱۱۵، ص: ۱۲۸۔

(۳) ملاحظہ ہو کتاب ”میرے والد ماجد“ از حضرت اقدس مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ص: ۶۔

دوسری بات لفظ ”میاں جی“ کی تحقیق ہے۔ اس کے بارے میں خود حضرت مدظلہم ”حیاتِ مفتیٰ اعظم“ (ص: ۱۷) میں تحریر فرماتے ہیں:

”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قصبات و دیہات میں پھیلے ہوئے عام مکاتب جن میں قرآن مجید کی تعلیم کے بعد اردو، فارسی، حساب اور ریاضی کی تعلیم کا عام رواج تھا، جو آج کل کے ہائی اسکول کی تعلیم سے زیادہ معیاری تھی، اس کے ایسے اساتذہ ”میاں جی“ کے لقب سے معروف ہوتے تھے جو دینی تعلیم کے ساتھ عملی تقدس کے حامل ہوں۔“

تعلیم اور علمی عروج

اللہ تعالیٰ نے مستقبل کی اس عظیم دینی شخصیت کے لئے تکوینی طور پر ایک علمی گھرانے اور دینی ماحول کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ دیوبند کی علمی فضا میں آنکھیں کھولنے کے بعد پانچ سال کی عمر میں قاعدہ بغدادی اپنے والد ماجد سے پڑھا۔ پھر دارالعلوم دیوبند کے شعبہ حفظ میں داخلہ لیا۔ پندرہ پارے مکمل کئے تھے کہ مسلمانانِ برصغیر کی شب و روز کوششوں اور محنتوں کے نتیجے میں عالم اسلام کے نقشے پر ”پاکستان“ کے نام سے ایک نئے اسلامی ملک کا قابلِ قدر اضافہ ہوا۔ اس نوزائیدہ مملکت کے دینی تشخص کے تحفظ، اس میں دینی کام کے فروغ، دینی اداروں کے قیام و احیاء اور وہاں اسلامی دستور و قوانین کے مؤثر نفاذ کے حوالے سے فعال اور ہمدردانہ کردار ادا کرنے کے لئے آپ کے والد ماجد مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب کی دعوت پر پاکستان کی طرف ہجرت کی۔ یوں آپ بھی اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے ہمراہ ہو کر کراچی منتقل ہو گئے، یہاں آکر جامع مسجد جبک لائن میں حفظِ قرآن کا سلسلہ جاری رہا، پھر مسجد ”باب الاسلام“ آرام باغ میں حفظِ قرآن کی تکمیل کی۔ اور یہ عظیم سعادت بھی حاصل کی کہ ختم قرآن مفتی اعظم فلسطین الحاج امین الحسینی نے کرایا۔

اس کے بعد آپ نے ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں دارالعلوم کراچی نانک واڑہ کے درسِ نظامی میں داخلہ لیا۔ دارالعلوم کراچی اسی سال قائم ہوا تھا، جن طلبہ سے دارالعلوم کراچی کا آغاز و افتتاح ہوا، آپ ان میں پیش پیش تھے۔ اس علمی سفر کو بڑے ذوق و شوق اور نہایت لگن و محنت کے ساتھ جاری رکھتے ہوئے بالآخر آپ ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۶۰ء میں درسِ نظامی سے فارغ التحصیل ہوئے۔ نیز اسی دوران طالب علمی میں آپ نے ۱۳۷۸ھ میں پنجاب یونیورسٹی سے ”مولوی فاضل“ کا امتحان بھی پاس کیا۔

آپ نے اپنے والد ماجد کے زیرِ نگرانی برصغیر میں سب سے پہلے قائم ہونے والے شعبہ ”تخصص

فی الافاء“ میں ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۶۰ء میں داخلہ لیا۔ اور ساتھ میں درس نظامی کے ابتدائی درجات کے تین اسباق کی تدریس بھی آپ کے سپرد ہوئی۔

اس تخصص فی الافاء کی ایک خصوصیت تو یہ تھی کہ برصغیر میں یہ سب سے پہلا شعبہ تخصص فی الافاء تھا، اس سے پہلے برصغیر میں تخصص فی الافاء کوئی باقاعدہ شعبہ نہیں ہوتا تھا۔

دوسری خصوصیت یہ تھی کہ یہ تخصص براہ راست آپ کے والد ماجد فقیہ العصر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بنفس نفیس خود کراتے تھے۔

اسی تخصص کے اختتام پر آپ نے جامعہ کے ضابطے کے مطابق فقہی تحقیقی مقالہ ”حقوق مجردہ کی بیج“ تحریر فرمایا تھا۔

اساتذہ کرام و مشائخ حدیث

قاعدہ بغدادی سے لے کر تخصص فی الافاء تک تو آپ کے اساتذہ کرام کی ایک لمبی اور مقدس فہرست ہے، تاہم اس وقت چیدہ چیدہ اساتذہ کرام کا تذکرہ پیش نظر ہے۔

حفظ قرآن اور تجوید و قراءت میں آپ کے خاص اساتذہ کرام یہ ہیں:

۱۔ حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب مہاجر مدنی

۲۔ حضرت مولانا قاری رحیم بخش صاحب

۳۔ محترم قاری حامد حسن صاحب دہلوی

۴۔ محترم قاری وقاء اللہ صاحب

۵۔ محترم حافظ قاری نذیر احمد صاحب

آپ نے اپنے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب سے قاعدہ بغدادی اور دیگر ابتدائی کتب کے علاوہ موطا امام مالک، شمائل ترمذی، شرح عقود رسم المفتی، مقدمۃ الدر المختار، اور تصویف میں الرسالة القشیریہ درس پڑھی ہیں۔ آپ کے دیگر اساتذہ کرام میں درج ذیل گرامی قدر شخصیات بطور خاص قابل ذکر ہیں:

۱۔ حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب

۲۔ حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب

۳۔ حضرت مولانا سحبان محمود صاحب

۴۔ حضرت مولانا اکبر علی سہارنپوری صاحب

- ۵۱۔ حضرت مولانا قاری رعایت اللہ صاحب
- ۶۰۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم
- ۷۰۔ حضرت مولانا محمد حقیق صاحب
- ان حضرات کے علاوہ آپ کو مندرجہ ذیل مشائخ سے اجازت حدیث حاصل ہے:
- ۱۰۔ فضیلۃ الشیخ محمد حسن بن محمد المشاط المکی المالکی (المدرس سابقاً بالمسجد الحرام)
- ۲۰۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب
- ۳۰۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحب
- ۴۰۔ شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب
- ۵۰۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب
- ۶۱۔ فضیلۃ الشیخ العلامة عبد اللہ بن احمد الناحی (حفظہ اللہ)
- ۷۰۔ فضیلۃ الشیخ احمد کفتار مفتی الجمہوریۃ السوریۃ
- ۸۰۔ فضیلۃ الشیخ ابوالفیض محمد یحییٰ بن محمد عیسیٰ القادانی المکی
- ۹۰۔ فضیلۃ الشیخ ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر

مسند تدریس پر

درس نظامی سے باقاعدہ فراغت کے بعد آپ عالم اسلام کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ دارالعلوم کراچی میں تدریس کی عظیم مسند پر جلوہ افروز ہو کر علمی ضیاء پاشی میں مصروف ہو گئے۔ تدریس کے حوالے سے آپ نے نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے کام لیا، جس کے نتیجے میں تفہیم و تدریس، قوت بیان اور شستہ و دلنشین اسلوب کا وہ ملکہ پیدا ہو گیا جس سے آپ جامعہ میں بہت جلد ایک ہر عزیز مدرس کے طور پر نمایاں ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے ۱۳۷۹ھ سے لے کر ۱۳۹۰ھ تک کی قلیل مدت میں اپنی خدا داد صلاحیتوں کی بدولت درس نظامی کے تقریباً تمام علوم و فنون اور ان کی تقریباً تمام نصابی کتابوں کی تدریس کا مرحلہ بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ طے کیا۔ پھر ۱۳۹۱ھ سے آپ خالصہ علم حدیث و اصول افتاء کی تعلیم و تدریس کی طرف متوجہ ہوئے۔ جواب تک بڑی آب و تاب کے ساتھ جاری ہے۔ اللہ کرے یہ بہار آفرین علمی برسات تادیر طالبان علوم نبوت کے تشنہ دل و دماغ کو سیراب کرتی رہے، آمین۔

آپ کی تدریسی مساعی کے سلسلے میں دواہم امور کا تذکرہ فائدے سے خالی نہ ہوگا۔

(الف) درس کی خصوصیات:

- ۱- آپ اپنی قوتِ تفہیم کی بدولت مشکل ترین اور دقیق ترین مباحث کو ایسے آسان اور عام فہم انداز میں بیان کرتے ہیں، جس سے اعلیٰ، ادنیٰ اور متوسط صلاحیتوں کا حامل ہر طالب علم بخوبی مستفید ہوتا ہے۔
- ۲- درس میں غیر ضروری نکات و مباحث کے بیان سے حتی الامکان اجتناب فرماتے ہیں۔
- ۳- حل کتاب پر بھرپور توجہ دینا آپ کے درس کا طرہ امتیاز ہے۔
- ۴- صحت عبارت و تلفظ پر خصوصی نظر رکھتے ہیں، اس میں تسامح سے بالکل کام نہیں لیتے۔
- ۵- متن حدیث سے متعلق قدیم و جدید فقہی مسائل ان کے پس منظر کے ساتھ موجودہ حالات کے تناظر میں بسط و تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ نیز عصر حاضر کی مختلف فکری، سیاسی اور معاشی تحریکات اور جدت پسندانہ نظریات کا ٹھوس، مدلل اور سنجیدہ علمی انداز میں تجزیہ فرماتے ہیں۔ کتاب الایمان اور کتاب البیوع میں یہ خصوصیت نمایاں ہے۔
- ۶- اصلاح اعمال سے متعلق کوئی حدیث آجائے تو اس موقع پر نہایت شفقت اور دردمندی کے ساتھ طلبہ کو ان کے اخلاق و اعمال کی درستگی کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔
- ۷- کتاب میں مصنف کا یا کسی اور بزرگ کا اسم گرامی آئے تو نہایت احترام کے ساتھ پورے القاب اور آخر میں دعائیہ کلمات کے ساتھ ان کا نام لیتے ہیں۔ خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آنے پر یہ تعظیمی کیفیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ واضح تلفظ کے ساتھ پورا ”صلی اللہ علیہ وسلم“ ہر مرتبہ خود پڑھتے ہیں اور طلبہ کو بھی صحیح تلفظ کے ساتھ اس کے پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اور اس میں فروگزاشت نہیں ہونے دیتے۔ اس معاملے میں آنجناب نہایت حساس اور بے لچک ہیں۔
- ۸- زیر بحث مسائل میں ائمہ کا اختلاف اور ان کے دلائل ایسے و نشین انداز میں ربط اور ترتیب کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ وہ تمام تر تفصیل یکدم ازبر ہو جاتی ہیں۔
- ۹- بسا اوقات گزشتہ سبق بھی طلبہ سے پوچھ لیتے ہیں، یاد نہ ہونے پر آپ سرزنش اور تنبیہ فرماتے ہیں۔
- ۱۰- دورانِ درس شفقت و شگفتگی کے اس دلربا پیکر کا حسین چہرہ ایک سدا بہار، جاذبِ نظر اور دلآویز مسکراہٹ سے سجا رہتا ہے۔ آپ موقع بموقع اپنے مخصوص و لکش انداز میں مختلف علمی و تفریحی نشاط آفرین لطائف و قصص سے طلبہ کو محظوظ فرماتے ہیں تاکہ درس کی اکتاہٹ ختم ہو کر ان کے رُوح و دماغ میں نئی تازگی پیدا ہو جائے۔

(ب) درسی افادات و تقاریر:

آپ کے درس کی غیر معمولی مقبولیت اور بے پایاں نافعیت کو دیکھ کر آپ کے شاگرد علمائے کرام نے کئی درسی کتابوں پر آپ کی درسی تقاریر کتابی شکل میں جمع فرمائی ہیں۔ ”درس مسلم“ دو جلدوں میں اسی سلسلے کی ایک زریں کڑی ہے۔ پہلی جلد علم حدیث کے نہایت جاندار مقدمہ العلم کے ساتھ صحیح مسلم کے مقدمہ اور کتاب الایمان کے تحقیقی مباحث پر مشتمل ہے، جبکہ دوسری جلد کتاب البیوع سمیت تمام مالیاتی، معاشی اور سیاسی مسائل کے ابواب پر مشتمل ہے۔ ان دو جلدوں میں ایمانیات اور اسلام کے مالیاتی، معاشی اور سیاسی مسائل جتنے مدلل، منضبط اور منضبط انداز میں آپ نے بیان فرمائے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

اس کے علاوہ ”فتح الملہم شرح صحیح مسلم“ (از علامہ شبیر احمد عثمانی) اور شرح عقود رسم المفتی (از علامہ ابن عابدین) پر آپ کی ”تعلیقات نافعہ“ بھی آپ کے درسی مشاغل کا ثمرہ ہیں جنہیں آپ نے درس کے لئے مطالعہ کے دوران ان دونوں کتابوں کے حاشیہ کے طور پر قلم بند کیا ہے۔

سلوک و احسان کی دنیا میں

فقہ ظاہر میں ممتاز مقام حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ آپ فقہ باطن میں بھی بہت اہتمام سے مشغول رہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے والد ماجد کی ہدایت پر اپنے برادر عزیز شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی معیت میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ خاص عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ یہاں سے باطنی دنیا کا سفر باقاعدہ شروع ہو گیا۔ آپ حضرت عارفی کے فیوض و برکات سے مسلسل فیض یاب ہوتے رہے، ان کے ارشادات اور اصلاحی مشوروں پر مکمل عمل پیرا ہو کر آپ سلوک کی منازل بڑی تندہی کے ساتھ طے کرتے رہے۔ اور اپنے شیخ کی نظر میں آپ نے خصوصی مقام پایا۔ بالآخر آپ کے شیخ نے آپ کو خلعتِ خلافت سے نوازا۔

تر بیت و ارشاد

اپنے شیخ سے کسب فیض اور نعمتِ خلافت سے بہرہ مندی کے بعد اس نعمت کو آگے منتقل کرنے کی نوبت آگئی اور لوگوں کی اصلاح و تربیت کی ذمہ داری آپ کے کندھوں پر آئی تو آپ یہ نازک ذمہ داری بھی بڑے حوصلے اور تدبیر کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ چنانچہ اپنی دیگر علمی و انتظامی مصروفیات کے باوجود آپ عامۃ الناس کی اصلاح و تربیت کے نقطہ نظر سے ہر بدھ کو جامع مسجد دارالعلوم میں اصلاحی بیان فرماتے ہیں۔ اس ایمان افروز بیان میں لوگوں کی بڑی تعداد شرکت کر کے ایمان کی تازگی، روح کی بالیدگی اور عمل کا نیا جذبہ لے کر واپس جاتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ ہر جمعہ کو جامع مسجد میں عام لوگوں کو مختلف معاشرتی،

اخلاقی اور سماجی موضوعات پر وعظ و نصیحت فرماتے ہیں۔ وعظ میں آپ معاشرے کی ابتر حالت، گونا گوں مسائل اور خامیوں کی نشاندہی کر کے ان کا علاج اور قرآن و سنت کی روشنی میں ان کا سدِ باب بھی بیان فرماتے ہیں۔

تصنیف و تالیف

اپنے دینی و علمی خاندانی پس منظر کی بناء پر آپ اعلیٰ درجے کی ادبی اور تحریری صلاحیتوں سے مالا مال ہیں۔ محتاط قلم کے مالک اور صاحبِ طرز مصنف ہیں۔ آپ کی تحریر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حسن ترتیب اور موضوع کا بہتر احاطہ پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی ہر تحریر ٹھوس معلومات کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔ نیز آپ کی تحریریں اعتدال و توازن، سچے سچے انداز بیان اور دلائل و حقائق کو حسن تعبیر و ترتیب کے ساتھ مفصلاً ذکر کرنے کا حسین اور عمدہ نمونہ ہیں۔ آپ نے قدیم و جدید بیشتر موضوعات پر عالمانہ انداز میں تصانیف فرمائی ہیں۔ ویسے تو آپ کے تحریر کردہ چھوٹے بڑے رسائل اور گراں قدر کتب کی فہرست بہت طویل ہے تاہم ”مشتے نمونہ از خروارے“ کے طور پر چند کتابوں کی فہرست موضوعات کی ترتیب کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

عقائد و کلام:

- ۱۔ مسئلہ تقدیر کا آسمان حل
- ۲۔ علاماتِ قیامت اور نزولِ مسیح

حدیث:

- ۱۔ التعليقات النافعة على فتح الملهم
- ۲۔ درس مسلم شریف
- ۳۔ کتابتِ حدیث عہدِ رسالت و عہدِ صحابہ میں

فقہ و اصول فقہ:

- ۱۔ ضابط المفطرات فی مجال التداوی (عربی)
- ۲۔ الأخذ بالرخص وحکمہ (عربی)
- ۳۔ درس شرح عقود رسم المفتی (عربی، اردو)
- ۴۔ فقہ میں اجماع کا مقام (اردو، عربی)
- ۵۔ نوادر الفقہ (دو جلد)

- ۶- احکام زکوٰۃ
- ۷- رفیق حج
- ۸- بیع الوفاء (عربی)
- ۹- المقالات الفقہیہ (عربی دو جلد)

سیاست و معیشت:

- ۱- دینی جماعتیں اور موجودہ سیاست
- ۲- عورت کی سربراہی کا شرعی حکم
- ۳- یورپ کے تین معاشی نظام
- ۴- اسلام میں غلامی کا تصور
- ۵- دینی مدارس اور نفاذ شریعت
- ۶- دو قومی نظریہ
- ۷- اسلامی معیشت کی خصوصیات — اور صنعتی تعلقات

اصلاح و ارشاد:

- ۱- اصلاحی تقریریں (دس جلد)
- ۲- اختلاف رحمت ہے، فرقہ بندی حرام
- ۳- مستحب کام اور ان کی اہمیت
- ۴- محبت رسول اور اس کے تقاضے
- ۵- طلبائے دین سے خطاب
- ۶- حسب جاہ ایک باطنی مرض
- ۷- حج کے بعد زندگی کیسے گزاریں؟
- ۸- اللہ کا ذکر
- ۹- مخلوق خدا کو فائدہ پہنچاؤ
- ۱۰- مسلمانوں کی تعلیمی پالیسی، تاریخ کے آئینے میں

سفر نامے:

- ۱- یہ تیرے پراسرار بندے
- ۲- انبیاء کی سرزمین میں
- ۳- گلگت کے پہاڑوں میں یادگار آپ بیتی

سوانح:

- ۱- حیات مفتی اعظم
- ۲- میرے مرشد حضرت عارفی

متفرقات:

- ۱- علم الصیغہ مع اردو تشریحات
- ۲- الفضل الربانی فی اسانید محمد رفیع العثماني
- ۳- علمائے دین کے تین فرائض منصبی
- ۴- فقہ اور تصوف، ایک تعارف
- ۵- دینی تعلیم اور عصبيت
- ۶- خدمتِ خلق
- ۷- جہاد کشمیر اور ہماری ذمہ داریاں
- ۸- دوسرا جہاد افغانستان
- ۹- حقوق نسواں بل ۲۰۰۶ء کی حقیقت

انگریزی میں:

- ۱- The Three Systems of Economics in Europe
- ۲- Signs of Qiyamah and the Arrival of the Maseeh

فقہ و افتاء میں علمی مقام

حضرت مدظلہم یوں تو تمام علوم اسلامیہ پر تحقیقی عبور اور دسترس رکھتے ہیں، اور انہیں ان تمام علوم و فنون سے فرق مراتب کے ساتھ گہری دلچسپی بھی ہے۔ مگر بنیادی طور پر آپ کے ذہن و مذاق اور فکر و نظر پر فقہ و افتاء کی حکمرانی ہے۔ مفتی اعظم پاکستان کی علمی گود میں پروان چڑھ کر آپ کو علم فقہ سے گہری مناسبت اور

تعلق پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد تعلیمی و تدریسی زندگی میں فقہی کتب پر خصوصی توجہ اور فقہ کے ساتھ گہری وابستگی سے آپ کے اندر وہ فقہی جوہر نشوونما پایا جو بعد میں آپ کی شخصیت کی پہچان بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے علم فقہ میں آپ کو جو وقت نظر، سلامت ذوق، وسعت مطالعہ، علمی تعمق، فکری جولانی، قوت استدلال و استنباط اور فقیہانہ فہم و بصیرت عطا کی ہے وہ کم ہی کسی علمی شخصیت کے نصیب میں آتی ہے۔

علم و فن میں کسی شخص کی مہارت اور صلاحیت کا صحیح اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب متعلقہ علم و فن کی بہ ظاہر ایک نہ حل ہونے والی الجھن پیش آجائے، حضرت مدظلہم کے ساتھ بھی کچھ اس طرح کا واقعہ پیش آیا، جو آپ نے اصول افتاء کے درس میں تخصص کے طلبہ کو ایک نصیحت کے ضمن میں سنایا تھا۔

نصیحت یہ فرما رہے تھے کہ جب بھی کوئی مسئلہ زیر غور آئے تو فوراً دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے مدد مانگ لیا کرو، ہمارے مرشد حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب مجھ سے کوئی شخص کہتا ہے کہ آپ سے کچھ پوچھنا ہے تو میں فوراً دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے عرض کر دیتا ہوں کہ یا اللہ! آپ بتا دیجئے کیا جواب دوں، پھر اس کا سوال سنتا اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جواب دیتا ہوں۔

اپنے مرشد کے حوالے سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول سنا کر آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ میں بزرگوں کے بتائے ہوئے اس ”گر“ پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں، اور جب بھی اس پر عمل کیا ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی، اور بعض اوقات تو عجیب واقعات پیش آئے۔

ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ آج کل دنیا بھر میں لمیٹڈ کمپنیوں کا جال پھیلا ہوا ہے، لمیٹڈ کا مطلب یہ ہے کہ قرضوں کی ادائیگی میں ان کی ذمہ داری محدود ہوتی ہے، بظاہر شریعت کی رو سے اس کا جواز نظر نہیں آتا، چنانچہ او آئی سی کے تحت قائم مجمع الفقہ الاسلامی میں بھی یہ مسئلہ زیر غور تھا اور دنیا بھر کے جن بڑے اداروں میں اسلامی معیشت کی تحقیق پر کام ہو رہا تھا ان میں بھی یہ ایک مشکل مسئلہ بنا ہوا تھا۔ اسی دوران اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے جو اسکا لرز کئی سال سے اسلامی مالیات اور اسلامی معیشت پر کام کر رہے تھے، ان میں سے بعض حضرات نے مجھ سے اس مسئلے پر ملاقات کے لئے وقت طلب کیا، اگلے دن کا وقت طے ہو گیا، مگر اس وقت تک مجھے اس مسئلے کی نہ تحقیق کی نوبت آئی تھی، نہ کسی خاص غور و فکر کا موقع ملا تھا، صرف رات بیچ میں تھی، اپنے مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے دُعا کی اور تہنائی میں بیٹھ کر تصوّر ہی تصوّر میں فقہی ابواب کے مسائل کا جائزہ لینے لگا کہ اس مسئلے کو کس باب میں تلاش کیا جائے؟ اور اللہ تعالیٰ سے دُعا بھی کرتا رہا۔ کتاب الطہارۃ سے لے کر تقریباً تمام ہی ابواب کا جائزہ لیتے لیتے جب ”کتاب العتق“ پر پہنچا تو سوچا کہ اب تو نہ غلامی کے مسائل رہے نہ عتق کے لہذا ان سے کیا مدد ملے گی؟ مگر اچانک دھیان ”العبد

المأذون لہ فی التجارة“ پر جا کر ٹھہر گیا، یاد آنے لگا کہ ”عبد مأذون“ کی ذمہ داری بھی تو غالباً محدود ہوتی ہے، جلدی سے اُٹھ کر ہدایہ نکالی اور ”العبد المأذون لہ فی التجارة“ کے مسائل دیکھے تو وہ اتنے واضح اور مفصل تھے کہ انہیں بلا مبالغہ ”محدود ذمہ داری کا قانون“ کہا جاسکتا ہے۔

چنانچہ اگلے دن اُن حضرات اور دارالافتاء دارالعلوم کراچی کے رُفقاء کے ساتھ مشترک مجلس میں یہ نظیر پیش کی گئی تو سب ہی کو خوشگوار حیرت ہوئی۔ پھر مجمع الفقہ الاسلامی (جدہ) وغیرہ میں یہ تحقیق پیش ہوئی تو وہاں بھی اسے پسند اور قبول کیا گیا۔۔۔۔۔ یہ الگ بات ہے کہ رائج الوقت لمینڈ کمپنیوں کو (ان کے موجودہ حالات میں) اس حکم میں شامل کرنے کا فتویٰ دینا، اس کے غلط استعمال کا ذریعہ بن سکتا ہے، لہذا اس میں پوری احتیاط لازم ہے، اور اہل فتویٰ علمائے کرام سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔

تاہم رجوع الی اللہ کے ساتھ غور و فکر کے نتیجے میں شریعت کا یہ اصول سامنے آ گیا کہ قرضوں کی ”محدود ذمہ داری“ اسلامی شریعت میں بالکل بے بنیاد نہیں ہے، اور ضروری حدود و شرائط کے ساتھ اس سے بھی اہل تحقیق مفتیان کرام کو بعض جدید معاشی و مالیاتی مسائل کے حل میں مدد مل سکتی ہے۔

مفتی اعظم پاکستان کا خطاب

آپ کی غیر معمولی علمی اور فقہی بصیرت کو تسلیم کرتے ہوئے عصر حاضر کے علمائے کرام کی ایک بھاری تعداد نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک نمائندہ اجلاس میں بالاتفاق آپ کو ”مفتی اعظم پاکستان“ کا خطاب دیا۔ سب سے پہلے یہ خطاب آپ کے عظیم والد فقیہ ملت حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کو دیا گیا تھا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مفتی ولی حسن ٹوکی قدس سرہ کو یہ عظیم خطاب ملا۔ اور آپ تیسری شخصیت ہیں جنہیں اس خطاب سے نوازا گیا۔

جس اجلاس میں آپ کو یہ عظیم خطاب دیا گیا، وہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس میں مختلف دینی جماعتوں، تنظیموں اور اداروں کے چار سو سے زائد علمائے کرام شریک ہوئے۔ اس واقعے کی خبر روزنامہ ”جنگ“ (۱۷ اپریل ۱۹۹۲ء مطابق ۱۳ ر شوال ۱۴۱۲ھ بروز جمعہ) میں شائع ہوئی، جس کا عکس درج ذیل ہے:

(((خبر کا عکس)))

اس عظیم خطاب کے ملنے پر ملک بھر بلکہ بیرون ملک سے بھی مختلف علمی حلقوں اور حلقہ ہائے احباب کی طرف سے آپ کو مبارک باد کے زبانی تحریری پیغامات وصول ہوئے۔

سب سے پہلے حضرت مدظلہم کے محترم و مشفق اُستاذ جناب مولانا قاری رعایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بھرپور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مبارک باد کا فون کیا۔ پھر ایک تسبیح، ایک گلاب کا پھول اور ایک مٹھائی کا ڈبہ بطور انعام عطا فرمایا، اور مٹھائی کے ڈبے پر اپنے جذبات کے اظہار کے لئے یہ خوبصورت الفاظ تحریر فرمائے:

مبارک باد

سعادت دارین پائندہ باد

بعظمت افتاء

اور آپ کے اُستاذ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب صدر و فاق المدارس نے زبانی مبارک باد دی اور دعاؤں سے نوازا۔

افتاء میں مزاج و مذاق

افتاء ایک اہم اور نہایت نازک دینی ذمہ داری ہے، اس کے لئے تمام علوم اسلامیہ میں رُموخ و مہارت، استدلال و استنباط کا ملکہ، تطبیق و توفیق کی صلاحیت، فقہی اصول و جزئیات سے بہ خوبی واقفیت، اور حالاتِ زمانہ پر مسلسل نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ سلامتِ ذوق و فکر اور خشیت و تقویٰ اور اعتدال و توازن جیسی باطنی صفات سے متصف ہونا بھی ضروری ہے، تاکہ فتویٰ علم و حکمت اور تقویٰ کے ساتھ صادر ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان صفات کا وافر حصہ آپ کو اپنے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طویل تربیت و صحبت کی برکت سے عطا فرمایا ہے، آپ کی عمر اپنے والد ماجد کی وفات کے وقت چالیس سال تھی، عمر کا یہ پورا طویل حصہ اپنے والد ماجد کی آغوشِ تربیت میں گزرا، سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہے، اور تمام علمی مشاغل انہی کے زیر سایہ اور زیر تربیت جاری رہے۔

والد ماجد کی وفات کے بعد آپ کو اپنے مرشد عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت و حکمت سے بھری صحبت و تربیت حاصل رہی۔ اس طرح ایک قابلِ اعتماد فقیہ کو مفتی بننے کے لئے جن اہم مراحل سے گزرنا پڑتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخوبی طے ہوتے چلے گئے۔

آپ کے فتاویٰ کی چند خصوصیات

میرا تو یہ مقام نہیں کہ ان فتاویٰ پر تبصرہ کروں لیکن اپنے بزرگوں، اساتذہ اور دوسرے اہل علم سے

جو سنا اس کی روشنی میں عرض کرتا ہوں:

- ۱- آپ کے فتاویٰ کا جو مجموعہ اس وقت آپ کے سامنے ہے، اس کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اکثر فتاویٰ آپ کے والد ماجد کے زمانے میں انہی کی سرپرستی اور رہنمائی میں لکھے گئے ہیں۔ اور ان پر تصدیقی دستخط بھی سب سے زیادہ ان ہی کے ہیں۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔
- ۲- افتاء میں آپ نہایت محدثانہ احتیاط اور اعلیٰ درجے کی فقیہانہ رواداری سے کام لیتے ہیں۔
- ۳- فتویٰ میں آپ کی بنیادی کوشش یہی ہوتی ہے کہ جواب قرآن و سنت اور فقہائے کرام کی تعبیر کے مطابق ہو۔

۴- جواب میں آپ کوئی ایسی عبارت بالکل نہیں لاتے جس میں متعدد معانی کا احتمال ہو، بلکہ واضح عبارت (جس کے معنی متعین ہوں) لاتے ہیں یا کم از کم ایک ہی معنی کی تائید زیادہ سے زیادہ ہو رہی ہو۔

- ۵- مسائل کے جواب میں نہایت غور و فکر سے کام لیتے ہیں، سطحی غور و فکر کے بعد فتویٰ دینے کی آپ کے ہاں کوئی گنجائش نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی ایک ایک فتوے میں کئی دن لگ جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ فتویٰ میں آپ کا طریقہ کار وہی ہے جو آپ کے عظیم والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔
- ۶- جواب دیتے وقت آپ متعلقہ مسئلے کا حل سب سے پہلے فقہ حنفی کے مآخذ میں تلاش فرماتے ہیں، بلا ضرورت فقہ حنفی سے کسی مسئلے میں اعراض آپ کو بالکل گوارا نہیں۔ لیکن جب باوجود کوشش کے حل نہ مل سکے اور مسئلہ لوگوں کے معاملات سے تعلق رکھتا ہو تو آپ مجبوراً دوسرے مذاہب کے مطابق جواب صادر فرماتے ہیں اور وہ بھی اگر باب فتویٰ سے مکمل مشاورت کے بعد۔

فتاویٰ کی تعداد

فقہ و افتاء کے میدان میں آپ نے نہایت محققانہ اور گراں قدر کتابیں اور رسائل تصنیف کئے ہیں، جن کی فہرست تصنیف و تالیف کے عنوان کے ذیل میں آگئی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے ہزار ہا فتاویٰ جاری فرمائے ہیں۔ ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق آپ کے خود نوشت فتاویٰ کی تعداد ۳۴۱۱ اور تصدیق کردہ فتاویٰ کی تعداد ۴۲۶۷ ہے۔ مجموعی طور پر آپ کے فتاویٰ کی تعداد ۷۶۷۸ ہے۔ اس کے بعد سے بھی یہ سلسلہ جاری رہے، اللہ کرے یہ فیض تادیر عافیت کے ساتھ جاری رہے (آمین)۔

میدان جہاد میں والہانہ شرکت

اہل حق کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصی امتیاز عطا فرمایا ہے کہ جہاں انہیں کعبہ کے سائے میں سجدہ ریز

ہونے میں بے پایاں کیف و سرور محسوس ہوتا ہے وہیں انہیں تلواریں کے سایوں سے بھی غایت درجے کا عشق اور والہانہ محبت ہوتی ہے۔ تاریخ اسلام میں ایسی خالصہ علمی و اصلاحی شخصیات کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے جن کی نصف زندگیاں علم و تبلیغ دین کے لئے اور نصف معرکہ کارزار کو گرم رکھنے میں صرف ہوئیں۔ اُستاد محترم کو بھی اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر جذبہ جہاد سے سرشار فرمایا ہے۔ آپ کے بچپن کا زمانہ تحریک پاکستان کی مہک سے معطر تھا جس سے آپ کے رگ وریشے میں جذبہ جہاد سرایت کر گیا۔ آپ نے جہاد افغانستان اور جہاد کشمیر میں ایک دینی شخصیت ہونے کی حیثیت سے بھرپور کردار ادا کیا۔

جہاد افغانستان:

افغانستان میں روسی کمیونزم کی ناپاک یلغار کے خلاف آپ نے جہاد افغانستان میں بنفس نفیس حصہ لیا۔ جہاد افغانستان میں آپ نے اپنے مشاہدات، تاثرات اور وہاں پیش آنے والے واقعات اور حالات کا تذکرہ اپنی معروف و مقبول کتاب ”یہ تیرے پُر اسرار بندے“ میں نہایت احتیاط و تحقیق اور ادبی چاشنی سے معمور اسلوب بیان میں کیا ہے، جو جہاد افغانستان کی ایک مستند تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

ملک و ملت کے حوالے سے گراں قدر خدمات

جب وطن عزیز مملکت پاکستان مشیت ایزدی سے معرض وجود میں آیا، تو اسلامی فکر و تعلیمات کے مطابق اس کی مثبت آبیاری، اس میں اسلامی اقدار و روایات کے فروغ اور اسلامی قوانین و احکام کے نفاذ کے سلسلے میں آپ کے والد ماجد اور ان کے ہم عصر بزرگان دین اور علمائے حق نے جو عظیم خدمات انجام دیں وہ تاریخ کا اہم حصہ ہیں، ان بزرگوں کے بعد ایسی علمی و دینی شخصیات کی ضرورت تھی جو اپنے بزرگوں کی طرح علم و فن کے حوالے سے ٹھوس صلاحیتوں کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ ملک و ملت کے لئے سوز و دروں کی نعمت سے بھی مالا مال ہوں۔ چنانچہ حضرت مدظلہم بھی ان چنیدہ علمی شخصیات میں سے ایک ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس نیک مقصد کے لئے منتخب فرمایا۔ ملک و ملت کے لئے سیاست و انتظام، عدالت و قضاء، معیشت و اقتصاد اور تعلیم کے میدان میں آپ نے جو قابل قدر خدمات انجام دیں، مختصراً ان کا تذکرہ درج ذیل ہے:

سیاست و انتظام:

جامعہ دارالعلوم کراچی میں آپ کی گونا گوں مصروفیات اگرچہ اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتیں کہ آپ اس کے علاوہ باہر کی کوئی ذمہ داری قبول کریں، مگر محض درِ ملت کی بنیاد پر آپ نے سیاست و انتظام کے حوالے سے مختلف شعبوں اور اداروں میں کام کیا۔ ملک میں نفاذ اسلام کی کوششوں کے سلسلے میں آپ

نے ”اسلامی نظریاتی کونسل“ کی رکنیت دومرتبہ قبول کی، اور اس میں تقریباً آٹھ سال بڑا فعال کردار ادا کیا۔ مسلمانوں کے صوم و فطر کے نظام کو شفاف بنانے کے لئے آپ نے ”مرکزی رویت ہلال کمیٹی“ میں شمولیت اختیار کی، اسی طرح ملک میں امن و امان کے قیام اور فرقہ وارانہ فسادات کے خاتمے کے لئے آپ نے ”اعلیٰ اختیاراتی کمیشن برائے فرقہ وارانہ ہم آہنگی حکومت پاکستان“ وغیرہ میں شامل ہو کر ملتی خدمات سرانجام دیں۔

عدالت و قضا:

اگرچہ باضابطہ طور پر بحیثیت ایک جج یا قاضی آپ نے کوئی عدالتی خدمات سرانجام نہیں دی ہیں تاہم اپنے علم و فضل کی بدولت ایک عرصے تک آپ ”شریعت ایبلیٹ ہنج سپریم کورٹ آف پاکستان“ میں بطور ”شرعی مشیر“ کے گراں مایہ علمی خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔

اور ایک زمانے میں جامعہ دارالعلوم کراچی میں تقریباً چھ ماہ کا فن قضا کا کورس ”دورة القضاء“ کے نام سے منعقد کیا گیا، جس میں بلوچستان اور آزاد کشمیر کے کہنہ مشق، تجربہ کار قاضیوں کے علاوہ عالم اسلام کے نامور، ممتاز، محقق فقیہ و محدث شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی خدمات بھی حاصل کی گئی تھیں، اس دورة القضاء میں ایک گھنٹہ روزانہ آپ کا درس بھی شرکاء کورس کے لئے سرمایہ علم و فن بنا۔

تعلیم:

قومی نظام تعلیم کو ایسے اسلامی خطوط پر استوار کرنا جو ایک آزاد و مختار ترقی پذیر اسلامی ملک کے نمایاں شان ہو، وقت کی اہم ضرورت تھی، اس غرض سے نظام و انصاب میں مؤثر تبدیلیوں اور ضروری ترمیمات کے لئے آپ متعدد اہم سرکاری و غیر سرکاری کمیشنوں، کمیٹیوں، بورڈوں اور اداروں کے رکن رہے اور وہاں اپنی تمام تر علمی، فکری اور ذہنی صلاحیتوں کو استعمال کر کے مدبرانہ کردار ادا کیا۔

معیشت و اقتصاد:

ملکی و قومی خدمات کے حوالے سے یہ وہ باب ہے جس میں آپ نے بڑی سرگرمی سے حصہ لیا اور اعلیٰ پیمانے پر خدمات انجام دیں، سابق صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنے آخری ایام حیات میں ایک اقتصادی کمیشن بنایا تھا، جس کا کام ملک میں رائج غیر اسلامی نظام معیشت کو اسلامی نظام معیشت میں تبدیل کرنے کے لئے تجاویز و سفارشات دینا تھا، اس کمیشن کے سربراہ سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی ڈاکٹر احسان رشید صاحب تھے، استاذ محترم اس کمیشن کے رکن رکیں رہے اور ٹھوس علمی و تحقیقی کام کیا۔ جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی شہادت کے بعد آنے والی حکومت نے یہ کمیشن ختم کر دیا، لیکن جو

عظیم علمی کام اس کمیشن کے ذریعے اُستادِ محترم نے انجام دیا، وہ اہم علمی دستاویز ہے، اور سرکاری ریکارڈ میں محفوظ ہے۔

پھر جب جنرل پرویز مشرف کے دورِ اقتدار میں سپریم کورٹ آف پاکستان کی شریعت اپیلٹ بنج نے صدر پرویز کے علی الرغم سود کے خلاف تاریخ ساز فیصلہ دیا، تو اس فیصلے کے تحت اسٹیٹ بینک آف پاکستان میں ایک اقتصادی کمیشن قائم کیا گیا، جس کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے مطابق ملک کے پورے مالیاتی اور اقتصادی نظام کو تبدیل کرنے کے لئے عملی تجاویز دے، فیصلے کرے اور عملی اقدامات کرے، اس کمیشن میں صرف ایک عالمِ دین کو رکنیت دی گئی تھی، اور وہ آپ ہی کی ذاتِ گرامی تھی۔ اس کمیشن میں آپ نے تقریباً ایک سال یا زیادہ مدت تک شب و روز سخت محنت اور لگن کے ساتھ کام کیا، اور بعض سرکاری عہدے داران و ارکانِ کمیشن کی طرف سے ڈالی جانے والی طرح طرح کی رُکاوٹوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اگرچہ سپریم کورٹ کے مذکورہ بالا فیصلے کو اُس وقت کے ڈکٹیٹر نے انتہائی ذلیل حرکتیں کر کے سرد خانے میں ڈلوادیا، مگر اس کمیشن نے سال بھر کی ٹھوس جدوجہد کر کے غیر سودی نظام کا جو عملی خاکہ تیار کر لیا تھا، وہ کام آ رہا ہے، اور پاکستان میں اس وقت جو غیر سودی بینک کام کر رہے ہیں، ان کے لئے یہ کام مشعلِ راہ بنا ہوا ہے۔

ان ملتی خدمات کے علاوہ آپ نے دیگر میدانوں میں بھی وسیع پیمانے پر خدمات انجام دی ہیں، جن کا ذکر مناصب کے تحت آئے گا۔ نیز آپ نے فتنہ سوشلزم کے مقابلے میں تحقیقی اور علمی میدانوں میں بھرپور حصہ لیا اور تحریکِ قیامِ پاکستان میں شرکت کے ساتھ ساتھ فتنہ قادیانیت کے تعاقب میں بھی آپ نے سرگرم علمی کردار ادا کیا۔

ان خدمات کے علاوہ جب بھی قومی یا بین الاقوامی سطح پر اُمتِ مسلمہ پریشان کن صورتِ حال سے دوچار ہوئی ہے، آپ نے اس موقع پر ایک دینی قیادت کی ذمہ داری ادا کی ہے۔ حال ہی میں جامعہ حفصہ اسلام آباد اور لال مسجد سانحہ کے موقع پر آپ نے فریقین میں مصالحت اور افہام و تفہیم کے ذریعے مسئلہ حل کرنے میں جو قائدانہ کردار ادا کیا اور سلامتِ فکر، اعتدالِ مزاج اور پُر سوز دل کا جو ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

مناصب و ذمہ داریاں

آپ کے والد ماجد جامعہ دارالعلوم کراچی کے بانی و صدرِ اوّل مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ کی مجلسِ منتظمہ کے مشورے سے، اپنی وفات سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل اُستادِ محترم کو اور آپ کے برادرِ عزیز شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کو جامعہ کا

نائب صدر مقرر فرمادیا تھا، پھر اپنی وفات سے نو ماہ دس دن قبل یعنی یکم صفر ۱۳۹۶ھ کو مجلس منتظمہ ہی کے مشورے پر جامعہ کا تمام انتظام و انصرام اُستاذِ محترم کے سپرد فرمادیا، اور ان دونوں عظیم صاحبزادگان کو جامعہ کا ”مفتی“ بھی قرار دے دیا۔

بانی جامعہ دارالعلوم کی وفات کے بعد مجلس منتظمہ نے جامعہ کے دستور میں ترمیم کر کے عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب کو جو اُس وقت رکن مجلس منتظمہ تھے۔ جامعہ کا صدر مقرر کیا، اور اُستاذِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کو جامعہ کا مہتمم قرار دے دیا۔ اس طرح سہ پرستی اور اصولی پالیسی و رہنمائی صدر جامعہ کے پاس رہی، اور جملہ انتظام و انصرام ”مہتمم“ کے سپرد رہا۔

پھر دس سال بعد حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مجلس منتظمہ نے اُستاذِ محترم ہی کو صدر جامعہ (رئیس الجامعہ) مقرر کر لیا۔ اور شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کو نائب رئیس الجامعہ۔ سلف صالحین کا ہمیشہ سے یہ قابلِ تقلید طرزِ عمل رہا ہے کہ انہوں نے کبھی بھی از خود کسی منصب یا عہدے کی تمنا نہیں کی، اور حتی الامکان کسی ذمہ داری اور عہدے کے قبول کرنے سے بھرپور گریز فرماتے تھے۔ مگر جب انہیں احساس ہوتا کہ ملک و ملت کی بھی خواہی کا تقاضا یہی ہے کہ فلاں عہدہ یا ذمہ داری قبول کی جائے کیونکہ اس سے عامۃ الناس اور اسلامی ریاست کے اجتماعی دینی و ملی مفاد وابستہ ہیں اور کسی نااہل کی تقرری سے یہ مفادات خطرے میں پڑ جاتے ہیں اور اس سے قوم و وطن کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے تو انہوں نے محض خدمتِ خلق اور حب الوطنی کے جذبے کے تحت ایسے مناصب اور ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھایا۔ اسی نقطہ نظر اور جذبہ صادق کے پیش نظر اُستاذِ محترم نے متعدد سرکاری اور غیر سرکاری عہدوں پر بھی رہ کر گراں مایہ خدمات انجام دی ہیں اور اب بھی متعدد مناصب پر فائز ہیں۔ ذیل میں ان کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔

حالیہ مناصب اور فرائض:

- ۱- صدر جامعہ دارالعلوم کراچی۔
- ۲- صدر مجلس منتظمہ برائے جامعہ دارالعلوم کراچی۔
- ۳- رکن مجلس عالمہ، وفاق المدارس العربیہ پاکستان۔
- ۴- رکن مجلس شوریٰ، وفاق المدارس العربیہ پاکستان۔
- ۵- صدر نصاب کمیٹی، وفاق المدارس العربیہ پاکستان۔
- ۶- رکن مجلس شوریٰ، مجلس صیانت المسلمین، لاہور۔

- ۷۔ صدر دارالعلوم جامع مسجد بیت المکرم و مدرستہ ٹرسٹ گلشن اقبال کراچی۔
- ۸۔ ملک و بیرون ملک کے متعدد علمی و دینی اداروں کی باضابطہ سرپرستی۔

سابقہ عہدے اور ذمہ داریاں:

(الف) غیر سرکاری:

- ۱۔ رکن امتحان کمیٹی، وفاق المدارس العربیہ پاکستان۔
- ۲۔ رکن مجلس علمی و مجلس شوریٰ، متحدہ علماء کونسل، پاکستان۔
- ۳۔ رکن مؤتمر رسالۃ المسجد، رابطۃ العالم الاسلامی، مکہ مکرمہ۔
- ۴۔ رکن مجلس فکر اسلامی پاکستان۔
- ۵۔ مجمع الفقہ الاسلام جلدہ (او۔ آئی۔ سی) کی معاونت بطور ماہر شریعت۔

(ب) سرکاری:

- ۱۔ رکن اسلامی نظریاتی کونسل، پاکستان (دو مرتبہ)۔
- ۲۔ رکن سنڈیکیٹ، کراچی یونیورسٹی (دو مرتبہ)۔
- ۳۔ رکن بورڈ آف معارف اسلامیہ کراچی یونیورسٹی۔
- ۴۔ رکن سنڈیکیٹ این ای ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی کراچی۔
- ۵۔ رکن شریعت ورکنگ گروپ، وزارت مذہبی امور پاکستان۔
- ۶۔ مشیر شریعت اپیلیٹ بینچ، سپریم کورٹ آف پاکستان۔
- ۷۔ رکن کمیشن اسلامائزیشن آف اکنامکس، حکومت پاکستان۔
- ۸۔ رکن مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان۔
- ۹۔ رکن زکوٰۃ کونسل، صوبہ سندھ۔
- ۱۰۔ رکن کمیشن برائے تعلیم کی اسلامی تشکیل، وزارت تعلیم حکومت پاکستان۔
- ۱۱۔ رکن کمیشن برائے تبدیلی مالیاتی نظام، اسٹیٹ بینک آف پاکستان۔
- ۱۲۔ رکن اسلامی مضاربہ کمیٹی، وزارت خزانہ حکومت پاکستان۔
- ۱۳۔ رکن اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی برائے فرقہ وارانہ ہم آہنگی، حکومت پاکستان۔
- ۱۴۔ رکن مشاورتی بورڈ وفاقی وزارت داخلہ حکومت پاکستان۔
- ۱۵۔ رکن امن کمیٹی برائے صوبہ سندھ۔

جامعہ دارالعلوم میں منصبِ صدارت کے ساتھ ساتھ درسِ مسلم شریف کی پابندی اور تخصص فی الافتاء کے شرکاء کو اصولِ افتاء کی اور تخصص فی الدعوة والا رشاد کے طلبہ کو اصولِ دعوت و تبلیغ کی تربیت کے لئے روزانہ وقت دینا بھی آپ نے اپنی ذمہ داری میں شامل کیا ہوا ہے۔ نیز اہم مسائل اور استفتاءات کے جوابات دینا اور ان کی تصدیق و تصویب کرنا بھی آپ کے اہم مشاغل میں سے ہیں۔

جامعہ میں بنیادی طور پر آپ کے مشاغل اور فرائض کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱- تدریس ۲- افتاء ۳- صدارت جامعہ

اللہ تعالیٰ تادیر اس ہمہ گیر علمی و دینی شخصیت کا سایہ ہمارے اوپر قائم رکھے، آمین۔

بیرونی دورے

حضرت مدظلہم کے علم و فضل سے نہ صرف اندرونِ ملک خلقِ خدا مستفید ہو رہی ہے بلکہ دنیا کے بہت سے ممالک کے مسلمانوں کو استفادے کا موقع مل رہا ہے۔ وقتاً فوقتاً مختلف ملکوں کی دینی تنظیموں، اداروں اور بااثر شخصیات کی دعوت پر یا خود ضرورت کا احساس کر کے آپ نے جن ملکوں کا دورہ کیا ہے ان کی فہرست درج ذیل ہے:

براعظم ایشیا:

۱- سعودی عرب	۲- جنوبی یمن	۳- کویت	۴- شارجہ
۵- بحرین	۶- دبئی	۷- ابو ظہبی	۸- عراق
۹- افغانستان	۱۰- ترکی	۱۱- ہندوستان	۱۲- ازبکستان
۱۳- بنگلہ دیش	۱۴- نیپال	۱۵- برما	۱۶- تھائی لینڈ
۱۷- سنگاپور	۱۸- ملائیشیا	۱۹- انڈونیشیا	۲۰- ہانگ کانگ
۲۱- دارالسلام برونائی	۲۲- چین	۲۳- سنگیانگ	۲۴- جاپان
۲۵- اردن	۲۶- شام	۲۷- مصر	۲۸- ایران

براعظم افریقہ:

۱- ماریشس	۲- کینیا	۳- جنوبی افریقہ	۴- ری یونین
۵- زیمبیا	۶- ملاوی		

برا عظم یورپ:

- | | | | |
|----------------|------------|------------------|--------------|
| ۱- برطانیہ | ۲- فرانس | ۳- اسپین | ۴- ہائی لینڈ |
| ۵- سوئٹزر لینڈ | ۶- ناروے | ۷- ڈنمارک | ۸- جرمنی |
| ۹- اٹلی | ۱۰- آسٹریا | ۱۱- یونان (گریس) | ۱۲- بلجیم |

برا عظم امریکا:

- | | | |
|----------------------------|-----------|--------------------------|
| ۱- ریاست ہائے متحدہ امریکا | ۲- کینیڈا | ۳- باربیڈوز (ویسٹ انڈیز) |
|----------------------------|-----------|--------------------------|
- آپ کے ان دعوتی اسفار کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

اوصاف و امتیازات

حضرت اُستادِ محترم مدظلہم کی عالمی شخصیت کے تمام اوصاف و کمالات کا احاطہ اس وقت پیش نظر نہیں بلکہ چند اہم علمی و دینی اور طبعی و انتظامی نمایاں اوصاف کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ کوئی اللہ کا بندہ ان جیسی عظیم، معتدل اور متوازن دینی شخصیات کی زندگی سے اپنے لئے مشعلِ راہ پائے اور افراط و تفریط کی دلدل سے نکل کر شاہراہِ اعتدال و توازن کا رخ کر سکے۔

ہم یہاں آپ کی چند خصوصیات و کمالات کو چار حصوں میں تقسیم کر کے بالترتیب ذیلی عنوانات کے ساتھ پیش کریں گے:

- | | | | |
|---------------|------------------|---------------|------------------------|
| ۱- فطری اوصاف | ۲- انتظامی اوصاف | ۳- علمی اوصاف | ۴- دینی و روحانی اوصاف |
|---------------|------------------|---------------|------------------------|

①- فطری و طبعی اوصاف

رقتِ قلب اور شفقت:

آپ طبعی طور پر نہایت رقیق القلب ہیں، ہر رقت آمیز منظر، واقعہ اور خبر پر آپ کا آبدیدہ ہو جانا آپ کی طبعی خاصیت ہے۔ اسی رقتِ قلب کی وجہ سے آپ ہر عام و خاص کے ساتھ نہایت شفقت کا معاملہ فرماتے ہیں۔ خصوصاً طلبہ سے آپ کا شفیقانہ تعلق قابلِ دید ہے، طلبہ سے اپنی محبت و اُلفت کا تذکرہ آپ مجالسِ وعظ و نصیحت میں بڑے والہانہ انداز میں فرماتے ہیں۔

شگفتگی، بشاشت اور ظرافت:

آپ فطری طور پر شگفتہ مزاج، ہشاش بشاش اور ظریفانہ طبیعت کے مالک ہیں، چہرے پر ایک

سدا بہار دلاویز مسکراہٹ بھی ہوئی ہے، درحقیقت عملِ صالح اور نیک کردار سے پیدا شدہ ولیِ اطمینان کی خارجی تصویر ہے جو اللہ کے خاص خاص بندوں کے حصے میں آتی ہے۔

محسن شناسی:

استاذِ محترم کی ایک خاص عادت یہ ہے کہ آپ اپنے تمام بزرگوں اور علمی و دینی محسنوں سے بے پناہ محبت کرتے ہیں، خصوصاً حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ اور اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ جیسی مقدس ہستیوں سے آپ کی والہانہ عقیدت اور محبت قابلِ رشک ہے۔ آپ اپنے مواعظ و خطبات میں بار بار ان حضرات کے ملفوظات وارشادات سنا کر سامعین کو فیض یاب ہونے کا موقع عطا فرماتے ہیں۔ اصلاحی مجالس میں سامعین کا مجمع خواہ کتنے ہی بڑے بڑے اجلہ علم اور اُسطینِ حکمت و دانش پر مشتمل کیوں نہ ہو، مگر مجال نہیں کہ آپ اس مجلس و عظ و ارشاد میں اپنی کوئی ذاتی علمی تحقیق پیش کریں، بلکہ انہی بزرگوں کے ملفوظات وارشادات کی تشریح و تفہیم کے دائرے میں بیان فرماتے ہیں۔

اسی محسن شناسی اور ان کی قدردانی کے جذبہ تاباں ہی کی بدولت آپ اب بھی اپنے بزرگوں اور اساتذہ کو ایصالِ ثواب کا خصوصی اہتمام فرماتے ہیں، ابھی حال ہی میں ارشاد فرمایا کہ:

”میرے والد ماجدؒ نے فرمایا کہ میرے والد کی وفات کو تیس سال کا عرصہ گزر گیا ہے، آج تک مجھے کوئی ایسا دن یاد نہیں آتا کہ ”جس میں میں نے ان کے لئے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت نہ کی ہو۔“ الحمد للہ میرا بھی یہی معمول ہے، اللہ کے فضل و کرم سے ہر مہینے میں کم از کم ایک ختمِ قرآن کر کے اپنے والدین کے لئے ایصالِ ثواب کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ جتنی مزید تلاوت ہوتی ہے رمضان، تراویح وغیرہ میں تو ان کا اپنے دونوں مرشدوں کو ایصالِ ثواب کرتا ہوں، جب بھی حج و عمرہ کرنے جاتا ہوں تو ایک عمرہ والد صاحب کی طرف سے اور ایک والدہ صاحبہ کی طرف سے کرتا ہوں۔ اور اپنے تمام اساتذہ و مشائخ اور محسنین کی طرف سے طواف کرتا ہوں۔“

اعتدال و توسط:

آپ کی شخصیت کا ایک اہم عنصر ”اعتدال و توسط“ کا وصف ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ سے فیض یافتہ اپنے والد ماجدؒ اور حضرت عارفیؒ کی اثر آفرین صحبت سے آپ کے قلب و روح میں اتباعِ سنت کا وہ جذبہ تاباں پیدا ہوا جو آپ کی پوری زندگی میں ایک توانا عنصر کے طور پر کار فرما ہے۔ چنانچہ عمل ہو کہ ردِ عمل، ہر

صورت میں آپ نے اپنی تحریر و گفتگو اور لوگوں سے ملاقات و تعلقات میں اسلام کی معتدلانہ تعلیمات کی عملی تصویر پیش کی ہے۔ اسی معتدل اور متوازن مزاج کی وجہ سے آپ تمام مکاتب فکر کے لئے قابلِ قدر فکری رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں۔ افراط و تفریط سے کنارہ کش ہو کر محض سنت و شریعت کے تقاضوں کے مطابق اعتدال و رواداری پر مبنی موقف اختیار کرنا آپ کا وہ وصف ہے جو آپ کو اپنے معاصرین میں محبوب بناتا ہے۔

وقار و متانت اور مردانہ وجاہت:

آپ جس طرح ظریف الطبع ہیں اسی طرح وقار و متانت اور مردانہ وجاہت بھی آپ کی ہر ادا سے جھلکتی ہے، نسبتاً تیز قدموں کے ساتھ وقار و سکینت سے بھرپور چال اور خود اعتمادی اور صحیح اور واضح تلفظ کے ساتھ گفتگو آپ کی مردانہ وجاہت کی بھرپور عکاسی کرتی ہیں۔

(۲) - انتظامی صلاحیتیں اور کمالات

حسن انتظام اور نفاستِ طبع:

اللہ تعالیٰ نے اُستادِ محترم کو نظم و انصرام کے معاملے میں غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا ہے، طبیعت میں مثالی نظافت و نفاست ہے۔ آپ کے اعلیٰ انتظامی کمالات اور صلاحیتوں کا ایک مظہر جامعہ دارالعلوم کراچی ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے جہاں علمی، عملی، تربیتی اور روحانی فیوض و برکات کے حوالے سے ایک ممتاز مقام عطا فرمایا ہے، وہیں اسے قابلِ دید ظاہری حسن و خوبی سے بھی وسیع پیمانے پر مالا مال کیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جامعہ کے ظاہری و معنوی حسن و جمال کے اس قابلِ تقلید امتزاج میں علمی و تحقیقی ذوق کے ساتھ جمالیات کا حسنِ ذوق بھی رکھنے والی شخصیت حضرت صدرِ جامعہ مدظلہم کا بہت بڑا اور فعال کردار ہے۔ جس کے نتیجے میں جامعہ اپنی عمارت، ساخت اور طرزِ تعمیر کے سلسلے میں عالمی معیار کے اداروں میں شامل ہے۔ پھر جامعہ کے نظم و نسق کو بہتر انداز میں چلانے کے لئے مختلف ذمہ دار حضرات کی نگرانی میں متعدد شعبے قائم کئے ہیں، اس تقسیمِ کار کی وجہ سے نظم و ضبط کو برقرار رکھنا آسان ہو گیا ہے، اور مطلوبہ مقاصد بہتر طور پر حاصل ہو رہے ہیں۔

حسن انتظام کے سلسلے میں آپ کی پختہ کاری بھی قابلِ ذکر ہے کہ آپ ہر کام مستقل بنیادوں پر کرتے ہیں، عارضی یا عبوری طور پر کام کرنا آپ کے مزاج سے میل نہیں کھاتا۔ کوئی تعمیری منصوبہ ہو یا تعلیمی آپ اس کے دُور رس اثرات کا نہایت غور و تدبر سے جائزہ لے کر فیصلہ صادر فرماتے ہیں تاکہ اس کے فوائد اور ثمرات پائیدار ثابت ہوں۔

مردم شناسی اور اہلیت کی قدردانی:

آپ نے جامعہ میں علمی و دینی خدمات کے لئے ماہرین علم و فن کا جو انتخاب کیا ہے وہ آپ کے حسن انتخاب اور مردم شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جو فرد جس کام اور ذمہ داری کے لئے زیادہ موزوں اور مناسب ہے، آپ نے اسے اسی کے لئے مکمل طور پر فارغ البال کر دیا ہے۔ آپ کے اس وصف کا اعتراف حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے تکریمہ فتح الملہم میں کیا ہے کہ:

”حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب نے جامعہ کی تمام انتظامی ذمہ داریوں کا بوجھ خود اٹھا کر مجھے علم و تحقیق کے لئے فارغ کر دیا، اگر میرے ساتھ ان کا یہ طرز عمل اور حسن سلوک نہ ہوتا تو شاید میں یہ علمی کام (تکریمہ فتح الملہم کی تالیف) سرانجام نہ دے سکتا۔“

پھر آپ ہر شعبے کے ذمہ دار حضرات کی اچھی کارکردگی پر اپنی خوشی کا اظہار کر کے ان کی مناسب حوصلہ افزائی بھی فرماتے ہیں، جس سے ان میں مزید ہمدردی، اخلاص اور مستعدی کے ساتھ خدمات انجام دینے کا ولولہ پیدا ہوتا ہے۔

أصول وقوانین کی پاسداری:

قانون کی بالادستی کا تحفظ اور اصول کی پاسداری آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے، اصولوں پر سمجھوتے کے آپ بالکل قائل نہیں ہیں۔ قانون کی خلاف ورزی آپ کی نظر میں سنگین جرم ہے۔ آپ کے زیر تربیت افراد میں سے کوئی اگر جامعہ کے قواعد و اصول کے خلاف سرگرمیوں میں مبتلا پایا گیا تو آپ اس کو جامعہ سے لا تعلق کرنے میں کسی لیت و لعل اور پس و پیش سے کام نہیں لیتے، اور فوراً جامعہ سے بے دخلی کے احکامات جاری فرماتے ہیں۔ اپنی نزاکت فہم اور ذکاوت حس کی بناء پر آپ جامعہ میں ایسی کسی بھی سرگرمی اور مشغولیت کی قطعاً اجازت نہیں دیتے جو شرافت و قانون کے منافی ہو۔

إصابتِ رائے اور فکری استقلال:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ درجے کی فہم و فراست اور حکمت و بصیرت سے نوازا ہے، اپنے معتدل اور حقائق شناس مزاج کی بدولت آپ ہر نازک موڑ پر زمینی حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت دُور اندیشی اور حکمت و دانش پر مبنی موقف اختیار فرماتے ہیں۔ آپ کی رائے تدبیر و فراست کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ زلزلہ انگیز اور تشویشناک قومی و بین الاقوامی منظر نامے کے باوجود آپ غایت درجے کے حوصلہ و تحمل، اطمینانِ قلبی اور ٹھنڈے مزاج کے ساتھ دو ٹوک انداز میں اپنی مثبت رائے کا اظہار فرماتے ہیں۔ آپ کے فکری استقلال

اور اصابتِ رائے کے آپ کے ہم عصر علماء بھی قائل ہیں، چنانچہ قومی و ملی مسائل پر آپ کی رائے کو خصوصی وقعت دی جاتی ہے۔

۳۔ علمی اوصاف و امتیازات

ذوقِ مطالعہ اور طلبِ علم میں انسہاک:

تاریخِ اسلام میں جتنی عبقری علمی شخصیات گزری ہیں، ان سب میں طلبِ علم میں انسہاک اور ذوقِ مطالعہ کی صفت درجہ کمال کو پہنچی ہوئی نظر آتی ہے۔ حضرت اُستادِ محترم بھی مطالعے کا خصوصی ذوق اور ذہن رکھتے ہیں۔ اپنا حال بتاتے ہوئے ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

”اکثر و بیشتر مطالعے میں رات کے ایک دو بج جاتے ہیں، اور بسا اوقات مطالعے میں ایسی محویت ہوتی ہے کہ رات کی طوالت کا بالکل پتہ نہیں چلتا، اچانک اذانِ فجر کی آواز رات کے ختم ہونے کا احساس دلاتی ہے۔“

جو ہر خطابت اور قوتِ گویائی:

حضرت مدظلہم کی شخصیت کا ایک ممتاز پہلو یہ ہے کہ آپ بفضلہ تعالیٰ جو ہر خطابت کی بیش بہا صفت سے متصف ہیں۔ آپ کے اندر بیان و تفہیم اور گویائی کی وہ غیر معمولی صلاحیت ہے جو بڑے بڑے خطباء، بلغاء اور اہلِ لسان کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ انسانی جذبات و تاثرات کو بے تکلفی کے ساتھ وزن دار الفاظ کا جامہ پہنانا، آپ کا طغرائے امتیاز ہے۔ آپ کا ہر خطاب ہمدردی کے جذبات سے معمور ہوتا ہے، لہجے میں بلا کی خود اعتمادی اپنی مثال آپ ہے۔ ٹھوس معلومات پر مبنی سماجی و معاشرتی موضوعات پر اظہارِ خیال، ملکی سیاست و انتظام کے حوالے سے دسوزی کے ساتھ گفتگو کرنا اور اخلاقی و معاشرتی بگاڑ اور اس کے سدباب کے لئے قرآن و سنت کی روشنی میں قابلِ عمل تجاویز پیش کرنا آپ کی خطابت کی اہم خصوصیات ہیں۔

امامِ مسلمؒ سے مشابہت:

عرصہ دراز سے صحیح مسلم شریف سے تدریسی وابستگی کی وجہ سے آپ کے اندر ”شانِ مسلم“ کا رنگ جھلکتا ہوا محسوس ہوتا ہے، خصوصاً دو صفات کے سلسلے میں آپ امامِ مسلمؒ سے واضح مشابہت رکھتے ہیں۔ ایک امامِ مسلمؒ کی محدثانہ احتیاط کہ آپ اپنی تقریر و تحریر میں کوئی بات بلا تحقیق اور بدون مضبوط دلائل کے بالکل نقل نہیں فرماتے۔

اُستادِ محترم کے بارے میں کسی نے بالکل سچ کہا ہے کہ:

”وہ کسی بھی شخص کی بات اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک کہ اس کی خوب چھان پھٹک نہ کر لی جائے۔ حضرت کو کوئی خبر یا واقعہ سنانا واقعہً مشکل کام ہے، کیونکہ وہ خبر یا واقعے کا کوئی حصہ بھی اس وقت تک قبول کرنے پر تیار نہیں ہوتے جب تک کہ سنانے والا اس واقعے کی تمام جزئیات پر عبور نہ رکھتا ہو۔“

دوسری صفت یہ کہ امام مسلمؒ نے صحیح مسلم کی احادیث کو جس مثالی ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے، جو بقول آپ کے ”ایک خاموش مناظرہ ہے۔“ اسی طرح خود اُستاذِ محترم بھی اپنی تقاریر اور تصانیف میں متنوع مضامین، ائمہ کرام کے اختلافات اور ان کے دلائل مربوط اور منظم و مرتب انداز میں پیش فرماتے ہیں۔

(۴) - دینی و روحانی کمالات و خصوصیات

حمیتِ دینی اور حق گوئی:

آپ جس بات کو حق اور صحیح سمجھتے ہیں بلا تردد اس کا اظہار فرماتے ہیں۔ آپ نے ہر فورم پر دینی اداروں کی موثر و کالت کی ہے، اور مستدرق قوتوں کو برملا چیلنج کر کے حمیتِ دینی کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ بیسویں صدی کے آخر میں حکومتِ وقت نے پاکستانی مدارس پر فوجی تربیت کے مراکز ہونے کا الزام لگایا اور اس بہانے ان کا گھیرا تنگ کرنے کا ارادہ کیا، تو آپ نے بحیثیت ایک دینی رہنما کے دو ٹوک انداز میں حکومت کو پیغام دیا کہ:

”ہمارے مدارس میں فوجی تربیت نہیں دی جاتی، اور فرقہ وارانہ جھگڑوں اور غیر قانونی اسلحہ اور دہشت گردی کے ہم سخت خلاف ہیں۔ البتہ جہاد ایک اہم دینی فریضہ ہے، جہاد کی تربیت کا اہتمام متعدد دینی مدارس میں کیا جاتا ہے اور ان شاء اللہ یہ اہتمام جاری رہے گا، اس لئے کہ جہاد کی تربیت دینی تعلیم کا ایک حصہ ہے، جس طرح ہم طلبہ اور عوام کو وضو اور نماز کی تربیت دیتے ہیں، جہاد کی تربیت بھی ہر مسلمان کو ملنی چاہئے۔“

فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور فروغِ اتحاد کا جذبہ:

حضرت مدظلہم ملک میں فرقہ وارانہ اختلافات اور فسادات سے سخت نالاں ہیں، اور اسے ملکی دہائی سلامتی کے لئے سب سے بڑا خطرہ سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرقہ واریت کی شدت کو کم کرنے کے لئے ہر طبقے کے لوگوں کو جا بجا فرقہ واریت کے اسباب اور نقصانات سے آگاہ کیا اور اس کے ازالے کی فکر کرنے کی تلقین کی۔ ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۰۰۴ء کو آپ نے جدہ میں بھی اس موضوع پر دانشوروں کے ایک اجتماع سے خطاب میں فرمایا:

”آج کفر ہمیں مٹانے پر تلا ہوا ہے، اور ہم آپس میں جھگڑے کر رہے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے مسلک پر عمل کرے اور بھائیوں کی طرح مل کر رہیں اور مل کر کفر کا مقابلہ کریں۔“ (۱)

اس سلسلے میں آپ نے اثناء کلام ایک زریں اصول یہ بتایا کہ:

”حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ: اپنا مسلک چھوڑ نہیں، دوسروں کا مسلک چھیڑ نہیں۔“

اس طرزِ عمل سے فرقہ وارانہ کشیدگی میں نمایاں کمی واقع ہونے کی قوی توقع ہے۔

اتباعِ سنت:

ویسے تو آپ کی زندگی کے ہر شعبے میں اتباعِ سنت کا اہتمام ہے، لیکن دعوت و اصلاح اور وعظ و تقریر میں سنتِ انبیاء کے مطابق طرزِ عمل اختیار کرنے کا آپ کو من جانب اللہ خصوصی ذوق حاصل ہے۔ آپ کو ہر وقت یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ مبادا ذاتی رجحانات اور طبعی احساسات و جذبات میں شدت کی وجہ سے کبھی دعوتی طرز و انداز سنتِ انبیاء کے خلاف نہ ہو جائے، اور بجائے ثواب اور مثبت نتائج کے الٹا عقاب اور منفی اثرات کا سبب نہ بن جائے۔ جبکہ سنتِ انبیاء تو الفاظ اور اب و لہجے کی نرمی اور ہمدردانہ انداز میں پنہاں ہے۔

ذوقِ عبادت:

اہل اللہ اور اہلِ قلوب کی طاقت اور نشاطِ کار از ذکر و عبادت اور خلوت و مناجات میں پنہاں ہے۔ ان روحانی مشاغل میں انہیں عبدیت کا لطف اور حقیقی لذت ملتی ہے۔ حضرت مدظلہم بھی ان برگزیدہ ہستیوں میں سے ہیں جنہیں رب العزت نے عبادت کا خاص ذوق عطا فرمایا ہے۔ اس بڑھاپے کی حالت میں جس خشوع و خضوع اور بے نظیر اہتمام کے ساتھ آپ طویل قیام و قراءت پر مشتمل نوافل ادا کرتے ہیں، وہ قابلِ دید ہونے کے ساتھ ساتھ قابلِ رشک بھی ہے۔

ہر وقت زبان پر ذکر و اُوراد کے کلمات جاری رہتے ہیں، اُدعیہ مآثورہ بڑی عقیدت کے ساتھ پڑھنے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ روزانہ کے مقررہ معمولات، تلاوت، مناجات اور تسبیحات وغیرہ کی بڑی پابندی فرماتے ہیں، سفر ہو کہ حضر کسی بھی صورت میں آپ ناغہ نہیں ہونے دیتے۔

(۱) آپ کا یہ خطاب ”اختلافِ رحمت ہے اور فرقہ بندی حرام“ کے عنوان سے ایک رسالے کی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔

وَرَع و تقویٰ:

آپ متنوع علمی کمالات کے ساتھ ساتھ ”دولتِ تقویٰ“ سے بھی مالا مال ہیں۔ دین اور دنیا سے متعلق تمام امور میں آپ کا تقویٰ قابلِ تقلید ہے۔ حقوق العباد کے معاملے میں آپ نہایت حساس ہیں، خصوصاً مالی معاملات میں آپ کا تقویٰ گفتن کے بجائے دیدن سے تعلق رکھتا ہے۔

ایک دفعہ طلبہ کو مالی معاملات میں حزم و احتیاط سے کام لینے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ: ”میرا اپنا طرزِ عمل یہ ہے کہ جب بھی کوئی دارالعلوم کے لئے کوئی چندہ، پیسہ دیتا ہے تو میں فوراً اسے لفافے میں ڈال کر یا کسی کاغذ میں لپیٹ کر اس پر لکھ لیتا ہوں کہ فلاں مد کی رقم ہے اور فلاں نے دی ہے، اس کے بغیر قطعاً اپنی جیب میں نہیں رکھتا تا کہ وہ میرے اپنے پیسوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائے۔“

آپ مالی معاملات میں احتیاط برتنے کی پُر زور تلقین فرماتے ہیں، ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ: ”تقویٰ فی المال کی خاصیت یہ ہے کہ اللہ اس بندے کے مال میں برکت دیتا ہے، اور اُسے دُوروں کا محتاج نہیں بناتا۔“

دارالعلوم کے مالی معاملات میں مثالی احتیاط:

اسٹیشنری کا استعمال: آپ کا دفتر ”رئیس الجامعہ“ کا دفتر ہے، وہاں آپ کی میز پر جتنی بھی طرح طرح کی اسٹیشنری، اور لکھنے پڑھنے کا سامان ہے وہ سب آپ کا اپنا ذاتی ہوتا ہے، یہ سب سامان اگرچہ دارالعلوم ہی کے کاموں کے لئے آتا ہے، اور انہی میں استعمال ہوتا ہے، لیکن دفتر کے منتظمین کو آپ کی طرف سے سختی سے اس کا عادی اور پابند بنادیا گیا ہے کہ اس میز پر کوئی چیز دارالعلوم کی نہ رکھی جائے۔ جب کوئی چیز ختم ہونے لگتی ہے تو حضرت ہی کی رقم سے خرید کر مزید لا کر رکھ دی جاتی ہے، آپ نے اس خریداری وغیرہ کا نظام ایسا مقرر کیا ہوا ہے کہ اس میں آپ کو اپنا وقت خرچ کرنا نہیں پڑتا۔

آپ یہ احتیاط اس لئے کرتے ہیں کہ دفتری کاموں کے دوران کبھی کبھی آپ کو اپنی ذاتی تحریر بھی کرنی پڑ جاتی ہے، یا ڈاک میں کوئی ذاتی خط بھی ایسا آ جاتا ہے جس کی وصولیابی کے لئے دستخط کرنے پڑتے ہیں، یا اس میں پن وغیرہ استعمال کرنی پڑتی ہے، تو دارالعلوم کی کسی چیز کے اپنے ذاتی استعمال میں آنے سے روکنے کے لئے یہ انتظام کر دیا ہے کہ اس میز سے متعلق دارالعلوم کے سب کام بھی آپ کے ذاتی سامان سے کئے جائیں۔

گاڑی اور فون کا استعمال: اپنی گاڑی اور اپنا ذاتی موبائل فون آپ بکثرت دارالعلوم کے کاموں میں بھی بے دریغ استعمال کرتے ہیں، جس کا کوئی معاوضہ وصول نہیں کرتے۔ لیکن اگر دارالعلوم کی گاڑی یا فون آپ کے ذاتی استعمال میں آجائے تو اس کا معاوضہ مقررہ قاعدے اور نرخ کے مطابق دارالعلوم میں رسید لے کر جمع کر دیتے ہیں۔ اس کا بھی ایک نظام مقرر ہے جس میں آپ کو اپنا وقت زیادہ لگانا نہیں پڑتا۔

تنخواہ سے کٹوتی: دارالعلوم میں یہ ضابطہ مقرر ہے کہ اساتذہ و کارکنان جامعہ کو اگر اپنی ڈیوٹی پر حاضری میں ۹ منٹ تک کی تاخیر ہو جائے تو وہ معاف ہے، اس کا حساب نہیں ہوتا۔ ۹ منٹ سے زائد تاخیر ہو جائے تو اسے شمار کیا جاتا ہے، اور مہینے کے اختتام تک جتنے وقت کی کل تاخیر ہو جائے اُس کی تنخواہ وضع کر لی جاتی ہے، اس کا بھی ایک نظام مقرر ہے، جس پر نہایت پابندی سے عمل ہوتا ہے۔

آپ دوسرے تمام ضوابط کی طرح اس ضابطے کی بھی پوری پابندی فرماتے ہیں، اور آپ کی تنخواہ بھی دوسروں کی طرح وضع کی جاتی ہے۔

جامعہ کے مہمانوں کے ساتھ کھانے پینے میں شرکت: جامعہ میں مہمان کثرت سے آتے ہیں، اُن کے ساتھ کھانے پینے میں شریک نہ ہوں تو ان کے اکرام کے خلاف ہے، اور شریک ہوں تو آپ کو یہ اشکال ہوتا تھا کہ ہم تو جامعہ کے تنخواہ دار ملازم ہیں، مہمان نہیں، ہم اس کھانے پینے میں کیسے شریک ہو جائیں؟

اس اشکال کا حل آپ نے اور آپ کے برادر عزیز شیخ الاسلام مولانا مشتاق محمد تقی عثمانی صاحب نے جو ”نائب رئیس الجامعہ“ ہیں، یہ نکالا کہ دونوں حضرات ہر ماہ اپنی تنخواہ میں سے ایک مقررہ معقول رقم پابندی سے کٹوا کر مہمان خانے میں جمع کر دیتے ہیں، یہ اتنی ہوتی ہے کہ ان حضرات کے پاس آنے والے تمام مہمانوں کے کھانے پینے اور تواضع کے لئے آسانی سے کافی ہو جاتی ہے۔

اختصار کے پیش نظر حضرت مدظلہم کی پاکیزہ سیرت کا کچھ نمونہ چند صفحات میں پیش کیا گیا، ورنہ اگر اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی جائے تو ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت مدظلہم کے سایہ عاطفت کو تادیر عافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر دراز فرمائے، اور حضرت مدظلہم کے علمی و روحانی فیض کو تاقیامت جاری و ساری رکھے (آمین ثم آمین)۔

ان فتاویٰ کی نمایاں خصوصیات

جیسا کہ شروع میں بیان ہوا کہ یہ کتاب مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کے ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو حضرت مدظلہم نے شوال ۱۳۸۰ھ مطابق مارچ ۱۹۶۱ء سے اب تک تحریر فرمائے ہیں۔ غور سے دیکھا جائے تو ان فتاویٰ کی چند بنیادی خصوصیات درج ذیل ہیں:

(۱) یہ فتاویٰ ایک ایسے فقیہ وقت کے تحریر فرمودہ ہیں جن کی اس میدان میں مہارت اور ثقاہت مسلم ہے اور وقت کے اکابر فقہاء نے ان پر اعتماد کیا ہے۔

(۲) بلاشبہ حضرت مدظلہم اپنے مزاج و مذاق کے اعتبار سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کے علمی وارث اور جانشین ہیں، چنانچہ ان حضرات کا وصف تحقیق اور اعتدال ان فتاویٰ میں بھی پوری طرح موجود ہے۔

(۳) یوں تو اہل علم اور عوام دونوں کے نزدیک حضرت مدظلہم کی فقہی رائے بحمد اللہ معتبر سمجھی جاتی ہے اور کسی فتوے کے مستند ہونے کے لئے حضرت مدظلہم کا فتویٰ کسی تصدیق کے بغیر جاری ہونا کافی ہے، لیکن ان فتاویٰ کی اضافی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں سے بھاری اکثریت ایسے فتاویٰ کی ہے جو آپ کے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کی نیابت میں ان کی رہنمائی اور سرپرستی میں لکھے گئے اور ان میں اکثر فتاویٰ پر ان کے تصدیقی دستخط بھی ہیں۔

ایک اہم خصوصیت جو جامعہ دارالعلوم کراچی سے جاری ہونے والے اب تک کے مطبوعہ فتاویٰ میں صرف ان فتاویٰ کی ہے، یہ ہے کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ تصدیقی دستخط ان فتاویٰ پر ہیں، اور جن فتاویٰ پر حضرت رحمہم اللہ تعالیٰ کے تصدیقی دستخط نہیں، ان میں بھی بہت زیادہ فتاویٰ ایسے ہیں جن میں حضرت رحمہم اللہ تعالیٰ سے زبانی مشورہ کیا گیا۔ اس خصوصیت کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جامعہ دارالعلوم کراچی میں حضرت مدظلہم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کے باقاعدہ نائب مفتی تھے۔ ایک طویل عرصہ تک ان کی سرپرستی میں کام کرنے کی وجہ سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کو آپ کے فتوے پر بھی تقریباً ایسا ہی اعتماد ہو گیا تھا جتنا اپنے لکھے ہوئے فتاویٰ پر،

چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضرت مدظلہم سے فرمایا تھا کہ اب تم میرے دستخط کے بغیر بھی فتویٰ جاری کر سکتے ہو، چنانچہ اس مجموعہ فتاویٰ میں آپ کے لکھے ہوئے ایسے بہت سے فتاویٰ موجود ہیں جو ان کی حیات میں بھی ان کے تصدیقی دستخط کے بغیر جاری ہوئے۔

○ حضرت مدظلہم کے بعض اہم فتاویٰ جامعہ دارالعلوم کراچی کے ترجمان ”ابلاغ“ میں بھی شائع ہوئے، جن کا مجموعہ ”نوادر الفقہ“ کے نام سے دو جلدوں میں الگ شائع ہو چکا ہے، لیکن وہاں یہ مسائل فقہی ابواب کی ترتیب کے بغیر شائع ہوئے ہیں، اس لئے انہیں یہاں متعلقہ فقہی ابواب میں شامل کیا گیا ہے۔

فتاویٰ کی جمع و ترتیب اور تخریج سے متعلق کام کی وضاحت

احقر کے دل میں ان عظیم اور نابغہ روزگار فتاویٰ کی تخریج و تعلیق کی سعادت حاصل کرنے کی خواہش ایک عرصے سے تھی، لیکن حضرت مدظلہم سے اس سلسلے میں بات کرنے کی کبھی ہمت نہیں ہوئی، کچھ عرصہ پہلے پتہ چلا کہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے تخصّص فی الافتاء کے ہونہار طالب علم سلطان محمود صاحب اپنی درخواست حضرت مدظلہم کی خدمت میں پیش کر کے اجازت حاصل کر چکے ہیں، احقر کو اس بات کی بہت خوشی ہوئی اور دل سے دعا نکلی کہ اللہ کرے وہ یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچائیں، لیکن جب ان کا تخصّص فی الافتاء سال سوم مکمل ہوا تو وہ فتاویٰ کو مختلف رجسٹروں سے نکال کر ان کی فوٹو کاپی کا کام تو مکمل کر ہی چکے تھے اس کے علاوہ تخریج کا بھی کافی کام کر چکے تھے جسے انہوں نے اپنے سال سوم کے مقالے کے طور پر پیش کیا۔

مولانا سلطان محمود صاحب کے کام کا کچھ ابتدائی حصہ حضرت مدظلہم نے دیکھا، لیکن اپنی مصروفیات اور مشاغل کے پیش نظر پورے کام کو ملاحظہ نہ فرما سکے۔ اس کے لئے حضرت والا نے احقر کو متعین فرمایا، اس طرح الحمد للہ، احقر کو ان کے اب تک کے پورے کام کو دیکھنے کا موقع مل گیا۔

لیکن جب مولانا سلطان محمود صاحب تخصّص فی الافتاء کا تیسرا سال مکمل کر کے جامعہ دارالعلوم کراچی سے جانے لگے تو پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اس کام کو آگے کون بڑھائے؟ اس موقع پر احقر کو اس دلی خواہش کے اظہار کا موقع ملا جس کی ذکر اوپر ہو چکا ہے، حضرت مدظلہم نے کمال شفقت سے میری درخواست کو قبول فرمایا، احقر کو یہ اندازہ تھا کہ شاید اپنی بعض دیگر مصروفیات کی وجہ سے احقر اکیلے اس کام کو نہ نبھاسکے، اس لئے احقر نے حضرت مدظلہم سے عرض کیا کہ اگر مولانا طاہر اقبال صاحب (استاذ جامعہ

دارالعلوم کراچی) کو میرے ساتھ شریک کر لیا جائے تو کافی آسانی ہوگی، اسے بھی حضرت مدظلہم نے بخوشی قبول فرمایا۔

مولانا طاہر اقبال صاحب کا نام پیش کرنے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس سے پہلے بھی احترام کی رفاقت میں درس مسلم جلد اول کی تخریج کا کام کر چکا تھا، جو ان کے تعاون سے بحسن و خوبی پورا ہوا تھا۔ اگرچہ میں نے مولانا طاہر اقبال صاحب کا نام ان کی پیشگی اجازت کے بغیر پیش کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے میری اس جرأت پر کسی قسم کی ناگواری کا اظہار کرنے کے بجائے خوشی سے اسے قبول فرمایا، اس طرح اس کام کا آغاز ہوا۔

اگرچہ احقر کو مولانا سلطان محمود صاحب کا کیا ہوا کام دیکھنے کا موقع ملا تھا لیکن اس نئی ذمہ داری کے ملنے پر احقر نے آزر نو پورے کام کا دوبارہ جائزہ لیا، تخریجات میں حسب ضرورت کمی بیشی کی، نئے متعلقہ حوالہ جات تلاش کئے، اور اسی طرح محنت کی جس طرح ابتداء میں کام کرنے والے کو کرنی چاہئے۔

احقر کام کا باقاعدہ آغاز کرنے کے بعد مختلف مسائل میں حضرت مدظلہم سے مشاورت کرتا رہا اور حضرت مدظلہم کی ہدایات کے مطابق عمل کی کوشش بھی کرتا رہا۔ حضرت مدظلہم کا ایک اہم مشورہ، جس کو میں اپنے طالب علم ساتھیوں کے لئے نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں، یہ ہے کہ حضرت مدظلہم بار بار فرماتے: ”ہر کام کے شروع میں رجوع الی اللہ کا بطور خاص اہتمام کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہا کرو۔“

دومر حلے

فتاویٰ کے اس مجموعے کی اشاعت سے پہلے بنیادی طور پر دو کام کئے گئے ہیں:

الف:- جامعہ دارالعلوم کراچی کے نقل فتاویٰ کے مختلف رجسٹروں سے حضرت مدظلہم کے فتاویٰ نکال کر ان کی فوٹو کاپی کرانا اور ان کی تبویب کرنا۔

ب:- ان فتاویٰ پر فقہی عبارات کی تخریج و تعلق۔

پہلا مرحلہ

پہلے مرحلے یعنی فتاویٰ جمع کرنے اور ان کی تبویب کرنے کے مرحلے میں درج ذیل امور کا بطور خاص لحاظ رکھا گیا، (ان امور سے متعلق تقریباً سارا کام مولانا سلطان محمود صاحب نے کیا ہے):

○ سب سے پہلے حضرت مدظلہم کے تمام فتاویٰ کو جو دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی کے نقل فتاویٰ کے تقریباً ایک ہزار رجسٹروں میں منتشر تھے، جمع کر کے ان کی فوٹو کاپی حاصل کی گئی۔

○ اس کے بعد ان تمام فتاویٰ کو ان کے موضوعات کے اعتبار سے الگ الگ کر کے فقہی ابواب کے مطابق ترتیب دی گئی۔ جن فتاویٰ میں صرف ایک سوال و جواب تھا تو اسے موضوع اور باب میں رکھنا آسان تھا، مگر بہت سے فتاویٰ ایسے تھے کہ ان میں مستفتی نے ایک ہی پرچے میں کئی سوالات پوچھے تھے جو مختلف ابواب سے متعلق تھے، تو ایسے فتاویٰ میں جو سوال و جواب ذرا مفصل تھے تو انہیں قینچی سے کاٹ کر الگ الگ صفحے پر سوال و جواب کو ایک ساتھ چپکا دیا گیا اور فتویٰ نمبر، مجیب اور صحیح کا نام اور تاریخ کو ہاتھ سے لکھ دیا گیا، اور جو فتاویٰ مختصر تھے یا فتاویٰ کو الگ کرتے ہوئے درمیان میں جتنا حصہ قینچی سے کاٹنے میں ضائع ہو جاتا، اسے بھی ہاتھ سے لکھنے کا خاص اہتمام کیا گیا۔

○ حضرت مدظلہم کے صرف ان فتاویٰ کو جمع کیا گیا ہے جو حضرت کے خود نوشتہ ہیں یا دوسرے مفتی صاحبان کے لکھے ہوئے ایسے مصدقہ فتاویٰ ہیں، جن میں حضرت نے بوقت تصدیق کچھ اضافی تحریر بھی فرمائی ہے۔

○ جمع فتاویٰ میں اس بات کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ کوئی فتویٰ رہ نہ جائے۔

وضاحت

دارالافتاء کے ۱۳۸۵ھ اور ۱۳۸۶ھ کے فتاویٰ کے آخر میں ناقلین نے جواب لکھنے والے اور ان کی تصدیق کرنے والے مفتی صاحبان کے نام نقل نہیں فرمائے، جس کی وجہ سے ان سالوں کے فتاویٰ کو اس مجموعے میں حاصل نہیں کیا جاسکا، لیکن اس سے پہلے اور بعد کے رجسٹروں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے میں حضرت مدظلہم کا زیادہ وقت تدریسی خدمت میں مصروف تھا اور اس کی تائید دفتر اہتمام میں حضرت مدظلہم سے متعلق شخصی فائل سے بھی ہوتی ہے کہ اس زمانے میں حضرت کے ذمہ زیادہ تر تدریسی اور انتظامی خدمات تھیں، البتہ کچھ فتاویٰ حضرت مدظلہم کے بھی ان رجسٹروں میں ضرور ہوں گے جو اگر جامعہ کے مجموعی فتاویٰ کسی وقت شائع ہوئے تو ان میں شائع ہو سکیں گے۔

دوسرا مرحلہ

دوسرے مرحلے میں یعنی تخریج و تعلیق کے مرحلے میں حضرت مدظلہم کی ہدایات کی روشنی میں درج ذیل امور کا لحاظ رکھا گیا ہے:

○ ایسے مکرر مسائل جن کو بار بار نقل کرنے میں کوئی اضافی فائدہ نہ ہو، انہیں حذف کر دیا گیا ہے،

البتہ ایسے مسائل جو بادی النظر میں مکرر نظر آتے ہیں لیکن مخصوص اسلوب یا کسی مفید اضافے پر مبنی ہیں، ان کو مکرر قرار دے کر حذف نہیں کیا گیا، بلکہ جدید فائدے کے پیش نظر باقی رکھا گیا ہے۔
○ فقہی عبارات کی تخریج میں زیادہ حوالے لانے کی بجائے بنیادی مستند حوالے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

○ ایسے فتاویٰ جن میں اصل جواب میں مستند حوالے بیان کر دیئے گئے ہیں، حاشیہ میں اکثر ان کی مزید تخریج نہیں کی گئی، ہاں اگر جواب کے کسی حصے کی تخریج متن میں نہیں ہوئی تو حاشیہ میں اس کا حوالہ لایا گیا ہے۔

○ اگر کسی مسئلے کی تخریج ایک مرتبہ ہو گئی ہے تو آگے اس مسئلے کی دوبارہ پوری تخریج کرنے کے بجائے گزشتہ تخریج کا حوالہ دے دیا گیا ہے، اگر گزشتہ تخریج بہت پہلے گزری ہے تو اس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ”قد مرّ تخریجه تحت عنوان“ اور اگر صرف ایک مسئلہ پہلے گزری ہو تو اس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ”ملاحظہ فرمائیے: گزشتہ مسئلے کا حاشیہ۔“

○ کتابوں کا حوالہ ذکر کرنے میں بنیادی طور پر اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ جلد اور صفحہ نمبر کے بجائے متعلق کتاب، باب اور فصل کو زیادہ اہمیت دی جائے کیونکہ اس طرح قاری کے لئے ہر مطبع کی کتاب سے استفادہ آسان ہو جاتا ہے، اور حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے بعض جگہ حدیث کا نمبر بھی بیان کیا گیا ہے اگرچہ اس کا بالاستیعاب اہتمام نہیں کیا گیا۔

○ تخریج و تعلیق کا سارا کام متعلقہ فتویٰ کے نیچے حاشیہ میں کیا گیا ہے، جس کی ترتیب یہ رکھی گئی ہے کہ سب سے پہلے سوال اور اس کا جواب پھر جواب میں جہاں تخریج کی ضرورت تھی، وہاں حاشیہ نمبر لگا کر صفحے کے آخری حصے پر لکیر کے نیچے اس کا حوالہ لایا گیا ہے۔

○ کتاب کو غیر ضروری ضخامت سے بچانے کے لئے ہر فتوے کے آخر میں حضرت مدظلہم کا نام نہیں لکھا گیا، بلکہ اس کی ترتیب یہ رکھی گئی ہے کہ دوسرے مفتی صاحبان کے لکھے ہوئے ایسے مصدقہ فتاویٰ، جن میں حضرت نے بوقت تصدیق کچھ اضافی تحریر بھی فرمائی ہے، وہاں محرر فتویٰ کے ساتھ حضرت مدظلہم کا نام بھی ذکر کر دیا گیا ہے، اسی طرح جس فتوے پر اکابر یا اہل فتویٰ میں سے کسی کے تصدیقی دستخط ہیں، وہاں حضرت مدظلہم کے نام کے ساتھ تصدیق کرنے والے مفتی صاحب کا نام بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ان دو صورتوں کے علاوہ کسی فتوے کے آخر میں حضرت مدظلہم کا نام نہیں لکھا گیا بلکہ صرف تاریخ اور فتویٰ نمبر درج کیا گیا ہے کیونکہ ایسے فتاویٰ کے بارے میں معلوم ہے کہ یہ حضرت مدظلہم ہی کے تحریر فرمودہ ہیں۔

○ ہر فتوے کے آخر میں اس کی تاریخ بھی درج کی گئی ہے اور فتویٰ نمبر بھی لکھ دیا گیا ہے، فتویٰ نمبر سے دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی کے نقل فتاویٰ کے رجسٹروں کا نمبر مراد ہے، اور ایسا کرنے کی غرض یہ ہے کہ اگر کبھی اصل فتاویٰ کی مراجعت کی ضرورت پیش آئے تو بآسانی مراجعت کی جاسکے۔ البتہ یہاں یہ وضاحت کرنا مناسب ہے کہ بعض فتاویٰ بہت ہی پرانے رجسٹروں سے لئے گئے ہیں جن کی اصل لکھائی مدہم ہونے یا صحیح جگہ درج نہ ہونے کی وجہ سے فوٹو کاپی میں اس کی تاریخ یا فتویٰ نمبر نہیں آسکا، اگرچہ ایسے فتاویٰ کی تعداد بہت ہی کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

آخر میں اہل علم کی خدمت میں گزارش ہے کہ تخریج و تعلیق کے مرحلے میں جس غلطی پر مطلع ہوں، بندے کو اس کی اطلاع ضرور دیں، ان شاء اللہ اگلے ایڈیشن میں اسے دُور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔
دُعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت مدظلہم کی اس عظیم علمی خدمت کو قبول فرمائیں اور ان کے چشمہ فیض سے لاکھوں بلکہ کروڑوں تشنگانِ علم کو سیراب کریں اور ایمان و صحت کی سلامتی اور عافیت کے ساتھ انہیں دراز عمر عطا فرما کر ان کا سایہ عاطفت تادیر ہمارے سروں پر برقرار رکھیں (آمین)۔

اور بارگاہِ الہی میں عاجزانہ التماس ہے کہ وہ حضرت مدظلہم اور ہماری اس سعی کو قبول فرمائیں، اس کو حضرت مدظلہم اور ہمارے لئے نیز ہمارے والدین، اساتذہ کرام اور مشائخِ عظام کے لئے کامل مغفرت اور نجاتِ اخروی کا ذریعہ بنائیں، اور ان تمام حضرات کو اپنی شان کے مطابق عظیم جزائے خیر عطا فرمائیں جنہوں نے کسی بھی مرحلے میں کسی بھی قسم کا تعاون کیا، یا اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ (آمین ثم آمین)

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

اعجاز احمد صدیقی

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

۵ شعبان العظم ۱۴۳۰ھ



﴿کتاب الایمان والعقائد﴾

(ایمان اور عقائد کے بیان میں)

فصل فی الایمان والکفر (ایمان اور کفر کے بارے میں)

مسلمان کی تعریف

سوال (۱): - مسلمان کی تعریف فرمائیے؟

جواب: - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جن تعلیمات کا علم یقینی و قطعی طور پر ہو چکا ہے ان سب کو حق ماننے اور اس کا اقرار کرنے والا مسلمان ہے اور ان میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرنے والا کافر ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۵/۹/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۸۸۸/۲۵)

مشرک کون ہے؟

سوال (۲): - مشرک کس کو کہتے ہیں؟

جواب: - اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کرنا یا ایسی چیز غیر اللہ سے مانگنا جو صرف اللہ سے مانگی جاسکتی ہے مثلاً ان سے مغفرت مانگنا یا بیٹا مانگنا وغیرہ یہ شرک ہے۔^(۲)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۵/۳/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۶/۳۲ الف)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(۱) فالتحقیق ان الایمان هو تصدیق النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالقلب فی جمیع ما علم بالضرورة مجبنة به من عند اللہ تعالیٰ اجمالاً وانه کاف فی الخروج عن عهدة الایمان ولا تنحط درجته عن الایمان التفصیلی کذا فی شرح العقائد الا ان الاولی ان یقال اجمالاً ان لوحظ اجمالاً وتفصيلاً ان لوحظ تفصيلاً فانه یشرط التفصیل فیما لوحظ تفصيلاً حتی لو لم یصدق بوجوب الصلوة وحرمة الخمر عند سوال کان کافراً (شرح الفقه الاکبر ص ۷۷)۔

انظر ایضاً: شرح العقائد ص: ۹۰ (مطبوعة کتب خانة مجیدیہ ملتان)۔

وفی الدر المختار باب المرتد ج: ۳ ص: ۲۲۳ والکفر لغة السر وشرعاً تکذیب صلی اللہ علیہ وسلم فی شیء مما جاء به من الدین ضرورة والفاظه تعرف فی الفتاوی۔

(۲) ومن یشرک باللہ ای فی وجوب الوجود وتا صله او فی العبادة شيئاً (التفسیر المظهری ج: ۲ ص: ۳۵۳، رشیدیہ)۔
وتفصیل طرق الکفر علی ما ذکره فی شرح المقاصد ان الکافر ان اظهر الایمان فهو المنافق وان قال بالشریک فی الالوهیة فهو المشرک (حاشیة الخیالی تحت قوله وانها عبر عن الکفر بالشرک ص: ۱۲۲)۔

..... مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے امداد الفتاوی رسالہ نہایت الادوات فی اقسام الاشراک ج: ۱ ص: ۹۴ تا ۸۱۔

مشرک اور کافر میں کیا فرق ہے؟

سوال (۳): - مشرک اور کافر میں کیا فرق ہے؟

جواب:- کافر عام ہے اور مشرک خاص ہے یعنی کافر تو ہر اس شخص کو کہا جائے گا جو دین کے عقائد ضروریہ میں سے کسی کا منکر ہے خواہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہو یا نہیں اور مشرک اس خاص کافر کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتا ہو۔ حاصل یہ ہوا کہ مشرک کو کافر کہا جائے گا اور مشرک بھی اور جو مشرک نہ کرتا ہو مگر اسلام کے کسی ضروری عقیدے کا منکر ہو اسے کافر کہیں گے مشرک نہیں۔^(۱)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۱/۱۱/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۱/۲۲۲)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

منافق کسے کہتے ہیں

سوال (۴): - منافق کس کو کہتے ہیں؟

جواب:- جو شخص دل میں ایمان نہ رکھتا ہو اور زبان سے مؤمن ہونے کا دعویٰ کرتا ہو وہ منافق ہے اور اس کا یہ دو غلام نفاق ہے۔^(۲)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۵/۳/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۸۰۲/۲۲۳)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

غیر مسلم کو کافر کہنا درست ہے؟

سوال (۵): - غیر مسلموں کو کافر کہنا درست ہے؟

(۱) فان قيل قيل كل كافر مشرك كما ان كل مشرك كافر ام لا فجواب ما قاله في الباب الخامس والسبعين ومائتين ان كل مشرك كافر وليس كل كافر مشرك فانما كفر المشرك فلعله عن احد الاله واما شركه فلا يثبت له لانه نسب الالهية الى غير الله مع الله وجعل له نسبتين فاشرك واما وجه كونه لا يثبت ان يكون كل كافر مشركا فهو ان الكافر الذي يقول ان الله واحد غير انه اعطى في تعيين الاله كما انه يكفر ايضا بكفره بالرسول او ببعض كتابه الخ المواقيت والجواهر المبحث الاول في بيان ان الله تعالى واحد الخ ج ۱ ص ۳۳۔

انظر ايضا شرح المقاصد المبحث السادس ج ۵ ص ۲۲۷۔

(۲) واصله من يظهر خلاف ما يظن ثم غلب على من يظهر الاسلام ويبطن الكفر المراقبة باب الكبائر وعلامات النفاق تحت الحديث اية المنافق ثلاث الخ ج ۱ ص ۲۲۵۔

انظر ايضا التعليق الصحيح تحت هذا الحديث۔

جواب :- غیر مسلم کافر ہی کو کہتے ہیں، کافر کو کافر کہنا ہی چاہئے خواہ وہ اہل کتاب ہوں۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۲/۲۲ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶/۴۰۰)

قادیانیوں کو کافر کہنا چاہئے یا نہیں؟

سوال (۶) :- بعض حضرات کہتے ہیں کہ قادیانیوں کو کافر نہیں کہنا چاہئے اور آیت ”وَلَا تَسُبُّوا

الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ“^(۲) استدلال میں پیش کرتے ہیں۔

جواب :- یہ لوگ غلط کہتے ہیں قادیانی کھلے کافر ہیں پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کافر کو کافر

کہنا گالی نہیں^(۳) اور آیت مذکورہ میں گالی کی ممانعت ہے کافر کو کافر کہنے کی ممانعت نہیں، قادیانیوں کا کافر ہونا

واللہ اعلم

علمائے کرام نے اپنی کتابوں میں پوری طرح ثابت کر دیا ہے۔

۱۳۹۳/۸/۲۸ھ

(فتویٰ نمبر ۱۶۶۲/۳۵)



(۱) قال الله تعالى: قل يا ايها الكفرون۔

في القرطبي تحتہ، طبعہ بيروت ۱۰: ص ۲۰۸: اذ كان الرسول صلى الله عليه وسلم يعتمدهم في نادرهم فيقول لهم يا ايها الكافرون وهو يعلم انهم يفضيئون من ان ينسبوا الى الكفر ويدخلوا في جملة اهلہ الا وهو محروس ممنوع من ان تنسب عليه منهم يد او تقع به من جهتهم اذية فمن لم يقرأ قل يا ايها الكفرون كما انزلها الله اسقط آية لرسول الله صلى الله عليه وسلم وسبيل اهل الاسلام ان لا يسارعوا الي مثلها۔

(۲) الانعام: ۱۰۸۔

(۳) قل يا ايها الكافرون يشمل كل كافر على وجه الارض (في التفسير لابن كثير ۲: ص ۲۴۹)۔

مزید تفصیل کے لحاظ فرمائیے تفسیر کبیر للرازی: ج ۲: ص ۱۲۸۴۔

فصل فی الأنبياء (انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق سوالات)

مسئلہ عصمتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

سوال (۷): - عصمتِ انبیاء اہل سنت والجماعت کا بنیادی عقیدہ ہے ”عصی آدم فغوی“ وغیرہ قسم کی آیات کا کیا ترجمہ کیا جائے؟

جواب :- انبیائے کرام کا گناہوں سے معصوم ہونا اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے اور قرآن حکیم میں بعض انبیائے کرام کی بعض لغزشوں کا جو ذکر ہے وہ یا تو خلافِ اولیٰ کے درجے میں ہیں یا خطا اجتہادی ہے، اور خلافِ اولیٰ یا خطا اجتہادی کا ارتکاب گناہ نہیں لہذا ان کے ارتکاب سے عصمت میں فرق نہ آیا، مگر قرآن حکیم میں ان کے ارتکاب کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظمتِ شان کے لحاظ سے قدرے سخت الفاظ میں اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ بڑے لوگوں کی ادنیٰ خطا پر مواخذہ بھی بڑا ہوتا ہے، اس وجہ سے نہیں کہ وہ خطا فی نفسہ گناہ تھی، قرآن حکیم کی ایسی تمام آیات کا یہ اجمالی جواب ہے اور تفصیل کتب تفسیر سے معلوم ہو سکتی ہے مثلاً حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر ”بیان القرآن“^(۱) میں یا حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی تفسیر ”معارف القرآن“^(۲) میں ان کا منسل جواب دیکھا جاسکتا ہے۔

واللہ اعلم

۳/۷/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۶۵۶/۲۵)

(۱) ج ۱ ص ۱۲۰

(۲) ج ۱ ص ۱۹۵ نیز مزید تفصیل کے لئے دیکھئے معارف القرآن للکاتب دہلوی ج ۱ ص ۱۱۳ تا ۱۱۴۔

فی البیواقیہ والجواهر للشعرانی (طبعة مصر) ج ۲ ص ۷۰

واما فی حال وقوع الفعل منه فلا لأجل شبهة التاویل فهو کالمجتہد فی زمان فتواہ بأمر ما اعتقادا منه ان ذلك عین الحكم المشروع فی المسئلة وفي ثانی الحال یتظهر له بالدلیل انه اخطا فیکون لسان الظاهر یحکم علیه انه اخطا فی زمان ظهور الدلیل لاقبل ذلك۔

فی شرح الفقه الاکبر ص ۵۵ وقد کانت منهم ذلات ای تقصیرات وخطیئات ای عشرات لهم بالنسبة الی مالهم من اعلى المقامات ولسی الحالات کما وقع لآدم علیه الصلاة والسلام فی اكله من الشجرة علی وجه النسیان او ترک العزیمۃ واختیار الرخصة ظنا منه ان المراد بالشجرة المنهية البشریة الیها بقوله تعالیٰ ولا تقر باهذه الشجرة هی الشخصیة لا الجنس فاکل من الجنس لا من الشخص بناء علی الحمکة الالهیة لیتظهر ضعف قذرة البشریة وقوة اقتضاء مغفرة الربوبیة۔

انظر ایضا التبراس ص ۵۷۔

لغزشاتِ انبیاء عصمت کے منافی نہیں

سوال (۸):- اگر انبیاء سے ایسی غلطیاں ہوئیں جن پر اللہ تعالیٰ نے سخت سزا دی تو پھر عصمت

انبیاء کا کیا مطلب؟

جواب: ۱- جن غلطیوں کی نسبت قرآن کریم یا حدیث نبوی میں انبیاء کی طرف کی گئی ہے درحقیقت وہ کوئی گناہ نہیں تھیں بلکہ اجتہادی خطا تھیں جو نہ صغیرہ گناہ ہیں نہ کبیرہ، بلکہ حدیث میں ہے کہ جو شخص اجتہاد شرعی قواعد و شرائط کے ساتھ کرے پھر صحیح نتیجے پر پہنچ جائے تو اسے دو ثواب ملتے ہیں: ایک اجتہاد کا، ایک اجتہاد سے صحیح نتیجہ نکالنے کا اور اگر نتیجہ صحیح نہ نکال سکا تو ایک ثواب پھر بھی ملتا ہے یعنی اجتہاد کرنے۔^(۱)

گناہ نہ ہونے کے باوجود ان اجتہادی خطاؤں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انبیائے کرام کو تنبیہ کی گئی وہ بھی اس لئے نہ تھی کہ ان انبیاء سے کچھ گناہ ہوا تھا بلکہ اس لئے کہ نشانِ انبیاء کے لائق یہ تھا کہ اجتہادی خطا بھی نہ ہوتی جس کا جتنا اونچا منصب ہوتا ہے اسے جانچنے کا معیار بھی اتنا ہی سخت ہوتا ہے لہذا انبیائے کرام کو ان کی عظمتِ شان کے لحاظ سے اجتہادی خطاؤں پر بھی متنبہ فرمایا گیا جب یہ معلوم ہو گیا کہ انبیائے کرام سے گناہ سرزد نہیں ہوا اور یہ خطائیں گناہ نہیں تھیں تو ان کی عظمت پر کوئی اشکال باقی نہ رہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳/۷/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

(فتویٰ نمبر ۸۸۳/۲۲ ب)

مسئلہ عصمتِ انبیاء میں قولِ فیصل

سوال (۹):- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ہمارے یہاں

دیوبندی مسلک کے جامع مسجد کے خطیب صاحب اور جماعتِ اسلامی کے ایک ورکر کے مابین عصمتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مسئلے پر اختلاف رائے پیدا ہو گیا ہے۔

خطیب صاحب کا کہنا ہے کہ

الف:- کہ جملہ اہل سنت والجماعت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پیدائش

(۱) عن عمرو بن العاص انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: اذا حکم الحاكم فاجتهد ثم اصاب فله اجران واذا حکم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر (الجامع الصحیح للبخاری، باب اجر الحاكم اذا اجتهد فاصاب او اخطأ ۲۶۷/۶ رقم الحدیث:

سے لے کر وصال تک معصوم ہیں ان حضرات سے ترک افضل یا اجتہادی خطائیں سرزد ہونیں جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

ب:- یہ ترک الافضل یا اجتہادی خطاء جس وقت صادر ہوئیں اس وقت بھی انبیاء علیہم السلام عتیمت الہی میں تھے اور یہ صفت عتیمت انبیاء علیہم السلام قبل از بعثت یا بعد از بعثت کسی وقت بھی انبیاء علیہم السلام سے منک نہیں ہوئی حتیٰ کہ صدور کے وقت بھی موجود تھی۔

ج:- یہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے، اور اس پر اجماع ہے، کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔
د:- جو شخص اس عقیدے سے سر مو انحراف یا اختلاف کرتا ہے یا شبہ لاتا ہے کہ صدور کے وقت حفاظت الہی کسی نبی سے اٹھائی گئی تھی وہ بلاشبہ اہل سنت والجماعت بلکہ دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔

جماعت اسلامی کے امیر مودودی صاحب اور ان کے جماعتی چونکہ مندرجہ بالا تصریحات کے مطابق عتیمت انبیاء علیہم السلام کے قائل نہیں ہیں اور صدور اور ترک الافضل کے وقت حفاظت الہی کا اٹھایا جانا سنت ہیں لہذا سب کے سب اہل سنت والجماعت بلکہ دائرۃ اسلام سے خارج ہیں کیونکہ کسی وقت بھی اگر حفاظت الہی کا اٹھایا جاتا مان لیا جائے تو پورا دین مشکوک ہو جاتا ہے۔

جماعت اسلامی کے ورکر کا کہنا ہے کہ:-

الف:- بلاشبہ جملہ انبیائے کرام معصوم ہیں اور یہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے مگر اس کی تفصیلات ہیں علمائے اہل سنت کے مابین اختلاف ہوا ہے اور اس کی گنجائش ہے۔

ب:- اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ صدور خطا کے وقت بھی حفاظت الہی قائم تھی تو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک مجروح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت بھی قائم ہو اور نبی سے وہ بات بھی صادر ہو جسے اللہ تعالیٰ ناپسند فرمادے اور اپنی کتاب میں واضح طور پر اس کا ذکر فرمانے لہذا یہ عقیدہ زیادہ صحیح اور قرین احتیاط ہے کہ ایک یا دو مواقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت اٹھا کر ترک الافضل یا اجتہادی خطا یا بھول چوک ہونے دی ہے اور فوراً ہی متنبہ فرما کر اس کی اصلاح بھی فرمادی ہے تاکہ ایک طرف یہ واضح ہو جائے کہ انبیاء علیہم السلام گو افضل ترین بشر ہیں مگر ہیں بشر ہی، الہ نہیں ہیں۔ اگر حفاظت الہی ایک لمحے کے لئے بھی اٹھ جائے تو ان سے بھول چوک ہو سکتی ہے دوسرے طرف یہ بات بھی بالکل واضح ہو جائے کہ جن باتوں کا صدور ہوا ہے صرف یہی تھیں جن کی تصریح فرمادی گئی ہے اور اب یہ امر شک و شبہ سے بالاتر ہے اور قطعی یقینی ہے کہ نبی کی پوری زندگی پاکیزہ، شک و شبہ سے بالاتر، واجب الاتباع اور اسوۂ حسنہ ہے۔ لہذا مودودی صاحب اور ان کے ہم عقیدہ لوگ نہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں اور نہ ہی دائرۃ اسلام سے خارج ہیں۔

چونکہ مولانا مودودی صاحب اور بعض دوسرے علماء حضرات کا یہ اختلاف لاکھوں لوگوں کو

متاثر کر رہا ہے لہذا پورے احساسِ ذمہ داری کے ساتھ محاکمہ فرما کر فتویٰ صادر فرمایا جائے عند اللہ ماجور ہوں گے۔

جواب :- جماعتِ اسلامی کے ورکر نے جو بات فقرہ (ب) میں کہی ہے، صحیح نہیں ہے اور اپنے دعویٰ کی دلیل میں جو کچھ کہا ہے وہ بھی صحیح نہیں، اس غلطی کی وجہ دراصل عصمتِ انبیاء کی حقیقت سے ناواقفیت ہے عصمتِ انبیاء کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور ان سے جہاں کہیں ترکِ افضل یا خطاً اجتہادی سرزد ہوئی ہے وہ سرے سے گناہ ہی نہیں، نہ صغیرہ نہ کبیرہ، ترکِ الافضل کا گناہ نہ ہونا تو ظاہر ہے اور خطاً اجتہادی کے بارے میں حدیث میں صراحت ہے کہ اس پر بھی مجتہد کو گناہ کے بجائے اس کے اجتہاد کا ثواب ملتا ہے^(۱) تو یہ دونوں چیزیں جب صغیرہ گناہ ہیں نہ کبیرہ تو ان کا صدور عصمت کے منافی نہیں، لہذا عصمت کے ہوتے ہوئے بھی ان کا صدور ہو سکتا ہے اور قرآن و سنت میں جہاں کہیں (انبیائے کرام علیہم السلام) کی طرف کسی معصیت کی نسبت یا ان پر عتاب کا ذکر ہے اس کا سبب یہی درحقیقت ترکِ الافضل یا خطاً اجتہادی ہی ہے معصیت نہیں، اور معصیت کی نسبت مجازی اور عتاب ان کی شان کے لحاظ سے ہے کہ ان کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ ان سے یہ ترکِ الافضل اور خطاً اجتہادی بھی نہ ہوتی۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا تو ان کی ہمہ وقتی عصمت میں کیا شبہ رہا۔^(۲) لہذا یہ کہنا کہ ترکِ الافضل اور خطاً اجتہادی کے وقت ان کی عصمت مرتفع ہو گئی تھی تعبیر کی غلطی اور شرعی اصطلاحات سے ناواقفیت کی دلیل ہے اور بہت بڑی جسارت ہے۔ مگر چونکہ اس غلط تعبیر سے نفسِ مسئلہ میں کوئی تغیر نہیں پڑتا، کیونکہ ترکِ الافضل اور خطاً اجتہادی کے صدور کا انکار اہل سنت والجماعت بھی نہیں کرتے اور اب سوال صرف یہ رہ گیا ہے کہ اس ترکِ الافضل اور خطاً اجتہادی کا نام ”عارضی ارتفاحِ عصمت“ رکھا جائے یا کچھ اور؟ اہل سنت والجماعت نے اس تعبیر کی جسارت نہیں کی لہذا اس غلط تعبیر سے کلی اجتناب کیا جائے تاہم محض تعبیر کی غلطی کی بناء پر کسی کو دائرۃ اسلام یا اہل سنت والجماعت سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا۔

واللہ اعلم بالصواب

۸۹/۱۱/۷ھ

(فتویٰ نمبر ۶۷۶/۲۰ الف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی یا روحانی؟

سوال (۱۰) :- (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کو معراج جسمانی ہوا تھا یا روحانی؟ مسجد اقصیٰ تک

(۱) ملاحظہ فرمائیے: گزشتہ مسئلے کا حاشیہ۔

(۲) والانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کلہم علی ما ثبت بالکتاب والسنة واجماع الامة منزہون ای معصومون عن الصغائر والکبائر ای من جمیع المعاصی (شرح الفقہ الکبیر ص ۵۴)۔

معراج کا ذکر تو قرآن میں ہے لیکن مسجد اقصیٰ سے اوپر تک قرآن میں مذکور نہیں کیا۔ اس کا ثبوت احادیث سے ہے؟ کیا معراج کے اس دوسرے حصے کے منکر کو کافر کہا جائے گا؟ اسی طرح پہلے حصے کے منکر کا حکم بھی بتلائیں اور کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں اللہ تعالیٰ کو بغیر کسی پردے کے دیکھا ہے یا نہیں؟ اگر دیکھا ہے تو اس کی کیفیت کیا ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ معراج جسمانی کا انکار فرماتی ہیں اس کے متعلق بھی وضاحت کریں۔

جواب :- مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک راتوں رات لے جانا تو قرآن حکیم سے قطعی طور پر ثابت ہے اس کا انکار کفر ہے اور مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک کی معراج احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس کا انکار کرنے والا سخت گنہگار ہے اس کو توبہ و استغفار کرنا چاہئے البتہ اس شخص کو کافر نہ کہنا چاہئے^(۱)۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں اللہ تعالیٰ کا دیدار بغیر پردے کے کیا ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں صحابہ کرام کی آراء مختلف تھیں لیکن قول راجح یہ ہے کہ دیدار ہوا^(۲) اور حضرت عائشہ معراج جسمانی کا انکار نہ فرماتی تھیں بلکہ دیدار کا انکار فرماتی تھیں^(۳)۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۷/۱۱/۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۰۱۵/۲۲ ج)

شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار باری تعالیٰ ہوا یا نہیں؟

سوال (۱۱) :- ایک صاحب سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے نہیں دیکھا جب ان سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا شب معراج میں ہم کلامی نہیں کی؟ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی

(۱) غایتہ ان دلالة الآية على الاسراء من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى نص قاطع يكون جاحده كافر او منافقا ودلالة الاحاديث على اسراؤه الى السماء ... ظنية منكرة يكون مبتدعاً فاسقاً۔ (شرح الشفاء ج ۱ ص ۴۱۹) انظر ايضاً شرح الفقه الاكبر ص ۱۰۰ من انكر المعراج الى قوله وهي ظنية الرواية والدراية۔

(۲) في شرح الشفاء ج ۱ ص ۴۱۹ والراجح كما قال النووي عند اكثر العلماء انه رآه بعيني راسه ليلة الاسراء واثبات هذا ليس الا بالسماع منه صلى الله عليه وسلم وهو مما لا شك فيه۔

وفيه ج ۱ ص ۴۰۲ وذهب معظم السلف والمسلمين الى انه اسراء بالجسد اي مع الروح لا بالروح دون الجسم وفي اليقظة وهذا هو الحق الثابت عند اهلہ وهو قول ابن عباس وجابر وهو دليل قول عائشة اي مذهبيها المختار لها وهو لا ينافي ما سبق مما نسب اليها وهو قول الطبري وابن حنبل وجماعة عظيمة اي رتبة وكثرة من المسلمين وهو اكثر المتأخرين من الفقهاء والمحدثين والمتكلمين والمفسرين۔

(۳) وفيه ص ۴۱۵ ج ۱ حديث عائشة رضي الله تعالى عنها بالثابت عند ائمة الحديث القادح في سنده عنها اذ فيه ابن اسحق وقد تكلم فيه مالك وغيره وايضاً فقد روي في حديث عائشة ما فقدت اي جسده بل الذي يدل عليه صحيح قولها انه اي ان اسراؤه كان بجسده لا نكراه ان يكون رؤياه لربه اي ليلة الاسراء رؤيا عين ولو كانت عندها منام لم تنكره اي لم تنكره كون رؤيته لربه مناماً۔

اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک چادر حائل تھی گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔
جواب :- اس مسئلے میں صحابہ کرام کی رائیں مختلف ہیں: بعض صحابہ کرام کا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل جلالہ کا دیدار نہیں کیا اور بعض حضرات صحابہ کا بیان ہے کہ دیدار کیا ہے ^(۱) محققین نے اس کو ترجیح دی ہے۔ ^(۲)
واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸/۸/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۹۹۶/۲۵)

دیدارِ باری تعالیٰ سے متعلق حضرت عائشہؓ

اور حضرت ابن عباسؓ کا اختلاف

سوال (۱۲) :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج شریف میں دیدارِ باری تعالیٰ نصیب ہوا یا نہیں؟ تفسیر ابن کثیر کی جلد سوم میں سورۃ اسرا ئیل کی تفسیر میں حدیث معراج کا ذکر ہوا، حضرت ابن عباس نے ثابت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے باری تعالیٰ کو شب معراج میں دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے کہ جس نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج دیدارِ الہی نصیب ہوا اس نے غلط کہا۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں شریک نامی راوی ضعیف ہے آپ اس پر روشنی ڈالیں تاکہ یہ مسئلہ حل ہو سکے۔

جواب :- حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ کا یہ اختلاف کتب حدیث میں مذکور ہے، ہمارے بزرگوں نے عموماً ترجیح حضرت ابن عباس کے قول کو دی ہے ^(۳) مگر اس مسئلے کی تحقیق پر نہ کوئی ضروری عقیدہ موقوف ہے نہ عمل۔ لہذا اس سے زیادہ ضروری کاموں میں وقت لگانا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴/۱۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۸۴۸/۲۵ ح)

(۱) فی شرح الشفاء ج: ۱ ص: ۶۱۶ فانختلف السلف فيها فانكرت عائشة رضي الله تعالى عنها ... وقال جماعة من المحدثين والمتكلمين بقول عائشة وهو المشهور كما رواه الشيخان عن ابن مسعود انه رأى جبريل ومثله عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه انه قال رأى جبريل عليه السلام واختلف عنه اى عن ابي هريرة اذا قد روى عنه انه قال راه بعينه كابن مسعود وابي ذر والحسن وابن حنبل وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما انه راه بعينه وبه قال انس وعكرمة والربيع۔

(۲) ملاحظہ فرمائیے: گزشتہ مسئلے کا حاشیہ۔

(۳) فی المنہاج شرح صحیح مسلم للنووی ج: ۲ ص: ۶۰ واما صاحب التحرير فانه اختار اثبات الرؤية قال والحجج في هذه المسئلة وان كانت كثيرة ولكن لا نتمسك الا بالأقوى منها وهو حديث ابن عباس رضي الله تعالى عنه۔
فی شرح الشفاء ج: ۱ ص: ۶۱۸ والحاصل انه اختلفت الروايات عن ابن عباس في مسئلة الرؤية والأشهر عنه اى عن ابن عباس انه رأى ربه بعينه روى ذلك اى القول الأشهر عنه من طرق اى بأئین متعددہ اقتضت الشهرة۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے یا بشر؟

سوال (۱۳): - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کے سلسلے میں تحریر فرمائیں۔

جواب: - قرآن حکیم میں صراحت موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے اور اللہ کے رسول تھے، سورہ کہف کی آخری آیت میں ارشاد ہے کہ: "قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ" (۱) یعنی آپ کہہ دیجئے کہ میں بس ایک ایسا بشر ہوں جس کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے، لیکن اس معنی کے اعتبار سے آپ نور بھی تھے کہ جس طرح آفتاب وغیرہ کی روشنی سے ظاہری تار کی دور ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ آپ کی ذات اقدس اور تعلیمات سے کفر اور گمراہی کی تاریکیاں دور ہوئیں، یعنی اگرچہ آپ اس طرح کا ظاہری نور نہ تھے جیسا کہ آفتاب کی روشنی، بلکہ معنوی نور تھے جس سے معنوی تاریکیاں دور ہوئیں (۲)، اور معنوی نور ہونا بشر ہونے کے منافی نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۳/۱/۲۵ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۱۸۷/۲۵ ب)

عقائدِ فاسدہ کی تبلیغ حرام ہے اور حدیث ”نورِ محمدی کی تخلیق تمام اشیاء سے مقدم ہے“ کی تشریح

سوال (۱۴): - آج کل ان امور کی اس علاقے میں زیادہ تبلیغ ہو رہی ہے:

۱- جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور نہ مانے، ۲- ”یا رسول اللہ“ نہ پکارے، ۳- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کرے ۴- اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر نہ سمجھے ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے، وہ لوگ تمہیں نمازوں سمیت دوزخ میں لے جاویں گے اور علم الغیب کے لئے ایک آیت بھی پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں سات سال تک حجاز و عرب میں مقیم رہا ہوں اور مجھے عربی کلام پر عبور حاصل ہے کوئی مولوی ہے تو جواب دے۔ آیت ”وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ“ پیش کرتے ہیں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے پر ایک حدیث پیش کرتے ہیں جس کا مفہوم ہے کہ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا گیا۔

نور یا علم الغیب اور حاضر و ناظر ہونے کی کوئی آیت یا حدیث اور فقہاء کا کوئی قول ہے؟ اور

(۱) تیزم السجدة، آیت: ۶ اور بنی اسرائیل آیت: ۹۳ میں بھی یہضمون موجود ہے۔

(۲) وسمی محمدًا والقرآن نور لکونہما کاشفین لظلمات الکفر (تفسیر المظہری، تحت قوله تعالیٰ قد جانکم من اللہ نور الخ

بریلویوں سے پہلے بھی یہ عقیدہ رائج تھا؟ اور اگر تھا تو اس کا رد ہوا تھا یا نہیں؟

جواب:- ۱ تا ۴ جن امور کی تبلیغ کا ذکر ہے یہ سب باتیں لوگوں نے خود ایجاد کی ہیں، شریعت

کی کسی دلیل سے ان کا ثبوت نہیں، یہ سب عقیدے بدعت اور واجب ترک ہیں اور ان کی تبلیغ حرام ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”نشر الطیب“ کے حاشیہ میں حدیث کے یہ

الفاظ بحوالہ عبدالرزاق نقل کئے ہیں: ”یا جابر ان الله تعالى خلق قبل الاشياء نور نبيك“ اس وقت

مصنف عبدالرزاق سامنے نہیں لہذا اس کی سند کے بارے میں کچھ کہا نہیں جاسکتا^(۱) البتہ یہ حدیث اگر سنداً

ثابت ہو جائے تو اس کا جو مطلب ہوگا وہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ ”نشر الطیب“ میں تحریر فرمایا

ہے ذیل میں بعینہ نقل کیا جاتا ہے:-

”ظاہر انور محمدی روح محمدی سے عبارت ہے اور حقیقت روح کی اکثر محققین کے قول پر مادہ سے

مجرد ہے اور مجرد کا مادیات کے لئے مادہ ہونا ممکن نہیں پس ظاہر اس نور کے فیض سے کوئی مادہ بنایا گیا ہے کہ

اس مادے کے چار حصے کئے گئے (حاشیہ نشر الطیب ص: ۷ مطبوعہ تاج کمپنی)۔ واللہ اعلم

۱۳۹۵ھ / ۶۲۲۳

(فتویٰ نمبر ۱۳۹ / ۲۶)

(۱) کافی تنقید اور تاثر کے باوجود بندہ کو مصنف عبدالرزاق کے مطبوعہ نسخوں میں یہ روایت نہیں مل سکی البتہ دیگر کتب المواہب اللدنیۃ للزرقلانی طبع بیروت ج: ۱ ص: ۱۷۱ اور کشف الخفاء ومزیل الانیاس عما اشتر من الاحادیث علی السینۃ الناس للعجلونی طبع بیروت ج: ۱ ص: ۳۱۱ میں یہ روایت موجود ہے لیکن مذکورہ دونوں کتابوں میں بھی سند مذکور نہیں اور روایت کے شروع میں یہ الفاظ درج ہیں: ”رواہ عبدالرزاق بسندہ عن جابر“ الخ نیز علامہ عبدالحی لکھنوی نے اس روایت کو اپنی کتاب الآثار المرفوعة فی اخبار الموضوعۃ میں ذکر کر کے اسے ”موسوسہ“ اور غیر ثابت قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی واضح رہے کہ علامہ لکھنوی نے بھی اس روایت کو المواہب اللدنیۃ وغیرہ کے حوالے ہی سے نقل کیا ہے۔ ذیل میں علامہ مرحوم کی تحقیق کے چند اقتباس تحریر کئے جاتے ہیں تاکہ حقیقت تک رسائی ہو سکے۔

فی الآثار المرفوعة فی اخبار الموضوعۃ ص: ۳۳۰ ”ومتنا ما یذکر وہ فی ذکر المولد النبوی ان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلق من نور اللہ بمعنی ان ذاته المقدسة صارت مادة لذاته المنودة وهذا سفسطة من القول فانه مستلزم لتجزی وغیر ذلک مما یتبعہ فی ذاته تعالیٰ اللہ عنہ والذی اوقعہم فی هذه الودطة الظلماء هو ظاہر رواية عبدالرزاق فی مصنفہ عن جابر قال قلت یارسول اللہ! ان الله خلق قبل الاشياء نور نبيك من نوره الحديث المذكور بشماہ فی المواہب اللدنیۃ وغیرہ وقد اخطأ وافى فهم المراد النبوی قال الزرقانی فی شرح المواہب عند شرح قوله من نوره اضافة تشریف . . . وہی بیانیۃ ای من نور ہو ذاته . . . قال ایضاً قبل ذلک باوراق عديدة اماماً ذکر من ان الله قبض من نور وجهه قبضة ونظر انیبا فعرفت وذلك فخلق الله من كل نقطة نبياً وان القبضة كانت هي النبي صلی اللہ علیہ وسلم . . . وانه كان موجود قبل ان یخلق ابواہ وانه كان یحفظ القرآن قبل ان یأتیا جبرائیل وامثال هذه الامور فقال الحافظ ابو العباس احمد بن تیمیۃ فی فتاواہ ولقنہ الحافظ ابن کثیر فی تاریخہ وقرہ کل ذلک کذب مضری باتفاق اهل العلم یحدیثہ انتہی۔

تنبیہ:- قد ثبت من رواية عبدالرزاق اولیۃ النور المحمدی اولی ما خلق نوری وهو حدیث لم یثبت بهذا المعنی وان ورد غیرہ موافقاً فی المعنی . قلت حدیث العقل موضوع وانثثة الاخر لم ترد بهذا اللفظ فاستغنی عن التأویل انتہی۔ قلت نظیر اول ما خلق الله نوری فی عدم ثبوته لفظاً ووروده معنی ما اشتهر علی لسان القصاص والعوام والخواص من حدیث لولات لما خلقت الافلاك۔

اس تمام تفصیل سے اتنی بات تقریباً واضح ہو چکی کہ جن حضرات نے اس روایت کو ذکر کیا ہے انہوں نے مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور سند بیان نہیں کی اور مطبوعہ نسخے میں یہ روایت نہیں ملی اور علامہ لکھنوی کی تحقیق کے مطابق (باقی اگلے صفحے پر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیک وقت متعدد جگہوں پر موجود ہونے اور یہ قول کہ ”جو آسمان پر احد ہے وہی زمین پر احمد ہے“ کی تفصیل

سوال (۱۵): ۱- زید کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی ہے بلکہ وہ زندہ ہیں صرف پردہ فرمالیا ہے اپنی روح اور جسم خاکی کے ساتھ جہاں چاہیں بیک وقت لاکھوں کروڑوں جگہ اپنے شیدائیوں کی پکار سن کر تشریف لاتے ہیں، رات دن ہر جگہ ملاقات فرماتے ہیں جو آسمان پر احد ہے وہی زمین پر احمد ہے، اپنی تریسٹھ سالہ زندگی میں کبھی بشری حادثات نے نہیں گھیرا، افک کے واقعے کا رنج، شہادتِ دندان کی تکلیف، مکہ میں شہادتِ عثمان کی غلط خبر پر پریشانی، نابینا شخص کے اعتراض پر تنبیہ، جادو کا اثر، مرض الموت یہ سب فرضی قصے ہیں جو آپ کی شان سے بعید ہیں، کیا زید کی اقتداء درست ہے؟

۲- بکر کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں، کھانا کھاتے ہیں، جہاں چاہیں کرۂ ارض میں اپنی روح اور جسم کے ساتھ لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ کیا بکر کا یہ عقیدہ درست ہے؟ اور اس کی اقتداء میں نماز درست ہے؟

۳- عمرو کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں فرق صرف اتنا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے جو لوگوں سے بیان کرتا ہوں، آپ کی وفات ہو چکی ہے، دوسرے انسانوں کی طرح یومِ حساب سے پہلے آپ کی روح عالمِ برزخ سے واپس آ کر جسم خاکی میں داخل نہیں ہو سکتی، بقایا لوازمات کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیا عمرو کا عقیدہ درست ہے اور اس کی امامت میں ادائیگی فرض نماز کی درست ہے؟

جواب: ۱- زید کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی صرف پردہ کیا ہے، قرآن وحدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ آیت قرآنی ”إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُ مَيِّتُونَ“ (۱) کا کوئی مفہوم باقی نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۵ پر)..... یہ موضوع اور لفظ غیر ثابت روایت ہے تاہم اس کے معنی ثابت ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق سب سے مقدم ہے۔ اس تفصیل کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ جن بزرگوں نے اس روایت کے معنی کی تصحیح کی کوشش فرمائی ہے انہوں نے اس اعتماد پر کہ شاید یہ روایت مصنف عبد الرزاق میں سند صحیح کے ساتھ آئی ہو ایک اور روایت ”اول ما خلق اللہ روحی“ کی روشنی میں یہ معنی بیان کیا ہے کہ نور محمدی سے مراد روح محمدی ہے کیونکہ اگر نور سے مراد بھی ذات محمدی ہو تو پھر مضاف اور مضاف الیہ میں اتحاد لازم آئے گا اس لئے نور سے مراد نورہ بالاد و دوسری روایت کی روشنی میں روح محمدی مراد لیا گیا، چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں: ”قوله اول ما خلق اللہ نورہ و فی روایۃ روحی ومعناهما واحد فان الارواح نورانیۃ ای اول ما خلق اللہ من الارواح روحی۔“ واللہ اعلم سلطان محمود۔ (المرقاة، باب الایمان بالقدر، الفصل الثانی: ۱۰ ص: ۱۶۷)۔

رہتا۔ اور یہ کہنا کہ بیک وقت لاکھوں کروڑوں جگہ اپنے شیدائیوں کی پکار سن کر تشریف لاتے ہیں، خلافِ عقل ہونے کے ساتھ ساتھ خلافِ عقل بھی ہے، جس کو معمولی عقل بھی ہو وہ اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا، کیونکہ ایک آدمی ایک وقت میں دو جگہ بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ لاکھوں جگہ۔ اور یہ کہنا کہ جو آسمان پر اُحد ہے وہی زمین پر اُحد ہے صریح کفر یہ عقیدہ ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہیں اس کے کفر ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور بشریت کا انکار صریح قرآن کے خلاف ہے بہر کیف جس شخص کا یہ عقیدہ ہو وہ خارج از اسلام ہے اس کے پیچھے نماز ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔^(۱)

۲۔ بکر کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں زندہ ہیں یہ صحیح ہے، لیکن یہ زندگی دُنیوی زندگی نہیں، بلکہ برزخی زندگی ہے، اس لئے بکر کا یہ کہنا کہ آپ قبر میں کھانا کھاتے ہیں غلط ہے، کیونکہ کھانا پینا یہ دُنیوی زندگی کے لوازمات ہیں نہ کہ برزخی زندگی کے۔ بکر کا یہ کہنا کہ آپ جہاں چاہیں رات یا دن میں کرۂ ارض میں اپنی ہی رُوح اور اپنے جسم کے ساتھ لوگوں سے ملاقات کر سکتے ہیں یہ اللہ کی قدرت سے بعید نہیں، اللہ کی قدرت اور مشیت سے ایسا ہو سکتا ہے،^(۲) لیکن جب تک اللہ کی مشیت اور قدرت شامل حال نہ ہو تو آپ اپنی مرضی سے جہاں چاہیں وہاں نہیں جاسکتے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں، اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی اور بندے کو بھی اس کی رُوح اور جسم کو کہیں بھیجنا چاہیں تو بھیج سکتے ہیں بہر حال یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت سے متعلق ہے، کوئی اللہ کا بندہ خواہ نبی ہو یا ولی اپنی مرضی سے کہیں نہیں جاسکتا، لیکن صرف اس بات کی بنا پر یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی یا ولی مرنے کے بعد جہاں چاہے جاسکتا ہے محتاج دلیل ہے، جب تک کسی دلیل سے یہ ثابت نہ ہو کہ ہر نبی یا ولی مرنے کے بعد ادھر ادھر جایا کرتا ہے یہ عقیدہ دُست نہیں، اللہ کی قدرت کا ہونا اور بات ہے اور کسی بات کا وقوع پذیر ہونا اور بات۔ وقوع کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اس لئے بکر کا یہ عقیدہ کہ ہر بزرگ جو پردہ کر گیا ہے وہ بالکل اپنی مرضی سے جہاں چاہے اور جو کچھ چاہے کر سکتا ہے، قرآن و سنت اور اجماع کے خلاف ہے اور غلط عقیدہ ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

(۱) فی تفسیر المظہری ج: ۲ ص: ۲۵۳ ومن یشرک باللہ ای فبی وجوب الوجود وتواصلہ او فی العبادة شینا۔

فی الہندیۃ ج: ۲ ص: ۲۵۸ یکفر اذا وصف اللہ تعالیٰ بما لا یتلوق بہ او جعل لہ شریکا۔

فی حاشیۃ الخیالی (تحت قولہ وانما عبر عن الکفر بالشرک) ص: ۱۲۴ وتفصیل فرق الکفر علی ما ذکرہ فی شرح المقاصد وان قاتل بالشریک فی اللوہیۃ فہو المشرک۔

نیز ملاحظہ فرمائیے امداد المفتین میں رسالہ الافصاح عن تصرفات الجن والارواح۔

(۲) فی تفسیر المظہری ج: ۱ ص: ۱۷۰ وقد تواتر عن کثیر من الاولیاء انہم ینصرون اولیائہم ویدمرون اعدائہم ویہدون الی اللہ تعالیٰ من یشاء اللہ تعالیٰ۔

۳۔ عمرو کا عقیدہ بالکل صحیح اور اہل سنت والجماعت کے بالکل موافق ہے اس لئے اس کے پیچھے نماز صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔
واللہ اعلم

کتبہ

محمد عبدالغفار ارکانی

۱۲/۲۷/۹۴ھ

جواب صحیح ہے لیکن عمرو کا خط کشیدہ جملہ قابلِ نظر ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت ہو تو ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

محمد رفیع عثمانی

۱۲/۲۷/۹۴ھ

مُلّا علی قاریؒ اور مسئلہ حاضر ناظر

سوال (۱۶):- اہل بدعت حضرات نے کچھ عرصہ اس علاقے کو اپنی خصوصی سرگرمیوں کی آماجگاہ بنایا ہوا ہے، ان کے پیش کردہ مسائل میں مسئلہ علم غیب اور مسئلہ حاضر ناظر سرفہرست ہیں، اس سلسلے میں ہمیں جناب کی تفسیر ”معارف القرآن“ اور حضرت مولانا سرفراز احمد خان صفدر کی تصانیف سے خاصا فائدہ پہنچا ہے، لیکن ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے متعلق حضرت ملّا علی قاریؒ کے مسلک کے متعلق کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکے۔ اہل بدعت دعویٰ کرتے ہیں کہ ملّا علی قاریؒ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر تسلیم کرتے ہیں کیونکہ وہ شرح الشفاء میں لکھتے ہیں: ”ای لان روحہ علیہ السلام حاضر فی بیوت الاسلام“ اس کے جواب میں جناب کے مکتبہ دارالاشاعت کے شائع کردہ رسالہ مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ص: ۷ پر لکھا ہے ”بعض کوتاہ بینوں کو نسخہ شرح شفاء سے جس میں اہل مطبع کی غلطی سے ایک ”لا“ رو گیا ہے اصل عبارت ملّا قاریؒ کی یہ ہے: ”لا لان روحہ صلی اللہ علیہ وسلم“ چنانچہ شرف شفا کی اور صحیح نسخہ قلمیہ اور مطبوعہ سے یہ امر واضح ہے“ اس کے جواب میں بدعتی حضرات اپنی تقریروں میں دعویٰ کرتے ہیں کہ شرح شفا کا کوئی ایسا نسخہ موجود نہیں جس میں ”لا“ کا لفظ موجود ہو، حال میں مولانا سرفراز احمد خان کی ”تبرید النواظر“ کا جواب دیتے ہوئے ایک بدعتی مناظر اپنے رسالہ ”تنویر الخواطر“ میں لکھتے ہیں:-

”خان صاحب گلکھڑوی کو ملّا علی قاریؒ کی عبارت میں ”لا“ گھسیڑتے ہوئے شرم نہ آئی اور عوام کی آنکھیں سیاہ کرنے کے لئے یہ گورہ نشانی کی کہ بعض نسخوں میں لفظ ”لا“ رو گیا ہے اور یہ نہ سوچا کہ جن کے پاس کتاب موجود ہے انہیں میں دھوکا نہیں دے سکتا، کیا خاں صاحب کسی ایسے نسخے کی طرف ہماری رہنمائی فرما سکتے ہیں جس کی اصل عبارت میں ”لا“ کا لفظ موجود ہو، بندہ دعویٰ کرتا ہے اکیلے خاں صاحب کیا ان کا

سارا طائفہ (دیوبند) بھی یہ ثابت نہیں کر سکتا، (تہذیب الخواطر ص: ۳۳-۳۴)۔

اس سلسلے میں حضرت مولانا سرفراز احمد خان صفدر صاحب نے بتایا کہ انہوں نے اپنے رسالے میں یہ دعویٰ دارالاشاعت کے شائع کردہ رسالہ مسئلہ در علم غیب از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے اعتماد پر کیا ہے ورنہ ان کے علم میں شرح الشفاء کا کوئی نسخہ ایسا نہیں جس میں ”لا“ موجود ہو۔ انہوں نے ہی مشورہ دیا کہ تحقیق کے لئے جناب کی طرف رجوع کیا جائے اگر جناب کے علم میں پاکستان کے کسی کتب خانے میں شرح شفاء کا کوئی ایسا نسخہ ہو، جس میں ”لا“ کا لفظ موجود ہو تو مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔

جواب :- مکرمی و محترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم نے اپنے نسخوں اور کراچی کی لائبریری میں سے جن جن کے نسخوں کی مراجعت ممکن ہوئی ان کی مراجعت کی، ان میں سے کسی میں لفظ ”لا“ نہیں ملا، لیکن نہ ملنے سے یہ لازم ہرگز نہیں آتا کہ مثلاً علی قاری رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے، کیونکہ اس عقیدے کے خلاف ان کی صریح عبارتیں موجود ہیں جن میں سے کئی عبارتیں خود رسالہ مسئلہ علم غیب میں باحوالہ مذکور ہیں، ان کے ہوتے ہوئے ان کے بارے میں یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس عقیدے کے قائل تھے۔ لامحالہ ان کی شرح شفاء کی زیر بحث عبارت میں ایسی تاویل ناگزیر ہے کہ یہ عبارت ان کی دوسری صریح عبارتوں اور جمہور سلف کے اقوال و اعتقادات سے متصادم نہ رہے۔ رسالہ مسئلہ علم غیب میں جو لکھا گیا ہے کہ اس میں لفظ ”لا“ رہ گیا ہے اور قلمی نسخوں کا حوالہ دیا گیا ہے یہ بھی ایک معقول توجیہ ہے۔ اگر ہمیں موجودہ نسخوں میں یہ لفظ نہیں ملا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو نسخے حضرت گنگوہیؒ کے مطالعے میں آئے ان میں بھی یہ لفظ نہ ہو والمثبت مقدم علی النافی قاعدہ کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اس توجیہ کو تسلیم کیا جائے، اور اگر کسی کا دل اس توجیہ پر مطمئن نہیں ہوتا تو اس پر کیسے مطمئن ہو جائے گا کہ مثلاً علی قاریؒ کی طرف ایسا عقیدہ منسوب کیا جائے جس کی نفی صراحۃً انہوں نے اپنی کتابوں میں کی ہے اور جو جمہور سلف کے عقیدے کے خلاف ہے، لامحالہ کہنا پڑے گا کہ اگر لفظ ”لا“ نہیں رہا تو کتابت کی کوئی اور غلطی واقع ہوئی ہے اور بعد کے نسخے اس غلطی کو نقل کرتے رہے ہیں۔ اس قسم کی مثالیں بکثرت موجود ہیں کہ ایک نسخے میں غلطی کے باعث بعد کے تمام نسخوں میں وہ غلطی نقل ہوتی چلی گئی۔

یہ بھی یاد رہے کہ ”مسئلہ علم غیب“ حضرت گنگوہیؒ کی کوئی تصنیف نہیں بلکہ ایک خط کا جواب ہے جو

(۱) ملاحظہ فرمائیے مسئلہ علم غیب از حضرت گنگوہیؒ مع علم غیب مؤلفہ حضرت قاری طیب صاحب ص: ۱۵۷-۱۵۹۔ نیز ملاحظہ فرمائیے مثلاً علی قاریؒ اور مسئلہ علم غیب و حاضر ناظر مؤلفہ مولانا محمد سرفراز احمد سرفراز مدظلہ العالی۔

ان کی اجازت سے شائع نہیں ہوا، جس کو خط کا جواب لکھا اس نے اشاعت کرا دی، لہذا اس کی سند حضرت گنگوہی کی طرف جب تک معتبر طریقے سے ثابت نہ ہو اس کی نسبت حضرت گنگوہی کی طرف یقین سے کرنا مشکل ہے۔

واللہ اعلم

۱۸/۲/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶۳۶۷ الف)

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سوال (۱۷):- مولانا شمس الحق صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے وہ فوت ہو چکے ہیں اور کچھ نہیں دیکھ سکتے، دوسرے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور جب ہم ان کی قبر مبارک پر جاتے ہیں تو وہ ہمیں دیکھتے ہیں مگر دوسرے شہر میں (مدینہ کے سوا) وہ نہیں دیکھ سکتے، اگر وہ قبر میں زندہ ہیں تو قبر میں کیوں دفن کیا گیا؟ اس کی کیا مصلحت ہے؟

جواب:- ہر انسان کی موت کے بعد بھی اس کی روح عالم برزخ میں زندہ رہتی ہے، اور روح کا ایک گونہ تعلق جسم و قبر سے بھی رہتا ہے، یہ تعلق اپنے اپنے اعمال و حالات کے اعتبار سے کسی کا قوی ہوتا ہے کسی کا کمزور^(۱)، عام کے مقابلے میں شہیدوں کی روح کا تعلق زیادہ قوی ہوتا ہے، اسی زیادتی قوت کے باعث قرآن کریم میں شہید کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ: ”بَلْ أَحْيَاءُ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ“ یعنی شہید زندہ ہیں لیکن تم محسوس نہیں کرتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا تعلق جسم اطہر کے ساتھ شہید سے بھی زیادہ ہے، اتنا زیادہ ہے کہ کسی اور کی روح کو اپنے جسم سے اتنا تعلق نہیں ہوتا^(۲)۔ چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ کی قبر شریف پر حاضر ہو کر جو آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے آپ اسے خود سنتے اور جواب عنایت فرماتے ہیں^(۳) ہاں دیکھنے کا ذکر کسی حدیث میں نظر سے نہیں گزرا۔

واللہ اعلم

۳۰/۱/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۱۷۲۵ ب)

(۱) ان التعلق ایضاً بما یتفاوت قوۃ وضعفاً بحسب الأشخاص بل وبحسب الأزمان وروح المعانی ج: ۲۱ ص: ۵۸ طبع المکتبۃ الرشیدیۃ لاہور۔

(۲) وقد جمع البیہقی کتاباً لطیفاً فی حیاۃ الأنبیاء فی قبورہم اورد فیہ حدیث انس: الأنبیاء احياء فی قبورہم ... اخرجہ وهو من رجال الصحیح وقد وثقہ احمد وابن حبان الخ۔ (فتح الباری ج: ۶ ص: ۶۰۴ قدیمی) ... وفیہ ج: ۱ ص: ۶۰۴: قال وصلاتہم فی اوقات مختلفۃ وفی اماکن مختلفۃ لا یردہ العقل وقد ثبت بہ النقل فدلّ ذلك علی حیاتیہم قلت واذا ثبت انہم احياء من حیث النقل فانه یقویہ من حیث النظر کون الشهداء احياء بنص القرآن والأنبیاء افضل من الشهداء۔

(۳) عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تجعلوا بيوتكم قبوراً ولا تجعلوا قبری عبداً وصلّوا علیّ فإن صلّاتکم تبلیغنی حیث کنتم (شعب الایمان، الباب الخامس والعشرون، فضل الحج والعمرة، حدیث: ۳۱۶۴) ... وقال صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علیّ عند قبری سمعته ومن صلی علیّ نائباً ابلغته (شعب الایمان، الباب الخامس عشر فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۱۵۸۳)۔

حیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سماع موتی اور غیرہ مسائل سے متعلق علمائے دیوبند کا مسلک

سوال (۱۸): - مولوی غلام مصطفیٰ اور ناچیز کے درمیان مندرجہ ذیل امور میں دیوبندیت کے

متعلق تنازع موجود ہے، مسلک دیوبند کے مطابق کس کا عقیدہ درست ہے اور کس کا غلط ہے؟

۱- انبیاء وفات کے بعد اپنی قبور میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں، عالم برزخ میں ہونے کی وجہ سے یہ زندگی برزخی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اور جسد اطہر کا تعلق قائم ہے گو اس کی کیفیت معلوم نہیں ہے۔

۲- انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زائرین کے درود و سلام کو سنتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں گو اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔

۳- قبر میں روح اور جسم کا تعلق ثواب و عذاب کی حد تک پھر قائم ہو جاتا ہے جس سے روح اور جسم ہر دو کو ثواب یا عذاب کا احساس ہوتا ہے۔

۴- جن مواقع میں احادیث میں موتی کا سنا آتا ہے وہ حق ہے، موتی اس موقع پر سنتے ہیں مثلاً دفن کے فوراً بعد۔

۵- سماع موتی اور عدم سماع موتی کا اختلاف صحابہ کے زمانے سے چلا آ رہا ہے۔

۶- انبیاء و اولیاء کا توسل ان کی وفات کے بعد بایں الفاظ کہ ”اللہ! ان کے طفیل سے میری حاجت پوری کر“ جائز ہے، شرک نہیں ہے۔

۷- تصوف و بیعت شروع ہیں۔

۸- ”البراہین القاطعہ“ مؤلفہ خلیل احمد محدث سہارنپور دیوبندی مسلک کے مؤید اور بریلوی کے

مخالف معتبر کتاب ہے، اس کے برعکس مولوی غلام مصطفیٰ صاحب کا عقیدہ ہے، دیوبندی مسلک کے مطابق کس کا عقیدہ ہے؟

جواب:- صورت مذکورہ میں محمد امین کا عقیدہ اکابر علمائے دیوبند کے موافق ہے اور غلام مصطفیٰ

واللہ اعلم

صاحب کا عقیدہ ان کے موافق نہیں۔^(۱)

۱۳۹۵/۳/۲۲ھ

(فتویٰ نمبر ۹۷۳/۲۶ ج)

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: البراہین القاطعہ اور المعتمد علی المعتمد از مولانا خلیل احمد سہارنپوری۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق دلائل میں تعارض اور ان میں تطبیق

سوال (۱۹): ۱- ”إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بندے کو موقع دیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات پسند کرتا ہے یا دُنیا کو، تو اس بندے نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات پسند کی۔ یہ سن کر ابو بکر صدیقؓ رونے لگے، لوگوں نے کہا کہ اس میں رونے کی کوئی بات ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو لوگوں کو سمجھ میں آیا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کیوں روئے تھے۔

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عمر فاروقؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات نہیں ہوئی، ابو بکر صدیقؓ نے خطبہ دیا ”لو گوسن لو! جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجتا تھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موت آگئی اور جو اللہ کا پجاری تھا اسے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ زندہ جاوید ہے“ پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کی آیتیں پڑھیں، اس خطبے کے بعد پوری امت کا اتفاق ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ اس کے علاوہ بھی بہت ساری حدیثیں وفات کے ثبوت پر موجود ہیں۔

اس کے برعکس دوسری طرف کچھ اور واقعات ملتے ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا نبی قبر میں زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔

۲- واقعہ الحردہ کے زمانے میں ۶۳ھ میں پیش آیا، تین رات دن مسجد نبوی میں نہ تو اذان دی جاسکی، نہ اقامت ہوئی لیکن سعید بن مسیب نے مسجد نبوی نہیں چھوڑی، مزار مبارک سے آہستہ آہستہ آنے والی آواز سے نماز کا وقت معلوم کر لیا کرتے تھے۔

۳- ایک بد مزار اقدس کے پاس آیا اور اپنے آپ کو مزار پر گرا کر دعا کی کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ میری استغفار کریں، قبر نبوی سے آواز آئی تجھے معاف کر دیا گیا۔ اس تضاد کو حل فرمادیں۔

جواب:- دونوں باتوں میں کوئی تعارض یا تضاد نہیں، اس میں شبہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو موت آچکی ہے مگر عالم برزخ جو دُنیا اور عالم آخرت کے مین مین ہے اس میں ہر انسان کو ایک قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے یعنی جسم سے روح کو ایک گونہ تعلق باقی رہتا ہے اس تعلق کو حیات برزخی کہا جاتا ہے یہ دُنیا کی حیات سے مختلف ہے^(۱) مگر اس کی پوری کیفیت قرآن و سنت میں نہیں بتائی گئی، پھر یہ حیات قوت

(۱) فی البدایہ والنہایہ فصل فی کیفیۃ احتضارہ ووفاتہ ج: ۴ ص: ۲۱۲۔ اما بعد فمن كان منكم يعبد محمدًا فان محمدًا قد مات ومن كان يعبد الله فان الله حي لا يموت قال الله تعالى ”وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ“ الخ۔

(۲) فی شفاء السقام ص: ۲۰۴ وقد اجمع اهل السنة على اثبات الحياة في القبور وقد عرف بهذا ان حياة جميع الموتى يزواجهم واجسامهم في قبورهم لا شك فيها۔

ضعف اور تکلیف و راحت کے اعتبار سے مختلف لوگوں کی مختلف ہوتی ہے، شہدائے کرام کو عام صلحاء سے زیادہ قوی حیاتِ برزخیہ حاصل ہوتی ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی حیاتِ شہداء سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے۔^(۱)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حیاتِ برزخیہ حاصل ہے جو دیگر آسمات کی حیاتِ برزخیہ سے زیادہ قوی ہے۔ پس آپ کی ذکر کردہ پہلی قسم کی آیات و روایات حیاتِ دنیویہ سے متعلق ہیں جو آپ کی حیاتِ دنیویہ سے متعلق ہیں کہ وہ ختم ہو چکی، اور دوسری قسم کے واقعات و روایات حیاتِ برزخیہ سے قوی ہونا معلوم ہوتا ہے، لہذا کوئی تعارض دونوں باتوں میں نہیں۔

واللہ اعلم

۱۳۹۲/۲/۲۶ھ

(فتویٰ نمبر ۲۲۳/۲۵ ب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں تشریف لانا

سوال (۲۰): - کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عقیدہ رکھنا جائز ہے کہ آپ حیاتِ برزخی میں ہوتے ہیں اور بعض مجلسوں اور مقامات میں تشریف لاتے ہیں، اور ذکر و رُود بھی سکھا دیتے ہیں کبھی کبھی کسی مصیبت زدہ کی مدد بھی کرتے ہیں اور یہی عقیدہ بزرگوں کے متعلق بھی رکھنا کیسا ہے؟

جواب: - حاضر و ناظر اور قادر مطلق صرف اللہ جل جلالہ ہے، اس صفت میں کوئی اس کا شریک نہیں، کوئی زندہ یا مردہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا، نہ نبی، نہ فرشتہ، نہ ولی، ہاں اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ وہ چاہے تو کسی زندہ سے یا مردہ کی رُوح سے کسی کو فائدہ پہنچا دیں، مگر اللہ تعالیٰ کسی واسطے کا محتاج نہیں وہ کسی واسطے کے بغیر بھی مدد کر سکتا ہے اور نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حیاتِ برزخی میں ہوتے ہوئے بعض مجلسوں میں تشریف لانا اور ذکر وغیرہ سکھانا یا کسی مصیبت زدہ کی مدد دنیا میں کرنا قرآن حکیم یا حدیث شریف سے ثابت نہیں۔

ہاں یہ عقیدہ رکھنے میں مضائقہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس پر بھی قادر ہے کہ

(۱) فی شفاء السقام ص: ۱۹۱: اعلم ان هذا القول يقتضي اثبات الحياة في احكام الدنيا وذلك زائد على حياة الشهيد والقرآن العزيز ناظم بموتہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تعالیٰ: "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُونَ" وقال صلی اللہ علیہ وسلم: انی مقبوض وقال الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فان محمدًا قد مات واجمع المسلمون على اطلاق ذلك فانوجه اذا ثبت القول المذكور ان يقال ان ذلك موت غير مستمر وانه احيى بعد الموت ويكون انتقال الملك ونحوه مشروطًا بالموت المستمر والا فالحياة الثابتة حياة اخروية ولا شك انها اعلى واكمل من حياة الشهيد وهي ثابتة للروح بلا اشكال وجسد وقد ثبت ان اجساد الأنبياء لا تبلى۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی ولی کی روح کو کسی جگہ بھیج دے اور کسی کو اس سے فائدہ پہنچا دے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۰/۱/۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۲۸/۲۵ الف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے کانوں سے دُرود و سلام یا دیگر کلام سننا

سوال (۲۱): ۱- رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک کے نزدیک سنتے ہیں یا نہیں؟ ہر

بات سنتے ہیں یا بعض امور سننے کا ثبوت ہے؟

۲- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے نزدیک غصری کانوں سے سننے کا عقیدہ قرآن و سنت،

اجماع صحابہؓ اور مسلک امام ابو حنیفہؒ کے خلاف ہے یا نہیں؟

جواب: ۱، ۲- حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص دُرود سے دُرود بھیجے فرشتے اس پر متعین ہیں کہ

اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں، اور جو شخص قبر شریف کے قریب سے دُرود پڑھتا ہے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بنفس نفیس خود سنتے ہیں اور جمہور امت کا یہی عقیدہ ہے جو قرآن و سنت اور اجماع

صحابہؓ اور مسلک امام ابو حنیفہؒ کے موافق ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من صلی علی عند

قبری سمعته ومن صلی علی نائیاً ابلاغته رواہ البیہقی فی شعب الایمان کذا

فی مشکوٰۃ ج: ۱ ص: ۸۷

واللہ اعلم

محمد کمال الدین راشدی

۱۱/۱۰/۱۴۰۷ھ

جواب صحیح ہے، حاضرین کے دُرود و سلام کے علاوہ دُوسرا کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر

تشریف میں سنتے ہیں یا نہیں؟ اس کے متعلق قرآن و سنت کی کوئی دلیل ہمارے پاس نہیں ہے، اور یہ جاننا

ہماری ذمہ داری بھی نہیں ہے کیونکہ آخرت میں ہم سے اس کا سوال نہیں ہوگا۔

محمد رفیع عثمانی

(فتویٰ نمبر ۲۰/۳۸ ج)

حیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق وضاحت

سوال (۲۲): - ہمارے نزدیک ایک مسجد ہے، شدید گرمی ہونے کی وجہ سے ہم اکثر اس میں نماز پڑھ لیتے ہیں۔ امام صاحب جو کہ اس مسجد میں نماز پڑھاتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کی روح برزخ میں چلی جاتی ہے اور اس کو وہیں قید کر دیا جاتا ہے دُنیا سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہوتا، دُنیا میں جو قبریں ہیں یہ قبریں نہیں بلکہ مٹی کے گڑھے ہیں، انسان کی قبر برزخ میں ہے، جو حاجی اور مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے پر جاتے ہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے، آپ وفات پا چکے ہیں اب وہ نہ زندہ ہیں نہ سنتے ہیں، جو لوگ سوئم اور چہلم کرتے ہیں وہ بدعت کرتے ہیں۔ کیا ہماری نماز ایسے امام کی اقتداء میں ہو جائے گی؟

جواب :- سوال کی حس عبارت پر خط کھینچا گیا ہے یہ غلط ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا ہے، آپ اسے سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں^(۱) اگرچہ وہ جواب ہم نہ سن سکیں۔ روضہ اقدس پر حاضری اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے بڑے فضائل احادیث میں آئے ہیں پھر یہ کہنا کہ وہاں حاضری سے کوئی فائدہ نہیں بالکل غلط اور بدعت ہے۔^(۲) نیز مرنے کے بعد انسان کی روح بلاشبہ عالم برزخ میں چلی جاتی ہے مگر ایک گونہ تعلق اس کی روح کو قبر اور جسم سے بھی رہتا ہے^(۳) یہ بات بھی احادیث سے ثابت ہے۔ اہل بدعت کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، لیکن ترک جماعت اس سے بھی بڑا گناہ ہے اس لئے اوّل تو کوشش کر کے کسی تابع سنت امام کے پیچھے نماز پڑھا کریں اس کا موقع نہ ہو تو انہی امام صاحب کے پیچھے پڑھ لیا کریں جماعت ترک نہ کریں۔ واللہ اعلم

۲۶/۳/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۶۸۳/۲۵)

(۱) عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من صلی علیّ عند قبری سمعته ومن صلی علیّ ثانیاً ابغثتہ (رواد البیہقی فی شعب الایمان، الباب الخامس عشر فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۱۵۸۳)۔

(۲) عن رجل من آل خطاب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من زارنی متعمداً کان فی جوارئی یوم القیامۃ وعن ابن عمر مرفوعاً من حجّ فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔ (شعب الایمان للبیہقی، فضل الحجّ و العمرة، حدیث: ۳۹۹۳، ۳۹۹۶، ایضاً فی مشکوٰۃ المصابیح، باب حرم المدینۃ حرسہا اللہ تعالیٰ الفصل الثالث ج: ۲ ص: ۴۳۰)۔

.... عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: صلوٰۃ فی مسجدی هذا خیر من الف صلوٰۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام۔ متفق علیہ۔ (المشکوٰۃ، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ الفصل الاول ج: ۱ ص: ۶۷)۔

(۳) المسأله الرابعۃ وحی ان الروح هل تموت ام الموت للبدن وحده اختلف الناس فی هذه والتواب ان یقال موت النفوس هو مفارقتہا لأجسادہا وخرجہا منها فہی ذائقۃ الموت وان ارید ان انها تعدم او تضلّ وتضمحل وتصیر عدماً فہی لا تموت بهذا الاعتبار، بل ہی باقیۃ بعد خلقہا فی النعیم او فی عذاب وکما صرح بہ النص انها کذلک حتی یردها اللہ فی جسدہا۔ (کتاب الروح لابن قیم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے متعلق عقیدہ

سوال (۲۳): - زید نے تقریر کی ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین اگر پیغمبر نہیں ہوئے تو اولیاء ہونے میں شک نہیں، تفسیر نعیمی میں پارہ اول رکوع گیارہ ”وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا“ کی تفسیر لکھی ہے کہ حضرت کے والدین شریفین زندہ کئے گئے اور انہوں نے کلمہ پڑھا اور وہ اسلام پر تھے، لیکن ”معراج نامہ“ کے مصنف قادر پار نے لکھا ہے کہ جب رسول کریم معراج پہ تشریف لے گئے، بہشت و دوزخ کی سیر کی، دوزخ میں اپنے والدین کو دیکھا تو بہت پریشان ہوئے، نہایت غمناک ہوئے، خطاب آیا اے محبوب! اپنے دو کاموں میں سے ایک کام اختیار کر لو اُمت کو بخشو! لو یا والدین کو، آپ نے اُمت کی شفاعت اختیار کی اور والدین کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر چھوڑا اس پر خطاب ہوا کہ تو نے اُمت کو اختیار کیا تو میں نے تیری شفاعت قبول کی اور والدین کو تو نے میرے حکم پر چھوڑا تو میں نے ان کو بھی بخش دیا۔

جمہور علماء کا اتفاق ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بطنِ مطہرہ سے ہوئی اور والدین حضور کے بالاتفاق مطہر تھے نیز زید کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضور کے والدین ایمان پر تھے لیکن معراج شریف میں امتحان کا وقت تھا۔

فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب نے جلد اول ”کتاب العقائد“ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے عقائد پر بحث کی ہے اور ایک سائل کے جواب میں لکھا ہے کہ حضور کے والدین کو بعضوں نے کافر اور ناری لکھا ہے اور بعضوں کے نزدیک جنتی ہیں اور اس میں تین مسلک ہیں..... تفصیلی بحث کے بعد لکھا ہے کہ پس گو ایمان تفصیلی ان حضرات کا ثابت نہیں مگر ایمان اجمالی ثابت ہے، اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”فقہ اکبر“ میں والدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا: ”ماتنا علی الکفر“ ان کی تطبیق فرمائیے۔ زید روزانہ قرآن شریف ختم کر کے سرکار کے والدین کے نام بخشتا ہے اور عمر خواہ مخواہ آپ کے والدین کی توہین کرتا ہے، جب حضور کو اپنی اُمت کے جتنا محبت و پیار ہے، اس طرح اُمت کو بھی چاہئے جان و دل سے پیروی کریں، عمر بالکل اُن پڑھ اور جاہل ہے اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

جواب :- عوام میں ایسے مسائل چھیڑنا جن پر نہ کسی عقیدے کا مدار ہے اور نہ ان پر کوئی عمل موقوف ہے اور وہ عوام میں انتشار پھیلنے کا موجب بھی ہو سکتے ہیں نادانی کی بات ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے والدین کے بارے میں توقف ہی کرنا چاہئے۔ محققین نے اسی کو ترجیح دی ہے، تاہم زید کی جو باتیں سوال میں کی گئی ہیں ان کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز نہیں ہوگا، اس کے پیچھے نماز درست ہے اور اس کی ان باتوں کی وجہ سے اس پر یہ الزام لگانا درست نہیں کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ کی ہے۔

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۷/۵

(فتویٰ نمبر ۲۸۸۴/۲۵ ج)

کنفوشس، زرتشت اور گوتم بدھ کے متعلق عقیدہ نبوت

سوال (۲۳): - اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ ہم نے ہر قوم میں ہدایت کے لئے پیغمبر بھیجے لیکن ان اقوام کا قرآن میں ذکر نہیں کیا گیا، جبکہ بعض لوگ قرآن کے حوالے سے کنفوشس جو کہ چین کا فلسفی تھا اور زرتشت جس کے پیروکار پارسی کہلاتے ہیں اور بدھ کے بانی گوتم بدھ اور اسی طرح کئی شخصیتوں کو پیغمبر کہتے ہیں ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب :- ان تینوں میں سے کسی کے بارے میں قرآن وحدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ نبی تھے یا نہیں، ہمارے لئے بھی اس معاملے میں سکوت ہی لازم ہے۔^(۱) البتہ یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیائے کرام بھیجے وہ سب برحق ہیں، ان کی تعلیمات بھی برحق تھیں، یہ تینوں اگر بالفرض نبی ہوں بھی تو ان کی تعلیمات اب بعینہ محفوظ نہیں، اور اگر محفوظ بھی ہوں تو ایک خاص زمانے کے لئے تھیں، اب صرف خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر عمل لازم ہے اس کے خلاف پر عمل جائز نہیں،

(۱) واما وجوب الكف عن الخوض في حكم ابوي النبي صلى الله عليه وسلم في الآخرة فللشيخ جلال الدين السيوطي رحمه الله في هذه المسئلة ست مولفات وقد طالعها كلها فرايتها ترجع الى ان الادب مع رسول الله صلى الله عليه وسلم واجب وان من اذاه فقد اذى الله وقال تعالى: "ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والآخرة واعدهم عذاب مهين"..... وكان الامام ابوبكر بن العربي المالكي الفقيه المحدث يقول ما عتدى احد اشد اذى لرسول الله ممن يقول ان ابوي في النار وفي حديث مسلم لا تؤذوا الاحياء بسبب الاموات فيحرم جزماً ان يقال ان ابوي النبي صلى الله عليه وسلم في النار (البواقيت والجواهر للشعراني ج: ۲ ص: ۵۷ طبع مصر)۔

..... انظر ايضاً فتح الملهم ج: ۲ ص: ۵۳۲۔

(۲) في المشكوة مع التعليق الصبيح باب الاعتصام بالكتاب والسنة الفصل الأول ج: ۱ ص: ۲۲: وعنه قال كان اهل الكتاب يقرأون التوراة بالعبرانية ويفسرونها بالعربية لأهل الاسلام فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوهم وقلوا آمنا بالله وما انزل علينا الآية۔

..... في التعليق تحته: يعنى اذا حدثت اليهود والنصارى بشئ من التوراة والا انجيل لا تصدقهم لعلمهم حدثوهم بما هو محرف ولا تكذبوهم ايضاً لاحتمال ان يكون حقاً وصدقاً بل قولوا آمنا بالله اي ان كان حقاً آمنا به لأننا آمنا بجميع الرسل وما انزل اليهم من الله تعالى وان لم يكن حقاً فلا نؤمن به ولا نصدق به وفي شرح السنة هذا اصل في وجوب التوقف عما يشكل من الأمور فلا يقضي فيه بجواز ولا بطلان وعلي هذا كان السلف۔

..... انظر ايضاً: المرقاة ج: ۱ ص: ۳۹۱۔

پچھلے انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات میں سے جو تعلیمات شریعت محمدیہ نے بھی برقرار رکھیں ان پر البتہ عمل کیا جائے گا مگر وہ بھی اس حیثیت سے کہ یہ شریعت محمدیہ کی تعلیمات ہیں۔

واللہ اعلم

۱۳۹۵ھ/۷/۵

(فتویٰ نمبر ۱۶۰۰/۲۶۶ د)

عقیدہ ختم نبوت قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے

سوال (۲۵): کیا احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاتم النبیین ہونے کا ذکر فرمایا ہے؟ کیا خاتم النبیین سے نبی آخر الزمان مراد ہے یا نبیوں میں افضل مراد ہے؟

جواب:- قرآن حکیم میں بھی صراحت ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ سورہ احزاب کے پانچویں رکوع کے آخر میں ارشاد ہے: ”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور احادیث متواترہ سے بھی آپ کا آخری نبی ہونا ثابت ہے۔ اس مسئلے کی پوری تفصیل مطلوب ہو تو حضرت مفتی صاحب مدظلہم^(۱) کی کتاب ”ختم نبوت“ کا مطالعہ کیجئے، اس میں ایک سو آیات قرآنیہ اور ایک سو احادیث نبویہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا ثابت کیا گیا ہے اور یہ بھی وضاحت اور دلائل قطعیہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے نہ کہ محض افضل النبیین۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۴ھ/۱/۲۵

(فتویٰ نمبر ۱۸۷/۲۵ ب)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

عقیدہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے

سوال (۲۶): حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل المخلوق ہونا اور خاتم النبیین ہونا جیسے امور کے بارے میں تحریر کریں کہ یہ ضروریات دین میں سے ہیں یا نہیں؟

جواب:- محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں یعنی آپ کے بعد کوئی نیا نبی یا رسالہ کسی قسم کا نہیں آ سکتا، یہ بھی ضروریات دین میں سے ہے۔^(۲) اس کے علاوہ بھی ضروریات دین کی ایک طویل فہرست ہے جو یہاں نہیں لکھی جاسکتی، جب کسی شخص کے عقائد علمائے کرام کے سامنے مفصل طور سے آتے ہیں جب ہی وہ

(۱) یعنی مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ۔

(۲) تفصیل کے لئے ناظر فرمائیے ”ختم نبوت“ مؤلفہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ۔

اس کے کافر یا مسلمان ہونے کا فیصلہ کر سکتے ہیں، اجمالی طور پر قاعدہ کلیہ کے مطابق کوئی یہ فیصلہ نہیں کر سکتا، تکفیر کے مسئلے میں شدید احتیاط کی جاتی ہے۔

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۳۳۳/۲۵ ب)

لفظ ”خاتم“ سے بیک وقت انقطاع و اجراء دونوں معنی مراد لینا بلا دلیل ہے

سوال (۲۷):- مسئلہ ختم نبوت سے متعلق علمائے اُمت اور قادیانیوں کے لٹریچر کے مطالعے کے بعد سائل کے ذہن میں مسئلے کے متعلق ایک نیا سوال پیدا ہو رہا ہے جو میرے خیال میں مسئلہ ختم السانی پہلو سے متعلق ہے، آپ کی عدیم الفرستی کے سبب مختصر انداز میں سوال پیش خدمت ہے۔

۱- اُمتِ مسلمہ اور قادیانیوں میں باعث نزاع لفظ ”خاتم“ کی تعبیر و تشریح ہے۔

۲- اُمتِ مسلمہ ”خاتم“ سے انقطاع کا مفہوم مراد لیتی ہے یعنی نبوت کا کلی انقطاع تشریحی و غیر تشریحی دونوں قسم کی اور دیگر ہر قسم کی نبوت کا کلی انقطاع، اور اس تشریح و تعبیر پر آیات قرآنی، تفاسیر، احادیث اور اجماع اُمت سب شاہد ہیں جیسا کہ آنجناب نے اپنی تصنیف ”ختم نبوت“ میں اور دیگر علماء نے دیگر تصانیف میں اس مفہوم کی صراحت کی ہے۔

۳- لیکن قادیانی اس لفظ کی تعبیر و تشریح میں اُمتِ مسلمہ سے متفق بھی ہیں اور اختلاف بھی رکھتے ہیں اور یہی اختلاف باعث نزاع ہے، اتفاق اس اعتبار سے کہ وہ بھی لفظ ”خاتم“ سے انقطاع مراد لیتے ہیں لیکن صرف تشریحی نبوت کا انقطاع، اور بیک وقت اجراء بھی مراد لیتے ہیں یعنی غیر تشریحی نبوت کا اجراء، اور یہی انداز فکر باعث اختلاف ہے۔

اس سلسلے میں اس سے قطع نظر کہ لفظ ”خاتم“ کا مفہوم بصورتِ اجراء لغت و قواعد، آیات قرآنی، احادیث و اجماع، کے لحاظ سے درست ہے یا نہیں، میرے خیال میں مسئلے کا ایک لسانی پہلو بھی ہے وہ یہ کہ قادیانی تقسیم کے مطابق ایک ہی لفظ ”خاتم“ کے دو مختلف معنی انقطاع اور اجراء دونوں الفاظ کا منبع و مصدر ایک ہی ہے یعنی ”خاتم“ ان دونوں معنی میں باہم اجتماع نقیضین ہے یعنی اجتماعِ ضدین ہے اور دونوں یعنی بیک وقت استعمال کئے بغیر قادیانی مفہوم (یعنی ختم نبوت کا مفہوم) مکمل نہیں ہوتا۔

۴- سوال یہ ہے کہ کیا لسانی نقطہ نظر اور قواعد کے لحاظ سے کسی زبان میں خصوصاً عربی میں یہ روایت و مثال موجود ہے کہ ایک ہی لفظ کے دو باہم بالکل مختلف نقیض معنی کو بیک وقت استعمال کیا جائے اور اس اجتماع نقیضین وقت استعمال پر اجماع نقیضین کا اعتراف وارد ہو سکتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو میرے خیال

میں لفظ ”خاتم“ کی تشریح قواعد و لسانی نقطہ نظر سے بھی غلط ہے۔ سائل عربی گرامر سے واقف نہیں اور غالباً کسی کتاب میں اس پہلو سے مسئلے پر روشنی نہیں ڈالی گئی ہے۔

جواب :- اگر قادیانی لفظ ”خاتم“ کے معنی انقطاع و اجراء دونوں بیک وقت مراد لیتے ہیں اور انقطاع کا تشریحی نبوت سے اور اجراء کا تعلق غیر تشریحی نبوت سے قرار دیتے ہیں تو اس پر اجتماع نقیضین کا اعتراض تو لازم نہیں آتا کیونکہ اجتماع نقیضین کے لئے وحدت محل شرط ہے اور یہاں وہ مفقود ہے یعنی جس چیز کے انقطاع کا دعویٰ ہے بعینہ اسی چیز کے اجراء کا دعویٰ نہیں، البتہ ان کا یہ کہنا کہ یہ لفظ ان دونوں معنی میں آتا ہے اور یہاں یہ دونوں معنی بیک وقت مراد ہیں بلا دلیل ہے، اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت ہے جو وہ پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۱/۲ھ

(فتویٰ نمبر ۵۳/۲۶ الف)

تشریحی اور غیر تشریحی نبی کا مطلب

سوال (۲۸) :- بعض قادیانی انبیائے کرام کو تشریحی و غیر تشریحی سے یاد کرتے ہیں حالانکہ سب انبیائے کرام شریعت کے پابند تھے، اس کا جواب ایسا بتائیں جو قادیانیوں کو قابل قبول ہو۔

جواب :- تشریحی نبی اور غیر تشریحی نبی کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ بعض نبی شریعت کے پابند تھے بعض نہ تھے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعض نبی نئی شریعت لے کر آئے ان کو تشریحی نبی کہا گیا اور بعض نبی نئی شریعت لے کر نہیں آئے پچھلی ہی شریعت کی تبلیغ کرتے رہے ان کو غیر تشریحی نبی کہا گیا، قادیانی کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی غیر تشریحی نبی تھا، ان کا یہ دعویٰ ایسا جھوٹا اور باطل ہے کہ صرف مکار اور دھوکے باز شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات زندگی سے واقف ہو نبی تو بڑی بات ہے اسے ادنیٰ صحیح العقل شریف انسان سمجھنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوگا۔ علماء نے قادیانیوں کے اس جھوٹے دعوے کو باطل ثابت کرنے کے لئے بہت سی کتابیں اردو میں لکھی ہیں ان کا مطالعہ کیجئے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم کی کتاب ”ختم نبوت کامل“ اور دوسری کتاب ”مسیح موعود کی پہچان“ بھی اس مقصد کے لئے بالکل کافی ہے۔

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۲/۱ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶/۲۶۶ الف)

ختم نبوت کی ضرورت اور اس کی حکمت اور مصلحت

سوال (۲۹) :- ختم نبوت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں ہوئی پہلے کیوں نہ ہوئی؟

جواب :- اگر ختم نبوت پہلے ہو جاتی تب بھی یہ سوال ہو سکتا تھا کہ اس سے پہلے کیوں نہیں ہوئی؟ جب کبھی ختم نبوت ہوتی یہ سوال پیدا ہو سکتا تھا اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس سوال سے شاید آپ کا مقصود یہ معلوم کرنا ہے کہ ختم نبوت کیوں ہوئی؟ اس کی ضرورت کیا تھی؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ہر انسان کی انفرادی زندگی میں بچپن، پھر جوانی، پھر بڑھاپا اور اس کے بعد موت ہے۔ اسی طرح نوع انسانی کی زندگی بھی بحیثیت نوع انسانی کے انہی ادوار سے گزری اور گذر رہی ہے، آدم علیہ السلام کی ابتدائی نسلوں کا زمانہ معاشرتی اعتبار سے بنی نوع انسان کا بچپن ہے، اس وقت وہ دنیا میں رہنے کے ان سب طریقوں سے واقف نہ تھی جن سے اب واقف ہے، اس نے عمرانیات، اقتصادیات اور معاشرت وغیرہ میں بتدریج ترقی کی ہے، پھر یہ ترقی اپنے درجہ کمال کو پہنچنے کے بعد زوہ زوال ہو کر بنی نوع انسان کی اجتماعی موت پر منتہی ہوگی، اسی انتہاء کا نام قیامت ہے۔

جس طرح بنی نوع انسان نے معیشت و معاشرت وغیرہ میں بتدریج ترقی کی، اسی طرح اللہ جل شانہ کی طرف سے بنی نوع انسان کے لئے تدریجی طور پر مختلف قوموں اور مختلف زمانوں کے لئے شریعتیں آتی رہیں، چونکہ وہ دور بنی نوع انسان کے کمال کا دور نہ تھا بلکہ عبوری نشوونما کا دور تھا، اس لئے یہ شریعتیں بھی عبوری دور کے لئے مخصوص قوموں کے مخصوص حالات کے مطابق بھیجی گئیں، یہ شریعتیں انبیائے کرام اپنی اپنی قوموں کے لئے لے کر آئے، یہ سب شریعتیں اعتقادات میں تو سب متفق تھیں مگر عملی احکام میں اختلاف ہوتا تھا، اس وقت تک بنی نوع انسان میں متعدد وجوہ سے اتنی صلاحیت پیدا نہیں ہوئی تھی کہ وہ ایسی کامل شریعت کی امین بن سکے جو زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہو اور قیامت تک کے لئے پوری دنیا کی رہنمائی کا کارنامہ انجام دے۔

جب بنی نوع انسان روحانی، شعوری، معاشرتی، تمدنی اور مواصلاتی اعتبار سے اس قابل ہو گئی کہ تمام دنیا کے انسانوں کو ایک ہی شریعت کافی ہو سکے، اور ایک نسل دوسری کو اور دوسری تیسری کو قیامت تک اس شریعت کی تعلیمات علماً اور عملاً بحسنہ منتقل کر سکے تو اب ایک ایسی شریعت کی ضرورت تھی جو عبوری دور کے لئے نہ ہو، مستقل ہو، ہر اعتبار سے مکمل ہو، قیامت تک کی ضرورتوں اور تقاضوں کا احاطہ کئے ہوئے ہو، ہر زمانے اور ہر خطے کے لئے ہو۔ اور پوری دنیا کے تمام انسانوں کو ایک مذہبی برادری میں منسلک کرنے کی پوری اہلیت اور وسعت اپنے اندر رکھتی ہو اور اس میں اتنی لچک موجود ہو کہ ہر خطے اور ہر زمانے کے مختلف اور بدلتے ہوئے حالات کا حل خود اسی میں سے نکل سکے۔ ایسی ہی شریعت اسلام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہم تک پہنچی اور پوری بنی نوع انسان کے لئے قیامت تک حجت اور مشعل راہ ہے۔ قرآن حکیم میں اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے: ”اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاسْتَسْتَعْنِيَ بِكُمْ“ آج میں

نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ”وَمَرْضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا“ اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر پسند کیا (سورہ مائدہ، رکوع اول)۔^(۱)

جب شریعت اور دین کی تکمیل ہو گئی اور اس دین اسلام کی امین ایک ایسی اُمت بن گئی کہ خود اسی میں سے ایسے عظیم افراد ہر زمانے میں پیدا ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کے مطابق اس دین کی مٹی ہوئی تعلیمات کو زندہ کرتے رہیں گے، تو اب نہ کسی نئے نبی کی ضرورت رہی، نہ نئی شریعت کی، اب اگر کوئی نبی آتا تو یہ ایک بے ضرورت اور بے فائدہ کام ہوتا اور اللہ تعالیٰ ایسا کوئی کام نہیں کرتا جو بے فائدہ ہو اور اپنے نبی کو ایسی جگہ نہیں بھیجتا جہاں اس کی ضرورت نہ ہو۔

البتہ شریعت محمدیہ ہی کی تبلیغ اور تعلیم و ترویج کے لئے علمائے مجتہدین اور مجددین اس اُمت میں پیدا ہوتے رہے جو مٹی ہوئی سنتوں کو زندہ کرتے رہے اور قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مجدد بن کر تشریف لائیں گے کوئی نئی شریعت ساتھ نہ لائیں گے۔

اس مسئلے کی مزید تفصیلات کے لئے دو کتابیں ملاحظہ فرمائے ”ختم نبوت“ از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور دوسرا ”مباحثہ شاہ جہاں پور“ مطبوعہ دیوبند ضلع سہارنپور یوپی (یہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ایک پادری کے مناظرے کی روئیداد ہے)۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۸/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۷/۲۴ ج)

نزول عیسیٰ ختم نبوت کے منافی نہیں

سوال (۳۰): - بخاری شریف میں دو حدیثیں مروی ہیں کہ آخری زمانے میں ابن مریم کا نزول ہوگا اور مسلم شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ابن مریم کو چار دفعہ نبی اللہ کہہ کر پکارا ہے، شرعی اعتبار سے اس نزول ابن مریم کی کیا حیثیت ہے؟ اس کا ماننا ضروری ہے یا نہیں، نیز خاتم النبیین کی ترکیب میں وہ کونسا لفظ ہے جس سے یہ استثناء مستنبط ہے؟

جواب: - صرف دو چار ہی نہیں بلکہ ایک سو سے زائد احادیث سے ثابت ہے کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں نازل ہوں گے،^(۲) وہ اس وقت بھی نبی ہوں گے مگر دنیا میں ان کا قیام بحیثیت نبی نہیں بلکہ حاکم عادل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی حیثیت سے ہوگا۔ وہ خود بھی

(۱) آیت نمبر: ۳

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: التصریح بما تواتر فی نزول المسیح از مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے اور لوگوں کو بھی اسی شریعت پر چلائیں گے، اس سلسلے کی ایک سو سے زائد احادیث ترجمہ و تشریح کے ساتھ ناچیز کی کتاب بنام ”علامات قیامت اور نزول مسیح“ مکتبہ دارالعلوم سے کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہے، اس کے مطالعے سے تمام مطلوبہ تفصیلات حاصل ہو جائیں گی۔

”خاتم النبیین“ کے معنی ہیں ”آخری نبی“ جس کا حاصل یہ ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء (بشمول عیسیٰ علیہ السلام) کے آخر میں مبعوث فرمائے گئے، آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا، خاتم النبیین کے مفہوم سے عیسیٰ علیہ السلام کے استثناء کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام ایسے نبی نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مبعوث نہ ہوئے ہوں، وہ پہلے ہی مبعوث ہو چکے تھے، اور اب دنیا میں ان کا نزول نئی زندگی کے ساتھ نہیں بلکہ پہلی ہی زندگی کے ساتھ ہوگا کیونکہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے، لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا، نزول عیسیٰ علیہ السلام کے منافی نہیں۔^(۱)

واللہ اعلم بالصواب

۶/۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۰۵/۲۵۵ھ)

آسمانوں پر اٹھائے جانے کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کتنی تھی؟ اور نزول کے بعد ان کی حیثیت

سوال (۳۱):- میرے والد اور آپ دونوں ہم سبق تھے، والد بزرگوار مرحوم اکثر آپ کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے، برابر ملنے کا شوق رہا لیکن موقع نہ ملا، میں ایک امریکن جہاز میں ملازم ہوں میرے ساتھ ایک اور پاکستانی ہے جو کہ احمدی ہے، بعض مسائل میں اکثر اس سے بحث ہوتی رہتی ہے، یہ خط لکھنے کا مقصد ہی ایک دو مسائل معلوم کرنا ہے۔

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے یا وہ زمین پر انتقال فرما گئے؟ احمدی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی، والد مرحوم بتاتے تھے کہ عمر ۴۰ سال ہے ۳۳ سال کی عمر آپ نے زمین پر پائی، اور سات سال دوبارہ زمین پر تشریف لا کر پوری کریں گے، زمین پر دوبارہ تشریف لانے کے

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: ”ختم نبوت“ مؤلفہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور ”آئینہ تقویٰ نیست“ از مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہم۔

بارے میں تحریر فرمائیں؟

جواب :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابھی تک موت نہیں آئی وہ اپنے جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور اب تک زندہ ہیں۔ قرآن حکیم کی سورہ نساء میں ارشاد ہے ”وَمَآ قَتَلُوهُ يَٰقِينًا ۝۱۵۰ بَلْ رَافَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝۱۵۱“ یعنی یہودیوں نے انہیں یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ قوت والا، حکمت والا ہے۔

آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے دنیا میں ایک سو بیس سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عمر پانا کسی معتبر حدیث سے ثابت نہیں۔

قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر دنیا میں تشریف لائیں گے اور دجال کو قتل فرمائیں گے، پھر دنیا میں کئی سال حکومت فرمائیں گے، اور پوری دنیا کو امن و امان سے بھر دیں گے، بالآخر آپ کا انتقال ہو جائے گا اور مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھ کر ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کریں گے، (کہ آپ کو پہلے موت نہیں آئی تھی بلکہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں) دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور حاکم عادل کی حیثیت سے ہوگا، اور شریعت محمدیہ کے مطابق وہ خود بھی عمل کریں گے، اور دوسروں کو بھی اس پر چلائیں گے، اسلام کے علاوہ کوئی اور مذہب اس وقت باقی نہیں رہے گا، یہ تفصیلات معتبر و مستند احادیث سے ثابت ہیں، وہ سب احادیث اور متعلقہ تفصیلات مطلوب ہیں تو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم کی کتاب ”علامات قیامت اور نزول مسیح“ کا مطالعہ کیجئے، یہ کتاب احمدیوں اور قادیانیوں ہی کے جواب میں لکھی گئی ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۲۲۵ھ / ۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۱۸۷/۲۵ ب)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(۱) نیز نزول عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی خود بائبل میں بھی موجود ہے، چنانچہ انجیل متی باب ۱۲ آیت ۲۸، ۲۹ میں ہے:

”ابن انسان اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئے گا، اور تب ہر کو اس کے کاموں کے موافق بدل دے گا میں تم سے سچ کہتا ہوں..... کہ جب تک ابن انسان کو اپنی بادشاہی میں آتے دیکھ نہ لیں موت کا مزہ نہ چکھیں گے۔“ (انجیل کی ان آیات میں جہاں نزول مسیح کی خبر دی جا رہی ہے وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کی نفی بھی ہوتی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے کو ابن انسان سے تمیز کیا ہے۔)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش معجزہ کیوں ہے اور وہ خدا کے بیٹے کیوں نہیں؟

سوال (۳۲): - یہ خط تاثر کے ساتھ تحریر کر رہا ہوں، آپ کے دوست سید مسرور احمد صاحب آپ کا غائبانہ تعارف کچھ ایسے انداز سے کرایا کہ آپ سے بے انتہا عقیدت ہو گئی، ان شاء اللہ تعالیٰ جب بھی پاکستان آیا ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

اس تحریر کا مقصد اصل میں آپ سے تعارف حاصل کرنا اور کچھ اپنی ایک غرض بیان کرنا ہے، میرا مختصر تعارف حافظ صاحب کرا دیں گے، میں یہاں پر اپنی تعلیم کی غرض سے مقیم ہوں، اور اس عرصے میں حسبِ توفیق اسلام کی خدمت بھی کرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حافظ صاحب عین رمضان المبارک کے موقع پر تشریف لے آئے، چنانچہ یہ ماہ مبارک ہم نے بہت ہی شان اور اہتمام سے منایا، ان تمام چیزوں کا مقصد نہ صرف ایک فریضہ ادا کرنا تھا بلکہ یہ کوشش بھی تھی کہ وہ مسلمان طلبہ جو مغربی معاشرے کا شکار ہو رہے ہیں انہیں اس سے بچانے کی کوشش کی جائے، یہ ماشاء اللہ بڑی حد تک کامیاب رہے۔

اس سلسلے میں جب میرا تعلق غیر مسلم حضرات یعنی عیسائی اور یہود سے ہوا تو ایک چیز کا احساس بڑی شدت سے ہوا کہ یہ لوگ ہمارے اعتقادات سے قطعی بے بہرہ ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہماری طرف سے اس دشمن میں بے انتہاء کوتاہی برتی جا رہی ہے، یہاں ایک جماعت مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن ہے جس میں بہت سے عرب اور پاکستانی مسلمان بہت ایکٹو ہیں، اور نارتھ امریکہ میں ماشاء اللہ بے انتہاء لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ میں یہاں پر بھی اس سلسلے میں کافی مصروف تھا، میری نظر میں جو چیزیں آئیں وہ یہ تھیں کہ عیسائی یہ سن کر بہت خوش ہوتے ہیں ہم حضرت عیسیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور یہود اس سلسلے میں بہت دلچسپی لیتے ہیں کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کو نبی سمجھتے ہیں خدا نہیں، اس سلسلے میں ایک دفعہ میری کچھ گفتگو ہماری یونیورسٹی کے مذہبی امور کے سربراہ (Head of the Dept of Religious Affairs) سے ہوئی انہوں نے اس میں دلچسپی لی جس کا اختتام اس وعدے پر ہوا کہ میں ایک مختصر ریسرچ پیپر لکھوں جس کا موضوع حسبِ ذیل ہے: "Jesus Christ in Judaism, Christianity of Islam" یعنی میں ایک آسان پیپر لکھنا چاہتا ہوں تاکہ عام آدمی سمجھ سکے، اب اس سلسلے میں ایک اہم سوال کا جواب دیں تو مضمون لکھنے میں بہت آسانی ہوگی۔ وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش معجزہ کیوں ہے؟ وہ خدا کے لئے بیٹے کیوں نہیں؟ (نعوذ باللہ)۔

جواب :- جس مقصد کے لئے آپ کو ان سوالات کے جواب درکار ہیں وہ محض ان سوالات کے جواب سے حاصل ہونا مشکل ہے، سوالات کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس سلسلے میں بعض ابتدائی معلومات کی بھی ضرورت ہے، اس لئے بہتر صورت یہ ہے کہ مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ فرمایا جائے :-

۱- بابل سے قرآن تک (از مولانا رحمت اللہ کیرانوی)۔

۲- علامات قیامت اور نزول مسیح (از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم واحقر محمد رفیع عثمانی)۔

۳- ”ختم نبوت“ (از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم)۔

کتاب نمبر ۱ و ۲ آپ کو مل چکی ہوں گی، تاہم نہایت اختصار کے ساتھ سوالات کا جواب بھی نمبر ۱ و ۲ لکھتا ہوں، آج کل بیمار ہوں، کتابوں کی مراجعت کا موقع نہیں، کچھ اس وجہ سے بھی کہ جواب میں تاخیر ہو جائے گی اس لئے جو مختصر ہے مختصر ا قلم برداشتہ لکھ رہا ہوں۔ اگر کوئی بات تشنہ رہ جائے تو دوبارہ لکھ دیجئے۔

۱- معجزہ ایسے عجیب واقعے کو کہا جاتا ہے جو عقلاً تو ممکن ہو مگر عام قانون قدرت کے خلاف ہونے کی باعث عادتاً ممکن نہ ہو اور کسی نبی کی نبوت و حقانیت کے اظہار کے لئے اللہ جل شانہ اس کو ظاہر فرمائے اور دوسرے لوگ اس کی مثال لانے سے عاجز ہو جائیں۔^(۱)

معجزے کی یہ تعریف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر پوری طرح صادق آتی ہے اس لئے ان کی پیدائش واضح طور پر ایک معجزہ ہے اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ انسان کی پیدائش عقلی طور پر چار طریقوں سے ممکن تھی، ایک یہ کہ وہ ماں اور باپ کے ملاپ سے پیدا ہو۔ دوسرا یہ کہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہو، تیسرا یہ کہ بغیر ماں کے پیدا ہو، چوتھا یہ کہ بغیر باپ کے پیدا ہو۔ یہ چاروں طریقے عقلاً ممکن ہیں کیونکہ ہر چیز کی تخلیق کی اصل علت اللہ رب العالمین کا ارادہ ہے جو ہر طریقے پر قادر ہے مگر اللہ تعالیٰ نے کائنات کے عام امور کو اسباب و مسببات کے سلسلے میں مربوط کیا ہوا ہے، اور عام قانون یہی ہے کہ اسباب و آلات کے بغیر کوئی چیز وجود میں نہیں آتی، چنانچہ انسان کی تخلیق کا ذریعہ ماں باپ کو بنایا کہ ان کے ملاپ کے بغیر عموماً کوئی انسان پیدا نہیں ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ اظہار قدرت اور بعض دوسری مصلحتوں سے کبھی ظاہری اسباب و آلات کے بغیر بھی کوئی چیز پیدا فرماتا ہے، یہ چیز چونکہ عام طریقے سے ہٹ کر وجود میں آتی ہے، اس لئے انسانی عقل اسے عجیب سمجھتی ہے ورنہ درحقیقت کوئی چیز خواہ اسباب و آلات کے واسطے سے پیدا ہو یا بلا واسطہ، اس کی تخلیق عجیب ہی ہوتی ہے کیونکہ تخلیق عدم سے وجود میں لانے کو کہتے ہیں اور کسی چیز کا عدم سے وجود میں آنا خواہ وہ

(۱) فی شرح العقائد للنسفی ص: ۹۸

وہی امر یظهر بخلاف العادة علی يد مدعی النبوة عند تحدی المنکرین علی وجه یعجز المنکرین عن الاتیان بمثلہ۔

کسی بھی طریقے سے ہوا اتنا عجیب ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی اس پر قادر نہیں، مگر مقررہ اسباب و آلات کے واسطے سے پیدا ہونا چونکہ روزمرہ مشاہدے میں آتا ہے اس لئے وہ ہمیں عجیب معلوم نہیں ہوتا۔

پس اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی میں اپنی قدرت کا اظہار چاروں طریقے سے فرمایا، پہلا طریقہ تو عام ہے جس سے تمام انسانوں میں توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہے، اور دوسرے طریقے سے آدم علیہ السلام کو، تیسرے طریقے سے حضرت حوا کو اور چوتھے طریقے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرمایا، آخری تینوں طریقے اگرچہ عقلاً ممکن ہیں مگر عادتاً ممکن نہیں اس لئے یہ تینوں واقعی عقل انسانی کے نزدیک عجیب ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا یہ عجیب طریقہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نبوت ظاہر فرمانے کے لئے رُومنا کیا تھا، کوئی دوسرا اس پر قادر نہیں اس لئے یہ معجزہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں ہو سکتے اس کے نقلی دلائل بھی ہیں اور عقلی بھی، نقلی دلائل میں قرآن حکیم کی کئی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ بالکل صریح ہیں، لیکن کلام اگر عیسائیوں سے ہو رہا ہو جو قرآن و حدیث کو نہیں مانتے، تو ان کے سامنے قرآن و حدیث کے دلائل کو پیش کرنا مفید نہ ہوگا، انہیں صرف دو قسم کے دلائل مفید ہو سکتے ہیں، ایک وہ جو خود ان کی بائبل سے ثابت ہوں اور خود بائبل کی شہادتیں یہ ثابت کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہ تھے۔ دوسرے وہ دلائل جو محض عقل کی بنیاد پر پیش کئے جائیں یہ دونوں قسم کے دلائل آپ کو پوری شرح و بسط کے ساتھ ”بائبل سے قرآن تک“ (۱) میں اُمید ہے کہ مل جائیں گے، بعض عقلی دلیلیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں جو شاید اس کتاب میں نہ ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ باپ اور بیٹے کے درمیان جزییت کا علاقہ ہونا عقلاً ضروری ہے یعنی بیٹا باپ کے ایک جزء سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ جزییت نہ ہو تو یہ دونوں آپس میں باپ بیٹے نہیں ہو سکتے، یہ بات اتنی کھلی ہوئی ہے کہ اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں، اب اگر عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا جائے تو لازم آئے گا کہ وہ خدا کے کسی جزء سے پیدا ہوئے ہوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام عقلاء کے نزدیک ازل سے بسیط ہے، مرکب نہیں، اس کا کوئی جزء ہونا عقلاً محال ہے جس کے عقلی دلائل علم کلام میں روز روشن کی طرح واضح ہیں، یہ محال حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا ماننے کی وجہ سے لازم آیا اور جو چیز محال کو مستلزم ہو وہ خود محال ہوتی ہے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ابن اللہ ہونا محال ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بیٹا یا تو باپ کا ہم جنس ہوگا یا ہم جنس نہ ہوگا، اگر ہم جنس نہ ہو تو یہ باپ اور

(۱) بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیے: سورۃ نساء آیت: ۱۷۱، سورۃ مریم آیت: ۳۴، ۳۵، اور سورۃ مریم آیت: ۳۰۔

..... وفى الجامع الصحيح للبخارى، کتاب الانبياء: عن عبادة رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من شهد ان لا اله الا الله وان عيسى عبد الله ورسوله و كلمته القاها الى مريم وروح منه.... الخ۔

(۲) ملاحظہ فرمائیے ج: ۲، ص: ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸۔

بیٹے دونوں کے لئے عیب ہے مثلاً کسی انسان کے نطفے سے اگر گھوڑا پیدا ہو جائے تو پوری دنیا اسے باپ اور بیٹے دونوں کے لئے عیب قرار دیتی ہے اگرچہ گھوڑا فی نفسہ کوئی عیب کی چیز نہیں۔ پس اگر عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا جائے تو دو محالوں میں سے ایک ضرور لازم آئے گا کہ یا تو عیسیٰ علیہ السلام خدا کے ہم جنس یعنی خدا ہوں گے یا ہم جنس نہ ہوں گے، اور یہ دونوں باتیں عقلاً محال ہیں۔ ہم جنس ہونا تو اس لئے محال ہے کہ اس سے اللہ جل شانہ کا عیب لازم آتا ہے جیسا کہ اوپر گذرا، اور اللہ تعالیٰ کا عیب دار ہونا تمام عقلاء کے نزدیک محال ہے، اور ہم جنس یعنی خدا ہونا عقلاً ممکن نہیں اور توحید کے تمام عقلی و نقلی دلائل اسے محال ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عیسائی بھی مانتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پہلے معدوم تھے بعد میں وجود میں آئے، حالانکہ خدا کسی بھی وقت معدوم نہیں ہو سکتا اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے، زمانہ ماضی میں ان کا معدوم ہونا ہی ان کے خدا ہونے کی واضح دلیل ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ خدا عجز اور جسمانیت سے پاک ہے حالانکہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مظلومیت کے قائل ہیں جو ان کے عجز کو ظاہر کرتی ہے، اور جسمانیت کے بھی قائل ہیں کہ ان کا جسم تھا اور گوشت پوست والے تھے، معلوم ہوا کہ وہ خدا نہیں ہو سکتے، ان کا خدا ہونا بھی محال ہے۔

پس خدا کا بیٹا ہونے کی صورت میں جب ان کا ”خدا“ ہونا بھی محال ہے اور غیر خدا ہونا بھی محال تو معلوم ہوا کہ بیٹا ہونا بھی محال ہے کیونکہ بیٹا ہونے کی صورت میں ان دو محالوں میں سے ایک ضرور لازم آئے گا، اور جو چیز مستلزم ہو محال کو وہ خود محال ہوتی ہے اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کا ابن اللہ ہونا محال ہے۔

واللہ اعلم

۱۸/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۰/۳۲۴ ج)

حضرات انبیاء میں افضلیت کے ثبوت کا اصول

سوال (۳۳):- بقول عیسائی حضرات کے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے یہ گناہ کیا کہ گندم کھائی جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زندگی میں کوئی گناہ ہی نہ کیا تھا، لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہوئے۔

جواب :- کسی بھی نبی سے کوئی گناہ نہ ہوتا ہے اور نہ ہوا ہے نہ حضرت آدم علیہ السلام سے نہ عیسیٰ علیہ السلام سے، حضرت آدم علیہ السلام بھی دیگر انبیاء کرام کی طرح ہر قسم کے گناہ سے پاک اور معصوم تھے^(۱)

(۱) قال ائمة الاصول: الانبياء عليهم الصلوة والسلام كلهم معصومون لا يصدر عنهم ذنب ولو صغيرة سهواً (اليواقيت والجواهر ج: ۲ ص: ۲۰)۔

اور جنت کے ممنوع درخت میں سے کھانے کا جو واقعہ قرآن حکیم میں آیا ہے وہ بھی درحقیقت کوئی گناہ نہیں بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کی اجتہادی خطا تھی، اور اجتہادی خطا، خطا تو ہوتی ہے گناہ نہیں ہوتی، چنانچہ آخرت میں اس پر کوئی گرفت بھی نہیں ہوتی، دوسرے بعض انبیائے کرام کے بھی بعض واقعات قرآن حکیم میں اس انداز سے بیان کئے گئے ہیں کہ وہ سرسری نظر سے گناہ معلوم ہوتے ہیں، مگر درحقیقت وہ بھی سب اجتہادی خطائیں تھیں، جنہیں انبیائے کرام کے اعلیٰ مقام کے لحاظ سے اس طرح ذکر کیا گیا جیسے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہو، یہ کہنا کہ اجتہادی خطا تھی اس کی پوری تفصیل مطلوب ہو تو سورہ بقرہ کے چوتھے رکوع میں ”وَلَا تَقْرَبُوا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونُوا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۵﴾ فَإِنَّ لَهَا الشَّيْطَانَ عَنْهَا فَاخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ“ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں، میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی مشہور تفسیر ”معارف القرآن“ میں بھی اس پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

رہی یہ بات کہ عیسیٰ علیہ السلام سے تو اجتہادی خطا بھی نہیں ہوئی تو ان کا درجہ آدم علیہ السلام سے افضل ہوا کیونکہ ان سے ایک گونہ خطا تو سرزد ہوئی۔ ایک درجے میں یہ بات معقول ہے، اور اس حیثیت سے بلاشبہ آدم علیہ السلام پر عیسیٰ علیہ السلام کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ اگرچہ ایک دوسری حیثیت سے آدم علیہ السلام کو افضلیت حاصل ہے اور وہ یہ کہ وہ انبیائے کرام سمیت سب انسانوں کے باپ ہیں، خلاصہ یہ کہ ایک حیثیت سے عیسیٰ علیہ السلام کو افضلیت حاصل ہے اور ایک حیثیت سے آدم علیہ السلام کو اور یہ فیصلہ کرنا ہمارا کام نہیں کہ ان میں سے علی الاطلاق کون زیادہ افضل تھا، یہ بات صرف وحی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت تمام انبیائے کرام پر قرآن و سنت سے معلوم ہو گئی تو ہم بھی اس کا عقیدہ رکھتے ہیں، نہ معلوم ہوتی تو سکوت کیا جاتا۔^(۱)

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہئے کہ ہم مسلمان تمام انبیائے کرام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان سب کو حق جانتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں ہمیں اس کا حکم دیا گیا ہے، اور کسی بھی نبی کی ادنیٰ توہین کو جائز نہیں سمجھتے، لہذا انبیائے کرام میں کسی ایک کی افضلیت اس طرح بیان کرنا جائز نہیں کہ اس سے کسی دوسرے

(۱) اعلم ان المختار عدم التفاضل بین المرسلین علی التعیین بالاعتقل مع ایماننا بأن بعضهم افضل من بعض عند اللہ تعالیٰ اذا لخوض فی مقام المرسلین غیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم من الفضول فعلم اننا نعتقد تفاضلهم علی الایمان ولا بد لقوله تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض ولم یعین لنا من هو الأفضل ومعلوم انه لا ذوق لنا فی مقامات الانبیاء حتی نتکلم علیہا..... فلا ینبغی ان یتکلم فی مقام الرسول الا رسول ولا فی مقام الانبیاء الا نبی، ولا فی مقام الوارثین الا رسول او نبی او ولی او من هو منهم هذا هو الادب الالہی ولولا ان محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم اخبرنا انه سید ولد آدم لا ساع لنا ان نفضله بقولنا (الیواقیت والجواهر ج: ۲ ص: ۴۷)۔

نبی کی ادنیٰ توہین ہوتی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔^(۱)

ہم میں اور اہل کتاب میں ایک بڑا فرق یہ بھی ہے کہ ہم تمام انبیائے کرام پر ایمان لاتے اور ان کی تعظیم کرتے ہیں اور اہل کتاب بعض پر ایمان رکھتے اور بعض کو جھٹلاتے ہیں۔
واللہ اعلم

۱۸ / ۳ / ۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۷ / ۲۴ ج)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہمارا عقیدہ

سوال (۳۴): - حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے

کہ وہ دوبارہ تشریف لائیں گے اگر ایسا ہے تو اس کا کیا انداز ہوگا؟

جواب :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ان کو قتل کیا گیا، نہ سولی

دی گئی، نہ ان کو آب تک موت آئی، سورہ نساء کے اواخر میں ارشاد ہے کہ ”وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ^(۲) بِهِمْ“ یعنی یہودیوں نے نہ ان کو قتل کیا نہ سولی چڑھائی بلکہ یہودیوں کو شبہ میں ڈال دیا گیا، اور کئی مستند

احادیث میں صراحت ہے کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے اور قرب قیامت میں جبکہ دجال کا فتنہ دنیا میں پھیلا ہوا ہوگا، اسے قتل کرنے کے لئے دنیا میں نازل ہوں گے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر دجال اور اس کے ساتھیوں

سے جنگ فرمائیں گے، دجال کو فلسطین کے ایک مقام باب لہ پر اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے، دجال کے ساتھی یہودی ہوں گے اور ان کو شکست ہوگی۔ جن کو مسلمان چن چن کر قتل کریں گے، تمام عیسائی اسلام قبول

کر لیں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام کی حکومت پوری دنیا پر قائم ہوگی۔ آپ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے اور حاکم عادل کی حیثیت سے دنیا میں چالیس سال قیام فرمائیں گے اور قرآن و سنت پر خود بھی

عمل فرمائیں گے اور لوگوں کو بھی اسی پر چلائیں گے، آپ اس وقت بھی نبی ہوں گے، مگر دنیا میں آپ کا قیام بحیثیت نبی نہ ہوگا۔ اس وقت آپ نکاح بھی فرمائیں گے، آپ کی اولاد بھی ہوگی پھر آپ کا انتقال ہوگا، اور

مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھ کر آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس میں دفن فرمائیں گے۔ چنانچہ روضہ اقدس میں ایک قبر کی جگہ انہی کے لئے خالی چھوڑی گئی ہے، یہ سب مستند احادیث

(۱) المشکوٰۃ مع المرقاة ۹: ۶۸، ۶۸، باب بدء الخلق وذكر الأنبياء: وعنه قال استب رجل من المسلمين ورجل من اليهود فقال النبي صلى الله عليه وسلم لا تخيروني على موسى الخ۔

فی المرقاة تحتہ: ۹: ۶۸ (علی موسیٰ) ای ونحوہ من اصحاب النبوة تفضیلاً یودی الی ابہام المنقصہ او الی تسبب الخصومة . . . والہمانہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن التفضیل بین الأنبیاء علیہم الصلاۃ والسلام من یقول ذلک من دایہ لا من یقولہ بدلیل او من یقولہ بحیث یودی الی تنقیص المفضول او یجرا الی الخصومة الخ۔

(۲) النساء: ۱۵۷۔

نبویہ سے ثابت ہیں اور ان میں سے کوئی بات بھی عقلاً ناممکن نہیں اگرچہ بعض باتیں عجیب ضرور ہیں۔ یہ آپ کے اس سوال کا مختصر جواب ہے، اس کی پوری تفصیل مطلوب ہو تو ”علامات قیامت اور نزول مسیح“ کا مطالعہ کیجئے جو میری اور میرے والد ماجد کی مشترک تالیف ہے۔

واللہ اعلم

۱۸/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۹۷۳/۲۳ ج)

حضرت مریم کی شادی ہوئی تھی یا نہیں؟ اور آپ

رفع عیسیٰ کے وقت زندہ تھیں یا نہیں؟

سوال (۳۵):- کوئی ایسی علامت کہ حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

صلیب والا واقعہ ہونے کے وقت زندہ تھیں یا نہیں؟

جواب:- حضرت مریم کی شادی نہیں ہوئی تھی، نہ کسی مرد سے ان کا جنسی تعلق قائم ہوا۔ ان کے

بطن نے عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت محض ایک معجزہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بقول اہل کتاب سولی دیئے

جانے اور بقول ہمارے آسمان پر اٹھائے جانے کے وقت حضرت مریم حیات تھیں یا نہیں؟ قرآن حکیم کی کسی

آیت سے اس کا جواب نہیں ملتا، احادیث میں بھی نظر سے نہیں گذرا۔ ممکن ہے ”بائبل سے قرآن تک“ میں

واللہ اعلم بالصواب

اس پر کچھ روشنی ڈالی گئی ہو۔^(۱)

۱۸/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۹۷۳/۲۳ ج)

حضرت عیسیٰ کی حقیقی عظمت کے قائل مسلمان ہیں یا عیسائی؟

سوال (۳۶):- بحیثیت نبی کے ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائیوں سے زیادہ بڑا درجہ کیونکر

دے سکتے ہیں؟

جواب:- عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ایک ایسی صفت ”یعنی خدا کا بیٹا ہونے“ کے

مدعی ہیں جس کا انکار خدا تعالیٰ نے بھی فرمایا اور آخرت میں جب عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہوگا کیا تم نے

عیسائیوں کو کہا تھا کہ مجھے خدا کا بیٹا کہو تو وہ بھی انکار اور براءت کریں گے کہ میں نے ہرگز ان سے یہ نہ کہا تھا۔

(۱) اشک کے باوجود ”بائبل سے قرآن تک“ میں یہ بحث نہیں ملی تاہم انجیل یوحنا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام اس وقت زندہ تھیں

لاحظہ فرمائیں: انجیل یوحنا باب ۱۹ آیت ۲۶، ۲۷:

”یسوع نے اپنی ماں کو اور اس شاگرد کو جسے وہ پیار کرتا تھا پاس کھڑے دیکھا اور اپنی ماں سے کہا اے خاتون! دیکھ تیرا بیٹا، پھر شاگرد سے کہا کہ دیکھ تیری ماں، اور اسی وقت سے اس شاگرد نے اسے اپنے ہاں لے لیا۔“

دُنیا کی اکثریت بھی ہر زمانے میں اس بات کو مضحکہ خیز سمجھتی رہی ہے کہ عقل انسانی بھی اس کی نفی کرتی ہے جس کا اجمالی بیان پیچھے ہو چکا ہے۔^(۲) تو درحقیقت یہ عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف و توصیف اور تحسین نہیں بلکہ ایک قسم کا استہزاء ہے جو عیسائی غیر شعوری طور پر کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس عقیدے کے بارے میں خود عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے درمیان اختلاف اور اس کی تفسیروں میں تضاد پایا جاتا ہے ”بائبل سے قرآن تک“ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔^(۳)

عیسائیوں کے اس دعویٰ کی مثال ایسی ہے کہ کچھ لوگ نہایت جاہ و جلال والے کنوارے بادشاہ کے کسی دوست کے بارے میں یہ مشہور کرنے لگیں کہ یہ بادشاہ کا بیٹا ہے مگر بادشاہ بھی اس کا منکر ہو اور اسے اپنی توہین کا باعث سمجھتا ہو، دوست بھی اسے غلط قرار دیتا ہو اور بادشاہ کی ناراضگی اور توہین کا باعث سمجھتا ہو، لوگوں کی اکثریت بھی اسے مضحکہ خیز سمجھتی ہو اور عقلی طور پر اسے لوگ ممکن نہ سمجھتے ہوں بلکہ جھوٹ قرار دیتے ہوں تو خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ جنہوں نے اس دوست کو کنوارے بادشاہ کا بیٹا کہا، انہوں نے اس کی تعظیم و توقیر کی یا سخت توہین و ایذا رسانی کے مجرم ہوئے؟

پس عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایسے ہی نادان دوست ہیں کہ تعظیم کی نیت سے وہ اس ذات کی بھی توہین کر رہے ہیں جسے وہ باپ کہتے ہیں اور اس کی بھی جسے وہ بیٹا کہتے ہیں۔ برخلاف مسلمانوں کے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو ایک ایسی صفت سے متصف قرار دیتے ہیں جس سے بڑھ کر انسان میں کوئی صفت کمال نہیں ہو سکتی، وہ صفت ”عبدیت“ یعنی بندگی ہے یہی وہ صفت ہے کہ جتنی یہ ترقی کرتی جائے گی انسان اتنا ہی کامل اور اس کا درجہ فرشتوں اور تمام مخلوق سے اتنا ہی افضل و برتر ہوتا جائے گا، یہ صفت سب سے عظیم اس لئے ہے کہ قرآن حکیم میں تخلیق انسان کا مقصد ”عبادت“ یعنی بندگی قرار دیا گیا ہے، سورہ ذاریات کے آخر میں ارشاد ہے ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“^(۴) یعنی میں نے جنات اور انسان کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔ اور ظاہر ہے کہ جو صفت کسی چیز کا مقصد وجود ہو وہی اس چیز کا معیار کمال ہے، مثلاً موٹر بنانے کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ چلے اور اس کے ذریعے زیادہ سے زیادہ مسافت کم

(۱) ”وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ۖ اَنْتَ قُلْتُ لِلنَّاسِ امْسِكْ ذَنْبًا ۖ قَالَتْ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ بِشَيْءٍ مُّشِيٍّ ۚ اِنْ كُنْتُ قُلْتُ فَقَدْ عَلِمْتُ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ“ (۱) مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتُ بِهٖ اَنْ اَعْبُدُوْا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ غُلٰمًا مِّنْكُمْ ۚ اَقَامْتُ فِيْهِمْ ثَلَاثًا نُّفُوْسًا ۚ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّحِيْمِيْنَ“ (۲) ”وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ“ (۳) ”سورۃ المائدہ۔“

(۲) مراد ہے گزشتہ فتویٰ بعنوان حضرت عیسیٰ کی پیدائش معجزہ کیوں اور وہ خدا کے بیٹے کیوں نہیں؟

(۳) ”بائبل سے قرآن تک“ ج: ۲، ص: ۲۴۱ تا ۲۴۲، نیز ملاحظہ فرمائیے مقدمہ ”بائبل سے قرآن تک“ ص: ۶۸۵ تا ۶۸۶۔

(۴) سورہ الذاریات آیت: ۵۶۔

وقت میں باسانی قطع کی جاسکے، یہی وہ فیصلہ کن صفت ہے جس کی بنیاد پر کسی موثر کار کو بحیثیت موثر کار کے اچھایا برقرار دیا جاسکتا ہے۔ جس کار میں یہ صفت جتنے کمال کے ساتھ پائی جائے گی وہ ہر عاقل کے نزدیک اتنی ہی کامل کار سمجھی جائے گی، اور جو گاڑی بہت سی خوبیوں کے باوجود چلتی نہ ہو وہ بحیثیت ایک کار کے سب کے نزدیک بے کار اور قابلِ مذمت ہے اگرچہ دیکھنے میں وہ کتنی ہی خوبصورت نظر آئے۔

معلوم ہوا کہ بنیادی طور پر کسی چیز کی وہی صفت معیارِ کمال بن سکتی ہے جو اس کا مقصدِ تخلیق ہو، اور انسان کا مقصدِ وجود اللہ کی بندگی ہے، جس انسان میں یہ صفت جتنی کامل ہوگی وہ اتنا ہی کامل ہوگا، اور انسان کی سب سے بڑی مدح و ستائش یہی ہو سکتی ہے کہ اسے اللہ کا کامل بندہ قرار دیا جائے۔ چنانچہ سورۃ اسراء کی ابتدائی آیات میں جبکہ معراجِ آسمانی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم اعزاز یعنی اسراء کا ذکر کیا گیا ہے تو وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر صفات کی بجائے آپ کی صفتِ عبدیت ہی کو بطور امتیازی شان ذکر فرمایا گیا۔

ارشاد ہے ”سُبْحَنَ الَّذِیْ اَسْمٰی بِعَبْدٍ لِّیْلًا مِّنَ السُّجُودِ الْحَرَامِ اِلَی السُّجُودِ الْاَقْصَا“^(۱) یعنی پاک ہے وہ ذات جو راتوں رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی، یہاں ”بِعَبْدٍ“ کی بجائے ”بِحَبِیْبِہ“ وغیرہ بھی فرمایا جاسکتا تھا، مگر ”بِعَبْدٍ“ کو خاص طور سے اسی لئے ذکر فرمایا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت تمام صفات میں عظیم ترین اور کامل ترین تھی، رسول یا نبی ہونا بھی اس لئے سب سے بڑی فضیلت ہے کہ رسول اور نبی میں بندگی کی صفت کامل ہوتی ہے۔

اس پوری بحث سے معلوم ہوا کہ انسان کی سب سے بڑی مدح و ثناء یہی ہو سکتی ہے کہ اسے اللہ کا بندہ کامل قرار دیا جائے، اور مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اسی صفت کے قائل ہیں، چنانچہ سورۃ مریم کے دوسرے رکوع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ: ”قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اَنِیْی الْکِتَابُ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا“^(۲) وہ بچہ (عیسیٰ علیہ السلام) خود ہی بول اُٹھا کہ میں اللہ کا (خاص) بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب (یعنی انجیل) دی اور اس نے مجھ کو نبی بنایا۔

یہاں عیسیٰ علیہ السلام کی تین صفات انہی کی زبان سے کہلوائی گئیں، بندہ خاص ہونا، صاحب کتاب ہونا اور نبی ہونا مگر ان میں بھی صفتِ بندگی کو سب سے پہلے ذکر فرمایا گیا۔

اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ قرآن حکیم میں کئی انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر مختلف اعزاز کی اوصاف کے ساتھ کیا گیا مگر ”عَبْدُ اللّٰهِ“ کی صفت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے لئے استعمال ہوئی۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دوسرے انبیائے کرام اللہ کے بندے نہ تھے،

حقیقت یہ ہے کہ بندے تو تمام انسان ہیں۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام کو سورۃ کہف میں ”عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا“^(۱) فرمایا گیا، اور بخت نصر کے ساتھیوں کو سورۃ بنی اسرائیل کے پہلے رکوع میں ”عِبَادًا لَّنَا“^(۲) اور تمام انبیائے کرام اللہ کے کامل بندے ہیں، لیکن کامل بندگی میں بھی مختلف درجات ہیں۔ چنانچہ خاص طور سے انہی دو انبیائے کرام کے ساتھ اس خاص انداز میں (عبد کی اضافت اللہ کی طرف کر کے) ”اپنا بندہ“ اور اللہ کا بندہ فرمانا ایک قسم کا امتیازی خطاب ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان دونوں انبیاء میں یہ صفت خصوصی کمال کے ساتھ موجود ہے۔

اگرچہ پھر ان دونوں میں بھی اس کمال کے اعتبار سے فرق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ صفت اور بھی زیادہ کمال کے ساتھ موجود ہے، من جملہ دیگر دلائل کے خود انہی الفاظ میں اس کا اشارہ بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ”عَبْدُ اللَّهِ“ ہونا تو خود عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہلوانے پر اکتفاء کیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ”عبدہ“ اور ”عبد اللہ“ ہونے کا اعلان خود اللہ جل شانہ نے اپنی طرف سے فرمایا۔ سورہ جن میں بھی ارشاد ہے: ”لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا“^(۳)۔

خلاصہ بحث یہ کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے سب سے بڑی صفت کمال کے قائل ہیں اور عیسائی اس کا انکار کرتے ہیں۔ اب یہ فیصلہ کر لینا مشکل نہیں کہ ان کی تعظیم ہم زیادہ کرتے ہیں یا عیسائی۔

واللہ اعلم

۱۸/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۷/۲۴ ج)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تعدد ازواج کا اعتراض و جواب

سوال (۳۷): - نعوذ باللہ غیر مسلم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ کی تو کئی بیویاں اور کئی لونڈیاں تھیں، جنگ میں اونڈیوں کا ہاتھ لگنا اور اُن سے بیوی جیسا برتاؤ کرنا کیسا ہے؟

جواب: - صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن حکیم میں چار سے زیادہ بیویاں بیک وقت نکاح میں رکھنے کی اجازت خصوصی طور پر دی گئی تھی، اُمت کو چار سے زیادہ بیویاں بیک وقت نکاح میں رکھنا جائز نہیں، پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے بے شمار دینی مصلحتوں کی بنا پر آپ نے چار سے زیادہ بیویاں بیک وقت نکاح میں رکھیں، اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟

اور لونڈیاں رکھنا بھی اسلام نے چند شرائط کے ساتھ جائز رکھا ہے، اُن سے جماع بھی بعض شرائط

کے ساتھ جائز ہے، خود قرآن حکیم میں اُسے جائز قرار دیا گیا ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اعتراض نہیں آتا، البتہ اس زمانے میں چونکہ لونڈی بنانے کی شرائط مفقود ہیں اب کسی لونڈی کا وجود نہیں۔

واللہ اعلم

۱۵/۱۱/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۲۵۷۴ ز)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مردے زندہ کرنے کا

عقیدہ رکھنا درست ہے؟

سوال (۳۸):- کیا مسلمانوں کو یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردے

زندہ کئے؟ برائے کرم رہنمائی فرمائیں۔

جواب:- اللہ جل شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ وہ اللہ کے حکم و ارادہ

سے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے، قرآن حکیم (سورہ آل عمران) میں ارشاد ہے: ”وَأَبْرَأُ الْكَلْبَةَ وَالْأَبْيَحَ (۱) وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ“ لہذا یہ عقیدہ رکھنا درست ہے۔

واللہ اعلم

۲۹/۷/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶/۱۷۹۹ د)



(۱) آیت: ۳۹، وقال تعالى: ”وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ“ (المائدة: ۱۱۰)

وفي تفسير البغوي تحته: (واذا تخرج الموتى من قبورهم أحياء)

فصل فی السُّنَّة والبدعة

(سنت و بدعت کے بیان میں)

بدعتی کی تعریف

سوال (۳۹):- بدعتی کس کو کہتے ہیں؟

جواب:- ایسا کام عبادت سمجھ کر کرنا جس کا عبادت ہونا قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ یا کسی بھی دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو "بدعت" کہلاتا ہے جو شخص اس کا ارتکاب کرے، وہ شرعاً بدعتی ہے۔^(۱)

واللہ تعالیٰ اعلم

(فتویٰ نمبر ۹۹۶/۲۲ الف)

تدفین کے بعد قبر پر اذان دینا

سوال (۴۰):- ہمارے امام صاحب میت دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان پڑھتے ہیں اگر ان کو

منع کیا جائے تو اس ممانعت کی کتب سے حوالہ چاہتے ہیں براہ کرم جواب سے نوازیں۔

جواب:- میت کو دفنانے کے بعد قبر پر اذان دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت

نہیں ہے، اس لئے یہ فعل بطور ثواب کرنا بدعت ہے جس سے پرہیز واجب ہے، اور کتابوں کا حوالہ ان

مولوی صاحب کے ذمہ ہے جو قبر پر اذان دیتے ہیں اگر وہ کسی حدیث سے ثابت نہ کر سکیں تو یہی اس بات کی

دلیل ہے کہ ان کا یہ فعل بدعت ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہی (ضلالۃ) قرار دیا ہے اور اس پر

عذابِ نار کی خبر دی ہے۔ اگر یہ امام صاحب اس بدعت سے توبہ نہ کریں تو کسی اور متبع سنت شخص کو امام بنالیا

(۱) والبدعة اصلها ما احدث على غير مثال سابق وتطلق في الشرع في مقابل السنة فتكون مذمومة (فتح الباری باب فضل من قام رمضان تحت قول عمر نعم البدعة ج: ۲ ص: ۳۱۸)۔ قال القاضی: المعنى من احدث في الاسلام رايا لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر او خفي ملفوظ او مستنبط فهو مردود (المراقبة، باب الإغتصام بالكتاب والسنة، تحت حديث عائشة "من احدث في امرنا هذا فهو رد")۔

..... نیز ملاحظہ فرمائیے: رسالہ "سنت و بدعت" مؤلفہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ص: ۱۱۔

(۲) لا یسن الاذان عند ادخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر في فتاويه بانه بدعة وقيل ومن ظن انه سنة قياسا على نديهما للمولود الحاقا لخاتمة الامر بابتدائه فلم يصب رد المحتار، باب صلاة الجنائز ج: ۲ ص: ۲۳۵ (معین)۔

..... نیز ملاحظہ فرمائیے: امداد الفتاویٰ ج: ۵ ص: ۳۰۱۔

جائے لیکن جنگ وجدال سے ہر حال میں پرہیز کریں جب تک کسی صالح امام کا انتظام نہ ہو موجودہ امام کے پیچھے، تنہا نماز پڑھنے سے نماز پڑھنا بہتر ہے جماعت ترک نہ کریں۔^(۱)

واللہ تعالیٰ اعلم

محرر فیع عثمانی

(فتویٰ نمبر ۲۹۳/۲۳ ب)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

بدعات کی تردید کا طریقہ کار

سوال (۴۱):- ایک دیوبندی عالم دین اپنی تقریر و تحریر میں بدعت کے خلاف سخت اپنی نفرت کا اظہار کرتے ہیں وہاں کے لوگ دُعا بعد الجنازہ کے قائل ہیں اور ایسا نہ کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں ایسی حالت میں اس عالم کو دُعا بعد الجنازہ کرنا چاہئے یا نہیں؟

جواب:- ان عالم دین کو چاہئے کہ نرمی، ہمدردی اور حکمت سے لوگوں کو صحیح مسئلہ سمجھائیں اور لوگ نہیں مانتے تو نماز جنازہ خود نہ پڑھائیں کوئی اور پڑھا دیا کرے یا نماز جنازہ پڑھ کر خود دُعا میں شریک نہ ہوں اور لوگوں سے جھگڑا بھی نہ کریں،^(۲) نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دُعا کا التزام بدعت اور ناجائز ہے۔^(۳)

واللہ تعالیٰ اعلم

محرر فیع عثمانی

۱۳۹۳/۸/۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۱۳/۲۴ و)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

زندگی میں اپنی قبر بنانا

سوال (۴۲):- کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ قبر کا بنانا اپنی زندگی میں اور کسی بہتر نیت کے ساتھ کہ اس میں ثواب یا زیادہ ثواب کی گنجائش ہو کیا قبر بنانا شرعاً باعثِ ثواب ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو کس نیت کے ساتھ باعثِ ثواب بن سکتا ہے؟

(۱) وفي النهر عن المحيط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة (الدر المختار، باب الامامة ج: ۱ ص: ۵۶۵) فی الشامية تحته. (قوله نال فضل الجماعة) اذا ان الصلوة خلفهما اولی من الانفراد لكن لا ینال کما ینال خلف تقی و... (۲) قال الله تعالی: "اَوْفُوا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ الَّذِي اٰتَيْنَاكُمْ بِالْحَقِّ" (النحل: ۱۲۵)۔ فی تفسیر المظهری تحته: (ج: ۵ ص: ۸) ۶ وقيل الموعظة الحسنة القول اللين الرقيق من غير غلظة ولا تعسف۔ (۳) اذا فرغ من الصلوة لا يقوم بالدعاء (فی الفتاوی السراجية ص: ۷۷ باب الصلاة على الجنائز)۔ ... وقيل بقوله بعد الثالثة لانه لا يدعو بعد التسليم كما في الخلاصة (البحر الرائق ج: ۲ ص: ۳۸۹، طبع بيروت)۔ ولا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلاة الجنائز لان اكثر صلوة الجنائز انما هو الدعاء (المحيط البرهاني ج: ۳ ص: ۱۰۹)۔

جواب :- زندگی میں اپنی قبر بنانا باعثِ ثواب نہیں، اور سنت سے ثابت بھی نہیں، کسی بھی نیت

واللہ اعلم

سے نہیں بنانی چاہئے۔

۱۶/۶/۱۴۰۵ھ

(فتویٰ نمبر ۹۷۵/۳۶ ج)

زندگی میں قبر بنوا کر غلہ بھرنے کا حکم

سوال (۴۳) :- بزرگوں سے سنا ہے کہ زندگی میں قبر بنوانے سے قبر کو خالی نہیں رکھا جاتا ہے،

بلکہ اس میں غلہ بھروا دیا جاتا ہے، اور ہر سال وہ غلہ نکال کر خیرات کر دیا جاتا ہے اور پھر دوبارہ غلہ بھر دیا جاتا ہے، شرع میں کیا مسئلہ ہے؟ اور کیا ہر سال کی قبر بنوانا ضروری ہے؟

جواب :- اس کی کوئی اصل شریعت میں نہیں، بے اصل بات ہے، زندگی میں اپنی قبر بنانا بھی

واللہ اعلم

بے اصل ہے۔

۱۶/۶/۱۴۰۵ھ

(فتویٰ نمبر ۹۷۵/۳۶ ج)

دُعا بعد جنازہ کا حکم

سوال (۴۴) :- ۱- دُعا بعد نماز جنازہ ثابت ہے یا نہیں؟

۲- مُردے کو رکھنا اور جلد دفن نہ کرنا کیسا ہے؟

جواب :- یہ دونوں کام بدعت اور ناجائز ہیں، مُردے کو جس قدر جلد ممکن ہو دفن کرنا

واللہ اعلم

ضروری ہے۔^(۱)

۱۱/۱۰/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۲۱/۲۳ و)

نماز جنازہ کے بعد دُعا مانگنا

سوال (۴۵) :- دُعا بعد نماز جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب :- نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دُعا کا التزام بدعت اور ناجائز ہے۔^(۲) واللہ اعلم

۲۲/۳/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۵۸۵/۲۵ ج)

(۱) عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: أسرعوا بالجنازة. فإن تك صالحة فخير، تفقد موتها، وإن تك سوي فذلك

فشر تضعونه عن رقابكم (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب السرعة)۔

(۲) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان "بدعات کی تردید کا طریقہ کار"۔

مختلف مروّجہ بدعات اور اس کا اصولی جواب

سوال (۴۶): ۱- حضور کے بارے میں علم غیب ثابت کرنا کلی یا جزئی تقسیم۔

۲- اور آپ کو حاضر ناظر سمجھنا۔

۳- غیر اللہ سے دُعا مانگنا۔

۴- آپ کو نور سمجھنا۔

۵- دُعا بعد نماز جنازہ۔

۶- دُعا بعد صلاۃ سنت اجتماعی ہیئت کے ساتھ تین بار۔

۷- لکھی ختم کھانا اور لینا۔

۸- مروّجہ دورِ اسقاط۔

۹- گیارہویں دینا اگرچہ تاریخ گیارہ نہ ہو۔

۱۰- میت کے تین دن بعد میت کو ایصالِ ثواب کے لئے ضیافت کرنا۔

جواب :- جتنی باتیں سوال میں مذکور ہیں یہ جس طرح عوام میں رائج ہو گئی ہیں ان کی کوئی اصل

نہیں، لوگوں نے محض ناواقفیت سے خود گھڑ لی ہیں۔ یہ سب کام بدعت ہیں جسے احادیث میں گمراہی قرار دیا گیا ہے،^(۱) لہذا واجب الترمک ہیں ان سب مسائل کی تفصیل اور دلائل بزرگوں نے مستقل رسائل مثلاً ”مسئلہ علم الغیب“ (از حضرت گنگوہیؒ) اور ”حیلہ اسقاط“ (از حضرت مفتی صاحبؒ)^(۲) وغیرہ میں بیان کی ہیں جس کو دلائل کی ضرورت ہو ان رسائل کا مطالعہ کرے۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی

۱۲۹/۱۱/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۴۸/۲۲۲)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

چند مروّجہ بدعات

سوال (۴۷): ۱- مُردے کے گھر میں پہلے تین دنوں میں طعام کا پکانا اور اُس کا کھانا کیسا ہے؟

۲- مُردے کے مرنے کے بعد ہر جمعہ تعین کے ساتھ چہلم اور سالگرہ پر خیرات کرنا کیسا ہے؟

(۱) کما جاء فی المدیث: إیاکم و محدثات الأمور فإن کل بدعة ضلالة (المستدرک، کتاب العلم، حدیث ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵

۳- ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ پر خیرات کرنا، یہ سمجھ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دن بیماری سے صحت یاب ہوئے تھے کیا یہ ثابت ہے؟

۴- کسی بزرگ کے نام پر نذر و نیاز کرنا، چوپایوں اور غلے کا اور شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام گیارہویں دینا کیسا ہے؟

۵- اولیائے کرام کا عرس کرنا کیسا ہے؟

۶- مُردے کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن پاک کا ختم کرنا اور اُس پر بغیر کسی شرط کے پیسے لینا یا کھانا کھانا کیسا ہے؟

جواب:- یہ سب اُمور جس طریقے سے آج کل عوام میں رائج ہو گئے ہیں یہ طریقے بدعت اور واجب الترتک ہیں۔
واللہ اعلم

۱۱/۱۰/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۲۱/۲۳)

حیلہ اسقاط

سوال (۴۸):- مال دار آدمی کی وصیت کے بغیر اُس کا مال ایک سے دوسرے مال دار ملّا کو بخش دینا، اور خود اُس میں بڑا حصہ لینا غریبوں مسکینوں کو فدیہ سے کم دینا، یہ فدیہ ادا ہوتا ہے یا نہیں؟
جواب:- یہ سب کام بدعت اور ناجائز ہیں۔^(۱)
واللہ اعلم

۱۱/۱۰/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۲۱/۲۳)

چڑھاوے چڑھانا جائز نہیں

سوال (۴۹):- ”بہشتی زیور“ میں پڑھا ہے کہ پیروں کے قبروں پر مٹھائیاں بانٹنا، جانور ذبح کرنا، چڑھاوے چڑھانا، پختہ قبریں بنانا، میلے لگانا سب گناہ ہیں؟
جواب:- ”بہشتی زیور“ میں جو بات لکھی ہے،^(۲) صحیح ہے۔ جس طرح اس زمانے میں لوگ جہالت سے ان بدعات اور لغو کاموں میں لگے ہوئے ہیں اسی طرح پہلے بھی بعض لوگ لگے رہے، اس زمانے میں بھی علمائے حق ان غلط کاموں کو غلط بتاتے ہیں، پہلے کے علمائے حق بھی ان باتوں کو غلط قرار دے کر فرض ادا کرتے رہے۔ مسئلہ جاننے کے باوجود جو شخص ان لغویات میں مبتلا رہے اس کی ذمہ داری اس پر ہے، علماء پر نہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم

(فتویٰ نمبر ۷۵۱/۲۳)

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: جواہر الفقه ج: ۱ ص: ۳۸۷ تا ۳۹۲ تحت عنوان ”حیلہ اسقاط کا حکم“۔

(۲) دیکھئے ”بہشتی زیور“ حصہ اول، بدعتوں اور زہری رسوم اور زہری باتوں کا بیان۔

نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی دُعا

سوال (۵۰): - میت کی نمازِ جنازہ کے بعد پھر دُعا مانگنا چاہئے یا نہیں؟

جواب:- نمازِ جنازہ میں خود میت کے لئے دُعا ہے چنانچہ نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی طور پر دُعا مانگنا اور اس کی پابندی کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں، صحابہ و تابعین کے تعامل سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا لہذا اس کا التزام بدعت اور واجب الترتک ہے۔^(۱) ہاں انفرادی طور پر میت کے لئے ہر وقت دُعا کی جاسکتی ہے، اس کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں۔

واللہ اعلم

۱۳۹۳ھ / ۲ / ۷

(فتویٰ نمبر ۲۶۲ / ۲۵ ب)

نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی دُعا قرآنِ کریم اور

حضراتِ صحابہؓ سے ثابت نہیں

سوال (۵۱): ۱- کیا نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی حالت میں ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا قرآن و حدیث

سے ثابت ہے؟

۲- کیا صحابہ کرامؓ سے نمازِ جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا ثابت ہے؟

جواب:- نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا نہ قرآنِ کریم سے ثابت ہے نہ حدیث شریف سے۔ صحابہ کرام کے اقوال و اعمال سے بھی ثابت نہیں لوگوں نے اپنی طرف سے ایجاد کی ہے اس کا التزام بدعت اور واجب الترتک ہے۔^(۲)

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۹۷ھ / ۱ / ۱۶

(فتویٰ نمبر ۱۰۶ / ۲۸ الف)

دُعا بعد الجنازۃ بدعت ہے

سوال (۵۲): - ہمارے ملک میں رواج ہے کہ لوگ دفن سے پہلے جنازہ کے بعد بڑے اہتمام

سے دُعا کرتے ہیں اور نہ کرنے والوں کو ملامت کرتے ہیں۔ اس کے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

جواب:- یہ چیز بھی دین میں بے اصل ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اُمت پر

(۱) قد صرّ تخریجہ تحت عنوان ”بدعات کی تردید کا طریقہ کار“ نیز ملاحظہ فرمائیے: امداد الاحکام ج: ۱، ص: ۱۰۴، رسالہ ”راوی سنت“ مولفہ حضرت مولانا مہر فراز خان صفدر مدظلہم ص: ۲۰۵ تا ۲۲۰، رسالہ ”دلیل الخیرات فی ترک المنکرات“ مؤلفہ مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحبہ

ص: ۶۰ تا ۳۸۔

(۲) بحوالہ بالا۔

مہربان کون ہوگا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ ثابت نہیں، نہ صحابہ کرامؓ اور تابعین سے ثابت ہے، لہذا یہ رسم بھی بدعت اور واجب الترمک ہے۔^(۱)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۶/۱۱/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۶۸/۲۲ الف)

نماز جنازہ کے بعد دُعا کا التزام

سوال (۵۳): کیا نماز جنازہ کے بعد دُعا پڑھنا جائز ہے؟

جواب: نماز جنازہ خود میت کے لئے دُعا ہی ہے، نماز کے بعد اجتماعی طور پر التزاما کھڑے

ہو کر یا بیٹھ کر دُعا کرنا سنت کے خلاف اور بدعت ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔^(۲)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۲۵/۹/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۲۵۹/۲۲ ج)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

نماز جنازہ کے بعد دُعا کا ثبوت اور وہابی کا مصداق

سوال (۵۳): نماز جنازہ کے بعد دُعا ہے یا نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی

صحابی کی میت پر دُعا فرمائی ہے اگر نماز کے بعد فرمائی ہے تو وہ دُعا کونسی ہے؟ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نماز کے بعد کونسی دُعا فرمائی تھی؟ اگر ہم بھی ثواب سمجھ کر ایسا کریں تو ثواب ہے یا نہیں؟ نیز وہابی کے کہتے ہیں۔

جواب: نماز جنازہ خود دُعا ہے اس کے بعد اجتماعی طور پر دُعا کسی حدیث یا صحابہ و تابعین کے

تعال سے ثابت نہیں، اس کا التزام بدعت ہے اس سے روکنے کے باعث کوئی اہل سنت والجماعت سے کیسے خارج ہو سکتا ہے۔ وہابی ان لوگوں کو کہتے ہیں جو شیخ عبدالوہاب نجدی کی پیروی کرتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۳۰/۱۱/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۲۱۸/۲۵ ب)

(۱) بحوالہ بالا۔

(۲) بحوالہ بالا۔

نماز جنازہ کے بعد میت کی چارپائی کو چالیس قدم تک گول چکر میں گھمانا

سوال (۵۵):- ہمارے ملک میں رواج ہے کہ جنازہ کے بعد جب میت کی چارپائی اٹھا کر قبر تک لے جاتے ہیں تو اس کو گول چکر میں چالیس قدم گھماتے ہیں اس صورت کے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

جواب:- اس صورت کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اگر یہ کوئی ثواب کا کام ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ و تابعین سے منقول ہوتا۔ لہذا یہ چکر لگانا اگر ثواب کی نیت سے ہے تو بدعت اور واجب ترک ہے،^(۱) بغیر نیت ثواب کے ہے تو لایعنی اور عبث کام ہے جس سے مسلمانوں کو بچنے کی ہدایت احادیث میں صریح طور پر موجود ہے۔^(۲)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۶/۱۱/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۶۸/۲۲ الف)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

انتقال کے موقع پر اہل میت کو پاچی (نیوتہ) دینا

سوال (۵۶):- ہمارے علاقے میں کافی عرصے سے یہ رسم رائج ہے کہ جب کسی خاندان میں فوتگی ہو جاتی ہے تو میت کے ورثاء نماز جنازہ سے فارغ ہوتے ہی جنازے میں شریک دوست احباب سے پاچی یا فاتحہ کے نام پر روپے وصول کرتے ہیں، اس رقم کا شادی کی طرح باقاعدہ رجسٹر پر اندراج ہوتا ہے اور یہ رسم بجالانے والے کے خاندان میں جب کوئی میت ہو جائے تو رجسٹر کے مطابق یہ رقم ورثاء میت کو پاچی فاتحہ ہی کی شکل میں لوٹا دی جاتی ہے۔ عمر رسیدہ بزرگ یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ یہ مذکورہ طریقہ انتہائی غربت کے باعث باہمی تعاون کے اصول پر اپنایا گیا تھا اور اس کا مقصد اس سانحے پر اہالیان علاقہ کی مدد کرنا تھا اور بس۔ لیکن اب یہ طریقہ اپنی افادیت کھو چکا ہے اور بجائے امداد کے قرض کی صورت اختیار کر چکا ہے، اس لئے آئندہ حال، دینی سوجھ بوجھ رکھنے والے گھرانوں میں یہ رسم زوال پذیر ہے، لوگ آہستہ آہستہ اس رسم

(۱) البدعة اصلها ما احدث على غير مثال سابق وتطلق في الشرع في مقابل السنة فتكون مذمومة (فتح الباری، باب فضل من قام رمضان تحت قول عمر نعم البدعة)۔

(۲) عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من حین اسلام المرء ترک ما لا یعنیه (جامع الترمذی، باب بدون الترجمة فی ابواب الزہد، حدیث: ۲۳۱۷، ۲۳۱۸، صحیح ابن حبان، کتاب الایمان، باب ما جاء فی صفات المومنین حدیث: ۲۲۹)۔

سے آزادی حاصل کر رہے ہیں اور اپنی میت پر شرکاء جنازہ اہالیان علاقہ دوست، احباب، رشتہ داروں سے پاچی یا فاتحہ کے نام پر یہ رقم نہیں لے رہے، جس پر اس رسم کے پابند لوگ بہت شور مچاتے ہیں اور اس رسم سے رستگاری پانے والوں کے خلاف طرح طرح کے پروپیگنڈے کرتے ہیں اور انہیں شر پسند اور فتنہ پرور قرار دیتے ہیں، نیز دوسرے جائز امور میں بھی اس رسم کے عملی مخالفین (تارکین) کو قطع تعلق کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ تفصیل طلب امر یہ ہے کہ آیا پابندی رسم زمانہ اور اہالیان علاقہ کے اس رویے کے پیش نظر اس رسم کی پابندی نہ کرنے والے پاچی یا فاتحہ میت کے نام پر وصول کر لیں یا نہ لینے کے موقف پر قائم رہیں، جو صورت بہتر اور اقرب الی السنہ ہو پوری وضاحت اور صراحت کے ساتھ تحریر فرما کر ہماری دُعائیں حاصل کریں۔

جواب :- صورت مسئلہ میں دو باتیں قابل غور ہیں :-

۱- ایک یہ کہ جو رقم شرکاء جنازہ سے پاچی یا فاتحہ کے نام سے لی جاتی ہے اس رقم کی کیا حیثیت

ہے؟ آیا وہ ہبہ اور امداد ہے یا قرض ہے؟

۲- دوسری بات یہ کہ قطع نظر قرض و ہبہ سے مذکورہ رسم فی نفسہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو مذکورہ طریقہ کار سے واضح ہے کہ یہ رقم ہبہ یا امداد نہیں ہے بلکہ یہ قرض ہے، اگرچہ قرض کا باقاعدہ معاہدہ نہیں ہوتا اور نہ ہی قرض کے نام سے مذکورہ رقم لی جاتی ہے لیکن چونکہ قرض کی طرح اس رقم کے لوٹانے کو ضروری سمجھا جاتا ہے جیسا کہ طریقہ کار سے واضح ہے، اس لئے قاعدہ ”المعروف کا لمشروط“ کے مطابق مذکورہ رقم کا حکم قرض کا ہی ہوگا۔ اور اسی مذکورہ قاعدے کی بناء پر شادیوں میں (نیوتہ کے نام سے) جو رقم دی جاتی ہے وہ بھی قرض ہوتی ہے۔

دوسری بات کہ یہ رسم شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ یہ رسم کئی وجوہ سے

شرعاً ناجائز اور باطل ہے۔

۱- ایک وجہ تو یہ ہے کہ بلا ضرورت قرض لینا ناجائز ہے، اور صورت مسئلہ میں بلا ضرورت قرض

لیا گیا ہے۔

۲- دوسری وجہ یہ کہ قطع نظر قرض سے مذکورہ رقم بعض دینے والے اپنی ولی رضا مندی اور خوشی

سے نہیں دیتے بلکہ جبراً رسم کی پابندی کی وجہ سے دیتے ہیں، اور کسی شخص کا مال بغیر اس کی رضا مندی کے لینا جائز نہیں ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث شریف میں مذکور ہے :-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أَلَا لَا تَظْلَمُوا، أَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا

(مشکوٰۃ ج: ۱ ص: ۲۷۳)

بِطِبِّ نَفْسٍ مِنْهُ۔

لہذا مذکورہ محظورات کی وجہ سے مذکورہ رسم سراسر ناجائز ہے، جو لوگ اس رسم پر مصر ہیں وہ سخت

گناہگار ہیں، انہیں چاہئے کہ اس سے توبہ کریں اور آئندہ کے لئے اس سے بالکلیہ احتراز کریں، اور جو لوگ اس رسم کی مخالفت کرتے ہیں اور اس میں شامل نہیں ہوتے ان کا یہ فعل بالکل درست ہے۔

فی رد المحتار ج: ۵ ص: ۶۹۶ سئل فيما يرسل الشخص الى غيره في الأعراس ونحوها هل يكون حكمه حكم القرص فيلزم الوفاء به أم لا؟ فأجاب ان كان العرف بانهم يدفعونه على وجه البدل يلزم الوفاء به ان مثلياً فمثله وان قيمياً فقيمته (الى قوله) والأصل فيه ان المعروف عرفاً كالشروط شرطاً۔ اھ

واللہ اعلم بالصواب

بندہ شبیر احمد عفی عنہ

۱۳۱۲ھ / ۱۲ / ۶۱

(فتویٰ نمبر ۶۱/۱۲)

جواب صحیح ہے، اور اس رسم میں ایک خرابی یہ ہے کہ اسے ضروری اور لازم سمجھا جاتا ہے، جو اس پر عمل نہیں کرتا اسے ملامت کی جاتی ہے، حالانکہ شریعت نے اسے لازم نہیں کیا، لہذا یہ بدعت بھی ہے۔

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۱۲ھ / ۱۲ / ۶۱

دوران وعظ باواز بلند دُرود شریف پڑھنا

سوال (۵۷): کسی تقریب یا وعظ میں باواز بلند دُرود شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: - تقریر کے شروع میں جو مسنون خطبہ پڑھا جاتا ہے اس میں دُرود شریف بھی ہوتا ہے وہ تو مستحب ہے۔^(۱) تقریر کے دوران بھی اگر احیاناً دُرود شریف جہر اپڑھے تو کوئی مضائقہ نہیں مگر کھڑے ہو کر اجتماعی طور پر دُرود و سلام چیخ چیخ کر پڑھنے کی جو رسم لوگوں نے اس زمانے میں ایجاد کی ہوئی ہے وہ بدعت ہے۔

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۳۲۲ / ۲۹ الف)

چیخ چیخ کر دُرود و سلام پڑھنا

سوال (۵۸): - لوگ چیخ چیخ کر دُرود و سلام "السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک

یا حبیب اللہ" پڑھتے ہیں یہ پڑھنا کیسا ہے؟

(۱) واما سننها ای الخطبة فخمسة عشر ... وتاسعها الصلوة على النبي عليه السلام (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الجمعة، فصل شروط صحة الجمعة)۔

جواب :- دُرود و سلام پڑھنا بہت ثواب اور فضیلت کا کام ہے لیکن مسجدوں میں جس طرح چیخ کر یہ آج کل پڑھا جاتا ہے اس کی کوئی اصل نہ قرآن و سنت میں ہے، نہ یہ طریقہ صحابہؓ و تابعینؓ سے ثابت ہے، اگر یہ کوئی نیک کام ہوتا تو صحابہ کرامؓ کبھی نہ چھوڑتے یہ محض بدعت اور گمراہی ہے اس سے ہر مسلمان کو پرہیز کرنا چاہئے۔

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۱/۳/۲۵ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۶/۲۲ الف)

مروّجہ دُرود و سلام کے ناجائز ہونے کی وجوہات

سوال (۵۹):- نماز کے بعد مسجد میں بلند آواز سے دُرود و سلام کھڑے ہو کر پڑھنا شرعاً

جائز ہے؟

جواب :- مسجد میں جب لوگ نماز اور ذکر و تلاوت میں مشغول ہوں اس وقت بلند آواز سے ذکر و تلاوت کو بھی فقہاء نے ممنوع قرار دیا ہے ^(۱) اور احادیث نبویہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

مروّجہ کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام پڑھنا ایک اس وجہ سے ناجائز ہے کہ اس سے ذکر و تلاوت اور نماز میں مشغول لوگوں کو تشویش ہوتی ہے اور دُوسری وجہ اس کے ناجائز ہونے کی وہ غلط عقائد ہیں جو لوگوں نے اس خاص طریقے کے ساتھ وابستہ کر لئے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مروّجہ طریقہ جو صرف دُرود و سلام کی نمائش کرنا ہے بالکل ناجائز ہے اور نیکی برباد و گناہ لازم کے قبیل سے ہے۔ اس سے اجتناب کرنا چاہئے البتہ یکسوئی آہستگی کے ساتھ دُرود شریف جتنا زیادہ پڑھا جاسکے اس کا اہتمام کرنا چاہئے کہ دین و دنیا کی خیر و برکت کا موجب ہے۔ ^(۲)

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۱/۹/۲۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۲۱۲/۲۲ ج)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(۱) اجتمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جہرہم علی نائم او مصل او قاری (رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی المکروہات ج ۱ ص: ۶۶۰ سعید)۔

(۲) قال ابی بن کعب: یا رسول اللہ انی اکثر الصلاۃ علیک فکم أجعل لک منها قال: ما شئت قال: الربع قال: ما شئت و ان زدت فهو خیر لک قال: النصف قال: ما شئت و ان زدت فهو خیر لک قال: الثلثین قال: ما شئت و ان زدت فهو خیر قال: یا رسول اللہ اجعلھا کنھا لک قال: اذا تکفی ھبک و یغفر لک ذنبک۔ هذا حدیث صحیح الإسناد و لم یخرجاه المستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورة الاحزاب)۔

مروّجہ دُرود و سلام کو مساجد میں بند کرنا کیسا ہے؟

سوال (۶۰): - مسجد منصورہ محلہ عزیز آباد میں ہر جمعہ کو دس سال سے دُرود و سلام ہوتا تھا، کچھ لوگ مودودی جماعت کے مخفی طور پر شامل رہے اور موقع پا کر مسجد مذکور پر قابض ہو گئے اور دُرود و سلام بند کر دیا حتیٰ کہ پولیس اور عدالت تک معاملہ جا چکا ہے، امام نہایت جھگڑا لو ہے کیا یہ امام کی ڈیوٹی کے لائق ہے۔

جواب: - اس زمانے کے لوگوں نے دُرود و سلام پڑھنے کا جو نیا طریقہ ایجاد کیا ہے کہ بہت سے آدمی کھڑے ہو کر اجتماعی طور پر گا گا کر بلند آواز سے دُرود و سلام پڑھتے ہیں، اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں۔ اور جو شخص اس مجلس میں شریک نہیں ہوتا لوگ اس پر لعن طعن کرتے ہیں۔ یہ طریقہ بدعت اور ناجائز ہے، شریعت کی کسی دلیل سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، صحابہ و تابعین نے بھی یہ طریقہ اختیار نہیں کیا، اگر یہ طریقہ کوئی نیک کام ہوتا تو صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین اس کو ہرگز نہ چھوڑتے۔ پس اگر اس مسجد میں دُرود و سلام مذکورہ بالا طریقے سے پڑھا جاتا تھا تو اس کو بند کرنا لازم تھا جس نے بند کیا ثواب کا کام کیا، اس پر کوئی ملامت نہیں۔ اور اگر دُرود و سلام مسنون طریقے سے پڑھنے کو بھی کوئی منع کرتا ہے تو وہ سخت گنہگار ہے خواہ امام ہو یا کوئی اور۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱/۶/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۰۲/۲۶ ج)

مروّجہ صلاۃ و سلام کے جواز پر امداد الفتاویٰ کے

ایک فتویٰ سے استدلال اور اس کا جواب

سوال (۶۱): - آپ کا رسالہ ”سنت و بدعت“ نظر سے گذرا، جس میں فتاویٰ عالمگیری کا بھی حوالہ ہے، مروّجہ صلاۃ و سلام کے غیر شرعی ہونے پر بطور استدلال پیش ہے مگر مدرسہ احسن البرکات کے مفتی خلیل صاحب حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتاویٰ امدادیہ سے حوالہ نقل کرتے ہیں کہ جس سے ذکر بالجہر جائز معلوم ہوتا ہے تو صلاۃ و سلام بھی ذکر ہے حوالہ یہ ہے کہ: ”وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ قَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا“ (الآیہ الخ)، (فتاویٰ امدادیہ جلد چہارم ص: ۴۴ مطبوعہ رحیمہ دیوبند) پس ثابت ہوا کہ ذکر ہر طور سے جائز ہے کسی کو کسی طرح سے منع نہ کریں یہی آرخ اور واضح ہے فتاویٰ امدادیہ۔

جواب: - صلاۃ و سلام کا غیر شرعی ہونا ذکر بالجہر ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ ان غلط عقائد و اعمال کی وجہ سے ہے جو اس میں شامل کر دیئے گئے ہیں، امداد الفتاویٰ کی عبارت سے ذکر بالجہر کی اجازت معلوم

ہوتی ہے مگر ان غلط عقائد و اعمال کا جواز اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے جو مروّجہ صلاۃ و سلام میں شامل کر لئے ہیں جن کی کچھ تفصیل حضرت مفتی صاحب مدظلہم کے رسالہ ”مروّجہ صلاۃ و سلام“ میں بھی درج ہے۔ پھر ذکر بالجبر کے جواز میں بھی فتبائے کرام نے یہ شرط بیان کی ہے کہ اس سے نماز پڑھنے والے یا سونے والے کو تشویش نہ ہو، مروّجہ صلاۃ و سلام میں عموماً اس شرط کا بھی لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹/۱۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۸۱۰/۲۵ ج)

مروّجہ صلاۃ و سلام کی محفل میں پھنس جائے تو کیا کرے؟

سوال (۶۲):- مروّجہ صلاۃ و سلام کی محفل میں اگر پھنس جائے تو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:- وہاں سے خاموشی کے ساتھ نکل جانا چاہئے۔^(۱) واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۹/۱۲/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۹۹/۲۳ الف)

الجواب صحیح

بند محمد شفیع

مروّجہ صلاۃ و سلام کی شرعی حیثیت

سوال (۶۳):- مروّجہ صلاۃ و سلام کا پڑھنا سنت ہے یا مستحب؟

جواب:- نہ فرض و واجب ہے نہ جائز بلکہ بدعت ہے، سنت و مستحب بھی نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷/۱۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۸۸۰/۲۵ ج)

(۱) اجماع العلماء سابقاً و خلفاً عنی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد و غیرہا الا ان یحوش بجرہم علی فانم او محفل او قاری رد المحتار، کتاب الصلوۃ، فصل فی المکر و ہات ج ۱ ص ۶۶۰ سعید۔

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ”وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْنَا فِي الْكِتَابِ اَنْ اِذَا سَأَلْتُمُ الْاَيَاتِ الْاَلْفَ يَكْفُرْ بِهَا وَيَسْتَهْزِءَ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا عَنْهَا حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهَا“ النساء ۱۲۰۔

فی المظہری (تحت قوله تعالیٰ حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ ج: ۳ ص: ۱۸): وفی هذه الآية اشارة الى ما نزل سابقاً بمكة فی سورة الأنعام (واذ رأیت الذین یخوضون فی آياتنا فأعرض عنهم) قال الضحاک عن ابن عباس دخل فی هذه الآية کل محدث فی الدین وکل مبتدع الی یوم القيامة۔

فی الحد ج ۱ ص ۲۶۷

.. دعی الی دلیمة وثمة لعب وغناء قعد واکل لو المتکر فی المنزل فلو علی المائدة لا ینبغي ان یقعد بل یخرج معرضاً لقوله تعالیٰ ”فلا تقعد بعد الذکر مع القوم الظالمین“ (البد المحتار، کتاب الحظر والا باحة ج: ۱ ص: ۳۷۷) .. فی رد المحتار تحته: (قوله ولا ینبغي ان یقعد) ای یجب علیہ الی قوله وكذا اذا کان علی المائدة قوم یفتابون لا یقعد فالغیبة اشد من اللهو واللعب قاتر خانیة۔

جھگڑے والی جگہ صلاۃ و سلام پڑھنا

سوال (۶۴): - مروّجہ صلوٰۃ و سلام ایسی مسجد میں پڑھنا جو اس کو بدعت کہتے ہوں کیسا ہے؟
جواب: - کسی بھی جگہ جائز نہیں خصوصاً ایسی مسجد میں کہ جس کا ذکر سوال میں ہے، پڑھنا تو فتنہ پردازی ہے جس کی قرآن و سنت میں شدید ممانعت آئی ہے ارشاد باری ہے: ”وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ“^(۱)
یعنی فتنہ قتل سے بھی زیادہ شدید ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲/۱۲/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۸۸۰/۲۵ ح)

لاؤڈ اسپیکر پر صلاۃ و سلام پڑھنا

سوال (۶۵): - آج کل نماز فجر کے بعد مسجد میں لاءؤڈ اسپیکر پر زور زور سے صلوٰۃ و سلام پڑھے جاتے ہیں۔ اسلام میں اس کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسا کرنا قرآن و سنت صحابہ سے ثابت ہے اور تابعین کے عمل سے ثابت ہے؟

جواب: - رسول اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر زور و سلام پڑھنا نہایت خیر و برکت اور ثواب عظیم کا کام ہے لیکن کھڑے ہو کر زور زور سے گا گا کر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا جو طریقہ لوگوں نے اب نکالا ہے اس کا کوئی ثبوت قرآن و سنت یا صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین سے نہیں ہے لہذا یہ طریقہ بدعت، واجب الترمک ہے مسلمانوں کو اس سے مکمل پرہیز کرنا لازم ہے۔
واللہ اعلم

۲۶/۹/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۱۹۸۰/۲۵ ح)

فرض نماز کے بعد آیت ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ“ الخ

باواز بلند دُرود پڑھنا

سوال (۶۶): ۱- امام فرض نماز کے اختتام پر دُعائیں ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ امْكُتُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ بلند آواز سے پڑھتے ہیں، امام کے بعد نمازی حضرات بلند آواز سے دُرود شریف پڑھتے ہیں۔ اس آیت کو فرض نماز کے بعد دُعائیں پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

۲- فرض نماز کی دُعا کے بعد جب امام صاحب نماز ختم کر لیتے ہیں تو دُعائی کے لئے ہاتھ اٹھا کر

دُعا کرتے ہیں اس اجتماعی دُعا کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: ۱- یہ طریقہ بھی اسلام کا نہیں اور کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں، لوگوں کی خود ایجاد کردہ

بدعت اور ناجائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۲- اس کا جواب وہی ہے جو نمبر ۱ میں بیان ہوا۔

۲۸ / ۳ / ۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۶۲۷ / ۲۵ ج)

امام نے دُعا کے بعد آیت ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ“ الخ پڑھنے کا وعدہ کیا،
لیکن اب ایسا نہیں کرتا، اس کا حکم

سوال (۶۷):- ایک شخص ایک مسجد میں اس شرط پر مقرر کیا گیا تھا کہ وہ ہمیشہ بعد نماز آیت کریمہ ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ“ الخ پڑھے گا، اور وہ شخص اس بات کو تسلیم کر کے آٹھ مہینے تک ایسا ہی کرتا رہا، اب وہ چند دنوں سے کہتا ہے کہ آیت کریمہ پڑھنا حرام ہے اور میں اب نہ پڑھوں گا۔ محلے کے لوگ اور تمام مقتدی امام مذکور سے درخواست کیا ہے کہ آپ اپنے اقرار پر ثابت رہنے لیکن وہ کہتا ہے کہ خواہ خون کی ندی بہہ جانے میں ایسا نہیں کر سکتا، اور محلے میں آمادہ فساد ہے، کیا ایسے شخص کو جو عہد شکنی کر اور آمادہ فساد ہو امام بنانا جائز ہے؟ اور امام صاحب اب یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ میں نے اس وقت جو بات طے کی تھی اس کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح سے میں اس مسجد پر قبضہ کر کے لوگوں کے عقیدے بدل دوں گا، لیکن یہاں کے لوگ اپنا عقیدہ بدلنے پر تیار نہیں، اس لئے میں نے اپنا پوشیدہ عقیدہ ان کے سامنے ظاہر کر دیا۔

جواب:- کسی بھی نماز کے بعد پابندی سے دُعا کے درمیان مذکورہ آیت شریفہ پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی سنت سے ثابت نہیں، اور اس طرح کی پابندی کرنا یا امام کو اس کا پابند بنانا جائز نہیں۔ اگر یہ آیت پڑھنا ضروری ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس کی تعلیم فرماتے اور صحابہ کرام ضرور اس پر عمل کرتے۔ اب اس کے باوجود جو شخص اُسے ضروری قرار دے وہ گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ تہمت لگاتا ہے کہ العیاذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی پوری تعلیم نہیں دی، ایسے لوگوں کو اپنے اس گناہ سے توبہ کرنی چاہئے۔

اور جن امام صاحب نے لوگوں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ دُعا میں یہ آیت ضرور پڑھا کریں گے، یہ وعدہ ان کا اگر اپنی تنخواہ کے لئے تھا تو ناجائز تھا، اب تک جو مولوی صاحب یہ آیت دُعا میں پابندی سے پڑھتے رہے یہ انہوں نے گناہ کیا اور جو لوگ انہیں اس پر مجبور کرتے رہے وہ اور زیادہ گناہگار ہوئے۔ سب کو اپنے اس گناہ سے توبہ کرنی چاہئے اور آئندہ یہ غلط رسم ہمیشہ کے لئے ختم کر دینی چاہئے۔ اور امام صاحب

نے جو وعدہ کیا چونکہ وہ خلاف شریعت کام کا وعدہ تھا اس لئے امام صاحب پر اس وعدے کی پابندی لازم نہیں بلکہ شریعت کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، یعنی اس آیت کے پڑھنے کو ترک کر دینا لازم ہے، اور اب تک جو نمازیں پڑھی گئیں وہ سب صحیح اور درست ہیں، ان کے اعادے کی قطعاً ضرورت نہیں، البتہ دعائیں یہ خلاف شریعت کام جو پابندی سے ہوتا رہا اس کی توبہ کرنی چاہئے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۵/۳/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۳۶۳/۲۳ ب)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

کیا نماز کی قبولیت آیت ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ“ الخ پڑھنے پر معلق ہوتی ہے؟

سوال (۶۸):- ایک امام صاحب کا یہ ارشاد ہے کہ ہر نماز کے بعد دعائیں یہ آیت شریفہ ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ“ الخ نہ پڑھا جائے تو نماز معلق رہتی ہے اس لئے آیت شریفہ پڑھنا ضروری ہے۔

جواب:- یہ مضمون تو احادیث سے ثابت ہے کہ جس دعا کے ساتھ درود شریف نہ پڑھا جائے اس کی مقبولیت معلق رہتی ہے^(۱) لیکن یہ بات کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں کہ نماز بھی معلق ہو جاتی ہے، نیز کسی دلیل شرعی سے یہ بھی ثابت نہیں کہ نماز کے بعد دعائیں آیت ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ“ الخ پڑھنا ضروری ہے، حدیث یا تعامل صحابہ میں کہیں نہیں ملتا کہ نماز کے بعد دعائیں یہ آیت پڑھی جاتی تھی، لوگوں نے یہ اپنی طرف سے ایجاد کر لیا ہے اس لئے یہ بدعت ہے واجب ترک ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵/۳/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۵۰/۲۶ الف)

فرضوں کے بعد جہراً دعا مانگنا

سوال (۶۹):- ایک امام ”اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ“ جہراً پڑھے تو یہ امام بدعتی ہو سکتا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے؟

(۱) عن عمر بن الخطاب قال: ان الدعاء موقوف بين السماء والأرض لا يصعد منه شيء حتى تصلني على نبيك صلى الله عليه وسلم (سنن الترمذی، ابواب الوتر، باب ما جاء في فضل الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم، حدیث ۳۸۸۰)..... فی البکوکب الدرر تحت هذا الحديث: وجه وقوف الدعاء بين السماء والأرض ان جميع شرائع الاسلام ورائق الدعاء لما وصلت اليها بتوسل النبي صلى الله عليه وسلم فكان من ادب الدعاء ايضاً ان يكون وصوله اليه تبارك وتعالى بتوسله عليه السلام (ج: ۱ ص: ۳۰۵، طبع ادارة القرآن)۔

جواب :- دعائیں اصلاً تو یہ ہے کہ سر اُ کی جائے، لیکن مقتدیوں کو سکھانے کے لئے باواز بلند کی جائے تو گنجائش ہے، بدعت نہیں ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی

۱۲/۳/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۳۸۹/۲۲ الف)

دُعا کا مسنون طریقہ اور بدعت کی حقیقت

سوال (۷۰) :- فرضوں کی نماز کے بعد مساجد میں امام صاحب "إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ" الخ آیت

پڑھتے ہیں اور مقتدی بلند آواز سے دُرود پڑھتے ہیں اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟

جواب :- مسنون طریقہ یہ ہے کہ دُعا کے شروع اور آخر میں دُرود شریف پڑھا جائے، دُعا کے

شروع یا درمیان میں یہ آیت پڑھنا یا دُرود شریف پڑھنا نہ حدیث سے ثابت ہے نہ صحابہ و تابعین کے عمل

سے اگر یہ کوئی نیک کام ہوتا تو صحابہ کرام جن سے افضل اس امت میں کوئی نہیں ضرور یہ عمل کرتے اور ہر وہ

کام جو سنت یا صحابہ و تابعین سے ثابت نہیں (حالانکہ اس کے کرنے سے ان حضرات کو کوئی چیز مانع بھی نہ

تھی) اس کو عبادت مقصودہ سمجھ کر کرنا بدعت ہے اعاذنا اللہ منہا، جس پر سخت وعیدیں احادیث صحیحہ میں وارد

ہوئی ہیں۔^(۱)

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۲/۱/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۳۳/۲۲ د)

۱۱۱ فضالة بن عبید صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول: سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يدعو في صلوة لم

يمجد الله ولم يصل على النبي صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: عجل هذا ثم دعا فقال له او لغيره

اذا صلي احدكم فليبدأ بتمجيد ربه والثناء عليه ثم يصلي على النبي صلی اللہ علیہ وسلم ثم يدعو بعد ما شاء (السنن لأبي

داود، ابواب الوتر، باب الدعاء، حديث: ۱۳۸۳، سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ايها المصلي ادع تعجب، حديث: ۲۸۸)۔

في الحصن قال الشيخ سليمان الدلاني اذا سألت الله حاجة فابداً بالصلاة على النبي صلی اللہ علیہ وسلم ثم ادع بما شئت

ثم اختتم بالصلاة عليه فان الله سبحانه بكرمه يقبل الصلواتين وهو اكرم من ان يدع ما بينهما (المراقبة المفاتيح ج: ۲

ص: ۲۲، طبع مكتبة حقانية)۔

(۲) قال القاضي المعنى من احدث في الاسلام راي لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر او خفي ملفوظ او مستنبط فهو

مردود (المراقبة باب الاعتصام بالكتاب والسنة تحت حديث عائشة من احدث في امرنا هذا فهو رد)۔

(۳) كما جاء في الحديث: اياكم و محدثات الأمور فان كل بدعة ضلالة (المستدرک، کتاب العلم، حديث: ۳۲۹، ۳۳۲-۳۳۳،

سنن ابن ماجه، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين حديث: ۴۲)۔

سنتوں اور نوافل کے بعد اجتماعی دُعا

سوال (۷۱): - فرض نمازوں کے سنن اور نوافل ادا کرنے کے بعد پھر اجتماعی طور پر دُعا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرامؓ یا تابعین سے ثابت ہے؟ اگر نہیں تو یہ فعل کیسا ہے؟

جواب: - فرض نماز کے بعد تو اجتماعی طور پر دُعا مانگنا معمول و متواتر ہے، مگر فرض نماز کے بعد کی سنتوں اور نوافل کے بعد اجتماعی دُعا مانگنا کسی حدیث سے ثابت نہیں، اس کو ضروری سمجھنا یا نہ کرنے والے کو مطعون کرنا یا اس خاص طریقے کو سنت و مستحب سمجھنا بدعت اور واجب ترک ہے، اور کبھی کبھی یہ فعل کرنے سے چونکہ بدعت کرنے والوں کی تائید ہوتی ہے اس لئے کبھی بھی نہ کرے۔ واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

نامب مفتی دارالعلوم کراچی ۱۴

محمد عاشق الہی

۲۲/۱۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۸۱/۲۵ الف)

سنتوں اور نفلوں کے بعد مخصوص طریقے سے دُعا مانگنا

سوال (۷۲): - کراچی کی چند مسجدوں میں یہ دستور ہے کہ جب لوگ فرض، سنت اور نفل نمازوں سے فارغ ہو جاتے ہیں تو امام صاحب مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر دُعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور سب سے پہلے آیت کریمہ ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ کی جہراً تلاوت کر کے زور زور سے دُرد شریف پڑھتے ہیں، جملہ مُصلِّین بھی شرکت کرتے ہیں، اگر کسی امام نے اس دستور کی پابندی نہ کی تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں، صحابہ کرامؓ وغیرہم کا کیا طریقہ تھا؟

جواب: - سنتوں اور نفل کے بعد اجتماعی دُعا کا یہ طریقہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے ثابت ہے نہ صحابہ کرامؓ و تابعینؓ اور ائمہ مجتہدینؒ سے، یہ طریقہ بدعت ہے اور اس کا ترک کرنا واجب ہے، اگر یہ کوئی دین کا طریقہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام لگنا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعوذ باللہ اُمت کو دین پہنچانے میں کوتاہی کی ہے۔ واللہ اعلم

۱۹/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۵۸۲/۲۵ ج)

فرض نماز کے بعد ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ“ الخ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۷۳): - فرض نماز کے بعد ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ“ الخ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب :- قرآن شریف کی ہر آیت کی تلاوت کا بڑا ثواب ہے مگر نماز کے بعد خاص طور سے اس آیت کو پڑھنا کسی حدیث یا تعالٰیٰ صحابہ و تابعین سے ثابت نہیں، جس پابندی اور خاص انداز میں نماز کے بعد یہ آیت پڑھنے کا اب رواج ہو گیا ہے اور اس کی ایسی پابندی کی جاتی ہے جیسی فرض و واجب کی جو اس میں شریک نہیں ہوتا اس پر ملامت کی جاتی ہے یہ رواج بدعت اور ناجائز ہے اسے ترک کرنا لازم ہے۔

واللہ اعلم

۲۶/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۸۳۵/۲۵)

اذان سے پہلے دُرود و سلام پڑھنا

سوال (۷۴) :- اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

۲- ایک امام صاحب سے یہی مسئلہ پوچھا، اُن کے جواب سے پہلے درمیان میں ایک شخص بولا کہ ضرور پڑھا جائے گا اور جس کو اعتراض کو وہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھے۔ مداخلت کرنے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ نیز میں نے اُس مسجد میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے، میرا یہ فعل دُرست ہے یا نہیں؟ اسی بات پر دوسرے نمازیوں نے بھی نماز پڑھنی چھوڑ دی ہے جبکہ وہ اسی محلے کے رہنے والے ہیں۔

جواب :- مراد صلوٰۃ و سلام جو اذان سے پہلے و نمازوں کے بعد چیخ چیخ کر پڑھا جاتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یا آپ کے صحابہؓ سے یا ائمہ مجتہدینؒ سے اس کا ثبوت نہیں، یہ ایجاو نو ہے اور بدعت ہے، جو شخص یہ کہتا ہے کہ ”سلام ضرور پڑھا جائے گا، جس کو اعتراض ہو وہ مسجد میں نماز نہ پڑھے“ ایسا کہنے والا سخت غلطی پر ہے، اس نے جابلانہ بات کہی، آپ نے جو مسجد مذکور چھوڑ دی ہے، اگر دوسری مسجد میں نماز باجماعت پڑھتے ہیں تو یہ جائز ہے۔

واللہ سبحانہ اعلم

محمد عاشق الہی عفا اللہ عنہ

۷/رجب ۱۳۹۳ھ

جواب صحیح ہے، اور اگر دوسری مسجد میں باجماعت نہیں پڑھ سکتے تو اسی مسجد میں باجماعت پڑھتے

واللہ اعلم

رہیں، جماعت ترک نہ کریں۔^(۱)

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۸/۷/۱۳۹۳ھ

(۱) یکرہ امامۃ عبد و اعرابی و فاسق (الدر المختار) ...

فی رد المحتار تحقہ فان امکن الصلوٰۃ خلف غیرہم فیہ افضل و الا فالأقتداء بأولی من الانفراد۔ (باب الإمامۃ ج: ۱ ص: ۵۹ طبع سعید)۔

آذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال (۷۵):- کراچی کی مسجدوں میں یہ بھی دستور ہے کہ آذان سے پہلے لاؤڈ اسپیکر پر

”الصلوٰۃ والسلام یا رسول اللہ، والصلوٰۃ والسلام یا حبیب اللہ“ بلند آواز سے پڑھتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:- آذان دینے کا یہ طریقہ نہ عہد رسالت میں تھا نہ صحابہ و تابعین کے دور میں، ائمہ

مجتہدین میں سے بھی کسی سے یہ طریقہ منقول نہیں، یہ بھی بدعت ہے جو سخت گناہ ہے اور اس کا ترک کرنا

واجب ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۵۸۲/۲۵ ج)

ضروری سمجھے بغیر آذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنا

اور بدعت و عقیدت میں فرق

سوال (۷۶):- آذان سے پہلے بلند آواز سے دُرود شریف پڑھنا کیسا ہے جبکہ اس طریقے کو نہ

فرض اور نہ سنت و واجب سمجھا جائے؟ بدعت کی صحیح تعریف فرمائیں۔

امام مالکؒ مدینہ منورہ میں گھوڑے پر کبھی سوار نہیں ہوئے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے بارے میں

تحریر ہے کہ جہاں سے روضہ اقدس نظر آتا تھا وہاں سے ننگے پاؤں چل کر جاتے۔

جواب:- بدعت کی جامع اور مختصر تعریف یہ ہے کہ جو چیز شریعت میں ثابت نہیں اسے شریعت کا

جز، و ثواب سمجھ کر کیا جائے، اگر دین کا جزء سمجھ کر اور ثواب کی نیت سے نہیں کیا جاتا تو وہ بدعت نہیں ہے۔^(۲)

آذان سے قبل بلند آواز سے دُرود شریف پڑھنا شریعت میں ثابت نہیں، اگر ایک امر مباح کی حیثیت سے

(۱) لا کلام فی ان الصلوٰۃ والسلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عقب الاذان مطلوبان شرعاً وانما الخلاف فی الجہر بیما علی کیفیۃ المعروفة والصواب انہا بدعة مذمومة یلذذ کیفیۃ التي جرت بیما عادة المؤذنین من رفع الصوت بیما کالآذان والتمطیظ والتغنی فان ذلك احداث شعار دینی علی خلاف ما عہد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ والسلف الصالح من ائمة المسلمین ومن ثم قال العلامة ابن حجر فی فتاویہ الکبریٰ من صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل الاذان او قال محمد رسول اللہ بعدہ معتقداً سنیتہ فی ذلك المحل ینہی ویمنع منه لانه تشریع بغیر دلیل ومن شرع بغیر دلیل ینجزر ویمنع وهذا العلامة بن حجر حکم علی من صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل الاذان . . . یأثم شرع فی دین اللہ تعالیٰ وانہ یمنع من ذلك ویجزر وما ذاک الا لقبہ ما فعل زالا بداء فی مضار الا بداء تحت المسئلة ”السلام عقب الاذان“ (ص: ۷۷، ۷۸) نیز ما ذکر فرمائیے: المدخل لابن الحاجہ ج: ۲ ص: ۲۵۵ تا ۲۵۸، فصل فی النہی عما احذثہ باللیل)۔

(۲) والبدعة اصلها ما احداث علی غیر مثال سابق وتطلق فی الشرع فی مقابل السنة فتكون مذمومة (فتح الباری، باب فضل من قام رمضان تحت قول عمر نعم البدعة ج: ۴ ص: ۳۱۸)۔

..... نیز ما ذکر فرمائیے: المرقاة باب الاعتصام بالکتاب والسنة (تحت حدیث من احداث فی امرنا هذا ما لیس منه فہو رد ج: ۱ ص: ۳۶۵)..... رسالہ ”سنت و بدعت“ مؤلفہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دہلی: ۱۱۔

اس پر عمل ہوتا تو اس کی گنجائش تھی لیکن لوگوں نے اسے شریعت کا جزء سمجھا اور اس موقع پر ذرود شریف کا پڑھنے کو خاص طور سے ثواب سمجھے لگے اور ایسا نہ کرنے والے کو لعن طعن کا ہدف بنایا جاتا ہے ظاہر ہے کہ ایک امر مباح کے لئے کسی کو لعن طعن کرنا، اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دینا کسی طرح درست نہیں، اسی لئے اسے بدعت کہا گیا۔

رہا یہ کہ اگر کوئی فرض و واجب اور خاص اس موقع کے لئے مستحب سمجھے بغیر اس پر عمل کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ سو اس وقت اس پر اس طرح عمل کرنا بھی درست نہیں کیونکہ اب یہ بدعت کا شعار بن چکا ہے۔ فقہاء نے تو یہاں تک صراحت کی ہے کہ اگر کسی سنت پر عمل کرنے سے بدعت پھیلنے کا خطرہ ہو تو وہ سنت بھی واجب الترتک ہو جاتی ہے، یہاں تو سنت بھی نہیں صرف مباح اور پھر وہ بدعت کا شعار بن چکا ہے اس لئے اس پر بالکل عمل نہ کریں^(۱)۔

امام مالکؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے عمل پر اس کو قیاس کرنا صحیح نہیں، کیونکہ یہ حضرات جو کچھ کرتے تھے وہ شریعت اور دین کا جزء سمجھ کر نہیں بلکہ محض عقیدت کی بنا پر کرتے تھے، تو یہ ایک امر مباح ہے اگر آج کوئی اسے شریعت کا حکم اور جزء سمجھ کر کرے گا یا خود ثواب نہ سمجھے مگر لوگ اسے شریعت کا جزء سمجھتے ہوں تو اس کا ترک لازم ہے۔

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۶/۱۸ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۳۳/۲۶ ج)

نماز جمعہ کے بعد صلوٰۃ وسلام کا مروّجہ طریقہ

سوال (۷۷):- اکثر مساجد میں نماز جمعہ کے بعد امام اور نمازی مل کر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں اس کی شرعی حیثیت کیا ہے اس کی ایجاد کس زمانے میں ہوئی؟

جواب:- یہ طریقہ نہ عہد رسالت میں تھا نہ عہد صحابہ و تابعین میں، اور ائمہ مجتہدین یا کتب فقہ سے بھی منقول نہیں۔ لوگوں نے کچھ عرصے سے یہ طریقہ از خود ایجاد کر لیا ہے جو بدعت اور ناجائز ہے۔ ذرود شریف پڑھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ خاموشی سے انفرادی طور پر جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے ذرود شریف پڑھا

(۱) قال الطیّب: من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالخصوص فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعة او منکر (المروّاة باب الدعا فی التشهد ج: ۲ ص: ۳۱، تحت حدیث لا یجعل احدکم للشیطان شیفاً من صلاته یرى ان حقاً علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ الخ)۔

..... اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة راجعاً علی فعل البدعة (فی الشامیة ج: ۱ ص: ۱۴۲، مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة)۔

کرے اس کے لئے کوئی خاص وقت یا اجتماع شرعاً ثابت نہیں ہے، اجتماعی طور پر دُرود شریف پڑھنا صرف نماز باجماعت میں تشہد کے بعد ثابت ہے اور چیخ چیخ کر دُرود شریف پڑھنا کسی وقت بھی ثابت نہیں۔^(۱)

واللہ اعلم

۲۳/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۶۲۷/۲۵ ج)

ہر فرض نماز کے بعد دُرود پڑھنا

سوال (۷۸): - ہر فرض نماز کے بعد دُرود پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: - فرضوں کے بعد اجتماعی دُعا کے درمیان جس طرح دُرود پڑھنے کا رواج ہو گیا ہے یہ

واللہ تعالیٰ اعلم

بدعت ہے۔^(۲)

۲۲/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۵۸۵/۲۵ ج)

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی طور پر ذکر بالجہر کا التزام

سوال (۷۹): - ہماری مسجد میں پہلے کوئی بات نہیں تھی اب چند مقتدی شریںدی کر رہے

ہیں ان کا منشا ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد لا الہ الا اللہ کی ضرب لگائیں با آواز بلند اور دُعا میں قال اللہ تعالیٰ فی شان

حسبہ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ سَے تَسْلِيماً تک دُرود شریف بلند آواز سے پڑھیں۔ ایسا کرنا کہاں تک

درست ہے۔ موجودہ امام دُعا میں اول و آخر میں دُرود شریف پڑھتے ہیں یہ درست ہے؟

جواب: - فرض نماز کے بعد اجتماعی طور پر با آواز بلند حق لا الہ الا اللہ کی ضرب لگانا یا دُعا میں

آیت إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ صحابہ کرام و تابعین و مجتہدین سے بھی ثابت

نہیں، جو طریقہ عہد رسالت و عہد صحابہ میں عبادت نہیں سمجھا گیا اسے عبادت سمجھنا اپنی طرف سے دین میں

(۱) ملاحظہ فرمائیے: جواهر الفقہ: ج: ۱ ص: ۲۱۱ تا ۲۱۸ وقد صح عن ابن مسعود انه سمع قوماً اجتمعوا في مسجد يهللون ويصلون عليه الصلاة والسلام جهراً فراح عليهم فقال: ما عهدنا ذلك على عهدہ عليه السلام وما اراکم الا مبتدعین فما ذال یذکر ذالک حتی اخرجہم عن المسجد (المیزانۃ علی هامش الہندیۃ ج: ۱ ص: ۳۷۸)۔

..... النظر ایضاً رد المحتار ج: ۱ ص: ۳۹۸ (سعی)۔

.... ان ذکر اللہ تعالیٰ اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت او بشی دون شی لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع بہ لانه خلاف المشروع (المحرر الرافق ج: ۲ ص: ۲۷۹) (طبع بیروت)۔

(۱) فالصلوة والتسليم على النبي صلى الله عليه وسلم احد ثوابها في اربعة مواضع لم تكن تفعل فيها في عهد من مضى والخير كله في الاتباع لهم رضي الله تعالى عنهم الصلوة والسلام على النبي صلى الله عليه وسلم لا يشك مسلم انها من اكبر العبادات واجلها وان كان ذكر الله تعالى والصلوة والسلام على النبي صلى الله عليه وسلم حسناً سرا وعناً لكن ليس لنا ان نضع العبادات الا في مواضعها التي وضعها الشارع فيها ومضى عليه سلف الأمة (المدخل لابن الحاج المالكي، فصل في النهي عما احدثوه بالمثل ج: ۲ ص: ۲۵)۔

زیادتی اور بدعت ہے اس کا ترک لازم ہے،^(۱) البتہ دعا کے اول و آخر میں درود شریف پڑھنا سنت سے ثابت ہے اور قبولیت دعا کے لئے بہت مفید اور باعث اجر و برکت ہے،^(۲) ویسے بھی اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے جس قدر درود شریف پڑھنے کی توفیق ہو، دین و دنیا کی کامیابی کا بہترین نسخہ ہے زیادہ سے زیادہ پڑھنا چاہئے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۹/۵/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۶۸۱/۲۳۲)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

بدعتیوں کی مساجد میں امامت کرنا

سوال (۸۰): میں ایک مسجد کا امام ہوں، میرا تعلق علمائے دیوبند سے ہے، اس مسجد میں اکثر لوگ بریلوی خیال کے ہیں، تقریباً چار سال سے کام کر رہا ہوں اذان سے پہلے درود شریف بند ہو گیا ہے اب صرف **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ** والی آیت پڑھتے ہیں، گشت وغیرہ کی تعلیم کتاب کی تبلیغی نصاب بچوں کو بھی پڑھاتا ہوں آیا اس مسجد میں میرا رہنا ٹھیک ہے یا نہیں؟

جواب:- اگر اس مسجد میں امامت جاری رکھنے کی صورت میں بدعت کا ارتکاب خود نہ کریں اور آئندہ یہ امید ہو کہ رفتہ رفتہ باقی بدعات بھی مسجد میں ترک ہو جائیں گی تو موجودہ ملازمت برقرار رکھنا جائز ہے۔^(۳)

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹/۱/۱۳۹۹ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۷/۳۰ الف)

نماز فجر کے بعد پابندی سے دانوں پر ختم پڑھنا

سوال (۸۱): ایک مسجد میں عرصہ تقریباً ایک سال یا اس سے کم و بیش فجر کی نماز کے بعد چند

۱۔ "ولیحذر جميعها من الجهر بالذكر .. فان ذلك من البدع لما تقدم ذكره (المدخل لابن الحاج، تحت المسئلة كراهة التنفل عقب الجمعة في المسجد ج ۲ ص ۲۸۸)۔

۲۔ ومن هذا ظهر لك حال ما تبعد به الناس من قراء العشر جهر قبل الشروع في الصلوة خصوصاً العصر كذالك الجهر يختم الصلوة المعروف فان كل ذلك على هذه الكيفية المعروفة من البدع المكروهة والابتداء ص ۸۳، تحت المسئلة رفع الصوت بالذكر۔

۳۔ عن عبد الله قال كنت اصلي والنبي صلى الله عليه وسلم وابو بكر وعمر معه فمما جلست بدأت بالشهادة على الله ثم الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم ثم دعوت لنفسي فقال النبي صلى الله عليه وسلم سل تعطه سل تعطه (سنن الترمذی، باب ما ذكر في الشفاء على الله والصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم قبل الدعاء، ج ۱ ص ۱۳۰)۔

۴۔ (ولكن ذكرى) استدراك من النفي السابق اي ولكن عنيت ان يذكرهم ويمنعهم عما هم فيه من التباخر بما يمكن من العظة والتذكير ويظهر والهم الكراهة والنكير (رد المحتار، تحت قوله تعالي اذا رايت الذين يخوضون الي قوله تعالي ولكن ذكرى تعلمهم يتقون، ج ۲ ص ۱۸۵)۔

نمازی اہتمام کے ساتھ روزانہ بلا ناغہ کپڑا بچھا کر کوئی ختم کے دانے اس پر ڈال کر ختم پڑھتے ہیں یعنی ایک مرتبہ پورے دانوں پر بسم اللہ الرحمن الرحیم، دوسری بار کلمہ طیبہ، تیسری بار لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم پھر چوتھی بار آیت کریمہ، چنانچہ یہ عمل عرصہ دراز سے ہو رہا ہے، ابھی چند روز پیشتر ایک مولانا صاحب جو اپنے آپ کو مستند مولوی فرماتے تھے، انہوں نے کہا یہ طریقہ بدعت ہے، ہر شخص ذاتی طور پر جس قدر بھی چاہے پڑھ لے لیکن یہ طریقہ جو اہتمام سے کیا جاتا ہے بدعت ہے، اس مسئلہ پر فتویٰ عنایت فرمادیں مشکور رہوں گا۔

جواب :- یہ تمام اذکار عظیم الشان ثواب کے موجب ہیں مگر جس طرح خاص اہتمام واجتماع کے ساتھ پابندی سے پڑھنے کا معمول بنایا گیا ہے فی نفسہ تو اس میں بھی قباحت نہیں لیکن اگر اس خاص ہیئت اور اجتماع کو زیادہ ثواب یا واجب سمجھا جائے تو یہ خاص ہیئت واجتماع بدعت ہوگا۔^(۱) واللہ اعلم

۱۵/۱۰/۱۳۹۸ھ

(فتویٰ نمبر ۲۰۳۰/۲۹ ج)

پابندی سے اجتماعی طور پر درود شریف پڑھنا

سوال (۸۲) :- محلہ کی مسجد میں کچھ نمازیوں نے بعد نماز عشاء درود شریف اس طرح پڑھنا شروع کیا کہ ایک چادر بچھا دی جاتی ہے اور درمیان میں اٹلی کے بیج ڈال دئے جاتے ہیں، چاروں طرف لوگ بیٹھ کر درود شریف پڑھتے ہیں مگر اکثر لوگ اس کے مخالف ہیں اور کہتے ہیں کہ درود شریف پڑھنا انفرادی عبادت ہے اور مل کر پڑھنا بدعت ہے کیا یہ صحیح ہے؟

جواب :- یہ بدعت نہیں ہے مگر جو لوگ اس میں شریک نہ ہوں ان کو طعن و تشنیع کرنا جائز نہیں، نیز اگر درود شریف پڑھنے کے اس خاص طریقہ کو واجب اور ضروری سمجھنے لگیں گے تو بھی یہ بدعت ہو جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹/۳/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۰۲۸/۲۶ ج)

”یا رسول اللہ“ یا ”یا شیخ عبدالقادر جیلانی“ کہنے کا حکم

سوال (۸۳) :- ”یا رسول اللہ“ کہنا بطریقہ استعانت یا ”یا شیخ عبدالقادر جیلانی“ کہنا کیسا ہے؟

جواب :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو متصرف بالذات

(۱) والبدعة اصلها ما أحدث على غير مثال سابق وتطلق في الشرع في مقابل السنة فتكون مذمومة (فتح الباری باب فضل من قام رمضان تحت قول عمر نعم البدعة ج ۲ ص ۳۱۸)

... نیز ملاحظہ فرمائیے: رسالہ ”سنت و بدعت“ مؤلفہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ص ۱۱:

سمجھتے ہوئے بطریق استعانت ایسا کہنا شرک و بدعت ہے، اور صحیح عقیدے سے کہنا بھی اچھا نہیں کیونکہ سننے والوں کو اس سے غلط عقیدے کا وہم ہو سکتا ہے، البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضری کے وقت ”یا رسول اللہ“ کہہ کر سلام عرض کرنا بلاشبہ جائز ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۱/۱۰/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۲۱/۲۳ و)

مزارات پر گنبد بنانا، چراغ جلانا، جھنڈے لگانا وغیرہ

سوال (۸۴): - کسی بزرگ، ولی کے مزار شریف پر چونہ گردانی کرنا،^(۲) اس پر گنبد بنانا،^(۳) چراغ جلانا،^(۴) جھنڈے لگانا اور غلاف چڑھانا اور مزار کا طواف کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

واللہ اعلم

جواب :- یہ سب کام بدعت ہیں۔

۱۱/۱۰/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۲۱/۲۳ و)

قبر پر پھول ڈالنا یا بتی سلگانا

سوال (۸۵): - قبر پر پھول ڈالنا یا گلاب چھڑکنا یا اگر بتی سلگانا شرعاً کہاں تک صحیح ہے؟ اور ان سب چیزوں کا نہ کرنا ثواب سے محرومیت ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔

واللہ اعلم

جواب :- سنت سے ثابت نہیں، یہ کام نہیں کرنا چاہئے۔

۱۶/۶/۱۴۰۵ھ

(فتویٰ نمبر نہیں مل سکا)

مروّجہ حیلہ اسقاط

سوال (۸۶): - ہمارے ملک میں رواج ہے کہ لوگ جب نماز جنازہ سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ایک گول دائرہ کی شکل میں ہو جاتے ہیں اور قرآن کریم پر کچھ نقدی رکھ کر مولوی صاحب کے ہاتھ میں رکھ دیا

(۱) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من صلی علیّ عند قبری سمعته ومن صلی علیّ نائلاً ابغثه (شعب الایمان للبیہقی، الخامس عشر من شعب الایمان وهو باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۱۵۴۴)۔

(۲، ۳، ۴) اقا قولہ: چونہ گردانی کرنا، گنبد بنانا، قلیماً فی الدر المختار: ”ولا یحصن للنہی عنہ ولا یطین ولا یرفع علیہ البناء“ قال ابن عابدین تحتہ: وعن ابی حنیفہ یکرہ ان ینبغی علیہ بناء من بیت او قبة او نحو ذلك لما روى جابر عنہ نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن تجصیح القبور وان یکتب علیہا وان ینبغی علیہا، ورواه مسلم (رد المحتار، باب صلوٰۃ الجنائزہ: ج ۲، ص ۲۳)۔

(۵) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والبرج (رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)۔

(۶، ۷) ما یفعلہ اکثر الناس من وضع ما فیہ رطوبة من الریحین والبقول ونحوہما علی القبور لیس بشی، (عمدة القاری، کتاب الوضوء، قبیل ما جاء فی غسل البول)۔

... ویکرہ الاستود علی القبور (رد المحتار، کتاب الکراہیۃ، قبیل فصل فی النظر والنہس: ج ۱، ص ۳۶۳ طبع سعید)۔

جاتا ہے اور وہ کچھ دعا پڑھ کر اس کے بعد مولوی صاحب اس دائرہ میں چکر لگواتے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں ہم میت کی مغفرت کے لئے حیلہ کرتے ہیں۔

جواب :- یہ صورت ناجائز و حرام اور بدعت ہے بہت ساری قباحتیں شرعاً پائی جاتی ہیں اس رسم سے فوراً توبہ و استغفار کرنا واجب ہے اس مسئلہ کے بارے میں مفصل و مدلل بحث حضرت مفتی شفیع صاحب مدظلہم العالی نے اپنے رسالہ ”حیلہ اسقاط“ میں فرمائی ہے اس کا مطالعہ کر لیا جائے۔^(۱) ۱۲ پیسے میں مل جاتا ہے اس کا ایک نسخہ ہم اسی لفافہ میں آپ کو بھیج رہے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۶/۱/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

حیلہ اسقاط میں امام کا رقم وغیرہ وصول کرنا

سوال (۸۷) :- میت کا اسقاط امام کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- اسقاط کا مردہ طریقتہ بالکل ناجائز ہے۔ امام کو لینا بھی جائز نہیں اور دینا بھی جائز نہیں۔^(۲)

واللہ اعلم

۲۱/۳/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۵۷۹/۲۵ ج)

نماز جنازہ کے بعد سورہ فاتحہ اور اخلاص پڑھ کر

اجتماعی دُعا اور حیلہ اسقاط

سوال (۸۸) :- زید کا تعلق جمعیت علماء اسلام ہزاروی گروپ سے ہے۔ زید ایک مسجد کا امام و خطیب بھی ہے جب وہ نماز جنازہ پڑھاتا ہے تو نماز پڑھنے کے بعد خود بھی بیٹھ جاتا ہے باقی لوگوں کو بھی بیٹھ جانے کا حکم دیتا ہے اور چند بار الحمد شریف اور سورہ اخلاص پڑھنے کا حکم دیتا ہے پھر سب لوگوں کے ساتھ مل کر

(۱) اب یہ رسالہ ”جواہر الفقہ“ ج: ۱، ص: ۳۸۷ پر بھی شائع ہو چکا ہے۔

... نیز ملاحظہ فرمائیے: عزیز الفتاویٰ ص: ۱۲۲، ۱۲۳، امداد الاحکام ج: ۱ ص: ۹۰ تا ۹۲، راہ سنت مؤلفہ حضرت مولانا سر فرید خان صفدر صاحب مدظلہم ص: ۲۹۲ تا ۲۹۸

ونحن عليه في تبين المحارم لا يجب على ولي فعل الدور وان اوصى به الميت لانها وصية بالتبوع والواجب على الميت ان يوصي بما يغني بما عليه ان لم يضق الثلث عنه فان اوصى باقل وامر بالدور وترك بقية الثلث للورثة او تبرع به لغيرهم فقد اثم بترك ماوجب عليه وبه ظهر حال وصايا اهل زماننا فان الواحد منهم يكون في ذمته صلوات كثيرة وغمرها من زكوة واضاح وايمان ويوصي لذلك بدرهم يسيرة وان الاخذو المعطى اثمان لان ذلك يشبه الاستنجار على القواة ونفس الاستنجار عليها لا يجوز (رد المحتار، باب قضاء الفوائت ج: ۲ ص: ۷۳، سعيد)

(۲) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان ”مرّۃ حیلہ اسقاط کا حکم“۔

دعا کرتے ہیں پھر اس کے بعد حیلہ اسقاط مروجہ بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسقاط کا ثبوت شامی سے ملتا ہے۔ اس لئے اپنی رائے تحریر فرمائیے۔

جواب :- نماز جنازہ خود میت اور تمام زندہ مردہ مسلمانوں کے لئے دعا ہے، نماز جنازہ کے بعد اجتماعی طور پر التزاماً دعا کرنا سنت سے ثابت نہیں ہے، نہ تعالیٰ صحابہ سے اس طرح کا التزام شرعاً بدعت ہے لہذا اس سے پرہیز واجب ہے، اور مروجہ حیلہ اسقاط میں اس کی رعایت نہیں کی جاتی اس مسئلے کی تفصیل مطلوب ہو تو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم العالی کا رسالہ حیلہ اسقاط "مکتبہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۳" سے منگا کر مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔^(۱)

ماضی میں جمعیت ہزاروی گروپ نے سوشلزم کی حمایت کی تھی یا نہیں، یہ ایک واقعاتی مسئلہ ہے جس کے فیصلے کے لئے فتویٰ کی ضرورت نہیں، پچھلے اخبارات و رسائل دیکھ کر اس کا فیصلہ غیر عالم بھی کر سکتے ہیں مگر ہر مسلمان کا وقت بہت قیمتی ہے ماضی کے جھگڑوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے حال و مستقبل کو دیکھنا چاہئے، یہ جماعت اگر کوئی اچھا کام کرے اس میں تعاون کرنا چاہئے غلط کام کرے تو اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی

۱۵/۲/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۲۳۰/۲۳ ب)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

مریدین کا اپنے مرحوم شیخ کو ایصالِ ثواب کا بہترین طریقہ

سوال (۸۹) :- ایک باکمال اور باشریعت پیر مرحوم کے مریدین ان کی روح کو ایصالِ ثواب کا مناسب اور مسنون طریقہ معلوم کرنا چاہتے ہیں رہبری فرمائیے، کیا پیر مرحوم کی وصال کی تاریخ کے علاوہ کوئی اور تاریخ مقرر کر کے مریدین عقیدت مند و معتقدین و غرباء اور دیگر حاضرین کے اجتماع میں کھانا پکا کر کھلانا جائز ہے؟

جواب :- مرحوم کی روح کو ایصالِ ثواب کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن و سنت کی جن تعلیمات کی تلقین اپنے مریدوں کو اپنے قول و عمل سے فرمائی ہے اس پر سب مرید عمل کریں اور ان کی دوسروں کو تبلیغ کریں، اس طرح جو جو شخص بھی نیک عمل کرے گا اس کا ثواب جتنا عمل کرنے والے کو

(۱) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان "بدعات کی تردید کا طریقہ کار"۔

(۲) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان "مروجہ حیلہ اسقاط کا حکم"۔

ملے گا اتنا ہی پیر صاحب مرحوم کو ملے گا،^(۱) اس کے علاوہ جتنا ہو سکے صدقہ و خیرات اور تلاوت قرآن کریم کر کے ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں، ایصالِ ثواب کے لئے کوئی خاص تاریخ یا دن یا وقت یا مقام مقرر نہیں، بلکہ مقرر کرنا خلافِ سنت ہے،^(۲) انفرادی طور پر بھی لیکن اجتماعی طور پر کرنے میں آجکل چونکہ لوگ طرح طرح کی قیدیں اپنی طرف سے لگا کر بدعت کے مرتکب ہو جاتے ہیں لہذا ایصالِ ثواب کے لئے اجتماع نہ کرنا ہی بہتر ہے، دعوت اگر اتفاقی طور پر ایک مرتبہ کر دیں تو مضائقہ نہیں ہمیشہ کے لئے کوئی مہینہ یا تاریخ مقرر نہ کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی

۱۲/۸/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۰۱۲/۲۳ ج)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

اگر تیجہ یتیموں کے مال سے کیا جائے تو یہ بدعت کے ساتھ ظلم بھی ہے

سوال (۹۰): - میت کے بعد جو ہم تیجہ کرتے ہیں اگر یتیموں کا مال بھی شامل ہو تو جائز ہے یا

نہیں اگر یتیموں کا مال شامل نہ ہو تو کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یا صحابہ کرام کا طریقہ ہو سکتا ہے؟

جواب:- تیجہ منانے کا کوئی ثبوت قرآن و سنت اور تعامل صحابہ و تابعین سے نہیں، اگر اس میں

یتیموں کا مال خرچ نہ کیا جائے تب بھی یہ بدعت ہونے کے باعث واجب الترتک ہے،^(۳) اگر یتیموں کا مال اس

میں خرچ کیا جائے تو ظلم بھی ہے اس طرح یہ دوہرا گناہ ہو جائے گا۔^(۴)

واللہ اعلم

۱۳/۸/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۲۱۸/۲۵ ب)

(۱) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاث الا من صدقة جاریۃ او علم ينتفع به او ولد صالح یدعوه (الصحيح لمسلم، کتاب الوصیۃ۔ باب ما یلدحق الانسان من الثواب الخ، حدیث ۴۳۱۰)

قال النووي تحت هذا الحديث: قال العلماء معنی الحديث الا في هذه الاشياء الثلاثة لكونه كان سببها فان الولد من كسبه وكذلك العلم الذي خلفه من تعليم او تصنيف۔ وفيه دليل لصحة اصل الوقف وعظيم ثواب وبيان فضيلة العلم والحث على الاستكثار منه والترغيب في توريثه بالتعليم والتصنيف والا يضاح وانہ ينبغي أن يختار من العنوم الأنفع فالأنفع۔

(۲) ويكره اتحاد الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والاعیاد ونقل الطعام الى القبر في المواسم (البزازیة علی هامش الہندیۃ ج ۲ ص ۸۲، رشیدیہ)

۳۱ ملاحظہ فرمائیے اگلے مسئلہ کا جاشیہ

(۴) قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ اَمْوََالَ الْاِیْمٰنِ اَنْ یُّنْفِقُوْا مِنْ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اَمْوََالَہُمْ وَیَصِیْعُوْنَ سِعِیْرًا (النساء، آیت ۱۰)۔

فی تفسیر القرطبی تحتہ: (اِنَّ اَمْوََالَہُمْ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اَمْوََالَہُمْ) لان ذلك یؤدیہم الی النار۔

صدقہ و خیرات کے لئے تیسرے دن کی پابندی

سوال (۹۱): - مرنے کے بعد تیسرے دن خیرات کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: - تیسرے دن کی کوئی قید یا پابندی نہیں، صدقہ و خیرات ہر دن ہر وقت اور ہر جگہ کر سکتے

ہیں، اپنی طرف سے تیسرے یا کسی اور دن کی پابندی کو ضروری یا زیادہ ثواب کا موجب سمجھنا بدعت ہے جس سے اجتناب لازم ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۲/۶/۱۳۹۸ھ

(فتویٰ نمبر ۵۹۲/۲۹ پ)

کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا؟

سوال (۹۲): - کھانے پر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: - کھانے پر فاتحہ پڑھنا بالکل بے اصل ہے، نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں

ثابت ہے نہ صحابہ و تابعین سے نہ ائمہ مجتہدین سے، یہ محض بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے سمجھ لینے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ اگر یہ کوئی ثواب کا کام ہوتا تو صحابہ جو ایسے کاموں کے عاشق تھے کبھی نہ چھوڑتے

اور ہزاروں واقعات ان کے اس بارے میں منقول ہوتے، حالانکہ تاریخ و سیرت کی کتابوں میں اس کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں کیا جاسکتا کہ مردِ جہاد پر کچھ آپ نے کھانے پر فاتحہ پڑھی ہو اس لئے یہ کھلی گمراہی

(۲)

ہے۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہے کہ "کل بدعہ ضلالة و کل ضلالة فی النار مشکوٰۃ۔"

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۵/۳/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۶/۲۲ الف)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(۱) کذا لفت یحذّر مما أحدثہ بعضهم من فعل الثالث للمیت و عملہم الاطعمۃ فیہ حتی صار عندہم کأنہ امر معمول بہ (المدخل لابن الحاجب ج ۳ ص ۲۹۲ تحت البدع المحدثۃ فی الخاتم)

ولایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلاثۃ ایام کذا فی التاتلرخانیۃ (الہندیۃ، الفصل الاوس فی القبر والدفن الخ ج ۱ ص ۱۶ رشیدیہ)

انظر ایضاً البیازیۃ علی هامش الہندیۃ ج ۲ ص ۸۱ (فی الجنائز)

(۲) ویسکرہ اتخاذ الدعویۃ بقراءۃ القرآن و جمع الصلحاء والقراء للختم او لقراءۃ سورۃ الانعام او الاخلاص (البیازیۃ علی هامش الہندیۃ ج ۲ ص ۸۱ الجنائز)

نیز ملاحظہ فرمائیے: فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۸، عزیز الفتاویٰ ص ۱۲۲، مجموعہ فتاویٰ عبدالحی ج ۳ ص ۷۷

(۳) کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب السنۃ۔

کھانے کے اوپر کلام پاک کا پڑھنا

سوال (۹۳): - کھانے کے اوپر کلام پاک کی آیت جو پڑھی جاتی ہے اور کھانے کی چیز مولوی

صاحب کے سامنے رکھی رہتی ہے اور یہ عام رواج ہے اگر کوئی ایسا نہ کرے تو اہل سنت سے خارج ہے۔

جواب :- ایصالِ ثواب کا طریقہ جو دلائل شرعیہ سے ثابت ہے صرف اتنا ہے کہ کوئی کارِ خیر

کر کے مثلاً صدقہ خیرات فقراء، مساکین کو دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ اس عمل کا ثواب فلاں

کی روح کو پہنچا دیا جائے، باقی خاص اوقات یا خاص مقام کی قید جو لوگوں نے اپنی طرف سے لگا رکھی ہے

یا یہ پابندی کہ کھانا سامنے رکھ کر کچھ پڑھا جائے یہ سب بے اصل باتیں ہیں، شریعت سے ثابت نہیں،

واللہ اعلم

(۲)

بدعت ہیں۔

۱۳۹۳/۱/۳۰ھ

(فتویٰ نمبر ۲۱۸/۲۵ ب)

تدفین کے بعد تین دفعہ دعا کو ضروری قرار دینا

سوال (۹۴): - میت کو دفن کرنے کے بعد تین دفعہ دعا کرنا کیسا ہے بعض مولوی اسے ضروری

قرار دیتے ہیں۔

واللہ اعلم

جواب :- اس کو ضروری سمجھنا بھی بدعت ہے۔

۱۳۹۸/۶/۱۲ھ

(فتویٰ نمبر ۵۹۲/۲۹ ب)

ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی

سوال (۹۵): - قرآن خوانی جو ایصالِ ثواب کے لئے کی جاتی ہے از روئے شریعت اس

بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب :- قرآن شریف کی تلاوت کر کے اس کا ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے اور اخلاص

کے ساتھ یہ کام صحیح طریقے سے کیا جائے تو میت کو ثواب پہنچتا ہے مگر اس کے لئے اجتماع یا شہینہ کی

پابندی یا یہ پابندی کہ انتقال کے تیسرے یا چالیسویں دن ہی ہو، یہ بدعت ہے جس سے اجتناب لازم

(۱) ان الدعا، یحصل ثوابہ الی المیت وکذا لک الصدقة وهما مجمع علیهما (شرح النووی لصحیحہ لمسلم ج ۲ ص ۳۱، باب

ما یلحق من الثواب)

(۲) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان ”صدقہ خیرات کے لئے تیسرے دن کی پابندی“۔

(۱) ہے، نیز اجرت دے کر قرآن ختم کرانے سے نہ پڑھنے والے کو ثواب ہوتا ہے نہ میت کو اور نہ اجرت دے کر پڑھوانے والے کو۔ (۲)

واللہ اعلم

۱۳۹۷/۱۱/۲۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۴۳۱/۲۸ ج)

مخلوط اجتماع کے ساتھ قرآن خوانی

سوال (۹۶):- آج کل عورت و مرد شامل ہو کر قرآن خوانی کرتے ہیں، اکثر جگہ صرف مرد یا صرف عورتوں کی ہوتی ہے، کیا یہ قرآن خوانی جائز ہے؟

جواب:- نامحرم مرد و عورت کا بے پردہ مخلوط اجتماع تو ہر حال میں ناجائز ہے، اور قرآن خوانی کے موقع پر اور زیادہ گناہ ہے کہ اس میں قرآن حکیم کی بے حرمتی بھی ہے، لہذا ایسے اجتماع میں شرکت جائز نہیں، البتہ صرف مردوں یا صرف عورتیں قرآن خوانی کے لئے جمع ہو جائیں تو اگر اس میں دوسرے منکرات مثلاً بریا، نمود وغیرہ نہ ہوں اور اجتماع کو لازمی نہ سمجھا جائے تو ایسی قرآن خوانی میں شرکت کی گنجائش ہے، مگر تنہائی میں تلاوت قرآن کرنا زیادہ ثواب ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۳۹۷/۹/۲۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۸۷/۲۳)

بوقت تدفین سوئم کا اعلان کرنا اور اخبارات میں اشتہار دینا

سوال (۹۷):- کچھ عرصہ سے یہ رواج ہو گیا بلکہ بڑھتا جا رہا ہے کہ میت کو دفن کرتے وقت اعلان کیا جاتا ہے اور اخبار میں بھی اشتہار دیا جاتا ہے کہ تیسرے دن سوئم ہوگا لوگ قرآنی میں شرکت کریں۔ آیا اس رسم میں شرکت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:- یہ رسم خلاف سنت اور بدعت ہے، اس سے پرہیز لازم ہے، ہر شخص کو جہاں اور جس

۱۰۱ الاصل ان کل من اتى بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره وان نواها عند الفعل لنفسه لظاهر الأدلة الدر المختار، باب الحجر عن الغير، ج ۲، ص ۵۹۵، شعبہ

فی رد المحتار تحتہ: (قوله بعبادة ماله) أي سواء كانت صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو ذكراً أو طوافاً إلى قوله وجميع أنواع البر كما في الهندية۔

(۲) وصار القاري منهم لا يقرأ شيئاً لوجه الله تعالى خالصاً بل يقرأ للأجرة وهو الرياء المحض الذي هو إرادة العمل لغير الله تعالى فمن أين يحصل له الثواب الذي طلبه المتأجر ان يبيد به لبعثته وقد قال الامام قاضي خان ان أخذ الأجر في مقابلة الذكر يمنع استحقاق الثواب (مجموعه رسائل ابن عابدين، الرسالة الثانية شرح عقود، ج ۱ ص ۱۰) ان القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاري (رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ج ۲ ص ۵۱۰، طبع شعبہ)۔

وقت جتنی تلاوت یا صدقہ خیرات کی توفیق ہو وہ کر کے اس کا ثواب میت کو پہنچا دیا جائے۔^(۱) واللہ اعلم

۱۳۰۱/۸/۲۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۲۳/۳۲۲ ب)

کفن و دفن میں اس شرط پر شریک ہونا کہ ان کے لئے
کھانے کا انتظام کیا جائے، خلاف شرع ہے

سوال (۹۸):- ہمارے علاقہ میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی مرجائے تو وہاں کے لوگ اس کے
دفن کرنے اور جنازہ کے لوازمات میں تب شرکت کرتے ہیں کہ اس کے ورثاء سب شرکاء جنازہ کے لئے
طعام کا انتظام کریں، بالفرض سردست اگر کوئی اور بھی کر دے تو بعد میں یہ اس کو ادا کرتا ہے، قبرستان چونکہ دور
ہے اس لئے شرکاء کی ضرورت بھی ہوتی ہے لہذا شرعی مسئلہ کیا ہے؟

جواب:- یہ رواج اسلامی اخلاق اور شریعت کے یکسر خلاف ہے، ہر مسلمان کو کفنانا و دفنانا، نماز
جنازہ پڑھنا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے خواہ وہ میت کے رشتہ دار ہوں یا اجنبی، اس فرض کفایہ کے بدلے میں
کھانا طلب کرنا اور کھانا نہ ملے تو فرض سے پہلو تہی کرنا جائز نہیں ایسا کرنے والے گنہگار ہوں گے، تاہم اگر
لوگ اس غلط اور ناجائز رواج کو نہیں چھوڑتے اور اولیاء میت کی معاونت اس کے بغیر نہیں کرتے اور اولیاء
میت ان کی معاونت حاصل کرنے پر مجبور ہیں تو اتنے لوگوں کو کھانا کھلانے کی گنجائش ہے کہ جن کے بغیر
ضروری معاونت حاصل نہ ہو سکے، اس صورت میں یہ کھانا، کفن و دفن کی اجرت ہوگا جو حکم قبر کھودنے والے اور
غسل دینے والے کی اجرت کا ہے وہی اس کا بھی ہوگا کہ اس کا ضروری خرچ تقسیم ترکہ، ادائے دیون
اور انفاذ وصیت پر مقدم ہوگا۔^(۲)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۰۱/۹/۱۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۱۸/۲۲۲ ج)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(۱) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان "صدقہ و خیرات کے لئے تیسرے دن کی پابندی"۔

(۲) (۳، ۴) والا فضل ان يغسل الميت مجانا فان ابتغى الغسل الاجر جائز ان كان ثمه غيره والا لا لتعيينه عليه وينبغي ان يكون

حكم الحمل والدفن كذلک (الدر المختار، باب صلاة الجنائزہ، ص ۲۹۹، سعید)

فی رد المحتار تحتہ: (قوله بتعيينه عليه) ای لا ید صار واجبا عليه عينا ولا يجوز اخذ الاجرة على الطاعة كالمعصية ولا يجوز
الاستئجار على غسل الميت ويجوز على الحمل والدفن واجازة بعضهم في الغسل ايضاً فليتأمل۔

... يبدأ من تركمة الميت الخالية عن تعلق حق الغير بعينها۔ تجهيزه يعم التكفين ثم تقدم ديونہ الغر الدر المختار، کتاب
الفرائض، ج ۶ ص ۷۵۹

جنازے کے ہمراہ گڑ لے جا کر قبرستان میں تقسیم کرنا

سوال (۹۹):- ہمارے علاقے میں جب میت ہو جاتی ہے تو مردہ کے ورثاء جنازہ کے ہمراہ گڑ قبرستان لے جاتے ہیں اور پھر وہاں قبرستان پر نماز جنازہ کے بعد سب شرکاء جنازہ کے درمیان گڑ تقسیم کرتے ہیں اور اسے خیرات کرتے ہیں کیا ایسا کرنا درست ہے؟

جواب:- میت کو صدقہ و خیرات کے ذریعہ ایصال ثواب کرنا بہت اچھی بات ہے مگر اس کے لئے خاص طور سے گڑ کو مقرر کر لینا اور قبرستان کو اور بعد دفن کے وقت کو مقرر کر لینا بدعت ہے، صدقہ کسی بھی مال یا کھانے پینے کی چیز کا کیا جاسکتا ہے ہر جگہ کیا جاسکتا ہے ہر وقت کیا جاسکتا ہے، اپنی طرف سے خاص وقت یا خاص جگہ یا خاص چیز کو اس طرح مقرر کر لینا کہ اس میں زیادہ ثواب سمجھا جائے بدعت ہے اور واجب ترک ہے۔^(۱)

اور اگر یہ گڑ میت کے مال سے صدقہ کیا جاتا ہے تو اس میں ایک خرابی یہ ہے کہ میت کا مال سب وارثوں کی ملکیت ہو گیا ان سب کی اجازت کے بغیر صدقہ کیا جائے گا تو غیر کے مال میں ناجائز تصرف ہوگا،^(۲) اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہے تو اس کی اجازت سے بھی اس کے حصہ میں تصرف جائز نہ ہوگا نہ صدقہ کرنے والے کو ثواب ملے گا نہ میت کو بلکہ صدقہ کرنے والا خود گنہگار ہوگا۔^(۳)

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۲۲/۵/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۱۷۱/۲۳ د)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

میت کے ساتھ کھجور یا مٹھائی لے جا کر قبرستان میں تقسیم کرنا

سوال (۱۰۰):- بعض حضرات میت کے ساتھ کھجور یا مٹھائی قبرستان لے جاتے ہیں، دفن کے بعد اس مٹھائی کو لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں، اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے ہے؟

(۱) ولیمحمد من هذه البدعة بفعلها وهي انهم يحملون امام الجنائز مع الحاملين في الاقفاص الخرفان والخبز ويسمون ذلك بعشاء القبر فاذا اتوا الى القبر ذبحوا ما اتوا به بعد الدفن ورفقوه مع الخبز ويقع بسبب ذلك من احمه وضرب وياخذ ذلك من لا يستحقه ويحرمه المستحق في الغالب وذلك مخالف للسنة من وجوه الاول ان ذلك من فعل الجاهلية. والثاني منافية من الزياء والسمعة والمباهلة والفخر اعني ان يتخذ ذلك سنة او عادة لانه لم يكن من فعل مضى والخير كلهم في اتباعهم (المدخل لابن الحاجر تحت البدع في المائت ج ۳ ص ۲۸۰)

(۲) عن ابي حرة الرقاشي عن عمه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل مال امرئ مسلم الا بطيب نفس منه (سنن البيهقي، كتاب الغصب، باب من غصب لوجا الخ)

(۳) لا وصية لوارث الا ان يجيزها الورثة... (وهم كبار) عقلاء فلم تجز اجازة صغيرة ومجنون (الدر المختار، كتاب الوصايا ج ۲ ص ۶۵۶، سعيد)

جواب :- یہ خود ساختہ رسم ہے قرآن و سنت میں اس کا ثبوت نہیں، بدعت ہے اس سے اجتناب

لازم ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳۹۸/۶/۱۲ھ

(فتویٰ نمبر ۵۹۲/۲۹ ب)

تدفین سے قبل اہل میت اور دیگر افراد کا ہلکا پھلکا کھانا کیسا ہے؟

سوال (۱۰۱) :- میری ہمشیرہ صاحبہ کا کراچی میں ۲۰ اور ۲۱ جون کی درمیانی شب میں انتقال

ہو گیا ہے، ان کے بڑے صاحبزادہ نے اپنے چھوٹے بھائی جو گوجرانوالہ میں ملازم ہے، کو فون پر اطلاع دی ہے جواب ملا کہ وہ ہوائی جہاز سے ۲۱ جون کی دوپہر کو کراچی پہنچے گا، لہذا مرحومہ کو چار بجے سہ پہر دفن کر دیا گیا میرے بڑے بھانجے میری بیوی کو جو ان کی پھوپھی بھی ہوتی ہے اپنے ہمراہ رات میں اپنے مکان پر لے گئے تھے جہاں بھانجے کا قیام ہے وہاں شب میں تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا ممکن نہیں تھا یہ سب انتظامات دن نکلنے پر ۲۱ جون کو کئے گئے۔ گھر میں ضعیف، بچہ، جو ان سب ہی ہوتے ہیں میری بیوی کو گھر والوں نے اپنے ساتھ معمولی ناشتہ کروایا جس کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا میت کو دفن کرنے کے بعد شام کو ایک ہمسایہ نے چائے اور کچھ نمکین بھینج دیا تھا اور جو لوگ موجود تھے ان میں سے کچھ نے چائے پی لی تھی، کراچی میں موت کے گھر لوگ میلوں دور سے آتے ہیں اور میت کو دفن کرنے کے بعد ہی گھر آ کر بیٹھتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ

۱- میری بیوی کا معمولی ناشتہ کرنا جبکہ میت دفن نہیں ہوئی تھی شرعاً غلط تھا؟

۲- گھر کے لوگ مجبوری یا کمزوری محسوس کریں تو میت دفن کرنے سے قبل کچھ تھوڑا خاموشی سے

اپنے گھر کا کھانا کھا سکتے ہیں اور بعض لوگ جو ان کے مکان پر آ کر گھنٹوں سے بیٹھے ہوتے ہیں ان کو بھی بغیر

کسی خاص انتظام کے کچھ تھوڑا خاموشی سے کھلا سکتے ہیں؟

جواب: ۱- نہیں۔^(۲)

واللہ اعلم

۲- گنجائش ہے، دعوت نہ کی جائے۔^(۳)

۱۳۹۸/۸/۲۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۲۳/۳۲ ب)

(۱) قدم تخریجہ تحت عنوان "جنازہ کے ہمراہ گز لے جا کر تقسیم کرنا"۔

(۲) وکذلک یحذر مما أحدثہ بعضہم وهو ان المیت اذا مات لا یأکل اہلہ حتی یفرغوا من دفنہ (المدخل لابن الحاج، تحت البدع فی المائم، ج ۳ ص ۲۹۰)

(۳) فلو جاء هم الطعام من مواضع متعددة فیلبغی ان یتصدقوا بما فضل عنہم او یهدوه لمن یختارون (فی المدخل لابن الحاج ج ۳ ص ۲۸۹)

.. ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وہی بدعة مستقیمہ (فتح القدیر، فصل فی الدفن، ج ۲ ص ۱۵۱)

اہل میت کا تعزیت کے لئے باقاعدہ بیٹھنا اور اس موقع پر رسم فاتحہ خوانی

سوال (۱۰۲):- ہمارے علاقہ پنجاب میں رواج ہے کہ اگر کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو کئی کئی روز تک لوگ آتے رہتے ہیں اور وارثان میت کے گھر باقاعدہ صفوف وغیرہ ڈالی جاتی ہیں روز آنے والے اصحاب ہاتھ اٹھا کر بطور دعا فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ بعض اقوام چالیس یوم تک اور بعض تین ماہ تک، بعض چھ ماہ تک اور بعض ہفتہ عشرہ یہ سلسلہ جاری رکھتی ہیں، اگر کوئی مسلمان ان کے رواج کے مطابق ہاتھ نہ اٹھائے تو اس کو مطعون کیا جاتا ہے۔ پھر انھیں وقت بھی دعا کی جاتی ہے جسے ”دعاء خیر“ کہتے ہیں براہ کرم اس مسئلہ کی پوری وضاحت فرمائیں تاکہ اصل شریعت کا حکم معلوم ہو سکے نیز ہمارے ہاں یہ بھی رواج ہے کہ میت کے دفن کرنے کے تیسرے دن شہر میں ایک آدمی اعلان کرتا ہے جو کہ ایسے موقع پر خاص مخصوص ہوتا ہے جن کو اطلاع دی جاتی ہے وہ اکٹھے ہوتے ہیں محلے کی مسجد کے امام آیات قرآنی کی تلاوت کرتے ہیں۔ دیگر حضرات کچھ پڑھتے ہیں کچھ خاموش رہتے ہیں امام صاحب آیات قرآنی کا ثواب میت کی روح کو باواز بلند یا خاموشی سے بخش دیتے ہیں، اس رسم کو یہاں قل کہتے ہیں، میت کی مستعمل اشیاء امام صاحب کو دیدی جاتی ہیں۔

جواب:- اس طرح کی فاتحہ خوانی اور اس کی پابندی بدعت واجب ترک ہے کیونکہ کسی شرعی دلیل سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، یہی حال اس مروجہ ”دعاء خیر“ کا ہے کہ اس کی ایسی پابندی کرنا کہ جو نہ کرے اس کو مطعون کیا جائے، بدعت ہے جو واجب ترک ہے، اس میں علاوہ بدعت ہونے کے ایک خرابی یہ ہے کہ امام صاحب دعا کرنے کی اجرت گندم اور دیگر سامان کی صورت میں لیتے ہیں اور دعاء یا

(۱) و كذلك يحذر بما أحدثه بعضهم من فرش البسط وغيرها في التوبة لمن يأتي إلى الصبيحة وغيرها وقد تقدم الكلام على ذلك ومنعه (في المدخل لابن الحاج تحت البدع في المآثم، ج ۳ ص ۲۹۲)

واما اجتماع الرجال في المآثم لداعية الحزن على الميت فممنوع ايضا ما يستلزمه هذا الاجتماع عادة من النفقات الطائلة لغرض المبهات والرياء بأعداد محل الاجتماع واحضار البسط والسجاد ولا شك في حرمة ذلك لما فيه من اضاعة المال بغير غرض صحيح هذا اذا لم يكن في الورثة قاصر فما باله اذا كان فيهم قاصر وقد يتكلفون ذلك بالقرض بطريق الربا وان ما يقع بعد الدفن من اعمال المآثم ليلة او ثلاثا مثلاً لا نزاع في انه بدعة ولم يثبت من الشرع ولا عن السلف انهم جنوا بقصد ان تذهب الناس الى تعزيتهم وكرد جلوس لتعزية بان يجلس المصاب بمكان لعزى او يجنس المعزى عند المصاب بعد ما لانه استدامة للحزن ومما لا شك فيه ان الزيادة على الثلاث بدعة سيئة لان النبي صلى الله عليه وسلم قد جعل نهاية الحزن ثلاثة ايام من حين الموت وصفة القول ان المآثم اليوم لا تخلوا عن المنكرات ومخالفة سنة النبي صلى الله عليه وسلم وناهيك من يكون من القراءة وتلاوة القرآن وما يفعله المستمعون في المآثم من الخروج عن حد الادب حال تلاوته من رفع اصوات الاستحسان او الاشتغال عن استماعه او شرب الدخان الى غير ذلك مما يحول بين المجلس ونزول الرحمة (الابداع تحت بدع المآثم، ص ۱۱۴)

تلاوت پر اجرت دینا حرام ہے، اس سے نہ میت کو ثواب پہنچتا ہے نہ پڑھنے والے کو بلکہ ایسا کرنے والے گنہگار ہوتے ہیں^(۱)۔

نیز اس میں ایک خرابی یہ ہے کہ میت کے استعمال کے کپڑے جوتے وغیرہ امام کو دیئے جاتے ہیں حالانکہ یہ سب چیزیں میت کے انتقال کے بعد سب وارثوں کی مشترکہ ملکیت ہو گئیں۔ ہو سکتا ہے کہ بعض وارث یہ چیزیں دینے پر دل سے راضی نہ ہوں مگر لوگوں کی شرم سے خاموش رہتے ہوں نیز وارثوں میں بسا اوقات نابالغ بھی ہوتے ہیں وہ اگر یہ چیزیں امام صاحب کو دینے پر راضی بھی ہوں تب بھی نابالغ کا ہبہ (عطیہ) کسی کو لینا جائز نہیں۔^(۲)

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی

۱۱/۳/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۳۶۰/۲۳ ب)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

بوقت انتقال اہل میت کو بھاجی (نیوتہ) دینا

سوال (۱۰۳):- ہمارے علاقہ پنجاب میں رواج ہے کہ کسی کی میت پر آنے والے تمام رشتہ دار میت والوں کو ایک ایک روپیہ حوالے کرتے ہیں جن کا اندراج کر کے گھروں میں باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے پھر یہ رقم جہاں جہاں سے آتی ہے ان کے یہاں میت ہونے پر واپس کر دی جاتی ہے یہاں کی زبان میں اس کو ”بھاجی“ کہتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب:- بھاجی کی رسم بے اصل ہے جسے ترک کرنا ضروری ہے ہاں اگر یہ طریقہ ہو کہ حاضرین میں سے جو لوگ بخوشی دیں تو ان کا عطیہ قبول کر لیا جائے اور جو نہ دے اسے مطعون یا مجبور نہ کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔^(۳)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۱/۳/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۳۶۰/۲۳ ب)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(۱) قد مرتہ تخریجہ تحت عنوان ”ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی“۔

(۲) قد مرتہ تخریجہ فی حاشیہ رقم ۳ تحت عنوان ”جنازے کے ہمراہ گڑ لے جا کر قبرستان میں تقسیم کرنا“۔

(۳) مسئلہ نمبر ۵۶ بعنوان ”انتقال کے موقع پر اہل میت کو بھاجی (نیوتہ) دینا“ کے تحت اس پر تفصیلی کلام گزر چکا ہے۔

اہل میت کے لئے کھانا تیار کرنا اور مہمانوں کا اس میں

شریک طعام ہونا

سوال (۱۰۴): ۱- میرے جہاں تک علم میں ہے کہ انتقال سے تین دن تک عزیزوں و اقارب کو موت والوں کے گھر جانکی کوشش کرنا چاہئے تاکہ ان کا غم کم ہو اور تسکین ہو اور کھانا پکوا کر تین دن تک موت کے گھر پہنچانا چاہئے کیا یہ صحیح ہے، اور اس آئے ہوئے کھانے کو جو تعزیت کے لئے آئے ہوئے ہیں اہل خانہ کے مدعو کرنے پر کھا سکتے ہیں۔

(۱۰۵) ۲- بعض لوگ کہتے ہیں کہ موت سے تین دن تک تعزیت کے لئے آئے ہوئے لوگوں کو

میت کے گھر والوں کا کھانا جائز نہیں۔

جواب: ۱- میت کے گھر والوں کے لئے دوسرے لوگوں کو چاہئے کہ کھانا بھیجیں نہ یہ کہ ان کے اوپر اپنے کھانے کا بار ڈالیں، البتہ دوسروں کا بھیجا ہوا کھانا اگر اہل میت کے کہنے پر تعزیت کے لئے آنے والے بھی کھالیں تو مضائقہ نہیں مگر اس کو بھی دعوت کا رنگ نہ دیا جائے پس جو کھانے کے وقت موجود ہوں ان کو کھانے میں بشرط گنجائش شریک کیا جاسکتا ہے۔^(۱)

۲- علی الاطلاق یہ کہنا صحیح نہیں، تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

واللہ اعلم

۲۲/۸/۱۴۰۱ھ

ختم قرآن کے بعد روزانہ اجتماعی طور پر سورہ فاتحہ

اور اخلاص پڑھ کر ایصال ثواب کرنا

سوال (۱۰۶): - ہمارے شہر کے ایک مذہبی رہنما روزانہ صبح بعد فجر درس قرآن مجید کے بعد ایک

مرتبہ سورہ فاتحہ اور تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اور جملہ بزرگان دین اور اپنے اساتذہ کرام اور والدین کے لئے ایصال ثواب کرتے ہیں۔ حاضرین بھی اس میں

(۱) عن عبد اللہ بن جعفر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصنعوا لابی جعفر طعاماً فإنه قد اتاكم امر شغلکم سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب صنعۃ الطعام لاهل المیت، حدیث: ۴۳۳۱ سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الطعام یصنع لاهل المیت، حدیث: ۱۰۱۳ سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الطعام یبعث الی اهل المیت، حدیث: ۱۶۷۹

ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اهل المیت عن جریر بن عبد اللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحۃ ویستحب لجیر ان اهل المیت والاقرباء الا باعد تہینۃ طعامهم یشبعهم یومهم ولیلتهم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اصنعوا لابی جعفر طعام فقد جاء ہم ما یشغلهم (فتح القدیر، فصل فی الدفن ج ۲ ص ۱۵۱)

فلو جاء هم الطعام من مواضع متعدده فینبغی ان یتصدقوا بما فضل عنہم او یهدوه لمن یختارون المدخل لا بن الحاج۔ تحت بدع المائم، ج ۳

شریک ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ شرعاً صحیح ہے؟

جواب :- ایسا کرنا فی نفسہ جائز ہے، لیکن اس خاص وقت اور طریقہ کو مسنون سمجھنا یا اس کی ایسی پابندی کرنا کہ دیکھنے والے اس خاص وقت اور طریقہ کو مسنون سمجھنے لگیں، درست نہیں^(۱)۔ واللہ اعلم

۲۸/۱/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۲۳۳/۲۶۱ الف)

چند مروّجہ بدعات سے متعلق ایک تنازعہ اور اس کا تصفیہ

سوال (۱۰۷) :- ۱- زید امام ہے جس محلّہ میں رہتا ہے لوگ وہاں جنازہ کے بعد حیلہ اسقاط کرتے ہیں زید کہتا ہے کہ یہ بدعت ہے، مولوی عمر اس کو کارِ ثواب کہتے ہیں۔ صحیح حکم کیا ہے؟
(۱۰۸) :- ۲- میت کے گھر تین دن کے بعد یا چار دن کے بعد یا اول دن ایک لکھی ختم کراتے ہیں جس میں لوگ ”لا الہ الا اللہ“ پڑھتے ہیں اس کے بعد میت کا وارث ان کو کھانا کھلاتا ہے زید اس کو بھی حرام کہتا ہے۔

(۱۰۹) :- ۳- زید کہتا ہے نیک بندوں کو مرنے کے بعد پکارنا غائبانہ طور پر حاجت روائی کے لئے صریح شرک ہے عمر اس کو شرک نہیں کہتا کہ ہم اس لئے پکارتے ہیں کہ خدا کے آگے سفارش کرتے ہیں۔
جواب :- سوال ۱ تا ۳ کا جواب یہ ہے کہ زید کا قول درست ہے اور عمر کا قول درست نہیں ہے۔^(۲)

واللہ اعلم

۲۱/۱/۱۳۹۶ھ

(فتویٰ نمبر ۱۲/۲۴۷ د)

نماز فجر اور عصر کے بعد مصافحہ کرنا؟

سوال (۱۱۰) :- بعد نماز فجر اور عصر بڑے اہتمام سے لوگ مصافحہ کرتے ہیں اور اس بارے میں پابندی کا خیال رکھتے ہیں جبکہ اس سے بچنے والوں کو وہابی گردانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ عمل خلاف شرع نہیں ہے چونکہ مسجد میں جمع ہونے کی یہ ہی حکمت ہے کہ مسلمان آپس میں ملاقات کریں۔

(۱) ہواؤنک الا لکونہما لم توثر فی خصوص هذا الموضع فالموافقة علیہا فیہ توہم العوام بأنہا سنة فیہ رد المحتار، باب الجنائز، بعد مطلب فی دفن الميت، ج ۲ ص ۲۳۵، سعید۔

(۲) حیلہ اسقاط کے لئے ملاحظہ فرمائیے سوال نمبر ۴۷ بعنوان ”حیلہ اسقاط کا ختم“ کا حاشیہ اور میت کے گھر سے طعام کے لئے ملاحظہ فرمائیے گزشتہ سے پیوستہ مسئلہ بعنوان ”اہل میت کے لئے کھانا تیار کرنا... الخ“ کا حاشیہ۔

غیر اللہ کو حاجت روائی کے لئے پکارنے سے متعلق درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ ہوں: قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ سَلَامًا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الْخَالِقِينَ ﴿۱۰۰﴾ (سورہ یونس)

فی التفسیر الکبیر تحت هذه الآية: یعنی لو اشتغلت بطلب المنفعة والمضرة من غیر اللہ فانت من الضائمين الخ (ج ۱ ص ۱۳۹)

کیا صحابہ کرام اسی طرح نماز کے بعد مصافحہ کا اہتمام کرتے تھے یا نہیں۔ دوسری صورت میں اس کا جواز کیا ہے جب کہ ایک خاص طبقہ ہر نماز کے بعد اس مصافحہ کا اہتمام کرتا ہے اور خصوصی امتیاز سمجھتا ہے اور نہ کرنے والوں کو ملامت کرتا ہے۔ بیواؤ تو جروا۔

جواب:- کسی بھی نماز کے بعد مصافحہ کا خاص طور پر اہتمام کرنا یا اس کی پابندی کرنا نہ کسی حدیث سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام کے عمل سے، لہذا اس کو ضروری سمجھنا یا اس کی پابندی کرنا اور مصافحہ نہ کرنے والے کو ملامت کرنا سب بدعت ہے^(۱) اس سے احتراز لازم ہے، حدیث میں بدعت پر سخت وعید آئی ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔

واللہ اعلم
محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح
بندہ محمد شفیع

۱۸/۲/۱۳۹۶ھ

(فتویٰ نمبر ۲۳۳/۲۳ ب)

نمازوں کے بعد مروّجہ مصافحہ؟

سوال (۱۱۱):- نماز کے بعد مسجدوں میں جو رواج ہے کہ نماز کے بعد لوگ آپس میں یا پیش امام صاحب سے مصافحہ کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- ملاقات کے وقت مصافحہ مستحب ہے کسی اور موقع پر مصافحہ کا مستحب ہونا ثابت نہیں۔ نماز کے بعد مصافحہ کرنے کا جو رواج ہو گیا ہے کہ اس وقت مصافحہ کرنے کو زیادہ ثواب سمجھتے ہیں یہ رواج بدعت ہے، جائز نہیں۔^(۲)

واللہ اعلم

۲۶/۳/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۸۳۵/۲۵)

(۱) وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بکراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع ان المصافحة سنة وما ذالك الا لكونها لم تؤثر في خصوص هذا الموضع فالمواطبة عليها فيه توهم العوام بانها سنة فيه ورد المحتار، صلاة الجنائز، ج ۲ ص ۲۳۵، سعيد، لكن قد يقال ان المواظبة عليها بعد الصلوات خاصة قد يؤدي الجهلة الى اعتقاد سنيتها في خصوص هذا الموضع وان لها خصوصية زائدة على غيرها مع ان ظاهر كلامهم انه لم يفعلها احد من السلف في هذه المواضع ونقل في تبين المحارم عن الملتقط انه تكرر المصافحة بعد اداء الصلوة بكل حال لان الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم مصافحوا بعد اداء الصلاة ولا نفي من سنن الرداف ثم نقل عن ابن حجر انها بدعة مكرومة لا اصل لها في الشرع وانه يتنبه فاعني اولاً ويعتد ثانياً لما تمى به من خلاف السنة ورد المحتار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره ج ۱ ص ۳۸۱، سعيد

انظر ايضاً المدخل لابن الحاجر تحت قوله البدعة في المساجد، ج ۲ ص ۲۲۳، الاعتصام للشاطبي ج ۱ ص ۲۰۱، عزيز الفتاوى ص ۱۲۸، امداد الفتاوى ج ۵ ص ۲۶۰، امداد الاحكام ج ۱ ص ۱۰۳

(۲) بحوالہ بالا۔

نماز کے بعد امام سے مصافحہ کا التزام بدعت ہے

سوال (۱۱۲): - پانچوں وقت نماز کے بعد بلا ناغہ امام صاحب سے مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: - نماز کے بعد امام سے مصافحہ کا التزام کرنا سنت کے خلاف اور بدعت ہے، احادیث نبویہ اور تعامل صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین میں کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا، مصافحہ ملاقات کے وقت سنت ہے امام کی یا نماز سے پہلے یا بعد کی کوئی خصوصیت نہیں^(۱)۔ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا چاہئے، صرف ایک ہاتھ سے بھی کیا جاسکتا ہے۔^(۲)

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۳/۱۷ھ

(فتویٰ نمبر ۱۰۳/۵۳۳)

ہر نماز اور بالخصوص فجر کے بعد امام سے مصافحہ کرنا

سوال (۱۱۳): - ہر نماز کے بعد خصوصاً فجر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: - ہر نماز کے بعد امام سے مصافحہ کرنا سنت سے اور تعامل صحابہ سے ثابت نہیں، اسے

ضروری سمجھ کر کرنا یا اس وقت مصافحہ کرنے میں زیادہ ثواب سمجھنا بدعت اور ناجائز ہے۔^(۳) واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

۱۳۹۳/۱/۲۰ھ

محمد عاشق الہی

عید پر معافقہ کا التزام بدعت ہے

سوال (۱۱۴): - عید کے موقع کے وقت معافقہ کا التزام بدعت ہے یا نہیں؟

جواب: - عید پر معافقہ کرنا سنت سے ثابت نہیں لہذا اس کا التزام بدعت ہے، اگر کوئی یہ عقیدہ

(۱) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان "نماز فجر اور عصر کے بعد مصافحہ کرنے کا حکم"۔

(۲) وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ ذَيْدٍ ابْنَ الْمُبَارَكِ بِمَدْيَنَ (صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب الْأَخْذِ بِالْيَدَيْنِ)

... وَفِي الْقُنْيَةِ: الشُّنَّةُ فِي الْمَصَافَحَةِ يَكْلَتَا يَدَيْهِ وَتَمَامُهُ فِيمَا عُلِقَتْهُ عَلَى الْمُتَقَى (الدر المختار، کتاب الحظر والاباحہ، باب الاستبراء وغیرہ)۔

فی رد المحتار تحتہ: (قَوْلُهُ وَتَمَامُهُ إِلَيْهِ) وَهِيَ الصَّافِي صَفْحَةُ الْكَفِّ بِالْكَفِّ وَاقْبَالُ الْوَجْهِ بِالْوَجْهِ فَاتَّخَذَ الْأَصَابِعَ لَيْسَ بِمَصَافَحَةٍ خِلَافًا لِلرَّوَاظِضِ وَالشُّنَّةِ أَنْ تَكُونَ بِكِلْتَا يَدَيْهِ وَبَغَيْرِ حَائِلٍ مِنْ قُوبٍ أَوْ غَيْرِهِ وَعِنْدَ الْقَاءِ بَعْدَ السَّلَامِ وَأَنْ يَتَّخِذَ إِلَيْهِمَا فَإِنْ فُيِدَ عِرْقًا يُنْبِتُ الْمَحَبَّةَ كَذَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ ذِكْرُهُ الْقَهْطَانِي وَغَيْرُهُ ۱-ھ-

(۳) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان "نماز فجر اور عصر کے بعد مصافحہ کرنے کا حکم"۔

رکھتا ہے کہ عید پر معافۃ سنت ہے یا عید کے ساتھ معافۃ کی شرعاً کوئی خصوصیت ہے تو شرعاً ایسے شخص کے ساتھ معافۃ نہیں کرنا چاہئے۔^(۱)

واللہ اعلم
محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

۱۳۹۱/۱۰/۲۸ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۱۱/۲۲ د)

عیدین پر معافۃ اور اس کا مسنون وقت اور طریقہ

سوال (۱۱۵): - معافۃ ایک دفعہ سنت ہے یا تین دفعہ، اس کا سنت طریقہ کیا ہے؟ نیز عیدین پر

معافۃ کرنا کیسا ہے؟

جواب :- عیدین پر معافۃ سنت سے ثابت نہیں، اسے ضروری سمجھنا یا عیدین پر معافۃ کرنے کو باعث ثواب سمجھنا بدعت ہے،^(۲) احادیث سے طویل جدائی اور سفر سے واپسی پر معافۃ کا ثبوت ملتا ہے، ایک دفعہ یا تین دفعہ کی کوئی قید نہیں، دونوں صورتیں بلا کراہت جائز ہیں، اس بارے میں روایات میں کچھ نہیں ملتا۔

واللہ اعلم
محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

۱۳۹۲/۱۱/۲۶ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۹۵/۲۳ د)

عیدین میں معافۃ کو ضروری سمجھنا

سوال (۱۱۶): - ہمارے یہاں لوگ عید کے روز معافۃ بہت ضروری سمجھتے ہیں۔ اس سے منع

کیا تو لوگ برا مان لیتے ہیں، اور مجھے بددین کہا اور بہت سے لوگوں نے میرے پیچھے نماز پڑھنا بھی چھوڑ دیا ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے۔

جواب :- عیدین پر معافۃ کی پابندی کرنا اور اس کو ثواب سمجھنا بدعت اور واجب ترک ہے۔

(۱) وأما المعافاة فقد كرهها مالك وأجازها ابن عبيدة أعني عند اللقاء من غيبة كانت وأما في العيد لئن هو حاضر معت فلا المدخل لابن الحاج، فصل في سلام العيد، ج ۲ ص ۱۶۹۵

انظر أيضاً إمداد المفتين ص ۲۰۳، مجموعة الفتاوى (مترجم اردو) ص ۷۰۷

(۲) بحوالہ بالا۔

(۳) عن عائشة رضي الله عنها قالت: قدم زيد بن حارثة المدينة ورسول الله صلى الله عليه وسلم في بيتي فأتته فقرء الباب فقام إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعتنقه وقبل رأسه، كتاب الاستيذان، باب ما جاء في المعافاة والقبلة

شریعت کی کسی دلیل سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، ^(۱) معانقہ سفر سے آنے پر حدیث سے ثابت ہے، ^(۲) عیدین پر ثابت نہیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۳/۱۱/۲۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

مسجد میں نماز اور عیدین کے بعد مصافحہ کرنا

سوال (۱۱۷): ۱- مسجد میں بعد نماز مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۱۸) ۲- اور عیدین کے بعد بھی مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

جواب :- مسلمان بھائی سے مصافحہ کرنا بڑا کارِ ثواب اور باعثِ محبت ہے لیکن اس کے لئے نماز

کے بعد کوئی خصوصیت یا اہمیت نہیں بلکہ نماز کے بعد مصافحہ کو خاص طور سے ثواب سمجھ کر مصافحہ کرنا بدعت ہے۔ عید کے بعد مصافحہ کا بھی یہی حکم ہے۔ ^(۳)

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۲/۱۰/۱۵ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۱۳۴۹/۲۳ د)

خوش اخلاق امام مسجد کا سنت سمجھے بغیر ہر نمازی سے مصافحہ کرنا

سوال (۱۱۹): ۱- ایک مسجد کا پیش امام بہت ہی بااخلاق آدمی ہے، جب نماز کے لئے حاضر ہوتا

ہے جماعت کے ہر فرد سے ہاتھ ملاتا ہے یہ ان کی طبیعت ہو گئی ہے، بعض احباب کہتے ہیں یہ رویہ باتکلف ہے ہر نماز میں ایسا کرنے سے بعض نمازیوں پر شاق گذرتا ہے۔ شرعاً ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب :- جن لوگوں پر یہ مصافحہ شاق ہوتا ہے ان سے مصافحہ نہ کریں اور اگرچہ امام صاحب

اس وقت کے مصافحہ کو سنت کا درجہ نہیں دیتے مگر عوام اسے جماعت کی سنت سمجھتے ہیں اور اس طرح بدعت

(۱) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان ”عید کے موقع پر معانقہ کا التزام بدعت ہے۔“

(۲) لا حظ فرمایئے: گزشتہ مسئلہ کا حاشیہ۔

(۳) واما المصافحة فانها وضعت في الشرع عند لقاء المؤمن لا خيد واما في العیدین علی ما اعتاده بعضهم عند الفراغ من الصلوة يتصافحون فلا اعرفه لكن قال الشيخ الامام ابو عبد الله النعمان رحمه الله تعالى انه ادرك بمدينة ناس والعلماء العاملون يعلمهم بها متوافرون انهم كانوا اذا فرغوا من صلاة العید صافح بعضهم بعضاً فان كان يساعده النقل عن السلف فياحذروا وان لم ينقل عنهم فترکہ اولی (المدخل لابن الحاج (فصل فی سلام العید) ج ۲ ص ۲۹۶)۔

کے مرتکب ہوتے ہیں، لوگوں کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ کبھی کبھی ترک کر دیا کریں، نیز از خود مصافحہ کا کبھی بھی اہتمام نہ کریں کہ ایک ایک سے مصافحہ کرتے پھریں۔ واللہ اعلم

۱۶/۸/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۸۰/۲۵)

عشرہ محرم میں عورتوں کی مجلس

سوال (۱۲۰):- ماہ محرم میں پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک عورتوں کی مجلس قرار پاتی ہے، اس میں مرثیہ پڑھا جاتا ہے اور آہ و بکا کیا جاتا ہے، شہادت نامہ اور دس مجلس جیسی کتابیں پڑھی جاتی ہیں اور فروٹ تقسیم کیا جاتا ہے، قیام بھی کیا جاتا ہے، کیا عورتوں کی ایسی مجلس جائز ہے؟

جواب:- کتابیں اگرچہ مستند ہوں لیکن جو حالات اس مجلس کے سوال میں تحریر ہیں ان کا مجموعہ بدعت اور حرام ہے، اس لئے یہ مجلس واجب ترک ہے، یہ فروٹ بھی نہیں کھانا چاہئے۔ واللہ اعلم

۱۲/۱۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۷۲۵/۲۵ ج)

ربیع الاول میں عرس منانا

سوال (۱۲۱):- آج کل ہمارے یہاں ربیع الاول کے مہینے میں عرس کا مسئلہ ایک عظیم اختلافی مسئلہ بن چکا ہے حتیٰ کہ عشق رسول کے لئے کسوٹی بن گیا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ عرس کرنا عظیم علامت خُب رسول ہے جتنا ہو سکے اس ماہ میں کھاؤ، کھلاؤ اور جو نہیں کرنا، چاہے وہ کتنا ہی بڑا عالم دین ہو اس کے اوپر دشمن رسول اور کفر کا فتویٰ صادر کرتے ہیں دوسری طرف علماء دیوبند اس کو بدعت کہتے ہیں۔ لہذا آپ اس کی وضاحت کریں۔

جواب:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا ذکر جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے بہت بڑا کارِ ثواب اور خیر و برکت کا باعث ہے مگر اس کے لئے کسی مہینہ یا تاریخ کی خصوصیت نہیں، ہر مہینہ اور ہر تاریخ میں کرنے کا ثواب یکساں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ یہ ذکر صرف ایک مہینہ میں کر کے فارغ نہ ہو جائیں۔ ربیع الاول کے مہینہ میں جس طرح اب عرس منایا جانے لگا ہے اس کا ثبوت قرآن کریم اور حدیث یا صحابہ کرام و تابعین کے تعامل سے کہیں نہیں ملتا اگر یہ طریقہ کوئی ثواب کی چیز ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعلیم ضرور دیتے، کیا اس خاص طریقہ کو دین کا جزء قرار دینے والے حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام لگانا چاہتے ہیں کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

دین کی تبلیغ میں کوتاہی کی ہے اور کیا یہ حضرات صحابہ و تابعین سے زیادہ خوب رسول رکھتے ہیں اگر یہ عرس خوب رسول ہوتا تو صحابہ و تابعین اسے کیسے ترک کر سکتے تھے۔ عرس کا یہ طریقہ قطعاً بدعت اور واجب الترتک ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۵۰۳/۲۵ ج ۳)

محفل میلاد کا انعقاد

سوال (۱۲۲): - جو لوگ ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد منعقد کرتے ہیں اس کے بارے میں فتہی حکم کیا ہے۔ دیوبندی حضرات بھی اس ماہ میں سیرت کے جلسے منعقد کراتے ہیں اور خطبہ جمعہ میں بالمعمول واقعات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ولادت وغیرہ بیان کرتے ہیں۔ اس بارے میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کا مسلک کیا ہے؟

جواب: - ان محفلوں میں اگر کوئی مہینہ یا تاریخ معین اور ضروری نہ سمجھی جائے، شیرینی کو ضروری نہ سمجھیں، روایات غلط نہ بیان کی جائیں، نظم پڑھنے والے بے ریش لڑکے نہ ہوں اور گانا نا جائے کیا جائے اس طرح اور دوسری رسوم بدعت سے خالی ہوں تو جائز ہے اور مذکورہ بالا شرائط کے بغیر جائز نہیں اور تعینات و تخصیصات کے ساتھ کیا جائے تو بدعت ہے، حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔^(۲)

واللہ اعلم

۲۰/۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۹۸/۲۴ ب)

ربیع الاول میں جلوس نکالنا شیعوں کی نقالی ہے

سوال (۱۲۳): - علامہ خالد محمود صاحب پروفیسر ایم اے او کالج لاہور نے طبقات من باب

(۱) ومن جملة ما احدثوه من البدع مع اعتقادهم ان ذلك من اكبر العبادات و اظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر ربيع الاول من المولد وقد احتوى على بدع ومحرمات جملة وهذه المفاسد مركبة (لعل الصحيح مترتبة) على فعل المولد اذا عمل بالسمع فان خلا منه وعمل طعاما فقط اذان ذلك زيادة في الدين وليس من عمل السلف الماضين واتباع السلف اولي بل اوجب من ان يزيد نية مخالفة لما كانوا عليه ولم ينقل عن احد منهم انه نوى المولد ونحن لهم تبع فيسعدنا ما وسعهم (المدخل لابن الحاجر فصل في المولد ص ۲ ص ۳)

ومنها التزام الكيفيات والقياسات المعينة كالذكر بهيمة الاجتماع على صوت واحد واتخاذ يوم ولادة النبي صلى الله عليه وسلم عيداً وما اشبه ذلك في القول المعتمد (بحواله راجع) قد اتفق علمانا المذاهب الاربعة بدم هذا العمل (الا اعتصام ج ۱ ص ۳۹ الباب الاول في تعريف البدع)

.. نیز ملاحظ فرمائیے: الابداع الفصل الرابع في بدع الموالد ۱۲۶ تا ۱۳۰، فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۳، عزیز الفتاویٰ ص ۹۹، امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۴۹، امداد المفتیین ص ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰

الاستفسارات ص ۷۵ پر لکھا ہے کہ ماہ ربیع الاول میں ذکر ولادت امر شرعی نہیں، امر انتظامی ہے کیونکہ تذکار غیرت بعض اوقات ۱۲ ربیع الاول کے بعد بھی ہوتے رہتے ہیں اور اس میں جو جلوس نکالتے ہیں اسے بھی ایک دنیوی اظہار مسرت کا باعث سمجھتے ہیں، امر شرعی نہیں چنانچہ ایک سال بطور احتجاج ناروال اور سیالکوٹ میں نہیں نکالے گئے تھے، باقی جلوسوں میں جو عمل ہوتے ہیں وہ مبرا عن البدعت اور بعید عن الحرمت نہیں اس کے متعلق حضور کا کیا خیال ہے؟

جواب :- جلوسوں اور ذکر ولادت کا حکم تو اوپر بیان ہوا اور جلوسوں کا معاملہ یہ ہے کہ اگر امر شرعی اور ثواب سمجھ کر نکالے جائیں تو بدعت ہیں اور اگر محض اظہار خوشی کے لئے ہیں امر شرعی سمجھ کر نہیں نکالتے اور دوسرے منکرات سے بھی خالی ہیں تب بھی ان میں ایک قباحت یہ ہے کہ یہ شیعوں کی نقالی ہے ومن تشبه بقوم فهو منهم^(۱)۔ لہذا ان سے اجتناب کرنا چاہئے خصوصاً اس زمانے میں جبکہ جلوسوں میں دیگر خلاف شرع امور کی اتنی کثرت کہ خود منتظمین جلوس بھی ان پر قابو نہیں کر سکتے۔

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۲/۲۳ھ

۱۹۸۱/۲۳ب

عید میلاد النبی منانا

سوال (۱۲۳) :- ہمارا ایک چھوٹا گاؤں ہے جس میں ہم مقیم ہیں اور مسجد بھی ہے، پانچ وقت کی نماز بھی ہوتی ہے، پیش امام صاحب فرض نماز پڑھنے کے بعد دُعا مانگتے ہیں بعد سنتیں پڑھی جاتی ہیں اور سنتیں اور نفل پڑھنے کے بعد تین دفعہ ضروری دُعا مانگتے ہیں جس پر ہم نے اعتراض کیا کہ فرض کے بعد کی دُعا تو لازمی ہے لیکن سنتیں پڑھنے کے بعد کی دُعا اگر مانگی جائے تو ایک دفعہ کسی بیمار وغیرہ کے لئے ہو تو ٹھیک ہے لیکن بلا ضرورت سنتوں کے بعد دُعا مانگنا ٹھیک نہیں ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

۲- عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت سے آگاہ فرمائیں۔

جواب :۱- سنتوں کے بعد اجتماعی طور پر پابندی سے دُعا کرنا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرامؓ کے عمل سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا، لہذا اس کی پابندی کرنا بدعت اور ترک کرنا واجب ہے۔

۲- شریعت نے عید کے صرف دو دن مقرر کئے ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بلاشبہ ایک عظیم الشان مسرت کا موقع ہے لیکن صحابہ کرامؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے میں سب مسلمانوں سے آگے اور یکے تھے انہوں نے بھی یہ دن کے طور پر نہیں منایا،

اگر یہ کوئی نیک کام ہوتا تو تمام صحابہ کرامؓ اس کو چھوڑنے پر متفق نہ ہوتے، پھر جلوس نکالنے میں تو شیعوں کی نقالی اور مشابہت بھی ہے، بینڈ باجا بجانا از روئے حدیث حرام ہے، حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے گانے بجانے کا سامان اور صلیب (پرستی) اور بت پرستی کو مٹانے کے لئے بھیجا گیا ہے۔^(۱) یہ بڑی شرم کی بات اور سخت گستاخی ہے کہ جو اجتماع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد منانے کے لئے ہوا اس میں کھلم کھلا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کی جائے۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۸/۳/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۲۰۱/۲۳)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

جشن عید میلاد النبی عیسائیوں کی نقالی ہے

سوال (۱۲۵):- حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کی خوش منانا، چراغاں کرنا، غرباء و مساکین کو کھانا کھلانا بدعت ہے؟ مسیحی نور محمد صاحب جمعہ کے خطبہ سے قبل مشکوٰۃ شریف اردو مترجم سے بیان کرتے ہیں اور خود بھی واعظانہ طور پر اظہار خیال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی یوم ولادت سے سن عیسوی کی بنیاد ڈالی لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے مسلمانوں کا سن ہجری شروع ہوتا ہے اور اس کی بھی تعین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوئی تھی، نہ تو حضور کی یوم ولادت ان کی زندگی میں منایا گیا اور نہ صحابہ کرام نے منایا لیکن جس اہتمام سے منایا جا رہا ہے یہ بدعت ہے اور گمراہی ہے اور بدعت گناہ ہے اور جہنم کی طرف لے جاتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے حالات پڑھنا، دوسروں کو سننا یا خود سننا بڑے خیر و برکت کا کام ہے، سیرت طیبہ ایسی مبارک چیز ہے کہ اسے جس قدر پڑھا جائے اور سنا جائے خیر ہی خیر ہے اس لئے بغیر کسی قید و شرط اور ماہ و تاریخ کی پابندی کے جب چاہیں ذکر رسول کریں اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنیں۔

ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں بے شمار قیود و شرائط لوگوں نے اپنی طرف سے بڑھا کر انہیں دین کی شکل دیدی ہے اور ان کے کرنے کو ثواب اور نہ کرنے کو موجب عذاب جانتے ہیں اور نہ کرنے

(۱) مسند احمد بن حنبل، باقی مسند الأنصار، مسند ابی امامۃ الباعلی، حدیث: ۲۲۳۶۱، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِي رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ وَهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ وَامْرَئِيْ رَجِيْ عَزَّوَجَلَّ بِمَحَقِّ الْمَعَارِضِ وَالْمَزَامِيْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصُّلْبِ وَامْرِ الْجَاهِلِيَّةِ۔

والوں کو ملامت کرتے ہیں اور مستحب چیزوں کو فرض و واجب کا درجہ دیدیا ہے اس لئے حدود شریعت سے آگے نکل گئے۔

اور ولادت کے دن کی پابندی کرنا اور پھر سال بھر کے لئے بھول جانا اور راتوں رات میرت کے نام پر جلسے کر کے صبح کو نماز چھوڑ دینا اور زینت کے لئے روشنی کرنا جو اسراف ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جان کر سلام پڑھنا سلام کو اجتماعی طور پر چیخ چیخ کر پڑھنے کو ضروری سمجھنا یہ سب امور واجب الترتیب ہیں اور بدعت ہے، یہ بات درست ہے کہ صحابہ کرام نے ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کبھی ربیع الاول کو مخصوص نہیں کیا اور یوم ولادت منانا کسی صحابی سے یا کسی امام سے ثابت نہیں۔ واللہ اعلم

بندہ عبدالرؤف سکھروی

۲۹/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۸۸۶/۲۵)

جواب صحیح ہے اور یوم ولادت کو تہوار کے طور پر منانا عیسائیوں کی نقالی ہے جو کرمس کی صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم ولادت پر مناتے ہیں۔

محمد رفیع عثمانی

۳۰/۳/۱۳۹۳ھ

خواتین کے لئے مروّجہ محفل میلاد کی متبادل صورت

سوال (۱۲۶): - میری بیوی عورتوں کی میلاد کے لئے عورتوں کو بلاتی ہے کیا حکم ہے؟

جواب :- میلاد کا مروّجہ طریقہ بدعت ہے، پردہ کے ساتھ عورتیں جمع ہوں اور کوئی خاتون کوئی

واللہ اعلم

(۱)

مستندین کتاب پڑھ کر سنا دیا کرے تو بہت اچھی بات ہے۔

۱۱/۸/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۱۹۸/۲۳)

محفل میلاد کی ابتداء

سوال (۱۲۷): - میلاد شریف کی محفل میں سلام پڑھنا اور پڑھتے وقت با آدب کھڑے ہو جانا

اس کی بنیاد کس ملک میں اور کب پڑی؟

(۱) اس میں اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ خواتین کا یہ اجتماع میلاد کے نام پر نہ ہو بلکہ مجلس، وعظ وغیرہ کے نام پر ہو گا اس میں ولادت یا معاد کا تذکرہ بھی ہو جائے چنانچہ امداد الفتاویٰ میں حضرت فتاویٰ فرماتے ہیں "تداعی غیر اشعار کے لئے مکروہ ہے اس لئے اگر یہ صورت ہو کہ تداعی وعظ کے عنوان سے ہو، ولد شریف کے نام سے نہ ہو، پھر بعد اجتماع فشرطیہ بھی ملے تو جائے اور کچھ نصاب بھی کی جائیں اس کا مضائقہ نہیں" (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۵۱)۔

جواب:- یہ طریقہ نہ عہد رسالت میں تھا نہ عہد صحابہ و تابعین میں، ائمہ مجتہدین سے بھی منقول نہیں، بعد میں لوگوں نے خود ایجاد کر لیا ہے نہ معلوم کس نے ایجاد کیا ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۹/۳/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۷۵۹/۲۵)

محفل میلاد میں قیام

سوال (۱۲۸):- مولود شریف کی محفل میں اختتام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و تعظیم کے

لئے قیام کرنا اور آپ کی روح پاک پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا بیان خواہ نثر میں ہو یا قصیدہ میں اور آپ

پر درود شریف جتنا زیادہ ہوا اتنا ہی کار خیر اور عظیم ثواب کا کام ہے اور باعث برکت ہے لیکن اس کے لئے کوئی خاص مہینہ یا تاریخ یا دن مقرر کرنا یا کھڑے ہو کر کرنے کا التزام یا کھڑے ہونے کو مستحب سمجھنا یا یہ عقیدہ رکھنا

(۱) مجلس میلاد کی ایجاد کے سلسلے میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ میں تحریر فرماتے ہیں: اس کا ایجاد چھ سو سال کے بعد ایک بادشاہ نے کیا، اس کو اکثر اہل تاریخ قاصد لکھتے ہیں۔

حضرت مولانا سر فراز صاحب مدظلہم العالی راہ سنت میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ بدعت ۹۰۴ھ میں موصل کے شہر میں مظفر الدین کوکری بن اربل التونی ۶۳۰ھ کے قلم سے ایجاد ہوئی جو ایک سرف اور دین سے بے پرواہ بادشاہ تھا۔

الشیخ علی محفوظ المدرس بقسم التخصص بالازھر الشریف اپنی کتاب "الابداع فی مضار البداع" میں محفل میلاد کی ایجاد کی تاریخ تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ بدعت سب سے پہلے قاہرہ میں فاطمی خلفاء نے چوتھی صدی ہجری میں ایجاد کی چنانچہ انہوں نے چھ میلاد قائم کرنے کی بدعت جاری کی: (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد (۲) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا میلاد (۳) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا میلاد (۴) حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا میلاد (۵) خلیفہ وقت کا میلاد۔

پھر الفضل بن امیر الجیوش نے ان مولید کو ختم کیا پھر ۵۲۴ھ میں الحاکم بامر اللہ کے دور خلافت میں ان بدعات کی دوبارہ ترویج ہوئی اور شہر اربل میں سب سے پہلے ساتویں صدی ہجری میں الملک المظفر ابوسعید نے اس بدعت کی ایجاد کی اور اس کے بعد سے یہ امت میں آج تک جاری و ساری ہے اور ہر علاقہ کے لوگ اس میں اپنی مرضی سے اضافے کرتے آئے ہیں۔ بالترتیب عبارات ملاحظہ ہوں:

فی وفیات الاعیان لابن خلکان (تحت ترجمة عمر بن الحسن) ج ۲ ص ۴۹، وقدم بمدينة اربل فی سنة اربع وستمائة وهو متوجه الى خراسان فرأى صاحبها الملك المعظم مظفر الدين بن زين الدين رحمه الله تعالى مولدا بعمل مولدي النبي صلى الله عليه وسلم عظم الاحتفال به كما هو مذکور فی ترجمته فی حرف الکاف من هذا الکتاب فی القول المتعمد (بحوالہ راہ سنت) کان ملکا مسرفا۔ ويحتفل لمولدي النبي صلى الله عليه وسلم فی الربيع الاول وهو اول من احدث من الملوك هذا العمل۔

فی الابداع، الفصل الرابع فی بدع الموالد ۱۲۶۔

قبل اول من احدثها بالقاهرة الخلفاء الفاطميون فی القرن الرابع فابتدعوا سنة مولد النبي صلى الله عليه وسلم ومولد الامام علي رضي الله تعالى عنه ومولد السيدة فاطمة الزهراء رضي الله تعالى عنها ومولد الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما ومولد الخليفة الحاضر وبقیت هذه المواليد علی رسومها التي ان يطلها الفضل بن امیر الجیوش ثم اعيدت فی خلافة الحاکم بامر الله فی سنة اربع وعشرين وخمسائة بعد ما کاد الناس ينسونها واول من احدث المولد النبي بمدينة اربل الملك المظفر ابو سعدي فی القرن السابع وقد استمر العمل بالمواليد الي يومنا هذا وتوسع الناس فيها وتبدعوا بكل ما تهاوا

انفسهم ويوحيه اليهم الشيطان۔ ۱۲۶م

کہ آپ اس مجلس میں تشریف لائے ہیں یہ سب باتیں بے اصل ہیں، شریعت میں ان کا کوئی ثبوت نہیں، بدعت اور واجب الترتک ہیں۔^(۱)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

واللہ اعلم
محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۳/۸/۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۱۵۵/۲۴ و)

ربیع الاول کا حلوہ؟

سوال (۱۲۹): - ایام ربیع الاول میں جو حلوہ وغیرہ دیتے ہیں یا کچھ چیز کھاتے ہیں کیا یہ بدعت ہے؟

جواب :- ماہ ربیع الاول میں حلوا پکانے اور کھلانے کا کوئی ثبوت صحابہ، تابعین اور سلف صالحین میں نہیں ملتا، اگر یہ کوئی نیک کام ہوتا تو وہ یہ کام ضرور کرتے، معلوم ہوا کہ یہ ایک بے اصل کام ہے جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، لہذا اگر کوئی ربیع الاول میں حلوا بنانا، کھانا اور کھلانا شرعاً ضروری سمجھ کر یہ کام کرتا ہے یا یوں سمجھتا ہے کہ خاص اس مہینہ میں ایسا کرنا ثواب ہوگا باقی مہینوں میں نہ ہوگا تو یہ بدعت ہے، اس سے پرہیز لازم ہے، اور جو شخص ایسا سمجھ کر یہ کام نہیں کرتا تو اس کے لئے یہ کام اگرچہ فی نفسہ بدعت نہیں لیکن عوام میں چونکہ بدعات کا رواج ہے اور وہ غلط عقیدہ سے ایسا کرنے لگتے ہیں اس لئے صحیح العقیدہ اشخاص کو بھی اس سے پرہیز لازم ہے۔

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۱/۳/۱۹ھ

(فتویٰ نمبر ۱۹/۴۲ الف)

بارہ ربیع الاول کو چندہ کر کے کھانا پکا کر تقسیم کرنا

سوال (۱۳۰): - ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ کو مارکیٹ کے دکانداروں سے چندہ جمع کر کے کھانا پکوا کر لوگوں میں تقسیم کیا جاتا ہے براہ کرم یہ بتائیں کہ شرعاً جائز اور درست ہے یا نہیں؟

(۱) وما يفعلون من الجہال علی راس کل حول فی شہر ربیع الاول لیس بشی، ویقومون عند ذکر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم ویزعمون ان روحہ صلی اللہ علیہ وسلم یجی، وحاضر فرعہم باطل بل هذا الاعتقاد شرك وقد منع الائمة مثل هذا (تحفة القضاة للقاضي شہاب الدین، بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ ۱۲۴)۔

(۲) ”کمانے شیرینی کی بحث تو چند نفع دہن کی کہ اصل اس کی مباح اور تخصیص اور تاکد مردق سے کراہت و بدعت پیدا ہوئی ہے الخ“ (براہین قاطعہ از حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، ص: ۱۸۸) نیز ملاحظہ فرمائیے: فتاویٰ عزیزی، ص: ۹۶۔

جواب :- لوگوں کو کھانا کھلانا بڑا کارِ ثواب ہے مگر لوگ کارِ ثواب کو بھی بدعت اور گناہ کا ذریعہ بنا لیتے ہیں پس اگر مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ کھانا کھلایا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

۱- لوگوں کو چندہ دینے پر مجبور نہ کیا جائے۔

۲- جو چندہ نہ دے اسے ملامت نہ کی جائے اور گنہگار نہ سمجھا جائے۔

۳- خاص ۱۲ ربیع الاول کو کھانا کھلانا کو واجب یا مستحب نہ سمجھا جائے۔

۴- اس کی ایسی پابندی نہ کی جائے جیسی واجب کی کی جاتی ہے کبھی کسی اور تاریخ میں کھلا دیا کریں

واللہ تعالیٰ اعلم

کبھی مانعہ کر دیا کریں۔

۱۱/۳/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۰/۲۵ ج)

شبِ برأت کو حلوہ اور دیگر کھانا پکا کر خیرات کرنا

سوال (۱۳۱) :- امام مسجد نے شبِ برأت کی تقریر میں فرمایا کہ شبِ برأت میں تخصیص کے

ساتھ خیرات کرنا، حلوہ پکانا، بریانی چاول گوشت ثواب کی نیت سے پکانا، یہ ثواب نہیں بلکہ گناہ ہے اس رات میں حد سے زیادہ خرچ کرنا فضول خرچی ہے، جس کی ممانعت قرآن کریم میں آئی ہے۔ موادی صاحب نے یہ دلیل دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کے لئے حکم دیا ہے وہ کریں جس کے لئے نہیں حکم فرمایا اس میں عقل کو شامل نہ کریں۔ ہم لوگوں کو شبہ ہو گیا کہ اس سے باز رہیں یا کرتے رہیں جس طرح نوافل کے لئے یہ رات مخصوص ہے، خیرات کا بھی کیا وہی ثواب ملے گا جتنا کہ نوافل کا ملتا ہے۔

جواب :- امام صاحب نے شبِ برأت کی عبادات جو بتائی ہیں صحیح ہیں، اگرچہ صدقہ خیرات فی

نفسہ بڑے ثواب کا کام ہے، مگر صدقہ و خیرات کے لئے اس رات کی کوئی خصوصیت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں، اپنی طرف سے اس خصوصیت کا اضافہ بدعت اور واجب ترک ہے اور اس رات میں حلوہ پکانے اور کھلانے کا بھی کوئی ثبوت کسی دلیل شرعی سے نہیں^(۱) یہ بھی محض بدعت ہے۔

واللہ اعلم

۶/۸/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۸۱/۲۵ و)

شبِ برأت میں مسجد کو برقی قتموں اور جھنڈیوں وغیرہ سے سجانا

سوال (۱۳۲) :- شبِ برأت میں مسجد کو برقی قتموں سے سجانا، آرائش و زیبائش کرنا،

جھنڈیوں، محرابوں، غباروں اور چمکدار کاغذ وغیرہ سے سجانا کہاں تک درست ہے؟

(۱) ملاحظہ فرمائیے مجموعہ فتاویٰ عبدالحی اردو، ص: ۱۱۰، ہفتی زیور صفحہ ۶ ص: ۶۰، فضائل و احکام شبِ برأت، مؤلفہ مفتی محمد شفیع صاحب۔

جواب :- ایسا کرنا اسراف ہے جس کی ممانعت قرآن حکیم میں صراحت سے آئی ہے ارشاد ہے ”وَلَا تُسْرِفُوا“^(۱) لہذا یہ افعال حرام ہیں اور اگر ثواب کی نیت سے کئے جائیں تو بھی بدعت ہے۔^(۲)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۰/۹/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح

بند محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۱۵۲/۲۲ ج)

رمضان المبارک میں مروّجہ شبینہ؟

سوال (۱۳۳) :- رمضان المبارک میں شبینہ سننایا سنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- قرآن شریف جتنا زیادہ سے زیادہ تلاوت کیا جائے اتنا ہی موجب ثواب و خیر و برکت ہے، خواہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں، نماز میں اور زیادہ ثواب ہے لیکن نقلی نماز کی جماعت دو تین آدمیوں سے زیادہ کی مکروہ ہے۔^(۳) بغیر جماعت کے تنہا یا دو تین آدمیوں کی جماعت میں پورا قرآن شریف تین یا زیادہ راتوں میں ختم کرنا بہت بڑا ثواب کا کام ہے، لیکن جس طرح کے شینے اب رائج ہو گئے ہیں کہ نقلی جماعت کے لئے لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے اور جماعت بھی تین سے زیادہ آدمیوں کی ہوتی ہے، جو لوگ نماز میں شامل نہیں ہوتے وہ باتیں کرتے رہتے ہیں، قرآن شریف سننے کی طرف دھیان نہیں کرتے،^(۴) مسجد

(۱) سورۃ اعراف آیت: ۳۱

(۲) بخلاف ما أحدثه بعض الناس اليوم من زيادة وقود القناديل الكثيرة الخارجة عن حد المشروع لمافيه من اضاءة المنازل والسرف والخیلاء سيما اذا اضاف الي ذلك ما يخلطه بعضهم من وقود الشمع ومايركز فيه... وهذا الذي ذكر لا يختص بليلة الدختم بل هو عام في كل ليلة فعلوا ذلك فيها مثل ما يفعلونه في ليالي الاعياد... وليلة النصف من شعبان فمن لم يحضر ذلك منهم كانه فاتته شعيرة من شعائر الدين (المدخل لابن الحاجر، فصل في وقود القناديل ليلة الدختم، ج ۲ ص ۳۱۱) نیز مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: امداد المفتین ص ۲۰۶، ۳۱۱۔

(۳) والجماعة سنة مؤكدة للرجال وفي وتر غيره (ای رمضان) وتطوع على سبيل التداعى مكروهة (الدر المختار كتاب الصلوة، باب الامامة، ج ۱ ص ۵۲، ذہبی)

فی رد المحتار تحتہ: (قوله على سبيل التداعى) بان يقتدى اربعة فاكثر بواحد۔

التطوع بالجماعة اذا كان على سبيل التداعى يكره (الهندية الباب الخامس في الامامة، ج ۱ ص ۸۳)

انظر ايضا رد المحتار، باب الوتر والنوافل، ج ۲ ص ۴۸

(۴) يجب الاستماع للقراءة مطلقا لان العبرة لعموم اللفظ (الدر المختار، قبيل باب الامامة، ج ۱ ص ۵۲)

فی رد المحتار تحتہ: (قوله يجب الاستماع للقراءة مطلقا) ای فی الصلوة وخارجها لان الآية وان كانت واردة فی الصلوة علی ما مر فالتعبرة لعموم اللفظ لالخصوص السبب ثم حيث لا عذر ولذا قال فی القتیة صبی یقرأ فی البيت واهله مشغولون بالعمل یصلون فی ترک الاستماع ان افتتحوا العمل قبل القراءة والا فلا... وفي الفتح عن الخلاصة رجل یکتب الفقه ویجنبه رجل یقرأ القرآن فلا یمکنه استماع القرآن فالا ثم علی القاری وعلی هذا لو قرأ علی السطح والناس نيام یاثم ای لانه یمکن سببا لا عراضهم عن استماعه او لانه یؤذیهم بايقاضهم تأمل... فاذا قرأه فیها كان هو المضیع لحرمة فیكون الاثم علیه دون اهل الاشتغال دفعا للحرمة۔

انظر ايضا للتفصیل تفسیر المظهری ومعارف القرآن (تحت قوله تعالى واذا قرأ القرآن فاستمعوا له الآية سورة الاعراف

آیت ۲۰۴)

(۱) میں چراغاں ہوتا ہے اور لاؤڈ اسپیکر ایسی جگہ لگاتے ہیں کہ پورے محلہ میں آواز جاتی ہے، کوئی سنتا ہے کوئی نہیں سنتا، بیماروں اور سونے والوں کی نیند اور آرام میں خلل پڑتا ہے اور تنہا عبادت کرنے والوں کی عبادت میں بھی خلل پڑتا ہے (۲) بسا اوقات نمود و نمائش پیش نظر ہوتی ہے، ان سب دینی خرابیوں کی وجہ سے مروجہ شبینوں کو علماء محققین نے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ مذکورہ بالا بہت سے گناہوں پر مشتمل ہو جاتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰/۱۰/۱۳۹۷ھ

(فتویٰ نمبر ۱۰۴۹/۲۸ ج)

کیا لاؤڈ اسپیکر پر مروجہ شبینہ پڑھنا زیادہ ثواب کا باعث ہے؟

سوال (۱۳۴):- آج کل ہمارے ملک میں ایک عجیب رواج ہے کہ چند حفاظ کرام جمع ہو کر تمام کلام پاک کو ایک رات میں پڑھتے ہیں جس کا نام شبینہ رکھتے ہیں اور اسپیکر کا انتظام بھی لازمی طور پر کیا جاتا ہے اور لوگ کہتے ہیں جتنی دور تک آواز جائے زیادہ ثواب ہوتا ہے بظاہر للہیت کے قائل ہیں، قرآن خوانی کے درمیان باتیں بھی بہت کرتے ہیں، روکنے والوں پر منکر قرآن کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

جواب:- قرآن کریم کی تلاوت سراسر نور اور برکت اور باعث ثواب ہے، لیکن مروجہ شبینوں میں بہت سی منکرات شامل ہو گئی ہیں، جن میں سے بعض سوال میں بھی مذکور ہیں نیز عموماً ریاء اور تصنع بھی ان میں ہوتا ہے اور نفل نماز کی جماعت تداعی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اگر یہ سب منکرات جمع نہ ہوں تو ان میں سے بعض منکرات کا ہونا بھی باعث ترک ہے اس لئے جہاں ان میں سے کسی ایک منکر کا بھی احتمال یا وقوع ہو ایسے شبینے سے اجتناب کرنا ضروری ہے اور یہ کہنا کہ لاؤڈ اسپیکر اس لئے لگائے جاتے ہیں کہ دور تک آواز جائے شرعاً کوئی معقول بات نہیں، تلاوت اتنے زور سے کرنا کہ سونے والوں کی نیند میں یا عبادت گزاروں کی عبادت میں خلل ہو جائز نہیں۔ (۳)

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۲۸/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۳۳۰/۲۴)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(۱) ملاحظہ فرمائیے امداد الفتاویٰ باب التراویح ص ۳۲۳-۳۲۴ ج ۱۔

(۲) اجماع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جہرہم علی نائم او مصل او قاری الخ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۶۰ مطلب فی رفع الصوت بالذکر)

(۳) ملاحظہ فرمائیے: گذشتہ مسئلہ کا حاشیہ۔

پیران پیر کی گیارہویں منانا

سوال (۱۳۵):- گیارہویں والے پیر کی لوگ گیارہویں پکا کر دیتے ہیں۔ اس کے کھانے کے کون کون لوگ مستحق ہوتے ہیں، دیہات میں ہر چاند کی گیارہویں پر بھینس دودھ والی ہوتی ہے تو لوگ ایک وقت کا دودھ دیتے ہیں پانچ چھٹا تک آٹا یا گیہوں دیتے ہیں اس کھانے کے کون مستحق ہوتے ہیں، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صرف سید کے لئے یہ چیزیں ہوتی ہیں اور گیارہویں شریف کی ابتداء کیسے اور کیونکر ہوئی؟

جواب:- گیارہویں شریف منانا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں، لوگوں نے اپنی طرف سے تاریخ مقرر کر کے طرح طرح کی رسمیں نکال لی ہیں جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں^(۱)۔ واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۰/۱۱/۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۳۸/۲۳ الف)

شبِ برأت کے مسنون اعمال اور اس میں اجتماعی پروگرام؟

سوال (۱۳۶):- شعبان کی پندرہ کو شبِ برأت سمجھ کر نعت خوانی کا اہتمام کرنا، تقریر کرنا، لوگوں کو بلانا، اس کے بعد آیتِ کریمہ کا ختم کرنا اور تمام کو مراقبہ کرانا اور اس کے بعد نوافل وغیرہ پڑھنے کو کہنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- احادیثِ نبویہ سے شعبان کی پندرہویں شب میں صرف مندرجہ ذیل اعمال کا ثبوت ملتا ہے: ۱۔ رات کو جاگ کر نفل پڑھنا۔ ۲۔ تلاوتِ قرآن مجید کرنا۔ ۳۔ دیگر اذکارِ تسبیح و تہلیل وغیرہ۔

اس رات میں جلسے کرنا یا لوگوں کو جمع کر کے ایک جگہ اجتماعی طور پر مذکورہ بالا اعمال کرنا احادیث سے ثابت نہیں۔ مستحب یہ ہے کہ مذکورہ بالا عبادتیں تنہائی اور یکسوئی میں کی جائیں۔^(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۰/۸/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۰۱۳/۲۲ ج)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: ۱۳۱، امداد المستعین ص: ۱۷۱، امداد الفتاویٰ ج ۵، ص: ۳۰۱

(۲) عن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا كانت لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلہا و صوموا نهارہا فان اللہ تعالیٰ ینزل فیہا لغروب الشمس فیہا الی سماء الدنیا فیقول الا من یتستغفر لی فأغفر له الا من یشترق فأزقه الا من مبتلی فأعافیه الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ و السنۃ، باب ما جاء فی لیلة النصف من شعبان، حدیث: ۱۳۵۱)

و یحصل النیام بالصلاۃ لفرادی من غیر مخصوص و بقراءۃ القرآن و بالتسبیح و الثناء ... تتمہ اشار بقولہ فرادی الی ما ذکرہ بعد فی متنہ من قولہ و یکرہ الاجتماع علی احیاء لیلة من ہذا اللیلۃ فی المآجد و تمامہ فی شرحہ و صرح بکراہۃ ذلک فی الحاوی القدسی قال و ما روی من الصلوات فی ہذہ الاوقات یصلی فرادی غیر التراويح (رد المحتار، باب التوثر و النوافل، تحت مطلب فی احیاء لیلۃ العیدین و النصف الثانی ص: ۲۰۵)

یوم عاشوراء کے اعمالِ مشروعہ اور بدعات مثل قبروں کی لپائی اور ماتم وغیرہ

سوال (۱۳۷): - محرم شریف کی نو دس تاریخ کو قبروں کی لپائی یا پانی چھڑکنا ثواب کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں اس سے مردوں کو فائدہ ہوتا ہے کیا یہ صحیح ہے اور ان تاریخوں کو اچھا اچھا کھانا پکاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: - محرم الحرام کی نو دس تاریخوں میں قبروں کی لپائی کو خاص طور سے زیادہ ثواب سمجھنا بھی بے اصل اور بدعت ہے، ان تاریخوں میں ایسا کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں، ہاں نویں اور دسویں کا روزہ رکھنا اور اس کی فضیلت احادیث میں آئی ہے،^(۱) اور دسویں تاریخ کو اپنے اہل و عیال کے نفقہ میں دوسرے دنوں کے مقابلہ میں حسب استطاعت وسعت کرنا بھی مباح اور رزق میں برکت کا موجب ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے،^(۲) اس کے علاوہ ان تاریخوں میں کوئی اور خاص عمل کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں۔

ماتم نہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جائز ہے نہ کسی اور کا، ماتم اسلام میں قطعاً ممنوع اور حرام ہے، ہاں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت پر ہر مومن کو غم ہوتا ہے جس کے لئے کوئی خاص تاریخ مقرر نہیں۔

اسی طرح دوسرے صحابہ کرام اور صالحین کی موت کا غم ہونا بھی محبتِ ایمانی کی وجہ سے ہے۔ مگر سینہ کوئی، بلند آواز سے رونا وغیرہ سب ناجائز کام ہیں اور ماتم میں عملاً شریک ہونیوالا فاسق ہے۔^(۳)

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۱/۳۰ھ

(فتویٰ نمبر ۲۱۸/۲۵ ب)

(۱) سمعت عبد اللہ بن عباس حین صام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء وامر یصیامہ قالو یا رسول اللہ انہ یوم یعظمہ الیہود والنصارى فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا کان العام المقبل ان شاء اللہ صمنا الیوم التاسع الخ (الجامع الصحیح لمسلم، کتاب الصیام، باب ای صوم یصام یوم عاشوراء، حدیث ۲۴۲۲، سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، باب ماروی ان عاشوراء الیوم التاسع، ۲۳۴۷)

(۲) عن ابی ہریرۃ قال: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من وسع علی اہلہ و عیالہ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ سائر سنتہ (شعب الایمان، للبیہقی، باب فی الصیام، فصل من وسع علی اہلہ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ، حدیث: ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴)

ثم قال البیہقی عقب ہذہ الاحادیث: وھذہ الاسانید وان كانت ضعیفۃ لکنھا اذا ضم بعضها الی بعض اخذت قوۃ (۳) وایاہ ثم ایاء ان یشغل ببدع الرافضۃ ونحوہم من النذب والہیاحۃ والحزن اذ لیس ذلک من اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولی ہذلک واخری (فی مائت بالسنۃ للشیخ الدہلوی ص: ۷)

- انظر ایضاً الا بداع (الموسم الرابع یوم عاشوراء) ص: ۱۳۹، الغنیۃ للشیخ عبد القادر الجیلانی ج ۲ ص ۹۳، مجلس فی فضائل یوم عاشوراء)

تعزیه، علم وغیرہ کا جلوس نکالنا یا اس میں شریک ہونا

سوال (۱۳۸):- ماہ محرم میں شیعہ حضرات جو تعزیه یا علم وغیرہ نکالتے ہیں ان کے مقابلے میں اہل سنت والجماعہ بھی تعزیه مع جلوس نکالتے ہیں کیا یہ فعل جائز ہے؟

جواب:- شیعہ حضرات کے جلوس اور مجالس میں جو کہ عشرہ محرم میں کئے جاتے ہیں شریک ہونا یا اس طرح کے جلوس خود نکالنا جائز نہیں، بدعت ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہی قرار دیا ہے اور عذاب جہنم کا سبب قرار دیا ہے نیز حدیث میں ارشاد ہے کہ ”من تشبه بقوم فهو منهم“^(۱) یعنی جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں سے ہے اعاذنا اللہ منہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

۱۳/۸/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۰۲/۵۲۳)

محرم میں شربت کی سبیل لگانا

سوال (۱۳۹):- محرم میں رواج ہے کہ سات تاریخ سے دس تک شراب خیرات کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

جواب:- شراب سے آپ کی مراد غالباً شربت ہے کیونکہ شراب پینا پلانا تو شیعوں کے نزدیک بھی حرام ہے اور شربت ان دنوں میں پینے پلانے کو خاص طور پر ثواب سمجھنا یا اس کی پابندی کرنا بدعت^(۲) اور ناجائز ہے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

۸/۱/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵۹/الف)

ماہ صفر کے آخری بدھ کو چھٹی منانا

سوال (۱۴۰):- آخری چہار شنبہ کے متعلق آنجناب مذہبی، شرعی، اور روایتی واقعات پر روشنی ڈالیں تاکہ اس کی روشنی میں عمل کیا جائے لوگ اس کو مذہبی دن قرار دے کر چھٹی مناتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الثانی رقم: ۵۳۴۷۔

نیز تعزیه سازی وغیرہ بدعات سے متعلق تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۶۲، عزیز الفتاویٰ، ص: ۱۰۲، نبشتی زیور حصہ ۶ ص: ۶۱، امداد الفتاویٰ ج: ۵ ص: ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۹۳، امداد المغتبین ص: ۱۵۳، ۱۵۶، امداد الاحکام ج: ۱ ص: ۹۳۳، ۸۸۔

(۲) ملاحظہ فرمائیے: فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۱۳۷، نبشتی زیور حصہ ۶ ص: ۶۱، عزیز الفتاویٰ، ص: ۱۲۶، ۱۲۷۔

جواب :- آخری بدھ سے کونسے مہینہ کا آخری بدھ مراد ہے،^(۱) یہ سوال میں واضح نہیں کیا گیا تاہم کسی مہینہ کے آخری بدھ کی کوئی خصوصیت شریعت میں نہیں ہے اس کی چھٹی کرنا بھی ثابت نہیں۔

واللہ اعلم

۳۳/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۳۳۱/۲۵ ب)

صفر المظفر میں چوری خیرات کرنے کی رسم

سوال (۱۳۱) :- ہمارے اس علاقہ میں قدیم سے یہ عمل جاری ہے کہ لوگ ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ (بدھ) کے دن روٹی پکا کر اس میں شکر گھی ملا کر چوری بنا لیتے ہیں اور محلہ میں ایک دوسرے کے گھروں میں بہ غرض ثواب تقسیم کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ عمل صرف اسی ماہ اور اسی تاریخ کو اس غرض سے نہایت عقیدت سے اس لئے کیا جاتا ہے کہ ان کے یہاں کے بعض مولویوں سے باور کرایا گیا ہے کہ اس ماہ اور اسی روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چوری بنا کر صدقہ کیا تھا۔ کیا یہ واقعہ صحیح ہے اور بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چوری بنا کر صدقہ کیا تھا اسی روز صدقہ کرنا ضروری ہے، کیا دوسرے روز نہیں دیا جاسکتا ہے؟

جواب :- اول تو ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کو یہ واقعہ ہونا کسی مستند حدیث سے ثابت نہیں،^(۲) اگر بالفرض ثابت بھی ہوتا تو امت کو اس خاص دن چوری بنا کر صدقہ کرنا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں۔ محض بے اصل ہے، لوگوں نے اختراع کر لیا ہے، اگر ان قیود اور خصوصیتوں کے ساتھ ایسا کرنا کوئی نیک کام ہوتا تو عہد رسالت اور عہد صحابہ و تابعین میں ضرور کیا جاتا، مگر ایسا کرنا نہ صحابہ و تابعین سے ثابت ہے نہ ائمہ مجتہدین سے، یہ بدعت ہے اور اس کا ترک لازم ہے، صدقہ کرنا بہت خیر و برکت کا کام ہے مگر اس کے لئے کوئی مہینہ

(۱) غالباً ماہ صفر کی آخری بدھ مراد ہے کیونکہ اسی مہینہ کی آخری بدھ کو بعض لوگ خوشی میں چھٹی مناتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض سے شفا ہوئی تھی اور آپ نے غسل فرما کر میر و تفریح فرمائی تھی، اسلئے مسلمانوں کو اس کی خوشی منانی چاہئے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ بلکہ اس دن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدت مرض واقع ہوئی تھی تو یہودیوں نے خوشی کی تھی وہ اب جاہل ہندوؤں میں رائج ہو گئی۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۱۳۹) نیز خود بریلوی کے بزرگ مولوی احمد رضا خان بریلوی صاحب احکام شریعت میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں۔ اس دن صحت یابی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت ہے بلکہ مرض القدس جس میں وفات مبارک ہوئی اس کی ابتداء اسی دن سے بتلائی جاتی ہے۔ (احکام شریعت ج ۲ ص ۵۰ بحوالہ فتاویٰ رحمہ اللہ ج ۲ ص ۶۹)

(۲) حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اپنی تالیف میرت خاتم الانبیاء، ص ۱۳۳ پر یوں رقمطراز ہیں: ”۲۸ غفر اللہ چہار شنبہ (بدھ) کی رات میں آپ نے قبرستان بقیع غرقہ میں تشریف لے جایا اور قبروں کے لئے دعا و مغفرت کی اور فرمایا: اے اہل مقابر تمہیں اپنا یہ حال اور قبروں کا قیام مبارک ہو کیونکہ اب دنیا میں تاریک فتنے نوٹ پڑے ہیں وہاں سے تشریف لائے تو مریں درہنہ اور پھر بخار ہو گیا اور یہ بخار صحیح روایات کے مطابق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اسی میں وفات ہو گئی۔“

یادن یا خاص کھانا مقرر نہیں ہے جس چیز کا صدقہ کرنے کی توفیق ہو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کر دیا جائے۔^(۱)

واللہ اعلم
محمد رفیع عثمانی

۱۶/۹/۱۳۹۴ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۹۰۶/۲۵ و)

مکان کی تعمیر کی ابتداء میں جانور قربان کرنا

سوال (۱۳۲):- بعض لوگ مکان بنواتے وقت یا مکان کی بناء رکھتے وقت بکرے کی قربانی کرنا کیوں ضروری سمجھتے ہیں اس کی شرعی نوعیت کیا ہے؟

جواب:- تعمیر مکان کی تکمیل یا بنیاد رکھنے کے وقت بکرے کی قربانی نہ واجب ہے، نہ مستحب، اگر کوئی واجب یا مستحب سمجھ کر کرتا ہے تو ایسا کرنا بدعت اور ناجائز ہے، ہاں فقراء و مساکین کو گوشت یا پکا ہوا کھانا صدقہ و خیرات کرنا بہر حال ثواب و برکت ہے، لوگ تحصیل برکت کے لئے ایسا کرتے ہوں گے۔^(۲)

واللہ تعالیٰ اعلم

۴/۳/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۴۳۱/۲۵ الف)

امام جعفر کے کونڈے

سوال (۱۳۳):- عرصہ کی بات ہے کہ میں نے مولانا حضرت اشرف علی تھانوی کی خدمت میں تھانہ بھون لکھا تھا کہ یہاں ایک رسم امام جعفر صادق کے کونڈے بھرنے کی ہے۔ اس وقت میں نوشہرہ چھاوٹی ضلع پشاور میں تھا اور میرے ایک دوست عباس کے ہاں یہ رسم تھی انہوں نے مجھے وہ کہانی لکھ دی اور میں نے وہ مولانا موصوف کی خدمت میں اپنی طرف سے لکھ دیا کہ کیا اس کا کوئی شرعی ثبوت ہے تو مولانا نے جواب میں تحریر فرمایا تھا جو مجھے یاد ہے ”یہ قصہ گھڑا ہوا ہے اور رسم بدعت ہے۔“

خدا کا شکر ہے کہ اس جواب پر میرے دوست نے اس رسم کو ترک کر دیا مگر وہ فتویٰ میں نے اپنے دوست کو دیدیا تھا۔ اس نے تقریباً ۴۰ سال ہو گئے ہونگے پہلے تو یہ رسم میرے گاؤں میں نہ تھی مگر مہاجرین

(۱) ومنها التزام العبادات المعينة في اوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين في الشريعة الاعتصام بنشاطه، الباب الاول في تعريف البدع ج ۱ ص ۳۹

... نیز ملاحظہ فرمائیے فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۱۴۹

(۲) (قوله والشارق) ای بین ما اهل به لغير الله بسبب تعظيم المخلوق وبين غيره فعلى هذا فالذبح عند وضع الجدار او عروض مرض او شفاؤه لا شك في حله لأن القصد منه التصديق حموى ارد المحتار، كتاب الذبائح ج ۱ ص ۳۰۹، سعید۔

نے یہ رسم شروع کر دی ہے اس لئے مجھے آپ کا فتویٰ درکار ہے شاید یہ لوگ راہ راست پر آ جائیں۔
جواب :- امام جعفر صادق کے کوٹھوں کی رسم بے اصل، من گھڑت اور بدعت ہے۔ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔^(۱)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۱/۸/۲ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۹۶۵/۲۲ ب)

والد یا استاد کے آنے پر کھڑا ہونا

سوال (۱۳۴) :- ایک شخص کا والد یا استاد المکرم کسی مجلس میں آ جائے تو اس کا ولد (بیٹا) یا شاگرد اس کے آنے پر کھڑا ہو جائے تو اس کو بدعتی کہا جاتا ہے، طلباء نے فتویٰ دیا ہے کہ بدعتی ہے؟
جواب :- ایسا شخص بدعتی نہیں ہے۔^(۲)

واللہ اعلم

۱۳۹۱/۳/۱۲ھ

(فتویٰ نمبر ۳۸۹/۲۲ الف)

مسجد میں دوران تقریر اشعار پڑھنا

سوال (۱۳۵) :- کوئی مقرر مسجد میں دوران تقریر میں ایسے اشعار پڑھتا ہے جو اللہ و رسول کی مدح اور ترغیب الی الآخرة سے متعلق ہوں تو کیا یہ شخص بدعتی ہے۔
جواب :- مدح اگر حد و شرعیہ کے اندر ہو تو ایسے اشعار پڑھنا دوران تقریر ہوں یا بغیر دوران تقریر ہوں، بدعت نہیں۔^(۳)

واللہ اعلم

۱۳۹۱/۳/۱۲ھ

(فتویٰ نمبر ۳۸۹/۲۲ الف)

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: کوٹھوں کی حقیقت مرتبہ مولانا محمود الحسن بدایونی اور احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۶۷، ۳۶۸۔

(۲) وفي الوهبانية يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقدام كما يجوز القيام ولو للقاري بين يدي العالم وسيجني نظام الدر المختار (كتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغيره) ج ۶ ص ۳۸۴

..... في رد المحتار تحته: (قوله يجوز بل يندب الخ) اي ان كان ممن يستحق التعظيم قال في القنية قيام الجالس في المسجد لمن دخل عليه تعظيماً وقيام قارئ القرآن لمن يجيء تعظيماً لا يكره اذا كان ممن يستحق التعظيم وفي مشكل الآثار القيام لغيره ليس بمكروه لعينه انما المكروه محبة القيام لمن يقام له فان قام لمن لا يقام له لا يكره. وماورد من التواعد في حق من يحب القيام بين يديه كما يفعله الترتك والا عاجم۔

(۳) (قوله او شعر)۔ سنل عنه صلى الله عليه وسلم فقال كلام حسنه حسن وقبيحه قبيح ومعناه ان الشعر كالتبريد يحمى حين يذم حين يذم. فما كان منه في الوعظ والحكم وذكر نعم الله تعالى وصفه المتقين فهو حسن. وقد اخرج الامام الطحاوي في شرح المجمع الآثار انه صلى الله عليه وسلم نهى ان تثنى الاشعار في المسجد. ثم وفق بينه وبين ماورد انه صلى الله عليه وسلم وضع لسان منبراً ينشد عليه الشعر يحمل الاول على ما كانت قریش تهجوه به ونحوه مما فيه ضرر او ما يغلب على المجد حتى يكون اكثر من فيه مشاغلاً به الخ (رد المحتار، مطلب في انشاء الشعر ج ۱ ص ۳۶۰، سعيد)

مساجد کی صد سالہ تقریب منانا

سوال (۱۴۶):- قرآن کریم اور حدیث نبوی کی روشنی میں مساجد کا صد سالہ یا سو سالہ سالگرہ

منانا ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت نہیں ہے تو کیا بدعت ہے؟ اگر رسم ثابت نہ ہو تو یہ رسم منائی جائے یا نہیں؟

جواب:- مساجد کا صد سالہ یا سو سالہ سالگرہ منانا شریعت میں ثابت نہیں، نہ حدیث

نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام کے تعامل سے۔ پس اس کو اگر عبادت یا ثواب

(مقصود شرعی) سمجھ کر منایا جائے تو بدعت ہے، جس کی سخت وعیدیں اور ممانعت قرآن و حدیث میں وارد ہوئی

ہیں اس سے اجتناب لازم ہے اور اگر اسے مقصود شرعی اور عبادت سمجھ کر نہیں منایا جاتا بلکہ محض دل خوش

کرنے یا شہرت طلبی کے لئے منایا جاتا ہے تو بدعت تو نہ ہوگا مگر اسراف اور ریاء ہونے کی وجہ سے شرعاً ممنوع

اور مذموم ہے۔ اس صورت میں بھی اجتناب لازم ہے، اور اگر مساجد کی کسی معتد بہ مصلحت اور فائدے کے

لئے منایا جاتا ہے تو وہ مصلحت اور فائدہ جب تک معلوم نہ ہو اس کے متعلق کچھ لکھنا مشکل ہے۔^(۲)

واللہ اعلم

۱۳۹۷ھ/۲۰۱۸ء

(فتویٰ نمبر ۱۹/۲۸ الف)

حج، موت، شادی وغیرہ کے موقع پر نیوٹہ لینا

سوال (۱۴۷):- ہمارے علاقے کا رواج ہے جب کوئی حج سے واپس آتا ہے تو لوگ بڑی

تعداد میں اُن سے ملنے جاتے ہیں اور تواضع و مبارک بادی کے طور پر حاجی صاحب کو اوگ پانچ دس روپے

دیتے ہیں، اگر آدمی بڑا ہوتا ہے تو سو روپے تک دیتے ہیں، حاجی صاحب لوگوں سے پیسے بخوشی لے لیتے

ہیں، لیکن یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر پیسہ دینے والا حج کو گیا اور واپس آیا تو اُس کے پیسے واپس دے دیئے جائیں

گے۔ ہمارے علاقے کے مولوی بھی ایسا کرتے ہیں، اُن سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو وہ کہتے

ہیں کہ یہ رواج ہے اور اس سے حاجی کا دل خوش ہوتا ہے۔ کیا یہ رواج جائز ہے؟

۲- اسی طرح کسی کے مرنے پر لوگ تعزیت کے لئے جاتے ہیں اور صاحب میت کو پیسے پانچ دس

روپے دیتے ہیں، پھر یہ آدمی اس طرح دوسرے گھروں میں بھی صاحب میت کو دیتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

۳- اسی طرح شادی کے موقع پر شادی کے گھر میں لوگ پیسے دیتے ہیں، پھر یہ بھی شادی کے موقع

پر دینے والوں کو دیتا ہے، اسی طرح سلسلہ چلتا رہتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

(۱) قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَشْرَوْا اَنْذَارًا يَحْبَسُ النَّفْسَ فَيَمُوتَ (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۳۱)۔

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۵ تا ۲۷۔

جواب: ۱ تا ۳- حج، موت، شادی کے مواقع پر روپے لینے دینے کی جو تفصیل سوال میں مذکور ہے شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں، یہ کام ثواب یا واجب سمجھ کر کیا جائے گا تو بدعت اور حرام ہے، ثواب یا واجب سمجھ کر نہ کیا جائے تب بھی اس کی پابندی سے اجتناب کرنا چاہئے، کیونکہ پھر لوگ رفتہ رفتہ ان رسموں کو وہی درجہ دے دیتے ہیں جو واجب کا ہے، اور ایسا درجہ دینا حرام ہے، ہاں ایسے خاص مواقع کی تعینات کے بغیر ایک مسلمان دوسرے کو ہدیہ دے تو یہ بہت ثواب کی بات ہے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

۱۳۹۲/۱/۲ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۴۹ الف)

شادی کے موقع پر گانا باجا

سوال (۱۳۸):- شادی کے موقع پر گھر والے گانا باجا کراتے ہیں کیا یہ اسلامی قانون کے منافی ہے؟
جواب:- یہ حرام ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۳/۵ھ

(فتویٰ نمبر ۵۲۰/۲۶ ج)

شادی کے موقع پر سہرہ بندھوانا اور رسم مہندی وغیرہ

سوال (۱۳۹):- شادیوں کی مروجہ رسومات مثلاً باجا بجانا، گانا گانا، سہرہ بندھوانا، مہندی لگانا وغیرہ وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

جواب:- یہ سب رسمیں ناجائز ہیں ان سے خود بھی باز رہیں دوسروں کو بھی نرمی اور ہمدردی سے رکھنے کی تلقین کریں، ان رسموں کی دینی، معاشی، اور معاشرتی خرابیاں ذہن نشین کرائیں اور جہاں یہ رسمیں ہوتی ہوں وہاں شریک نہ ہوں۔^(۲)

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۶/۲۰ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۶۲/۲۶ ج)

(۱) ومن الناس من يشتري لهو الحديث الآية على ما صح في تفسيره عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه حيث قال هو والله الفناء... عن ابن عباس بلفظ هو الفناء والشباهه... وروايات الأحاديث الدالة على تحريم الفناء فلاول منها ما رواه البخاري الخ (احكام القرآن للفقهاء المفتي محمد شفيع رحمه الله تعالى ج ۳ ص ۲۰۴)
(۲) گانا باجا حرام ہونے کے حوالہ جات کے لئے ملاحظہ فرمائیے گذشتہ مسئلہ کا حاشیہ۔ سہرہ بندھوانے سے متعلق حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب قدس سرہ مسائل اربعین ص ۱۸ پر تحریر فرماتے ہیں:

سہرہ کے ازماں فقرہ وطلا باشد مردان را اصلاً جائز نیست... و زنان را استعمال ہر دو جائز است مگر سہرہ کے استعمال آن زمان را مذکور و است بہت متشابہت کفار و مشابہت کفار حرام است قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من تشبه بقوم فهو منهم اما سہرہ کے ازگل تیار کی گئی ہیں ہم بسبب مشابہت کفار جائز نیست بلکہ بارگاہ کہ بر سر نو شد و عروس وقت نکاح یا بعد از آن می بندند بدعت است و مشابہت با گھیراں و از مشابہت کفار و گھیراں احتراز لازم است... نیز ملاحظہ فرمائیے اصلاح الرسوم ص ۹۳، ۹۴ نیز رسم مہندی کے لئے ملاحظہ فرمائیے اصلاح الرسوم ص ۸۶۔

شادی کا اسلامی طریقہ اور مرد و جہ رسومات

سوال (۱۵۰):- شادی میں کون سی چیزیں حلال ہیں اور کونسی حرام، شادی میں گانا بجانا کیسا ہے، اپنی بیٹی کو فروخت کرتے ہیں اور لڑکے سے روپیہ لے کر شادی میں خرچ کرتے ہیں اور لوگوں کی دعوت کرتے ہیں اس میں شرکت اور وہاں کھانا حرام ہے یا حلال؟

جواب:- نکاح کا جو طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اس میں بھی بہت تفصیلات ہیں وہ سب یہاں نہیں لکھی جاسکتیں، آپ بہشتی زیور کا مطالعہ کریں، ضرورت کے مطابق سارے مسائل اس سے معلوم ہو جائیں گے۔^(۱)

گانا بجانا شادی میں بھی حرام ہے اور غیر شادی میں بھی،^(۲) بیٹی کو فروخت کرنا بھی حرام ہے،^(۳) اور ریاء و شہرت کے لئے شادی میں روپیہ خرچ کرنا بھی حرام ہے،^(۴) اسلام نے سادگی کی تعلیم دی ہے، سادگی سے نکاح کرنا چاہئے ہاں لڑکے کی شادی میں ولیمہ کرنا سنت ہے،^(۵) مگر اس میں بھی تکلفات کرنا، گنجائش سے زیادہ خرچ کرنا جائز نہیں۔

جس شادی میں خلاف شریعت کام ہوتے ہوں اس میں شرکت کی گنجائش ہے مگر ان خلاف شریعت کاموں میں شریک ہونا جائز نہیں،^(۱) ان سب چیزوں کی تفصیلات بھی آپ کو بہشتی زیور میں مل جائیں گی۔

واللہ اعلم

۷/۴/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۶۹۱/۲۵ د)

عید کارڈ کا حکم

سوال (۱۵۱):- کیا قرآنی آیات والا عید کارڈ یا صرف مساجد و تفریح گاہوں والا عید کارڈ خریدنا

اسراف ہے؟ اس میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

(۱) حصہ ۶ ص ۴۴ تا ۴۳

(۲) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان "شادی کے موقع پر گانا بجانا"۔

(۳) بطل بیع منکس بمال کالدم والحر والبیع بہ ای جعلہ ثمنابادخال الباء عنہ لان رکن البیع المال بالمال ولم یوجد الدر المختار، باب البیع الفاسد، ج ۵ ص ۵۴، سعید

(۴) ما احتجہ فرمائیے: اگلا ستر بعنوان "عید کارڈ کا قلم" کا حاشیہ نمبر ۲۔

(۵) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأى علی عبد الرحمن بن عوف اثر صغرة قال بذكر الله لنا اولم ولو بشاة المشكوة مع المرقاة باب التوبة الفصل الاول ج ۶ ص ۱۵، فی المرقاة تحتہ اقولہ اولم، قال ابن الملك تمسك بظاهر من ذهب الي ايجابها والاكثر علی ان الاثر للندوب واستحب اصحاب مالك ان تكون سبعة ايام والمختار انه علي قدر حال الزوج۔

(۶) وثمة لعب او غناء قعد، واكل لو المنكر في المنزل فلو على المائدة لا ينبغي ان يقعد بل يخرج وان علم اولاً باللعب لا يحضر اصلاً (في الدر المختار كتاب الحظر والاباحة)

في رد المحتار تحتہ: (قوله لا يحضر اصلاً) الا اذا علم انهم يتركون ذلك احتراً لماله فعليه ان يذهب (ج ۶ ص ۴۴۸)۔

جواب :- عیدین صرف تہوار نہیں بلکہ شعار اسلام میں سے ہے، جن کے واجبات و سنن اور آداب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمادیئے ہیں اور صحابہ کرام و سلف صالحین ان پر عمل پیرا رہے ہیں۔ عید کارڈ بھیجنا عیدین کے اعمال میں سے نہیں ہے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے، نہ سلف صالحین کے تعامل سے۔ اگر یہ کام عیدین کے اعمال و آداب سے سمجھ کر کیا جائیگا تو بدعت ہے جو حرام ہے،^(۱) اور اگر محض خوشی منانے کے اظہار کے طور پر کیا جائے گا تو اسراف بھی ہے اور تشبہ بالکفار بھی کیونکہ یہ طریقہ عیسائیوں کا ہے جو کرسمس کے موقع پر کرسمس کارڈ ایک دوسرے کو بھیجتے ہیں اور اسراف اور تشبہ بالکفار دونوں ممنوع ہیں،^(۲) لہذا عید کارڈوں کے اس مشغلہ سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اعداد و شمار جمع کئے جائیں تو معلوم ہوگا کہ عید کارڈ چھاپنے خریدنے اور ڈاک سے بھیجنے پر ہر سال قوم کالاکھوں روپیہ ضائع ہوتا ہے، جس قوم کے بے شمار لوگ پیٹ بھرنے کے لئے روٹی سے، بدن ڈھانپنے کے لئے کپڑے سے، سر چھپانے کے لئے مکان سے، صحت کے لئے علاج سے اور آبرو منداندہ زندگی کے لئے تعلیم سے محروم ہوں اس قوم کے لئے اسراف کی شناعیت اور بڑھ جاتی ہے۔

واللہ اعلم

۱۳۹۶/۱۲/۲۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۹۷/۲۸ الف)

عید کارڈ پر قرآنی آیات لکھنا

سوال (۱۵۲): ۱- ڈاک کے ذریعہ بھیجا ہوا عید کارڈ دو مرتبہ زمین پر رکھ کر چھانٹی کی جاتی ہے۔ اکثر ڈاکے زمین پر بھی پھینک دیتے ہیں اس کا گناہ کس کو ہوگا؟

۲- قرآنی آیات کو بلا وضو چھونا جائز نہیں ہے جبکہ کارڈ خریدنے والا وصول کرنے والا بے وضو لیتا ہے اور دوسروں کو دکھلاتا ہے، یہ عمل کیسا ہے؟

جواب :- عید کارڈ پر قرآنی آیات لکھنے میں ان کی بے حرمتی اور بے وضو چھونا بکثرت پیش آتا ہے لہذا اس سے بھی اجتناب کرنا چاہئے۔^(۳)

واللہ اعلم

۱۳۹۶/۱۲/۱۳ھ

(۱) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان: "بدعت کی قریف"۔

(۲) قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَبْذُرُوا شَيْئًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ الْبَذْرَ بَيْنَ كَثَرِ الْإِخْوَانِ الْقِيَاسُ ۚ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِمْ كَفُورًا ﴿۱۵۲﴾ (الاسراء)۔

فی تفسیر القرطبی تحتہ: قوله تعالیٰ: وَلَا تَبْذُرُوا ۙ ای لا تسرف فی الانفاق فی غیر حق۔ قال الشافعی رضی اللہ عنہ: والتبذیر إنفاق المال فی غیر حقہ ولا تبذیر فی عمل الخیر وهذا قول الجمهور فی المشکوۃ کتاب اللباس الفصل الثانی وعنه (ای ابن عمر) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تشبه بقوم فهو منهم رواہ احمد وابوداؤد۔

(۳) بساط او غیرہ کتب علیہ الملک للہ بکرمہ بسطہ واستعمالہ لا تعلیقہ للزینۃ قلت وظاہرہ انتفاء الکراہۃ بمجرد تعظیمہ وحفظہ علیک اولا زین بہ اولا وهل ما یکتب علی المراءوح وجدد الجوامع کذا یحذر (فی الدر المختار قبیل باب المیاء ج ۱ ص ۸۸ سعید)

فی الشامیۃ تحتہ: (قوله یحذر) اقول فی فتح القدر تکرہ کتابۃ القرآن واسماء اللہ تعالیٰ علی العداہم والمخاریب والجددان وما یقرش۔

عید کارڈ کے جواب میں عید کارڈ بھیجنا

سوال (۱۵۳): - عید کے موقع پر کسی کو عید کارڈ وصول ہوا وہ یہ جان کر کہ اس کو جوابی عید کارڈ بھیجنا واجب ہے، اس کو عید کارڈ بھیجتا ہے۔ وجوب سمجھ کر عید کارڈ پر رقم خرچ کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: - عید کارڈ کے جواب میں عید کارڈ بھیجنا واجب نہیں، عید کارڈ جواباً بھیجنا نہ بھیجا جائے۔

واللہ اعلم

۱۳۹۶/۱۲/۲۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۸۲۷/۲۷)

دلہن کا نکاح کے بعد محرم کا پہلا چاند سسرال میں دیکھنے کو منحوس سمجھنا

سوال (۱۵۴): - نکاح کے بعد ماہ محرم الحرام کا پہلا چاند دلہن اپنے سسرال میں نہ دیکھے، اگر میکہ نہ آ سکے تو پڑوس میں یا دلہن کا کوئی عزیز وہاں رہتا ہو وہاں دکھا دیا جائے، ان کے مکان پر چاند دکھائی دینے سے کچھ پہلے بھجوا دی جائے اور بعد نماز مغرب دلہن کو لے آئیں کیا وجہ ہے یہ عورتوں کی باتیں ہیں اگر دلہن چاند کے وقت سسرال میں رہے گی تو اس کی تمام عمر رنج و غم میں گزر جائے گی کیونکہ یہ غم کا چاند ہے ایسا عقیدہ رکھنے والا اور عمل کرنے والے کا شرعی حکم کیا ہے؟

واللہ تعالیٰ اعلم

(۱)

جواب: - یہ عقیدہ بدعت اور واجب الترمک ہے۔

۱۳۹۴/۱۱/۲۹ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶۸۳/۲۵ ج)

بوقت نکاح دلہن والوں کا دولہا کو مخصوص قسم کا دودھ پلانا

سوال (۱۵۵): - ایک صاحب کا عقیدہ اور عمل: نکاح کے ہوتے ہی دولہا کو دولہن والوں کا عزیز ایک پیالہ دودھ وغیرہ کا پلا دیتا ہے۔ دولہا کے عزیز واقارب اور دولہا کو ذرا روکنے کی مہلت نہیں دیتا ہے۔ ایک دوسرے صاحب نے بتلایا کہ دودھ میں دو چیزیں مالتے ہیں چیزوں کا نام نہیں بتایا۔ یہ پیالہ اس لئے پلاتے ہیں کہ آج سے دولہا سسرال والوں کا ہو کر رہے اور اپنوں سے دوری اختیار کرتا رہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا اور اس پر عمل کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۱) فی المشکوٰۃ مع المرقاة باب الغال والضیر ۸ ص ۳۴: عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا ضیرہ وخیرہ الغال۔

فی المرقاة تحتہ: لا یجوز العمل بالظیرۃ وہی التفاول بالضیر والتشاؤم بہا کانوا یجعلون العبرۃ فی ذلک تارة باسماء وتارة باصوات وتارة بالسفوح والبروح وکانو ینہجونہا من اماکنہا ذلک۔

۱۰ نیز لا حظ فرمائیے اصلاح الرسوم از حکیم الامت: دلائل اشرف علی تہنوت ص ۱۱۹ رسم نمبر ۸۹

جواب :- شریعت میں اس کی کوئی پابندی نہیں، لوگوں نے یہ رسم از خود اختراع کر لی ہے اگر اسے سنت سمجھ کر کریں گے تو بدعت کے مرتکب ہوں گے۔^(۱)

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۹۳/۱۱/۲۹ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶۸۳/۲۵ ج)

بارات کی روانگی سے پہلے یا نکاح کے بعد دولہا کا اپنی خواتین کو سلام کرنا

سوال (۱۵۶) :- بعض قوموں اور برادریوں میں یہ رسم رائج ہے کہ بارات کی روانگی سے قبل یا نکاح کے بعد دولہا اپنی والدہ بہنوں وغیرہ کو سلام کرنے کے لئے گھر میں جاتا ہے، کیا یہ صحیح ہے اور اگر والدہ بہنیں وغیرہ جن میں نامحرم عورتیں نہ ہوں ایک الگ مقام پر جمع ہو جائیں اور وہاں ان کو دولہا سلام کرے تو کیا اس میں کوئی حرج اور قباحت ہے۔

جواب :- اس میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ خاص اس وقت میں سلام کرنے کو مسنون نہ سمجھے۔ ہر ملاقات کے وقت سلام مسنون ہے، اس ملاقات پر بھی مسنون ہے مگر اس وقت کی کوئی خصوصیت سنت سے ثابت نہیں۔^(۲)

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۱۲/۵ھ

(فتویٰ نمبر ۶۷۰/۲۵ ج)

مختلف بدعات سے متعلق اصولی جواب

سوال (۱۵۷) :- سائل نے بدعت اور سنت کے بارے میں بہت سے سوالات کئے تھے جن کے تفصیلی جواب سے صرف نظر کرتے ہوئے ذیلی اصولی جواب دیدیا گیا اب کتب مطبوعہ کی طرف محول کر دیا گیا۔

جواب :- ان سائل کے متعلق حضرات اکابر علماء دیوبند کے فتاویٰ اور رسائل طبع ہو چکے ہیں ان کا مسلک ان سے واضح ہے، ان کے ہوتے ہوئے کسی نے فتویٰ کی ضرورت نہیں جو ان تحریروں کو نہیں مانتا، وہ نیا فتویٰ کیسے مان لے گا؟ نیز اس وقت جبکہ صریح اور متفق علیہ کفر والحاد و زندقہ ہر مسلم فرقہ کے برسر پیکار ہے مجمع علیہ منکرات تیزی سے پھیل رہے ہیں جن کے حرام اور خلاف اسلام ہونے میں کسی اسلامی فرقہ کا اختلاف نہیں، ایسے وقت میں ان اختلافات میں مسلمانوں کو مشغول کرنا ہم دین کی مصلحت نہیں سمجھتے، صحیح

(۱) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان "بدعتی کی تعریف"۔

(۲) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان "نماز فجر اور عصر کے بعد مصافحہ کرنے کا حکم"۔

مسئلہ مطبوعہ فتاویٰ اور رسائل سے معلوم ہو سکتا ہے، چند کتب فتویٰ و رسائل کے نام یہاں لکھے جاتے ہیں ان کی مراجعت فرمائی جائے: ۱- امداد الفتاویٰ جلد چہارم و پنجم، ۲- فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (عزیز الفتاویٰ جلد اول و امداد المفتین جلد اول)، ۳- حیلہ إسقاط (مصنفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مدظلہم)، ۴- سنت و بدعت (مصنفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مدظلہم)، ۵- راوی سنت (مولانا سرفراز خان صفدر صاحب)، ۶- حق السماع، ۷- مسئلہ علم غیب (حضرت گنگوہیؒ)، ۹- حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کے رسائل، ۱۰- مولانا منظور احمد نعمانی مدظلہم کے رسائل۔

واللہ اعلم
محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

۸/۹/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۱۹۷/۲۳ و)

ذہین والوں کا کھانا کھلانے اور جہیز دینے کے لئے لڑکے والوں سے رقم لینا

سوال (۱۵۸): ۱- نکاح کے بعد لڑکی کے والدین کی طرف سے بارات میں شریک لوگوں کو کھانا کھلانے کا عام رواج ہے، شریک لوگ رقم دیتے ہیں، اُن کا نام فہرست میں رقم کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔

(۱۵۹) ۲- لڑکی والا، لڑکے والے سے رقم لے کر کھانا کھلانے یا جہیز دیوے تو یہ اسلامی قانون کے منافی ہے؟

جواب: ۱- اس کی ایسی پابندی کرنا جیسی فرض و واجب کی جاتی ہے یا اس کو سنت سمجھنا اور کھانا نہ کھلانے والوں کو طعنہ دینا اور ملامت کرنا بالکل ناجائز ہے۔

البتہ اگر دُولہا اور بارات اتنی دُور سے آئی ہے کہ واپس اپنے گھر پہنچنے کے وقت تک اتنی دیر ہو جائے گی کہ اُس وقت تک بچہ کا رہنا مشکل ہے تو ایسی صورت میں دُولہا اور بارات کو کھانا کھلا دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور اس کو ولیمہ کی طرح سنت جانا صحیح نہیں۔

۲- دُوسروں کو کھلانے یا لڑکی کو جہیز دینے کے لئے لڑکے والوں سے رقم لینا جائز نہیں۔

واللہ اعلم

۵/۳/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۵۲۰/۲۶)

شادی کی تقریب میں دعوت کھلا کر معاوضہ لینا

سوال (۱۶۰): لڑکے اور لڑکی والے برادری کو کھانا کھلا کر پانچ یا دس روپے حساب سے فی آدمی یا فی گھر لیتے ہیں باقاعدہ تحریر کیا جاتا ہے، نہ دینے والے کو لعن طعن کیا جاتا ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے؟
جواب:- یہ رسم بھی ناجائز ہے،^(۱) اور ولیمہ مسنونہ رخصتی کے بعد لڑکے کی طرف سے ہوتا ہے۔^(۲)

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۶/۲۰ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۶۲/۲۶ ج)

تقاریب میں مردوں اور عورتوں کا اجتماع اور لین دین کا رواج

سوال (۱۶۱): خوشی کے موقع پر مردوں اور عورتوں کی محفلیں ہوا کرتی ہیں اس وقت روپیہ کا لین دین ہوتا ہے یعنی محفل میں آنے والے بلائے والے کو دیتے ہیں کیا یہ جائز ہے۔

جواب:- روپیہ کے لین دین کی ایسی پابندی کرنا جیسی کہ فرض و واجب کی جاتی ہے یا اس موقع پر اس لین دین کو سنت سمجھنا اور نہ دینے والے کو طعنہ دینا ملامت کرنا، بالکل ناجائز ہے اس لئے اس رسم سے اجتناب لازم ہے،^(۳) ان تقریبات میں نامحرم مردوں اور عورتوں کا بلا پرودہ جمع ہونا بہر حال حرام ہے،^(۴) اور نیوتے کی رسم کے طریقے پر لینا دینا ممنوع ہے۔^(۵)

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۳/۵ھ

(فتویٰ نمبر ۵۲۰/۲۶ ج)

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے "اگامسئلہ بعنوان" تقاریب میں مردوں اور عورتوں کا اجتماع اور لین دین کا رواج "کا حاشیہ نمبر ۳۔

(۲) واختلف العلماء فی ولیمۃ العرس هل هی واجبة أم مستحبة والأصح عند أصحابنا انها سنة مستحبة ويحملون هذا الأمر فی هذا الحدیث علی الندب وبہ قال مالک وغیرہ وأوجبها داود وغیرہ واختلف العلماء فی وقت فعلها فحکی القاضي أن الأصح عند مالک وغیرہ انه يستحب فعلها بعد الدخول (شرح النووي، کتاب النکاح، باب الصداق وكونه تعلیم القرآن)۔

انظر أيضاً: المرقاة (تحت قوله صلى الله عليه وسلم اولم ولو بشاة) باب الولیمة، ج ۶ ص ۳۶۲

(۳) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان "بدعتی کی تعریف"۔

(۴) تقریبات میں مردوں اور عورتوں کے اجتماع کے مفاسد کے لئے ملاحظہ فرمائیے "ہفتی زیور حصہ ۶ ص ۱۶ تا ۱۹

(۵) آج کل شادی بیاہ کی تقریبات میں نیوتہ اور سلامی وغیرہ کے نام سے جو رقم لی دینی جاتی ہے وہ متعدد مفاسد پر مشتمل ہے اختصار کے ساتھ انہیں ذیل میں پیش کیا جاتا ہے: (۱) نیوتہ اور سلامی وغیرہ کے نام پر دی ہوئی رقم کو چونکہ واپس لینا ہوتا ہے اور اس کے لئے باقاعدہ حساب کتاب رکھا جاتا ہے اس لئے اس کی شرعی حیثیت قرض کی ہے اور بلا ضرورت قرض لینا شرعاً ممنوع ہے۔ (۲) قرض کے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ جو نبی ادا کی ممکن ہو ادا کی جائے لیکن یہ قرض کی ایسی صورت ہے کہ اس کو انسان مالی کشادگی کے باوجود اپنی مرضی سے ادا نہیں کر سکتا اور یوں قدرت کے باوجود ادا کی ممکن نہیں تاخیر کے باعث گنہگار ہوتا رہتا ہے (۳) بسا اوقات یہ قرض ادا کئے بغیر لوگ رخصت ہو جاتے ہیں اور قرض خواہ یہ رقم معاف بھی نہیں کرتے اور عام طور پر اس قرض کے متعلق وصیت بھی نہیں کی جاتی اور بسا اوقات اولاد اس کو ادا بھی نہیں کرتی اور یوں یہ شخص ہمیشہ کے لئے قرض کے بوجھ تلے رہتا ہے اور قرض کی ادا کی یا قرض خواہ کی معافی کے بغیر کسی صورت میں بھی قرض ساقط نہیں ہوتا حتیٰ کہ شہید سے بھی یہ ساقط نہیں ہوتا۔..... (باقی اگلے صفحے پر)

مزارات پر قوالی، منتیں ماننا اور عرس وغیرہ کرنا؟

سوال (۱۶۲):- اولیاء اللہ کی قبروں پر قوالی کرنا، منت ماننا اور عرس وغیرہ کرنا اور غلاف پکڑ کر

رونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- یہ سب کام شریعت میں بے اصل اور لغو ہیں، گانے بجانے کی سخت ممانعت احادیث

(ابتداءً ص ۱۰۷) علامہ شافعی نے فتاویٰ خیر یہ کے حوالہ سے اسی طرح کی صورت کو تحریر فرمایا ہے اور اسے قرض شمار کر کے ادا نہ کی کو واجب قرار دیا ہے۔

فی الشامیۃ ج ۴ ص ۵۱۳ عن الخیر یہ سنبل فیما یرسل الشخص الی غیرہ فی الاعراس ونحوھا هل یکون حکمہ حکم انقض فیلزم الوفاء بہ ام لا فاجاب ان کان العرف بانہم یدفعونہ علی وجہ البدل یلزم الوفاء بہ ان مثلیا فمٹنہ وان قیمیا فقیمتہ۔

(۴) نبوت کی یہ رسم قرض بشرط القرض ہے کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ جب یہ قرض ادا ہوگا تو اپنے ساتھ ادھر سے مزید رقم بھیج کر لائے گا اس طرح یہ قرض ایک طرح کا نفع لانے والا بن گیا اور یہ سود کی ایک صورت ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ نے معارف القرآن میں قرآن کریم کی آیت ”وَمَا تَنْتُمْ مِنْ رَّبِّائِرِیْ وَفِیْ اَسْوَالِ النَّاسِ اَلْحَ“ کی تفسیر کرتے ہوئے اس کو سود کی ایک صورت قرار دیا ہے ملاحظہ فرمائیے ج ۶ ص ۳۸ اور علامہ آبوبکر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر روح المعانی اسی آیت کی تفسیر میں مذکورہ بالا مفہوم کو ادا کیا ہے اور اس کو سود کی سی ایک صورت قرار دیا ہے۔

فی روح المعانی ج ۲ ص ۴۵

وما انتہم من ربا الظاهر انه ارید به الزیادة المعروفة فی المعاملة التي حرمها الشارع والیہ ذهب الجبانی وعن ابن عباس ومجاهد .. انه ارید به الزیادة العطیة التي یتوقع بها مزید مکافاة وعلیہ فتسمیها ربا مجازا لانها سبب للزیادة وقیل لانها فضل لا یجب علی المعطى وعن النخعی ان الایة نزلت الی قوم یعطون قراباتہم واخوانہم علی معنی نفعہم وتمویلہم والتفصیل علیہم ولیزیدوا فی اموالہم علی جهة النفع لہم وہی رواية عن ابن عباس قالمداد بالربا العطیة التي تعطى للاقارب للزیادة فی اموالہم۔

(۵) یہ رقم معاشرے اور رواج کے جبر سے لی جاتی ہے اس لئے کہ مدینے کی صورت میں طعن و تشنیع اور بلا امت کا نشانہ بننا پڑتا ہے یا کم از کم برادری میں گہری ہوئی نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور اس معاشرتی دباؤ کی وجہ سے اس کی خوشدلی شامش نہیں ہوتی اور حدیث کی رو سے کسی کی خوشدلی کے بغیر اس کا مال لینا حرام ہے۔ فی مشکوٰۃ باب الغصب والعاریۃ ج ۲ ص ۵۵ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا لا تظلموا الا لا یحل مال امرء الا بنظیب نفس منہ۔

(۶) بسا اوقات دینے والے کی نیت ریا اور نام و نمود کی ہوتی ہے اور شرعاً جائز کام کبھی ریا اور نمود کی وجہ سے ناجائز ہو جاتا ہے۔

حدیث میں ہے: عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لبس ثوب شہرة فی الدنیا البسہ اللہ ثوب مذلة یوم القیامة (مشکوٰۃ کتاب اللباس)۔

علامہ وائز میں مذکورہ بالا مفاسد کے عقلاً بھی ذرا غور کرنے سے اس رسم کی قیامت واضح ہو جاتی ہے چونکہ شادی بیاہ وغیرہ خوشی کے مواقع ہیں اور جس کو یہ خوشی حاصل ہوتی ہے وہ اظہار مسرت کے لئے دعوت کھاتا ہے اور دعوت کھلا کر اس کا عوض و سولی کرنا عقل سلیم کے نزدیک باعث عار ہے۔

مذکورہ تفصیل، مفسرین کے اقوال، احادیث و آثار، فقہاء کی عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مذکورہ لین دین ناجائز اور اس میں بہت سے مفاسد ہیں لہذا تمام مسلمانوں کو اس رسم بد سے اجتناب کرنا چاہئے اور اس مد میں جو رقم کسی کے ذمہ ہو اس کو فوراً ادا کرے یا معاف کر دے اور اگر دوسرے کے ذمہ اس کی رقم ہو تو اسے وصول کرنا چاہئے تو کر لے ورنہ معاف کر کے معاملہ پاک صاف کرے۔

(ماخذ تہذیب فتاویٰ دارالعلوم کراچی ۱۱۳/۱۳۱ اور نبوت کی رسم البلاء غمادی الشامیۃ ۱۴۰۱ میں جو تفصیلی فتویٰ شائع ہوا تھا)۔

(۱) میں آئی ہے، سخت حرام ہے اور جو باتیں سوال میں لکھی گئی ہیں، ان سے مسلمان کو مکمل پرہیز کرنا واجب ہے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳ / ۳ / ۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۹۶۳۰۳ الف)

پہلی مرتبہ حاملہ ہونے پر گودی کی رسم کی ادائیگی

اور بوقت ولادت ہدایا دینا

سوال (۱۶۳):- نکاح کے بعد لڑکی کے حاملہ ہونے پر لڑکی کے والدین وہاں جا کر لڑکی کو دو پٹہ ایک جوڑی کپڑا اور سات قسم کا میوہ اس کی گود میں رکھ کر گودی کی رسم ادا کرتے ہیں اور لڑکے والے جانے والوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ بچہ پیدا ہونے پر بچہ کے لئے پالنا، جوڑے اور زیور بچہ کو دیتے ہیں کیا یہ شرعاً صحیح ہے؟

جواب:- گودی کی رسم کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، اسے ترک کرنا لازم ہے، ہاں پہلی زوجگی

(۱) تو ان سے متعلق حوالہ جات:

والحاصل ان اجتماع شرائط الجواز فی هذا العصر اعز من الکبریت الاحمر والیاقوت الاخضر بل مما لا یمکن عادة وان سلمنا اجتماع شرائط وخلوه عن المنکرات فی شاذ من المجالس فهو ایضا ذریعة وانتسبب الی المعصیة معصیة وان سلمنا عدم تسببه ایضا فای حاجة فی هذا الاهتمام وتحشم المشاق..... ولہذا لا ینبغی ان یفتی بجوازہ للاھل فی زماننا لانه قد بلغ من فساد الزمان الی حیث یدعی کل احد اھلہ... وحاصل هذا کله ان الواجب علی المؤمن التقی الاجتناب عن الغناء المحرم والمختلف فیہ کل الاجتناب فان الاسلام خلوه عن المنکرات والمعاصی فی بعض الاحیان فهو مظنة الوقوع فیھا له او لغيره فی المستقبل ومع هذا لیس فیہ کثیر منفعۃ بل المحقق عند المحققین انه یضر بالمبتدئ ولا یحتاج الیہ المنتہی (احکام القرآن للہانوتی ج: ۲، ص: ۲۵۹)

نیز مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے رسالہ ”حق السماع“ مؤلفہ حضرت تھانویؒ، ”اسلام اور موسیقی“ مؤلفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور ”اسلام اور تواریخ“ مؤلفہ مفتی حفظ الرحمن صاحب۔

سنت سے متعلق حوالہ جات:

واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراہم الی غیرہ الا ولیاء الکرام تقریبا الیہم فهو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصد واصرفھا لفقراء الانام (الدر المختار، قبیل باب الاعتکاف، ج ۲ ص ۴۳۹، سعید) فی رد المحتار تحتہ: (قوله باطل وحرام لوجوه منها انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانه عبادة والعبادة لا تكون لمخلوق ومنها ان المنذور له میت والمیت لا یمثلک ومنها انه ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون الله تعالیٰ واعتقاده ذلك کفر۔

عز سے متعلق عبارت:

لا یجوز ما یفعلہ الجہال بقبور الاولیاء والشہداء من السجود ومن الاجتماع بعد الحول کألا عیاد ویسمونہ عرسا (تفسیر المظہری تحت قوله تعالیٰ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ الخ) ج ۲ ص ۶۸

نیز عرس کا تفصیلی حکم دیکھنے کے لئے ملاحظہ فرمائیے: ”سنت و بدعت“ مؤلفہ مفتی محمد شفیع صاحب ص ۷۲ تا ۸۸۔

کے موقع پر لڑکی کے آرام اور رہیستگی کی خاطر نیلے میں لے آنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بچے کی ولادت کے بعد بچے اور اس کے والدین کو تحفے دینے کی جو رسم ہے اس کو فرض واجب کی طرح لازم سمجھنا اور نہ دینے والوں کو طعنہ زنی کرنا جائز نہیں، بہت سے لوگ محض ملامت کے خوف سے تحفے دیتے ہیں، ایسا تحفہ لینا حرام ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۳/۵ھ

(فتویٰ نمبر ۵۲۰/۲۶)

شادی کے بعد بہنوں کا دولہا کی دعوتیں کرنا

سوال (۱۶۴):- شادی کے بعد دولہا کی بہنیں اپنے بھائی کی دعوت کرتی ہیں۔ دعوت فی نفسہ کیسی ہے اور جب بھائی بہن کی دعوت میں جاتا ہے تو کچھ تحفہ بہن کے لئے لے جاتا ہے۔

جواب:- اس رسم کو اگر مسنون نہ سمجھیں اور کبھی کبھی مانعہ بھی کر دیا کریں ایسی پابندی نہ کریں جیسی واجب کی ہوتی ہے اور کوئی شخص اگر یہ رسم نہ کرے تو شکایت نہ کریں اس کو بُرا نہ سمجھیں تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔^(۲)

واللہ اعلم

۱۳۹۴/۳/۵ھ

(فتویٰ نمبر ۶۷۰/۲۵)

منگنی سے پہلے اور بعد کی رسومات

سوال (۱۶۵):- ۱- لڑکا اور لڑکی کے والدین نکاح سے پہلے رشتہ جوڑنے لڑکے کے والدین لڑکی کے گھر جاتے ہیں ایک سیر مٹھائی، اور دوپٹہ وغیرہ دیتے ہیں کیا یہ رسم اسلامی قوانین کے منافی ہے؟
۲- رشتہ قبول ہو جانے کے بعد منگنی کی رسم ہے اس لڑکے کے والدین اور قریبی رشتہ دار لڑکی کے والدین کے گھر جاتے ہیں جوڑا، کپڑا اور زیور دیتے ہیں اور روپے دئے جاتے ہیں کیا یہ رسم اسلامی قانون کے منافی ہے۔

۳- منگنی ہو جانے کے بعد لڑکے کے والدین لڑکی کو اپنے گھر بلاتے ہیں اور اس خوشی میں لڑکی کو دوپٹے، اور نقد رقم قریبی رشتہ دار اور لڑکے کے والدین کو دیتے ہیں کیا یہ خلاف شرع رسم ہے؟
۴- منگنی ہو جانے کے بعد ہر سال عید کے موقع پر لڑکے کے والدین لڑکی کو عیدی میں ایک جوڑا کپڑا دینے کا رواج ہے کیا یہ بھی خلاف شرع ہے؟

(۱) لما جاء فی الحدیث: لا یحل مال امیرئ الا بطیب نفس منہ (سنن البیہقی، کتاب المغصب، باب من غصب لوطاً)۔

نیز مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: ہاشمی زیور حصہ ۶ ص ۵۵ تا ۶۰ اور اصلاح الرسوم

(۲) ملاحظہ فرمائیے: ہاشمی زیور حصہ ۶ ص ۷۳ نمبر ۱۹۶ اور اصلاح الرسوم (از حضرت تھانوی)۔

جواب: ۱- مٹھائی اور دوپٹہ دینے کی ایسی پابندی کرنا جیسی کہ فرض و واجب کی کی جاتی ہے یا اس موقع پر یہ چیزیں دینے کو سنت سمجھنا اور نہ دینے والے کو طعنہ دینا ملامت کرنا بالکل ناجائز ہے اس لئے اس رسم سے اجتناب لازم ہے۔^(۱)

۲- اس کا جواب بھی وہی ہے جو نمبر ۱ میں بیان ہوا ہے۔

۳- اس کا جواب بھی وہی ہے جو نمبر ۱ میں بیان ہوا۔

۴- اس کا جواب بھی وہی ہے جو نمبر ۱ میں بیان ہوا۔

واللہ اعلم

۵/۳/۱۳۹۵ھ

۱- گہنہ کی رسم

۲- بوقتِ نکاح دوستوں کا دولہا کو ہدایا دینا

۳- نکاح سے دو تین روز قبل دوستوں کا دولہا سے جیب خرچ مانگنا

سوال (۱۶۶):- شادی اور رخصتی کرنے کے بعد لڑکی والے لڑکی کو تین یا چار ماہ ایک مقررہ مدت کے لئے گھر لے جاتے ہیں اسے گہنہ کہتے ہیں کیا یہ رسم صحیح ہے اور جب گہنہ کی مدت ختم ہو جاتی ہے تو لڑکی والے دولہا کو بلاتے ہیں اور پھر لڑکی کو بھیجتے ہیں کیا یہ رسم بھی صحیح ہے۔ اس کا یہ جواب آپ کی طرف سے موصول ہوا کہ گہنہ کی رسم غیر شرعی ہے البتہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ مہینہ دو مہینہ اس والفت پیدا کرنے کے لئے نئی دولہن ماں باپ کے یہاں زیادہ آتی جاتی رہے، اتنی عبارت نا کافی ہے اس کی وضاحت فرمادیں۔

۲- نکاح کے بعد دولہا کو اس کے دوست و احباب تحفے تحائف پیش کرتے ہیں یہ تحفے پیش کرنا اور قبول کرنا کیسا ہے؟

سوال (۱۶۷):- ۳- نکاح کے ایک دو روز پہلے سے نکاح کے دو تین روز تک دولہا سے اس کے دوست وغیرہ جیب خرچ مانگتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:- یہ سب اور جو سوال نمبر ۱ میں جو آپ نے درج کئے ہیں فی نفسہ ان میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ ان کو رسم نہ بنایا جائے یعنی ان کی ایسی پابندی نہ کی جائے جیسے کہ سنت یا فرض و واجب کی کی جاتی ہے، اگر کوئی ان کے خلاف کرے تو اسے ملامت نہ کی جائے اور برا نہ سمجھا جائے ان کی سنت یا فرض

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: ہفتی زیور حصہ ۶ ص ۲۰۳ اور اصطلاح الرسم باب دوم فصل پنجم رسم منگنی ص ۷۹۳

وواجب کی سی پابندی کرنا اور اس کے خلاف کرنے والے کو ملامت کرنا اور برا سمجھنا جائز نہیں۔^(۱)

۲۔ اس کا جواب بعینہ وہی ہے جو سوال نمبر ۱ میں بیان ہوا۔

۳۔ اس کا جواب بعینہ وہی ہے جو سوال نمبر ۱ میں بیان ہوا، البتہ اس میں اتنی اور بات سمجھ لیں کہ

اس جیب خرچ مانگنے کے جائز ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مانگنے والوں کو یقین ہو کہ دولہا اس مانگنے سے تنگدلی یا ناراضگی دل میں نہ لائے گا بلکہ خوش دلی سے دے گا اگر یہ یقین نہ ہو شب بھی مانگنا ہرگز جائز نہیں۔^(۲)

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۹/۷ھ

(فتویٰ نمبر ۲۰۸۲/۲۶)

رسم گہنہ کے بعد سسرال والوں کا دولہا کی دعوت کرنا

اور اس کا ہدایا لے کر جانا

سوال (۱۶۸):۔ اس طرح جب گہنہ کے بعد اپنی بیوی کو سسرال لینے جانا ہوتا ہے تو سسرال

والے دعوت کرتے ہیں اور خاوند خالی ہاتھ نہیں جاتا؟

جواب:۔ اس رسم کو اگر مسنون نہ سمجھیں اور کبھی کبھی ناغہ بھی کر دیا کریں ایسی پابندی نہ کریں

جیسی واجب کی ہوتی ہے اور کوئی شخص اگر یہ رسم نہ کرے تو شکایت نہ کریں، اس کو برا نہ سمجھیں تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

واللہ اعلم

۱۳۹۴/۴/۵ھ

قومی ترانہ سننا اور اس کے لئے کھڑا ہونا

سوال (۱۶۹):۔ قومی ترانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر ترانہ ساز کی دھنوں پر گایا جا رہا ہو تب

اور اگر کوئی شخص اپنی زبان سے گارہا ہو تب، دونوں صورتوں میں قومی ترانے کے لئے مؤذّب کھڑے ہونا کیسا ہے؟

جواب:۔ قومی ترانہ اگر ساز کے ساتھ نہ پڑھا جائے تو اس کا پڑھنا اور سننا دونوں جائز ہے، اور

ساز کے ساتھ پڑھنا اور سننا دونوں ناجائز ہیں۔ جب ترانہ بغیر ساز کے گایا جا رہا ہو تو اس کے لئے کھڑے ہونے کی اس شرط کے ساتھ گنجائش ہے کہ اس کھڑے ہونے کو نہ تو ثواب سمجھا جائے اور نہ شرعاً ضروری سمجھا

(۱) قد مرّ تخذیجہ تحت عنوان "بدعتی کی تعریف"۔

(۲) عن ابی حُرّة الرّقاشی عن عمّہ أنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لَا یَحِلُّ مَأْلُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ إِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِنْهُ (سنن البیہقی، کتاب الغصب، باب من غصب لوحاً، مشکوٰۃ باب الغصب والعاریۃ الفصل الاول ج ۲ ص ۲۵۵)

جائے، اور جو شخص کھڑا نہ ہو اس پر نکیر نہ کی جائے جیسی کسی فعل واجب کے ترک پر کی جاتی ہے، اگر ان میں سے ایک شرط بھی فوت ہوگئی تو یہ کھڑا ہونا بدعت اور ناجائز ہو جائے گا، اور جب ترانہ ساز کے ساتھ گایا جا رہا ہو تو اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز نہیں، کیونکہ ساز سننا اور بجانا از روئے شریعت ناجائز ہیں اور فعل ناجائز کی تعظیم گناہ ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی

۱۳۸۷/۱۲/۷ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی بلند شہری

(فتویٰ نمبر ۱۳۱۶/۱۸ الف)



فصل فی کلمات و افعال الکفر (کفر کے افعال و اقوال کے بارے میں)

نا جائز کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا

سوال (۱۷۰):- چند آدمی تاش کھیل رہے تھے، میں بھی بیٹھا تھا، کھیل کے درمیان ایک شخص بسم اللہ کہتا تھا، کئی بار اُس نے ایسا کیا، ایسا کہنا کس درجے کا گناہ ہے؟ اور کیا کفار ہے؟ اور سننے والوں کو کس قسم کا گناہ ہوا؟

جواب :- بسم اللہ پڑھنا کسی نیک یا جائز کام شروع کرتے وقت تو بہت ثواب اور خیر و برکت کا باعث ہے، نہ پڑھیں تو اس کام میں برکت نہیں ہوتی۔ لیکن کسی ناجائز کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا حرام ہے، اور اگر خدا نخواستہ کسی نے تمسخر کے طور پر ایسا کیا تو کافر ہو جاتا ہے، ان صاحب نے گناہ کیا ہے اس کا کفارہ پس یہی ہے کہ توبہ و استغفار کریں۔

واللہ اعلم

۱۱/۱۱/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۱۶۲۷/۲۵ ز)

لا علمی میں کلمہ کفر کہنے سے کفر لازم نہیں آتا

سوال (۱۷۱):- میں حال ہی میں روڈ اینڈی آیا ہوں، دو سال پیشتر ماسکو میں پاکستانی سفارت خانے میں تھا، آج سے دو سال پہلے کی بات ہے کہ معمولی معمولی باتوں پر مجھے کفر کا خدشہ ہو جاتا تھا، اور بیوی کے کچھ کلمات کہنے پر میں فوراً ان کلمات کو کفر یہ سمجھتا تھا، اور یہ سمجھتا تھا کہ نعوذ باللہ نکاح ٹوٹ گیا ہوگا، انہیں دنوں کی بات ہے کہ ایک مرتبہ بیوی نے ایسی بات کہی کہ مجھے خدشہ کفر ہو گیا، اور غصے میں میں نے بیوی سے کہا کہ تم اگر اس طرح کفر یہ کلمات کہتی رہیں تو آئندہ ہمارا اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو جائے گا، بیوی رونے لگی، میں نے اُس سے کہا کہ روتی کیوں ہو؟ میں نے تمہیں کوئی طلاق تھوڑے ہی دے دی ہے؟ وہ تو جب پڑے

۱۱۱ و تکبرہ عند کشف العورة أو محل النجاسات... وتحریم عند استعمال محرم، بل فی البزازیة وغیرہا یکفر من بسم عند مبشرة کل حرام قطعی الحرمة (رد المحتار، مقدمة)۔

گی کہ تم کفر کی بات کہو گی۔ اس کا جواب آپ کی طرف سے مل گیا تھا کہ اب کفر یہ کلمہ کہنے پر ایک طلاق ہوگی۔ آپ کا یہ خط ملنے سے پہلے (کہ جس میں کفر لازم ہونے کی وجوہات تحریر تھیں) بیوی نے میرے خیال کے مطابق کفر یہ بات کہی تھی تو میں اپنے ذہن میں سمجھا تھا کہ ایک طلاق پڑ چکی ہے، بعد ازاں مجھے شک پڑا تو میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ شرعاً بیوی کو بتانا ضروری ہو، میں نے مفتی جمیل احمد صاحب کو تحریر کیا کہ میرے خیال میں طلاق پڑ چکی ہے، تو کیا یہ بات بیوی بتانا ضروری ہے (خدا کرے کہ طلاق نہ پڑی ہو آمین ثم آمین) کہ نہیں؟ بلکہ سوچا کہ چلو بیوی کو نہیں بتاتا، رُجوع تو کر ہی لیا جائے یہ بھی ساری داستان جس کو پڑھ کر آپ تحریر فرما سکیں گے کہ کیا طلاق پڑی تھی یا نہیں؟

اب چند ہی دنوں کی بات ہے کہ ماسکو میں میری بیوی نے مجھے غصے میں بجائے حرامی کے ”حرام“ کہا، جواب میں نے کہا ”تو“ یہاں طلاق وغیرہ کی نیت بلکہ خیال تک ذہن میں نہ تھا، بلکہ گالی کے جواب میں منہ سے لفظ ”تو“ نکل گیا، میں نے مفتی جمیل احمد صاحب کو لکھا، انہوں نے جواب دیا کہ ایک طلاق بائن پڑ گئی ہے کہ لفظ ”حرام“ صاف لفظ ہے نیت کی ضرورت نہیں، جب مفتی جمیل صاحب کا یہ خط ملا تو میں نے بیوی کو بتایا کہ تم نہ کہو اس کرتیں اور نہ یہ نوبت آتی، تو بیوی کہنے لگی کہ کیا مفتی صاحب نے کہا ہے کہ طلاق بیوی کو دے دو؟ میں نے کہا کہ نہیں، پڑ چکی ہے، اور ایک پہلے پڑ چکی ہے، جس کا تذکرہ کفر یہ والے مسئلے میں اوائل میں کیا ہے، لہذا آئندہ مجھے غصہ نہ چڑھانا۔ براہ کرم مندرجہ بالا تحریر کو پڑھ کر جواب عنایت فرمائیں، اللہ کی قسم لفظ ”تو“ کہتے وقت طلاق وغیرہ کا خیال تک ذہن میں نہیں تھا۔

جواب :- کفر کا کلمہ زبان سے لاعلمی میں نکل جانے سے کفر عائد نہیں ہوتا، اگر کفر اختیار کرنے کی نیت سے کفر کا کلمہ کہے تو اس سے کفر لازم آتا ہے،^(۱) ہمیں نہیں معلوم کہ سائل کی بیوی نے کیا کلمہ کہا تھا؟ اور کس نیت سے کہا تھا اور کیوں کہا تھا؟ اس لئے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کافر ہوئی یا نہیں؟ لہذا نیا نکاح کرنے کے بارے میں بھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ اگر شوہر بیوی کو یہ کہہ دے ”تو مجھ پر حرام ہے“ اور یا ”میں تجھ پر حرام ہوں“ تو اس سے بائن طلاق واقع ہو جاتی ہے،^(۲) لیکن سائل نے لکھا ہے کہ لفظ ”حرام“ بیوی نے کہا تھا اور میں نے صرف لفظ ”تو“ کہا تھا، اگر صورت حال اسی طرح سے ہے تو اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی

(۱) وفي التتارخانية ج: ۵ ص: ۳۱۲ وإن لم يكن قاصداً في ذلك بأن أراد أن يتلفظ بلفظ آخر فجري على لسانه لفظ الكفر من غير قصد وذلك نحو أن يقول لا إله إلا الله فجري على لسانه أن مع الله الهة أخرى أو أراد أن يقول بحق أينك تو خدائي وما بشدگان تو فجري على لسانه العكس لا يكفر۔

(۲) وفي الشامية ج: ۲ ص: ۴۵۰ وفي الذخيرة ولو طلق الحرة واحدة ثم قال لها أنت على حرام ينوي ثنتين لا تصح نيته ولو نوى الثلاث تصح نيته وتقع تطليقتان أخريان فافهم۔

واللہ اعلم

اور ”حرام زادی“ کہنے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

العبد امین اشرف عفا اللہ عنہ

۲۸/۴/۱۳۹۵ھ

جواب صحیح ہے، آپ کو یہ سب پریشانی اس وجہ سے پیش آتی ہے کہ کبھی کسی عالم سے مسئلہ پوچھتے ہیں کبھی کسی سے، ہر عالم آپ کے خصوصی حالات سے واقف نہیں، لہذا جوابات کبھی کبھی مختلف ہو جاتے ہیں۔

۱- آئندہ کفر اور طلاق کے مسائل میں غور کرنا اور کتابوں میں ان کا مطالعہ بالکل ترک کر دیں، پچھلے جو فتوے ان مسائل کے متعلق اب تک حاصل کئے ہیں ان سب کو ضائع کر دیں اور ہرگز ان کا مطالعہ نہ کریں۔

۲- آئندہ اس قسم کے مسائل کے لئے کسی ایک مفتی کو منتخب کر لیجئے جس پر آپ کو سب سے زیادہ اطمینان ہو، صرف اُسی سے پوچھا کریں، کسی اور سے ہرگز نہ پوچھیں ورنہ آپ سخت پریشانی میں مبتلا رہیں گے، ان ہدایات کی خلاف ورزی ہوئی تو آئندہ ہم جواب لکھنے سے معذور ہوں گے۔ والسلام

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

۲۹/۴/۱۳۹۵ھ

اللہ تعالیٰ کو گالی دینے والا کافر ہے

سوال (۱۷۲):- ایک شخص نے قرآن مجید کے اوراق آگ میں غلطی سے نہیں بلکہ جان بوجھ کر جلائے اور اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں، اب شرعاً ایسے شخص کا دین رہایا نہیں۔ ہم مسلمان اس سے عام مسلمانوں کا سا برتاؤ اور بول چال کریں یا نہیں، جنازہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

جواب:- جس شخص نے اللہ عزوجل کو گالی اپنے اختیار اور ہوش و ہواس میں دی ہے وہ کافر ہو چکا، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اس کے ساتھ ایسے معاملات کرنا جو مسلمانوں ہی کے ساتھ مخصوص ہیں جائز نہیں اگر ملک میں اسلامی قانون ہوتا تو توبہ نہ کرنے کی صورت میں اسے قتل کیا جاتا، اس کو نرمی اور ہمدردی سے تبلیغ کریں، جہنم کے عذاب سے ڈرائیں اگر توبہ کر لے تو فیہما اگر توبہ کئے بغیر مر گیا تو اس

(۱) یکفر اذا وصف الله بما لا ينطق به۔ او نسبہ الى الجہل او العجز او النقص (الہندیۃ ۲/۲۵۸، رشیدیہ) انظر ایضاً المیزانۃ ۲۶/۳۲۳۔

(۲) وارتداد احدهما ای الزوجین فخرج (الدر المختار، کتاب النکاح ۲/۱۹۳، سعید)

(۳) ويحبس ثلاثة ايام فان اسلم والا قتل هذا اذا استمهل قامة اذا لم يستمهل قتل من ساعته (الغزالیہندیۃ ۲/۲۵۳)

پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے جب تک وہ توبہ نہیں کرتا اسے سلام کرنا یا اس سے دوستانہ تعلقات رکھنا بھی جائز نہیں۔

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی عفا اللہ عنہ

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۲۹ / ۳ / ۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۳۴۴۳ / ۲۴ ج)

غیر اللہ کی خوشنودی کے لئے جانور ذبح کرنا

سوال (۱۷۳):- ایک شخص نے کہا کہ اگر یہ جانور بڑا ہو جائے تو میں اس کو فلاں ولی کے نام

سے ذبح کرونگا کیا یہ صحیح ہے؟

جواب :- اگر یہ ذبح کیا تو اللہ ہی کے لئے کہ اس کا ثواب اللہ دیگا اور ساتھ ہی یہ نیت کی کہ اس

کا ثواب فلاں بزرگ کو پہنچاؤنگا پھر ذبح کے وقت صرف بسم اللہ، اللہ اکبر کہا تو یہ ذبیحہ حلال اور اس کا گوشت

بھی حلال ہے اور ایصال ثواب بھی جائز ہے اور اگر یہ نیت کی کہ فلاں بزرگ کے لئے ذبح کرتا ہوں تاکہ وہ

خوش ہوں اور میری مراد پوری کریں تو ایسا کرنا شرک ہے کہ عبادت صرف اللہ کا حق ہے اس میں دوسرے کو

شریک کر دیا اگر کسی نے ایسا کیا تو فوراً توبہ کرنی چاہئے اور کلمہ طیبہ پڑھنا چاہئے اس طرح کا ذبح کیا ہوا جانور

مردار ہے اس کا گوشت کسی کے لئے حلال نہیں۔^(۲)

واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۵ / ۳ / ۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۶ / ۲۲ الف)

غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا اور چڑھاوے کی

دیگر اشیاء کو کھانے پینے کا حکم

سوال (۱۷۴):- ایک شخص غیر اللہ کے نام پر کسی جانور کو ذبح کرتا، یا غیر اللہ کے نام پر دیتا ہے

اور اس کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر میں نے گیارہویں کا دودھ نہ دیا تو پیر صاحب میری بھینس مار دیں گے اور مجھ

(۱) وشرطها اسلام المیت (الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الفصل الخامس فی الصلوٰۃ علی المیت ۱/ ۱۶۱)۔

(۲) تفسیر نیشابوری (تحت قوله تعالیٰ وما اهل به لغير الله) لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبیحہ التقرب الی غیر الله تعالیٰ

صار مرتداً وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد

ذبح لقعود الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانه اهل به لغير الله ولو وصلیۃ ذکر اسم الله تعالیٰ الغر الدر المختار

(۳۰۹/۱)

سے ناراض ہو جائیں گے، دودھ دیتے یا جانور کو اس کے نام پر ذبح کرنے کو اقرب سمجھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ پیر صاحب اب میرے سے راضی ہیں ایسے جانور کا گوشت کھانا یا دودھ پینا حلال ہے یا حرام ہے؟

جواب :- عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کرنا یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے، نیز نفع و ضرر کا مالک و مختار غیر اللہ کو سمجھنا بھی شرک ہے پس کسی نبی یا ولی اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ناراض ہو گیا تو مجھے فلاں نقصان پہنچا دے گا اور راضی ہو گیا تو فلاں فائدہ پہنچا دے گا، یہ مشرکانہ عقیدہ ہے جس جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا گیا ہو وہ جانور بھی مردار ہے اس کا گوشت کھانا کسی کو حلال نہیں۔^(۱)

البتہ اگر کوئی شخص اس عقیدہ سے صدقہ و خیرات کرے کہ یہ خیرات میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کر رہا ہوں اور اس کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو پہنچا دے اور یہ عقیدہ رکھے کہ نفع و ضرر صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے، اللہ اگر مجھ سے راضی ہو گیا تو مجھے فائدہ ہوگا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ کار ثواب ہے مگر اس میں بھی گیارہویں تاریخ کی تخصیص جائز نہیں کیونکہ یہ تخصیص بدعت ہے۔ واللہ اعلم

۱۱/۳/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۵۷۵/۲۶ الف)

”مجھے جو کچھ ملا ہے فلاں پیر نے دیا ہے“ کہنے کا حکم

سوال (۱۷۵) :- ایک شخص نے کہا مجھے جو کچھ ملا ہے فلاں پیر نے دیا ہے کیا ایسا کہنا

درست ہے؟

جواب :- یہ کہنا کہ مجھے جو کچھ ملا ہے فلاں پیر صاحب مرحوم نے دیا ہے ناجائز و حرام ہے، اگر اس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ پیر صاحب مرنے کے بعد جس کو جو چاہیں دے سکتے ہیں تو یہ شرک ہے قال فی البحر ان ظن الميت يتصرف فی الامور دون الله تعالى واعتقاده ذلك كفر (۳۲۱ ج ۲)۔^(۲)

واللہ اعلم

۲۱/۲/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۸/۲۶)

۱۱ فی الدر المختار واعلم ان النذر الذي يقع للاموات من اكثر العوام وما يؤخذ من الدراحم والشمع والزيت ونحوها إلى غير هذه الاولياء الكرام تقر بها البهيم فهو بالاجماع باطل حرام مالم يقتصدوا صبرها لفقراء الانام وقد ابتنى الناس بذلك (الدر المختار، كتاب الصوم، مطلب في صوم الست من شوال)۔

نیز ملاحظہ فرمائیے حارف القرآن ۳۲۱/۲۲۴ ج ۱ اور ص ۳۰۲ ج ۳

(۲) ومنها انه ان ظن الميت يتصرف فی الامور دون الله واعتقاده ذلك كفر (در المختار، ۳۹۶/۲، سعید)

صحیح العقیدہ شخص کا منذور اللہ جانور کو کسی مزار پر ذبح کرنا کیسا ہے؟

سوال (۱۷۶):- کوئی شخص خاص اللہ کے لئے نذر مانتا ہے، غیر اللہ کا تصور بالکل نہیں کرتا، عقائد بھی درست ہیں لیکن وہ شخص منذور جانور کو ذبح کرنے کے لئے کسی بزرگ کے مزار پر لے جاتا ہے جہاں مشرکانہ افعال بکثرت ہوتے ہیں اسکے فعل کے نیک یا بد ہونے کے علاوہ مذبحہ جانور کا گوشت حلال ہے یا حرام؟

جواب:- صورت مذکورہ میں اس مذبحہ جانور کا گوشت حرام تو نہ ہوگا، اور نذر بھی ادا ہو جائے گی، لیکن ایسے مزار پر لے جا کر ذبح کرنا مشابہ شرک ہے لہذا اس فعل کا گناہ ہوگا۔^(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۹۳/۸/۹ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۰۹/۲۵)

مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کو بھگوان یا گاڈ کہنا

سوال (۱۷۷):- ایک پاکستانی مسلمان کسی وباؤ کی وجہ سے خدا وحدہ لا شریک کو خدا وحدہ لا شریک سمجھ کر بھگوان یا رام کہہ دے یا انگریزی زبان میں گوڈ (God) کہہ دے تو کیا وہ شخص دین سے خارج ہو جائے گا۔ یا کوئی کفارہ تو لازم نہیں آتا، جس شخص کا یہ واقعہ ہے وہ صدق دل سے ۲۵،۲۰ آدمیوں کے درمیان کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اقرار کرتا ہے کہ خدا وحدہ لا شریک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچے رسول ہیں پھر بھی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بھگوان، رام کہنے کہ وجہ سے تم کافر ہو گئے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:- اللہ تعالیٰ کو اللہ ہی کہنا چاہئے بھگوان یا گوڈ کے لفظ سے اجتناب کرنا چاہئے،^(۲) لیکن ایسا کہنے سے شخص مذکور کافر نہیں ہوا آئندہ احتیاط رکھے اور جس شخص نے اسے کافر کہا وہ بھی اپنی بات سے توبہ کرے، کسی کے کافر ہونے کا فیصلہ صرف اہل فتویٰ علما، کرام ہی کر سکتے ہیں کسی اور کو اس کی جسارت نہیں کرنی چاہئے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۹۷/۴/۲۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۱۵/۲۸ب)

(۱) اللهم الا ان قال يا الله اني نذرت لك ان شفيت مريضى اور ردود غائبى او قضيت حاجتى ان اطعم الفقراء الذين يباب السيرة نفيسة او الامام الشافعى او امام الليث مما يكون فيه نفع للفقراء والنذر لله عز وجل وذكر الشيخ انما هو محل لصرف النذر لمستحقه القانطين برباطه او مسجده فيجوز بهذا الاعتبار النظر ايضا البحر ۲/۶۸۲ (رد المحتار، ۲/۲۹۹، سعيد) انظر ايضا: البحر الرائق، ۲/۶۸۲، امداد الفتاوى ۴/۱۰۰، ۹۹

(۲) قال المبحث الثاني لا خلاف في جواز اطلاق الاسماء والصفات على الباري تعالى اذا ورد اذن الشرع وعدم جواز اذا ورد منعه وانما الخلاف فيما لم يرد به اذن ولا منه وكان موصوفا بمعناه ولم يكن اطلاقه موهما بما يستحل في حقه فعندنا لا يجوز وعند المعتزلة يجوز الية مال القاضى ابو بكر منا وتوقف امام الحرمين قالوا اهل كل لغة يسمونه باسم مختص بلغتهم كقولهم "خدای وتنکری" وشاع ذلك وذاع من غير تكثير وكان اجماعا قلنا كفى بالاجماع دليلا على الاذن الشرعى وهذا ما يقال انه لا خلاف فيما يرادف الاسماء الواردة في الشرع (شرح المقاصد للفتاوى، ۱/۱۷۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پہلے ”یا“ حرفِ نداء لکھنا

سوال (۱۷۸):- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پہلے حرف ”یا“ لکھنا چاہئے یا نہیں جیسے

”یا محمد“ یا صرف اللہ پاک کی ذات کے لئے مخصوص ہے جیسے ”یا اللہ“۔

جواب:- جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کریں تو اس

وقت لفظ ”یا“ کہنا ٹھیک ہے، دوسرے مواقع میں اگر لفظ ”یا“ اس عقیدہ سے لگایا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں تو یہ مشرکانہ عقیدہ ہے اور حرام ہے، اور اگر اس عقیدہ سے نہ لگایا تب بھی چونکہ سننے

والے کو اس سے حاضر و ناظر کے عقیدے کا گمان ہوتا ہے اس لئے اس سے احتیاط لازم ہے۔^(۱)

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۹۵ھ/۲۷/۸

(فتویٰ نمبر ۳۰۶/۲۶ الف)

حضور علیہ السلام کو حرفِ نداء سے خطاب کرنا

سوال (۱۷۹):- ایک مذہب کا خیال ہے کہ ”یا محمد“ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا چاہئے یا کالفظ اللہ

پاک کی ذات کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔

جواب:- اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی یا رسول کے لئے ”یا“ لفظ کا استعمال کرنا اگر اس عقیدہ سے ہو

کہ وہ حاضر و ناظر ہیں ہماری ہر بات ہر وقت سنتے ہیں یا عالم الغیب ہیں بالکل شرک ہے، اگر اس عقیدہ سے

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۰ھ/۸/۲

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۹۶۳/۲۲ ب)

(۱) قال علمائنا من قال ارواح المشائخ حاضرة يكفر (فتاویٰ البزازیة ۳۲۶/۶)

(۲) اما العرف في الذي جرى عليه اصطلاح الملاحدة والقلندرية فهو ان جميع الاشياء مباحة لك فالحق يكفر القائل وغاية الامر ان لا يرخص في التكلم بامثال هذه المقالة قلت فينبغي اوجب التباعد عن هذه العبارة ورد المحتار باب المرتد، ۴۵۹/۲ (سعيد)

(۳) وفي الخلاصة والخاتمة لو تزوج بشهادة الله ورسوله لا ينعقد ويكفر لا اعتقاده ان النبي يعلم الغيب (البحر الرائق، ۱۵۵/۳) حضرت شاد عبد العزيز صاحب محدث دہلوی تفسیر فتح العزيز میں تحریر فرماتے ہیں: انبیا، مرسلین را اوارزم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس و ہر چہ قدرت بر جمیع مقدرات ثابت کنند۔

مسجد میں لکھے ہوئے ”یا محمد“ سے لفظ ”یا“ مٹانے والا

قابل ملامت نہیں

سوال (۱۸۰): - اکثر مسجدوں کی دیواروں اور محراب پر لکھا ہوا ہے یا اللہ یا محمد۔ زید ایک مسجد کا

پیش امام ہے اور زید نے یا حرف نداء یا محمد سے منادیا اور کہا کہ ندا مافوق الاسباب اللہ ہی کو ہوتا ہے، غیر اللہ کے لئے جائز نہیں۔ قوم نے انکار کیا اور کہنے لگے کہ آپ غلطی پر ہیں اس کو پھر لکھوالیں، کیا زید اس فعل میں مصاب ہے یا غلطی پر جیسا کہ قوم والے کہتے ہیں اور قوم میں بعض یوں کہتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں تو پھر نداء لکھنے میں کیا جرم ہے بقول ان کے اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو صحابہ کرام کے خطاب کا طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس طرح تھا؟ قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام عبد یا نبی یا رسول لیا گیا ہے اس میں امت مسلمہ کے لئے احترام کا سبق پایا جاتا ہے۔

جواب:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ لفظ ”یا“ (حرف

نداء) کا استعمال صرف اس صورت کے ساتھ خاص ہے جبکہ آدمی روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے، صحابہ کرام بھی یہ لفظ اسی وقت استعمال کرتے تھے جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست خطاب کر رہے ہوں۔ باقی موقع پر اس لفظ کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ اس لفظ سے شرک کا وہم پیدا ہوتا ہے پس امام صاحب نے اگر لفظ یا منادیا ہے تو ان کو ملامت نہیں کرنی چاہئے۔

واللہ اعلم

۱۳/۱/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۹۵/۲۶ الف)

عقیدہ حاضر و ناظر، حرف نداء سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا

اور یاد ستغیر لکھنا

سوال (۱۸۱): - میرے خیال میں ہمارے محلے کی مسجد کے امام صاحب شرک میں مبتلا ہیں اور

میں اس کی مندرجہ ذیل وجوہات سمجھتا ہوں:

۱- اللہ تعالیٰ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ ۲- نماز سے دس پندرہ

منٹ پہلے (عشاء اور فجر) الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور اسی طرح کے تین جملے کہتے ہیں جبکہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔ ۳- مسجد میں مختلف جگہ پر یاد ستغیر اور اسی قسم کے بہت سے جملے لکھے ہوئے

ہیں مسجد میں اکثر و بیشتر کھڑے ہو کر سلام پڑھتے ہیں مجھے شرک کی صحیح تعریف معلوم ہوئی تو میں نے ان کے

پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے زیادہ تر بغیر جماعت کے نماز پڑھتا ہوں شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر جاننا مشرکانہ عقیدہ ہے اور اس عقیدے سے یا رسول اللہ کہنا بھی شرک ہے اور یاد انگیز بھی اگر دشگیر سے مراد اللہ تعالیٰ ہے تو یہ کلمہ کہنا جائز ہے، اور اگر غیر اللہ مراد ہے تو جو مراد ہے اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اس آواز کو سنے گا اور مدد کو پہنچے گا شرکانہ عقیدہ ہے اور اگر یا رسول اللہ اور یاد انگیز محض تحصیل برکت کی نیت سے کہا جائے تو گنجائش ہے تاہم ایسے موہم الفاظ سے پرہیز لازم ہے اور کھڑے ہو کر سلام پڑھنا بدعت ہے جسے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ضلالت اور موجب عذاب قرار دیا ہے خصوصاً کھڑا ہونا اگر اس عقیدے سے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں حاضر ہوئے ہیں کیونکہ آپ حاضر و ناظر ہیں تو اس عقیدہ مشرکانہ کی وجہ سے یہ قیام بھی بُرا ہے۔^(۱)

جن امام صاحب کا ذکر آپ نے کیا ہے چونکہ ان کے عقائد یقینی طور پر معلوم نہیں، ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اقوال کی تاویل کرتے ہوں اس لئے ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جاسکتا، البتہ جس کے اقوال و افعال یہ ہوں اس کے بدعتی ہونے میں کوئی شبہ نہیں، ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے مگر جماعت کے بغیر نماز پڑھنا اس سے زیادہ بُرا ہے، اس لئے یا تو کسی صحیح العقیدہ امام کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں اور جب یہ ممکن نہ ہو تو اسی امام کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔^(۲)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳/۱۲/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۸۲/۲۳)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

غیر اللہ کے لئے علم غیب کا حصول؟

سوال (۱۸۲) :- ماسوائے اللہ تعالیٰ کسی کو علم غیب حاصل ہے یا نہیں؟

جواب :- بیشتر لوگ علم غیب کا صحیح مطلب نہیں جانتے، نادانیت میں جھگڑتے رہتے ہیں،^(۳) علم غیب کا جو اصطلاحی مطلب ہے اس کے لحاظ سے علم غیب ماسوائے اللہ تعالیٰ کسی کو حاصل نہیں،^(۴) البتہ غیب

(۱) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نام سے سے پکارنا"۔

(۲) و فی النہر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة الذر المختار، کتاب الصلوٰۃ، ۵۶۲/۱، سعید (فی رد المحتار تحتہ: (قوله نال فضل الجماعة) افاد ان الصلوٰۃ خلفہما اولی من الانفراد

(۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: حضرت مدظلہم کی کتاب درس مسلم، ج ۱، ص ۲۵۸۳-۲۵۸۴۔

(۴) قال اللہ تعالیٰ: قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَهَیْضَعُوْنَ اٰیٰتِیْنَ یَعْلَمُوْنَ (النمل) وقال تعالیٰ: وَیَعْلَمُ مَا فِی الْغَیْبِ وَیَعْلَمُ الْغُیُوْبَ (الانعام: ۵۹)۔

کی بہت سے باتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو بتلائی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ بتلائی ہیں ان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔

واللہ اعلم

۱۱/۱۰/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۲۱/۲۳ رو)

اللہ کے سوا کوئی مشکل کشا، حاجت روا اور کارساز نہیں

سوال (۱۸۳):- ماسواء اللہ تعالیٰ کوئی پیغمبر، ولی، بزرگ، پیر، کارساز، مشکل کشا، حاجت روا ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:- اللہ تعالیٰ کے سوا خود بخود کوئی بھی کارساز اور مشکل کشا نہیں، یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ جس تصرف کی قدرت اپنے خاص بندوں کو دیدیں اس کا ظہور ان بندوں کی طرف سے ہو جاتا ہے مگر درحقیقت وہ تصرف بھی اصالتاً اللہ جل شانہ کا ہی ہے۔

واللہ اعلم

۱۱/۱۰/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۲۱/۲۳ رو)

سماع موتی کا عقیدہ

سوال (۱۸۴):- زندہ کے لئے کسی مردے کو بلانا خواہ نزدیک ہو یا دور، اور یہ کہ مردہ سنتا ہے یا نہیں۔ یہ کہیں سے ثابت ہے؟

جواب:- بعض مردوں کا بعض کلام کو سننے کی صراحت تو احادیث معتبرہ کے اندر موجود ہے مثلاً مقتولین بدر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب کرنا اور ان کا سننا، نیز قبر پر جا کر سلام کرنا اور مردوں

(۱) قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنْ الظَّالِمِينَ ۝ (یونس)۔

فی تفسیر الطبری تحت هذه الآية: قال أبو جعفر: يقول تعالیٰ ذکرہ: ولا تدع یا محمد من دون معبودک وخالقک شیئاً لا ینفعک فی الدنیا ولا فی الآخرة ولا یضرک فی دین ولا دنیا یعنی بذلك الآئمة والأصنام۔ يقول: لا تعبد ما راجیاً نفعها أو خائفاً ضرراً فإنی لا تنفع ولا تضر۔

نیز تصرف کی حقیقت سے متعلق تفصیل جاننے کے لئے ملاحظہ فرمائیے شریعت و تصوف: ولہذا لا یستحق اللہ صاحب ۳۴۴۳۳۰

(۲) عن ابی طلحة ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر باربعة وعشرين رجلاً من صنادید قریش فقد قذوا فی طور من اطواء بدر حتی قام علی شفة الرکی فجعل ینادیهم باسمائهم واسماء آبائهم فقال عمر یا رسول اللہ ماتکم من اجساد لا ارواح لہا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیذہ ما انتم باسمع لما اقول منهم الجامع الصحیح للبخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جیل ۳۹۷۶۰

عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک قتلی بدر ثلاثاً ثم اتاهم فقام علیہم فناداهم فقال یا ابا جیل بن هشام یا امیة بن خلف یا عتبة بن ربیعۃ یا شیبۃ بن ربیعۃ انیس قد وجدتم ما وعد ربکم حقاً فانی قد وجدت ما وعدنی ربی حقاً۔ فسمع عمر قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ کیف یسمعون وانی یجیبوا وقد جیفوا قال والذی نفسی بیذہ ما انتم باسمع لما اقول منهم ولكنهم لا یقدرون ان یرجیوا اصحابہ مسلم: کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب عرض مقعد المیت من الجنة، ۷۴۰۳۔

کا اسے سننا اور جواب دینا احادیث سے ثابت ہے،^(۱) اور جن مردوں کا سننا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں اس میں عقائد و شرعاً دونوں احتمال ہیں کہ سنتے ہوں یا نہ سنتے ہوں۔ اس قسم کے مسائل پر ہمارا کوئی شرعی عمل موقوف نہیں نہ آخرت میں ہم سے سوال ہوگا کہ اس کے بارے میں ہمارا عقیدہ کیا تھا لہذا ایسے مسائل میں وقت خرچ کرنا اور لڑنا جھگڑنا کسی طرح مناسب نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱/۱۰/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۲۱/۲۳ و)

نور و بشر اور حاضر و ناظر کا مسئلہ

سوال (۱۸۵): - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں یا بشر اور حاضر و ناظر ہیں یا نہیں؟
جواب: - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں ہیں، یہ صفت صرف اللہ جل شانہ کی ہے،^(۲) آپ بشر ہیں مگر ہر انسان اور فرشتے سے افضل ہیں، آپ نور معنوی ہیں اس طرح ظاہری نور نہیں جیسا کہ آفتاب یا چاند کا ہوتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱/۱۰/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۲۱/۲۳ و)

نام کے ساتھ مہدی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بطور لقب لکھنا

سوال (۱۸۶): - ایک شخص تعلیم یافتہ ہے، عقل سلیم اور اپنے ہوش و حواس خمسہ کی موجودگی میں اپنے نام کے ساتھ مہدی یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھتا ہے کیا از روئے شرع یہ لکھنا صحیح ہے؟ اور کیا یہ تعزیر ہو سکتی ہے؟

جواب: - اپنے نام کے ساتھ اپنا لقب ”مہدی“ اور ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ لکھنا بالکل جائز نہیں۔ تعزیر جاری کرنے کا اختیار صرف حکومت کو ہے عوام کو نہیں، اس کو ہمدردی اور نرمی سے سمجھائیں اگر نہ مانے تو اس سے دوستانہ تعلقات منقطع کر لئے جائیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳/۳/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۵۱۱/۲۵ ج)

(۱) عن بریدۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمہم اذا خرجوا الی المقابر فکان قائلہم یقول فی روایۃ ابی بکر السلام علی اهل الدار وفی روایۃ زہیر السلام عنیکم انہما صحیحہ مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقول عند دخول القبور، حدیث، ایضاً فی مشکوٰۃ، باب زیارۃ القبور ج ۱ ص ۵۴، قدیمی،

فی المرقاة تحت هذا الحدیث ج ۳ ص ۲۵۲ علی ان الصواب ان المیت اهل للخطاب مطلقاً لما سبق من حدیث ما من احد یعبر بقبر اخیه المؤمن یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علی السلام۔

(۲) كما قال تعالى: وَفَوْقَ مَعَكُمْ ابْنُ مَارِثُكُمْ (الدید: ۴) اَوْ نَحْنُ اَقْرَبُ اَتَمُّوْا مِنْ حَبْلِ الْوَرْدِ (سورة قی: ۲)۔

قوالی سے وجد میں آ کر پیر کو سجدہ کرنا؟

سوال (۱۸۷): - ایک شخص قوالی کراتا ہے اور حاضرین جوش و خروش سے ناپتے ہیں۔ پیر صاحب کو یا اس کے پاؤں میں بعض سر رکھ کر سجدہ کرتے ہیں، سجدہ کرنے اور کرانے والوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب :- جس قوالی میں باجا، طبلہ، سارنگی وغیرہ بجایا جاتا ہے وہ ناجائز اور حرام ہے، احادیث میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے، اس میں شرکت کرنے والے بھی گنہگار ہیں انہیں فوراً توبہ و استغفار کرنا چاہئے اور اپنے اختیار سے قوالی کے دوران ناچنا بھی گناہ ہے، البتہ اگر کوئی اتفاقاً قوالی سنتے سنتے ایسا مست ہوا کہ بالکل ہوش نہ رہا اور بے ہوشی کی حالت میں بے اختیار ناچنے لگا اور اسی بے ہوشی کی حالت میں پیر صاحب کے پاؤں میں سجدہ بھی کر دیا تو ایسا شخص اس بات پر تو گنہگار ہوگا کہ وہ ایسی قوالی میں شریک ہوا لیکن جو حرکتیں بے ہوشی کی حالت میں اس سے صادر ہوئیں ان کا اس سے کوئی مواخذہ نہیں^(۱)، اور اگر خدا نخواستہ اس نے اپنے ہوش اور اختیار سے پیر صاحب کو سجدہ کیا تو یہ فعل بلاشبہ شرک ہے۔ اسے فوراً توبہ کر کے اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہئے۔^(۲)

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ تعالیٰ عنہ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

۱۸/۱۱/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۷۷۳۴/۲۲ د)

اولیاء اللہ یا ان کی قبروں کو سجدہ تعظیمی کرنا؟

سوال (۱۸۸): - اولیاء کی قبروں کو یا خود اولیاء کو سجدہ تعظیمی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر حرام جاننے کے باوجود کوئی سجدہ کرے تو کیا وہ کافر ہے؟

(۱) الرخصة فيما ذكر من الاوضاع عند الذكر والماء للعارفين الصالحين اوقاتهم الى احسن الاعمال (رد المحتار: ۲۵۹/۳ - معید)

وفي التسهيل في الوجد مراتب وبعضه يسلب الاختيار فلا وجه للانكاذ بتفصيل انتهي (مجمع الانهر: ۲۰۰ کتاب الکرامیة فصل فی المتفرقات)

وشرائط صحتها العقل والصحو والطوع فلا تصح ردة مجنون ومعتوه وموسوس وصبي لا يعقل وسكران ومكره عليها البدل المختار: ۲۲۶

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: حق السامع مؤلفہ تھیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور اسلام آباد بوسیتی، ایف حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲) ملاحظہ فرمائیے اگلا مسئلہ بعنوان "اولیاء اللہ یا ان کی قبروں کو تعظیمی سجدہ کرنا کیسا ہے۔"

جواب :- قال الله تعالى : لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَكُمْ إِنَّكُمْ لَعِندَهُ رَاۤئِدَاتٌ تَعْبُدُونَ۔^(۱)

۲- حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ کرام نے اونٹ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ تسجد لك البھائم والشجر فنحن احق ان نسجد لك فقال اعبدوا ربكم واکرموا ائحاکم ولو كنت امر احدا ان يسجد لأحد لأمرت المرأة ان تسجد لزوجها، یہ حدیث نہیں صحابہ کرام کی روایت سے ثابت ہے۔ (تفسیر معارف القرآن ج: ۱ ص: ۱۳۱)

۳- فتاویٰ عالمگیری میں ہے: من سجد للسلطان علی وجه التحیة لو قبل الارض لا ینکفر ولكن یأثم لارتکابه الكبیرة هو المختار قال الفقیہ ابو جعفر وان سجد للسلطان بنية العبادة اولم تحضره النية فقد کفر کذا فی جواهر الاخلاطی وفي الجامع الصغیر تقبیل الارض بین یدی العظماء حرام وان الفاعل والراضی آثمان کذا فی التاتاریخانیة تقبیل الارض بین یدی العلماء والزهاد فعل الجہال والفاعل والراضی به آثمان۔^(۲)

۴- درمختار میں ہے: وكذا ما یفعلونه من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی به آثمان لانه یشبه عبادة الوثن وهل ینکفر ان علی وجه العبادة والتعظیم کفر وان علی وجه التحیة لا وصار آثمان مرتکبا للكبیرة۔^(۳)

۵- رد المحتار (شامی) میں ہے: قال القهستانی وفي الظهیریة ینکفر بالسجدة مطلقا (الی قوله) اختلفوا فی سجود الملائكة قیل كان لله تعالی والتوجه الی آدم للتشریف کاستقبال القبلة وقیل بل لآدم علی وجه التحیة والا کرام ثم نسخ بقوله علیه السلام لو امرت احدا ان يسجد لاحدا لمرت المرأة ان تسجد لزوجها (تاتاریخانیة) قال فی تبیین المحارم والصحیح الثانی ولم یکن عبادة له بل تحیة واکراما ولذا امتنع عنه ابلیس وكان جائزا فیما مضی کما فی قصة یوسف علیه السلام۔^(۴)

۶- تفسیر مدارک میں ہے: وكان سجود التحیة جائزا ثم نسخ بقوله علیه السلام لسلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حين اراد ان يسجد له لا ینبغی لمخلوق ان يسجد لأحد الا للہ تعالیٰ۔^(۵)

(۱) سورة طہ السجدة آیت: ۳۷۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، باب عشرة النساء، وما لکل واحد من الحقوق ج ۲ ص ۲۸۲ و ۲۸۳۔ انظر ایضاً السنن الصغیر للبیہقی، کتاب النکاح، ابواب العداق۔

(۳) ج ۳ ص ۶۸۰، الباب الثامن والعشرون فی ملاقات الملوك، رشیدیہ۔

(۴) کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء، ج ۶ ص ۳۸۳، سعید۔

(۵) بحوالہ بالا۔

(۶) ج ۱ ص ۲۲، المكتبة العلمية لاہور۔

۷۔ معالم التنزیل میں ہے: وکان ذالک سجود تعظیم وتحرية لاسجود عبادة کسجود

(۱)

اخوة یوسف (الی قوله) فلما جاء الاسلام ابطل ذالک بالسلام۔

مذکورہ بالا عبارات و نصوص سے واضح ہوا کہ غیر اللہ کو سجدہ جو عبادت کی نیت سے ہو وہ مطلقاً کفر ہے اور کسی بھی شریعت میں جائز نہیں رہا، اولیاء کرام یا انکی قبور کو سجدہ بہ نیت عبادت کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

البتہ غیر اللہ کے لئے جو سجدہ محض تعظیم کے لئے ہو وہ بعض کچھلی امتوں میں جائز تھا مثلاً ملائکہ کا سجدہ حضرت آدم علیہ السلام کو اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا سجدہ یوسف علیہ السلام کو مگر شریعت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں اس کو بھی حرام کر دیا گیا۔ پیچھے نمبر ۲ میں جو حدیث ذکر کی گئی ہے یہ بیس صحابہ کرام کی روایت سے ثابت ہے اور اس کا مضمون درجہ تواتر کو پہنچا ہوا ہے، اس حدیث سے اس امت میں سجدہ تعظیمی بھی مطلقاً حرام کر دیا گیا اس کے حرام ہونے پر تمام فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔

رہا یہ سوال کہ غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟ تو بعض فقہاء کے نزدیک کافر ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک کافر تو نہیں ہوتا مگر فاسق گنہگار اور مرتکب کبیرہ ہو جاتا ہے بہر حال اس کے حرام ہونے پر سب متفق ہیں جیسا کہ اوپر کی عبارات سے واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ تعالیٰ عنہ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

۱۲۵/۱۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۶۱/۱۲۵ الف)

اسلام کو تنگ نظر، ترقی کی راہ میں رکاوٹ اور اسلام کے نام پر

زندگی کو ناممکن قرار دینا

سوال (۱۸۹): - ایک مولوی صاحب اور ایک روشن خیال نوجوان کے درمیان نئے فیشن کے بال رکھنے کے متعلق یوں گفتگو ہوئی، مولوی صاحب نے کہا کہ تم نے نئے فیشن کا بال کیوں رکھا ہے؟ نوجوان نے کہا کہ ہم نوجوان ہیں، زمانہ کے ساتھ دے رہے ہیں، مولوی صاحب نے کہا تمہارے والد صاحب بھی تو اسی زمانہ میں رہ رہے ہیں۔ نوجوان نے کہا وہ پرانے آدمی ہیں، ترقی کو کیا جانیں، اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ دراصل تمہارے والد اسلامی اقدار کو اپنائے ہوئے ہیں، نوجوان نے کہا کہ اسلام تو ایک محدود اور تنگ نظر مذہب ہے آئندہ اسلام کا نام لے کر زندہ رہنا بھی مشکل ہوگا، اور اسلام کا نام لے کر ہماری قوم ترقی

نہیں رہتی، کیا ایسا نظریہ رکھنے والا دائرہ اسلام میں داخل ہے؟

جواب :- نئے فیشن کے بال رکھنا تو الگ مسئلہ ہے، لیکن جو شخص اسلام کو تنگ نظر مذہب کہے، اسلام کے نام کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ قرار دے، اسلام کے نام کے ساتھ زندہ رہنے کو ناممکن کہے اس کے یہ کلمات کفر کے کلمات کے ہیں، ایسے شخص کو فوراً تجذید اسلام اور صدقِ دل کے ساتھ توبہ کرنی لازم ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۲/۱۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۹۷۵/۲۳ ج)

اسلام کو دورِ جدید کے لئے کافی نہ سمجھنا کفر ہے

سوال (۱۹۰):- میری لڑکی کے رشتہ کے بارے میں ماموں زاد بھائی کی طرف سے زور دیا گیا ہے، مجھے بھی رشتے میں انکار نہیں، آج کل ویسے بھی موزوں رشتے نہیں ملتے اور یہ تو اپنی کفو کا اور اچھا رشتہ ہے مگر پریشانی یہ ہے کہ لڑکا جس کی عمر ۲۵ سال اور کنوارا ہے وہ موجودہ تحریک کمیونیزم اور لیسنن سے کافی متاثر ہے اور اسلام کو دورِ جدید کے لئے کافی نہیں سمجھتا اور کہتا ہے کہ چودہ سو سال پرانے زمانے کے لئے تو ٹھیک ہوگا مگر موجودہ دور میں لیسنن کے خیالات ٹھیک ہیں، اس سے پہلے بھی ایک رشتہ ہو کر انہیں خیالات کی وجہ سے لڑکی والوں نے انکار کر دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ آج کل خیالات تبدیل ہو رہے ہیں، کسی رشتہ دار کے یہاں گیا تو غلافوں میں رکھے ہوئے قرآن مجید کو دیکھ کر کہنے لگا کہ دیکھو تو کتنی مٹی چڑھ گئی ہے صاف کر دو، یا کعبہ کی طرف پاؤں نہ کرو۔ اب دل کی بات خدا ہی جانتا ہے مجھ سے تبادلہ خیال کا موقع نہیں ملا۔ اب ان حالات میں آپ مشورہ دیں کہ مجھے کیا راستہ اختیار کرنا چاہئے لڑکے کے والد حافظ قرآن تھے، موزوں رشتہ نہ ملنے کی وجہ سے پریشان خاطر ہوں۔

جواب :- اسلام کو دورِ جدید کے لئے (نعوذ باللہ) مناسب نہ سمجھنا اور موجودہ دور میں لیسنن کے خیالات اسلام کے مقابلے میں ٹھیک کہنا یہ عقیدہ کفرانہ ہے، جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو وہ دین اسلام سے خارج اور کافر ہے،^(۲) اور اس سے کسی مسلمان عورت یا لڑکی کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ اور صرف اتنی بات سے کہ قرآن کریم کے غلاف سے مٹی صاف کر دو اور کعبہ کی طرف پاؤں نہ کرو، کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا، مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر اس تعلیم کو ہمیشہ کے لئے حق جانے اور اس کا اقرار کرے جو

۱۔ من ادیان الشریعة او المسائل الذتی لامد منها کفر (مجمع الفکر ۵۰۹/۲)۔

۲۔ ایضاً شرح الفقہ الاکبر، فصل فی العلم والعلماء، ص: ۲۸۸، ۲۸۹۔

۳۔ او قال من یقدر علی ان یعمل بما امر العلماء بہ کفر ای لانه ینزل منہ امانت کلیم مالا یطاق او کذب العمداء علی

الانفس وہ کفر من قال الشرع وامثاله لا یثمین ولا ینفذ عندی کفر (الجواهر والبیواقیت ص: ۲۹۰)۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک بالکل یقینی اور قطعی ذریعہ سے پہنچی ہے، جب تک اس شخص کے عقائد صحیح نہ ہوں اس سے نکاح نہ کریں، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں مناسب رشتہ کی تلاش میں رہیں ان شاء اللہ تعالیٰ مشکل حل ہو جائے گی۔

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۸/۳/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۹۴۳/۳۲۳ ب)

ختم نبوت کا منکر کا فر ہے

سوال (۱۹۱):- زید کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی خدا ایسے بندے نامزد کرتا رہا ہے اور کریگا جن سے کوئی غلطی نہیں ہوتی اور جن کے قول فعل اتنے ہی قابل تقلید ہیں جتنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل، کیا ہم ایسے شخص کو صرف کلمہ پڑھنے کی بنا پر مسلمان کہہ سکتے ہیں؟

جواب:- یہ تو صراحتہ سلسلہ نبوت خاتم النبیین کے بعد جاری رہنے کا عقیدہ ہے جو قرآن کریم کے صریح خلاف اور کفر ہے۔^(۲)

واللہ اعلم

۹/۹/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۱۴۶/۲۲ ج)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر مبعوث ہوئے“

کے قائل کو کا فر کہنا

سوال (۱۹۲):- ایک عالم دین نے اپنی تقریر کے درمیان یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدائش (عالم نور) میں سب سے اول، بعثت میں سب انبیاء سے آخر اور قیامت کے روز فیصلہ میں سب سے مقدم بنایا ہے، ایک شخص نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعثت میں مؤخر ہرگز نہیں۔ مولوی صاحب نے قرآن شریف کی آیت **وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ... إِلَى ... يَا قَوْمِ بَعِثْ بَعْثِي أَسْمَاءَ سَمْدًا** پڑھ کر سنایا پھر بھی انکار کرتے ہوئے کہنے لگا کہ مولوی صاحب مسلمان ہیں اور نہ حاضرین، شرعاً اس شخص کا کیا حکم ہے اس کا نکاح باقی رہا ہے یا نہیں؟

(۱) واما في الشرع فهو التصديق بما علم محيى النبي صلى الله عليه وسلم به ضرورة تفصيلا فيما علم تفصيلا واجمالا فيما علم اجمالا وهذا مذهب جمهور المحققين (مقدمه فتح الملهم ۱/۴۲۷، ضبع منکبة دارالعلوم کراچی)

(۲) واما الایمان بمبدأ علیہ الصلاة والسلام فيجب بانه رسولنا في الحال وخاتم الانبياء والرسول فاذا امن بانه رسول ولم يؤمن بانه خاتم الرسول لا ينسب دينه الى يوم القيامة لا يكون مؤمنا البزازیة علی هامش الهندیة ۱/۴۲۷، رشیدیہ)

... نیز تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے حضرت مفتی محمد شفیع کی کتاب ختم نبوت

جواب :- اعتراض کرنے والے شخص کی بات غلط ہے اور ناواقفیت پر مبنی ہے اور اس نے مولوی صاحب اور حاضرین کو جو کافر کہا یہ کہنا سخت حرام ہے، مسلمان کو کافر کہنے پر سخت وعید حدیث شریف میں آئی ہے، یہ شخص اپنی بات سے فوراً توبہ واستغفار کرے اور سکون اور اطمینان سے مولوی صاحب کی پوری بات سمجھ لے، تقریر کرنے والے حضرات کو بھی تقریر میں ایسی بات کہنے سے پرہیز کرنا لازم ہے جو عوام اور ناواقف لوگ نہ سمجھ سکیں یا اس سے غلط فہمی کا شکار ہو جائیں، اگرچہ بات فی نفسہ حق ہو۔^(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۹۳ھ / ۲۴ / ۱۲

(فتویٰ نمبر ۱۸۲ / ۲۵ الف)

خدا رسول اور قرآن کریم کے منکر کافر ہے

سوال (۱۹۳) :- جو عورت خدا کو نہ مانے اور نہ ہی اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہو اور نہ ہی کلام مجید پر ایمان رکھتی ہے، اس عورت کا کیا حکم ہے؟ اس کا خاوند اس عورت کو کس صورت میں رکھ سکتا ہے؟

جواب :- جو عورت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر واقعی ایمان نہ رکھتی ہو، کافر ہے مگر کسی کے اوپر یہ حکم لگانا کہ وہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف پر ایمان نہیں رکھتا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ واضح طور پر ان کا انکار نہ کرے۔ اگر اس نے کوئی ایسی بات کہی ہے جس سے آپ نے اس کا یہ عقیدہ سمجھا ہے تو وہ الفاظ لکھ کر بھیجیں خود اس کے کافر ہونے کا حکم نہ لگائیں۔ اگر عورت پہلے مسلمان تھی بعد میں کافر ہو گئی تو نکاح ختم ہو گیا۔^(۳) واللہ اعلم

۱۳۹۴ھ / ۲۲ / ۱۲

(فتویٰ نمبر ۹۸ / ۲۵ د)

(۱) انہ سمع ابن عمر يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ايمان امرئى قال لا خيه كافر فقد باء احدهما ان كان كما قال والارجعت عنه (الجامع الصحيح لمسلم، كتاب الایمان، باب بيان من قال لا خيه المسلم یا کافر)

(۲) (فذكر ان نفعنا ان ذكر حيث تنفع التذكرة ومن هنا يؤخذ الادب في نشر العلم فلا يضعه عند غير اهله كما قال امير المؤمنين علي رضي الله تعالى عنه ما انت بمحدث قوما حديثا لا تبلغه عقولهم الا كان فتنة لبعضهم وقال حدث الناس بما يعرفون ان يكذب الله ورسوله (التفسير لابن كثير ۴/ ۲۷۰)

(۳) وقال علي حدثوا الناس بما يعرفون (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دين قوم كراهية ان لا يفهموا)

فتح الباری ۳۰۰ / ۱ (قوله حدثوا الناس بما يعرفون) اي يفهمون ودعوا ينكرون اي يشبهه عنيتهم فصح۔

(۳) والكفر لغة الستر وشرعا تكذيبه صلى الله عليه وسلم في شيء، مما جاء به من الدين ضرورة (الدر المختار، باب المرتد ج ۲ ص ۲۲۳، معید)

من لم يقر ببعض الانبياء عليهم الصلاة والسلام فقد كفر اذا انكر الى رجل آية من القرآن او تخر باية من القرآن الكريم وفي الغزاة او عاب كفر كذا في التاتلخانية (الهندية ج ۲ / ۲۱۱، ۲۱۲)

یہاں کے مولویوں کی ڈاڑھی سکھوں کی جھانٹوں کی مانند ہے،
کہنے والے کا حکم

سوال (۱۹۴): - ایک شخص جس نے روبرو شاہدین کے مندرجہ ذیل الفاظ کہے ہیں۔ ”یہاں کے مولویوں کی ڈاڑھی سکھوں کی جھانٹوں کی مانند ہے۔“ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟
جواب :- یہ جملہ بول کر اس شخص نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے جس کے باعث وہ فاسق ہو گیا اس پر فوراً توبہ واستغفار کرنا لازم ہے۔ حدیث شریف میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”سبب المسلم فسوق“ یعنی مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے العیاذ باللہ۔^(۱)
واللہ تعالیٰ اعلم

۱/۱/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۵۲/۲۵ الف)

مسلمان کو کافر کہنے والے، ڈاڑھی کی توہین کرنے والے
اور کتب حدیث کے منکر کا حکم

سوال (۱۹۵): - محمد شریف ولد کرم داد خان نے اپنے محلہ کے امام اور استاد کو ایک مسئلہ پر بحث کرتے کرتے ایسی گالیاں دیں جو قابل بیان نہیں ہیں بلکہ چند مسلمانوں کے سامنے یہ کہا کہ مولوی نہیں ہے شیطان ہے بلکہ سکھ ہے، کافر ہے ڈاڑھی تو سکھوں کو بھی ہوتی ہے بلکہ اس کو گرا کر اس کی ڈاڑھی میں پیشاب کرونگا۔ ایسے الفاظ استعمال کرنے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

حدیث شریف میں مسلم شریف، بخاری شریف، موطا امام مالک اور فتاویٰ میں فتاویٰ ہندیہ، فتاویٰ بدیع الدین صاحب وغیرہ میں ہے کہ مسلمان کو ایسے الفاظ کہنے پر کفر لازم آتا ہے چہ جائیکہ امام اور استاد۔
جواب :- مسلمان کو کافر کہنا ایسا سخت گناہ ہے کہ کہنے والے کے کافر ہو جانے کا خطرہ ہے،^(۲) اور ڈاڑھی کی توہین اگر اس عقیدہ سے کی جائے کہ چونکہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس لئے قابلِ اہانت ہے تو اس عقیدے والا شخص شرعاً کافر ہے،^(۳) مسلمانوں کو شیطان کہنا بھی حرام ہے، اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ کتابیں احادیثِ نبویہ ہیں یہ کہنا میں کہ ان کو نہیں مانتا کلمہ کفر ہے، اگر اس کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ

(۱) الجامع الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، باب بیان قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبب المسلم فسوق، حدیث: (۲۴۰)

(۲) ومن شتم عالماً او فقیہاً من غیر سبب خیف علیہ الکفر (الفتاویٰ التاتاریخانیہ، ۵/۳۵۵)

(۳) وقص الشارب من سنن الانبیاء فتقبیحہ کثر بلا اختلاف بین العلماء، (شرح الاکبر ص ۲۱۳ فصل فی العلم والعلماء)

حدیث کو نہیں مانتا تو کافر ہو گیا تجدید ایمان کرے۔^(۱)

اور اگر عقیدہ کفر یہ نہیں تھا تب بھی یہ کلمات مجموعی طور پر کفر یہ ہیں ایسا شخص فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور صدقِ دل سے توبہ کرے اور جن لوگوں کے سامنے یہ باتیں کہی تھیں ان کے سامنے اعلان کرے کہ میں نے یہ کلمات کفر یہ عقیدے سے نہیں کہے اور یہ کلمات غلط تھے، میں نے ان سے توبہ کر لی ہے۔ یہ اعلان اس لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے یہ شخص کافر نہیں ہے، اس اعلان سے نہ شرمائے، دنیا کی ندامت آخرت کے دائمی عذاب کے مقابلے میں کچھ نہیں، معاملہ اللہ کے ساتھ ہے، اگر نکاح میں بیوی ہے تو تجدید نکاح بھی کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۶ / ۲ / ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۱۳۳۱ / ۲۳ ب)

ڈاڑھی والے کو بکرا کہنے اور صحابہ کی توہین کرنے کا حکم

سوال (۱۹۶):- مسٹی سید مظہر حسین شاہ نے صوفی محمد زرداد اور مولوی احسان الحق (جنہوں نے شرعی داڑھیاں رکھی ہوئی ہیں) کو دیکھ کر مسٹی مظہر حسین نے روبرو گواہان کہا کہ وہ دونوں بکرے جارہے ہیں، حالانکہ ماسوائے ہم دونوں کے وہاں نہ تو بکری تھی اور نہ بکرا تھا، آج سے دو ماہ پیشتر سید مظہر حسین شاہ ایک ایسے شخص کا عملی معاون و مددگار رہ چکا ہے جس نے صحابہ ثلاثہ کی شان میں توہین کی اور برو نے فتویٰ وہ علاقہ بدر کیا گیا۔ سید مظہر حسین شاہ اپنے آپ کو شیعہ فرقہ سے منسلک بیان کرتا ہے، صحابہ کی بھی توہین کا ارتکاب کر چکا ہے، کل کا اس کا یہ فعل ہمارے نزدیک شرمناک ہے کیونکہ اس نے داڑھی والوں کو بکرا کہا ہے اور ہم لوگ اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں ایسے شخص کے ساتھ تعلقات، از قسم مشترکہ نماز یا جنازہ پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح اسکے جو مددگار لوگ ہیں ان کے ساتھ ہمارا تعلق رہنا چاہئے یا نہ، کیا توہین سنت اور توہین رسول میں کچھ فرق ہے؟

جواب:- اس شخص نے یہ جملہ بول کر سخت گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے اور صحابہ کرام کی توہین بھی سخت گناہ کبیرہ ہے، اہل سنت والجماعت مسلمانوں کو حق ہے کہ ایسے شخص سے دوستانہ تعلقات منقطع کر لیں اور جب تک وہ اپنی ان فبیح حرکتوں سے توبہ نہ کرے اپنی مسجد میں نہ آنے دیں اور اس کی شادی بیاہ میں

۱۱۱ والحاصل انه اذا استخف بسنة او حديث من احاديثه عليه السلام كقوله (البزازیة علی هامش الهندیة ۲/ ۳۲۸)

.. انظر أيضًا: شرح الفقہ الاکبر - فصل فی العلم والعلماء ص ۲۱۵

شرکت نہ کریں مگر جب تک اس کا صریح کفر ثابت نہ ہو، اسے کافر نہیں کہا جاسکتا جو جملہ اس نے کہا ہے محتمل التاویل ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۱۲/۲۹ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶۱ الف)

قرآن مجید اور احادیث رسول کو کہانی کہنے والے کا حکم

سوال (۱۹۷):- کیا فرماتے ہیں علماء امت ان مسائل میں کہ کسی شخص کا قرآن شریف وحدیث شریف کو کہانی کہنا کفر میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب:- قرآن شریف اور حدیث شریف کو کہانی کہنا سخت بے ادبی ہے اگر استہزاء کے طور پر کہے یا کہانی کی طرح جھوٹا کہنا مراد ہے تو کفر ہے،^(۲) العیاذ باللہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۹۲/۳/۱۸ھ

(فتویٰ نمبر ۲۹۳۲ الف)

نماز، حدیث کا منکر، ڈاڑھی کو نکما کام اور قرآن کریم کی بعض سورتوں کو

اہل محلہ کی موت کا سبب قرار دینے والا کافر ہے

سوال (۱۹۸):- ۱- ایک شخص نماز پنج گانہ نہیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ قرآن کریم میں نماز کا حکم پڑھنا نہیں بلکہ دل میں قائم کرنا ہے اس لئے صرف صبح کی نماز پڑھتا ہے اور باجماعت بھی نہیں پڑھتا۔

۲- حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو اذان سن کر نماز پڑھنے مسجد میں نہیں آتے، اس حدیث کو سن کر کہتا ہے کہ جھوٹ ہے۔

۳- اب اس شخص کی عمر ۶۰، ۷۰ سال کی ہے ڈاڑھی نہیں رکھتا اور کہتا ہے کہ ان بالوں میں کچھ نہیں، نکما کام ہے۔

۴- امام مسجد جماعت کراتے وقت قراءت پڑھتا ہے تو اس کا مذاق اڑاتا ہے کہ مولوی ہر روز ایک دوسورتیں پڑھتا ہے جس میں لوگوں کے مارنے کی دعا ہے، ابھی بستی میں چند موتیں ہوئی ہیں ان کی وجہ یہی سورتیں ہیں۔

(۱) واعلم انه لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفر خلاف ... الخ الدر المختار ج: ۲ ص: ۲۲۹۔

(۲) اذا انکر الرجل آية من القرآن او تسخر بآية من القرآن وفي الخزانة او غاب کفر کذا فی التتارخانیة (الہندیہ ج: ۱ ص: ۲۶۶)

والحاصل انه اذا استخف بسنة او حدیث من احادیثہ علیہ السلام بکفر (الہزازیة علی الہندیة ۳۲۸/۲)

جواب :- از نمبر ایک تا نمبر ۴ جو عقائد بیان کئے گئے ہیں سب ملحدانہ اور کافرانہ عقائد ہیں، اگر اس شخص کے یہی عقائد ہیں کہ پانچوں نمازیں روزانہ پڑھنا فرض نہیں سمجھتا، ڈاڑھی رکھنے کو نکما کام سمجھتا ہے، قرآن مجید کی بعض سورتوں کو محالہ کی اموات کا سبب سمجھتا ہے اور ان باتوں کا صریح طور پر اقرار کرتا ہے تو یہ شخص کافر ہے۔^(۱) اگر صریح طور پر ان عقائد کا اقرار نہیں کرتا، تاویلات سے کام لیتا ہے تب بھی فاسق ضرور ہے ایسے شخص سے دوستانہ تعلقات رکھنا جائز نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۶/۹/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۹۱۲/۲۵)

قرآن حکیم اور انبیاء کی توہین کرنا اور حضرت حسین کو انبیاء سے افضل قرار دینا

سوال (۱۹۹) :- اخبار کا ایک تراشہ ارسال خدمت ہے جس میں انبیائے کرام علیہم السلام اور قرآن کریم کی توہین کی گئی ہے اور سیدنا حضرت حسین کو انبیاء سے افضل بتایا گیا ہے، کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انبیائے کرام سے افضل ماننے والے مسلمان ہیں، اگر یہ مسلمان نہیں ہیں تو مکہ مکرمہ میں دوسرے مسلمانوں کی طرح ان کے داخلہ پر پابندی کیوں نہیں ہے؟

جواب :- پوری امت کا اجماع ہے کہ نبی سے اونچا درجہ کسی انسان صحابی، ولی، صدیق وغیرہ کا نہیں ہو سکتا،^(۲) جو شخص صراحۃً کسی غیر نبی (صحابی وغیرہ) کو نبی سے افضل قرار دیتا ہو، کافر ہے۔^(۳) منسلک تراشے کا مضمون اگرچہ غیر محتاط انداز بیان پر مشتمل ہے اور اس کے متعدد جملوں سے انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں ایک گونہ گستاخی مترشح ہوتی ہے جو بہت قبیح اور سخت ناجائز حرکت ہے، لیکن محض ان جملوں کی بنا پر

(۱) من قال لا اهل بيته جحوداً او استخفافاً او على انه لم يورث اوليس بواجب انتهي فلا شك انه كفر في الكل، شرح الاكبر فصل في القراءۃ والصنوة ۲۸۳) وفيه ص ۲۸۹ من قال لفقيه يذكّر شيئاً من العلم او يروي حديثاً صحيحاً اي ثابتاً لا موضوعاً هذا ليس بشي مردا كفر۔

ولو قال ابن جده رسم است سبنت بست كردن و دستار بزيار كنو آوردن (ما هذه العادة تقصير الشرب و ارجاء الطيلان تحت الرقبة) فان قال ذلك على سبيل الطعن في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقد كفر كذا في المحيط الهندية (۲۶۵/۲)

وفيہ ايضاً: اذا انكر الرجل آية من القرآن او تسخر بآية من القرآن وفي الخزانة اوعاب كفر كذا في التاتارخانية۔

(۲) اجمعت الامة على ان الانبياء افضل الخليفة وان نبينا عليه الصلوة والسلام افضلهم الخ (رد المحتار ج ۱ ص ۵۲)

(۳) ان الولي لا يبلغ درجة النبي لان الانبياء عليهم السلام معصومون مأمونون عن خوف الاختسة وسكر مون بالوحي فماتل عن بعض الكرامية من جواز كون الولي افضل من النبي كفر ضلالة والحاد و جهالة (شرح الفقه الاكبر ص ۱۲۱)

کسی کو کافر نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ان جملوں کی تاویل ممکن ہے اور جب تک کسی کے کلام میں تاویل ممکن ہو اس کی تکفیر سے فقہاء نے منع کیا ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۰/۱۱/۱۳۹۴ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۸۵/۲۵ الف)

”پانی پتی لہجے کے علاوہ تلاوت کرنے والے قرآن کریم کے ساتھ زنا کرتے ہیں“ کہنے والے کا حکم

سوال (۲۰۰):- ایک شخص قاری القرآن ہو اور باقی علوم دینیہ سے بھی واقف ہو اور وہ یہ کہے کہ جو قاری پانی پتی کے علاوہ قرآن حکیم کی شب و روز تلاوت کرتے ہیں اور تعلیم و تعلم کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں وہ (نقل کفر کفر نباشد) قرآن حکیم کے ساتھ زنا کرتے ہیں، ایسے جاہل حیوان نما انسان کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب:- یہ کلمہ سخت نازیبا اور گستاخانہ ہے، یہ شخص فوراً توبہ واستغفار کرے، سزا جاری کرنے کا اختیار حکومت کو ہے، شرعاً عوام کو اختیار نہیں، اگر اسلامی قانون جاری ہوتا تو اس شخص کو سزا دی جاتی۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳/۱۲/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۶۶۲/۲۵ ج)

قرآن کریم سناتے ہوئے بچے کے خاموش ہونے پر بھونکتا کیوں نہیں کہنے کا حکم

سوال (۲۰۱):- میرا لڑکا تقریباً ۹ سال کا ہے اردو کی پہلی جماعت میں پڑھتا ہے نماز بھی سکھا دی ہے، کل میں نے قرآن مجید کا سبق پوچھا تو اس نے کہا میرا سبق وَمَا لَهُمْ بِتُؤْمِنِينَ تک ہے، ختم اللہ سے سبق کیا ہے، میں نے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ تک یاد کرایا، جب قُلُوْبِهِمْ پر پہنچا تو اس کو نہ آیا، میں نے اس کو غصے میں کہا پڑھ، اس نے پھر کچھ دیر کے بعد وَعَلٰی کہا، میرے منہ سے نکل گیا ”بھونکتا کیوں نہیں ہے؟“ اس پر مجھے شرمندگی ہوئی کیونکہ میں قرآن مجید پڑھا رہا تھا، دل میں وسوسہ ہے

(۱) واعلم انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمد حسن او کان فی کفر خلاف الغرض المختار ص ۲۹، سعید۔

(۲) واستمفاء العقوبات المحکوم بها فی جرائم التعزیر من حق ولی الامر او نائبہ ایضاً ولیس لأحد غیر الإمام او نائبہ إقامة عقوبة التعزیر (التشريع الجنائی الاسلامی ج ۱ ص ۷۸۶)۔

کہ کہیں کلمہ کفر تو نہیں جس سے ایمان جاتا رہے اور تجدید نکاح کرنا پڑتا ہے یا نہیں، اللہ تعالیٰ سے اس طرح معافی مانگوں؟

جواب :- کلمہ واقعی سخت ہے مگر چونکہ غیر اختیاری طور پر نکلا ہے، نیت اس حکم کے ذریعہ کلام اللہ کی توہین کی نہ تھی، اس لئے ایمان کے منافی نہیں^(۱)، اور تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، اور توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس کلمے کو بہت بُرا سمجھیں، اس پر نادم ہوں اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عزم صحیح کر لیں اور استغفار بھی کریں اس کے بعد مطمئن ہو جائیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۲/۳/۲ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۳۱۸/۲۳ ب)

”ذکرِ خدا فانی ہے اور ذکرِ مصطفیٰ غیر فانی“ کہنے والے کا حکم

سوال (۲۰۲) :- پاکستان میں میرے والد صاحب نے ایک مرتبہ یوں کہا تھا ”کہ ذکرِ خدا فانی ہے اور ذکرِ مصطفیٰ غیر فانی ہے“ اور استدلال انہوں نے اس آیت سے کیا کہ ”کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ“ جب سب کچھ فانی ہوگا تو خدا مصطفیٰ کا ذکر کرتا رہیگا اور خدا کا ذکر کرنے والا کوئی نہ ہوگا وہ بریلوی ہیں، میرے والد صاحب پر ایسا کہنے پر کفر تو لازم نہیں آیا؟

مجھے والد صاحب کو خط لکھنا پڑتا ہے اس میں سلام لکھتا ہوں زکوٰۃ کی رقم بھیجنا چاہتا ہوں تاکہ مستحقین کو تقسیم کر دیں، کیا میں ایسا کر سکتا ہوں؟

جواب :- والد صاحب کے اس جملے سے کفر تو لازم نہیں آیا، لیکن ان کو اس طرح سے بات نہیں کہنی چاہئے تھی، آپ ان کے لئے ہدایت کی دُعا بھی کر سکتے ہیں اور فضل و کرم کی بھی، کیونکہ ان پر کفر لازم نہیں آیا، اور انہیں سلام بھی کر سکتے ہیں ان کے ساتھ وہی تعلقات رکھیں جیسے کہ ایک مسلمان بیٹے کو مسلمان باپ سے رکھنے چاہئیں، زکوٰۃ بھی حسبِ سابق ان کے ذریعہ تقسیم کر سکتے ہیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۳/۶/۱۸ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۱۸۷/۲۴۰ ہ)

(۱) وان لم یکن قاصدا فی ذلک بان اراد ان یتلفظ بلفظ آخر فجرى علی لسانہ لفظ الکفر من غیر قصد و ذلک نحو ان اراد ان یقول لا اله الا الله فجرى علی لسانہ ان مع الله آلهة اخرى او اراد ان یقول بحق اینکه تو بخدائی وما بند گان تو فجرى علی لسانہ العکس لا یکفر (الفتاویٰ التاتاریخانیہ ج ۵ ص ۳۱۲)

صحیح بات کرنے سے کفر لازم نہیں آتا

سوال (۲۰۳):- قالین کی موجودگی میں میز پر کھانا رکھ کر کرسی پر بیٹھ کر کھانے کی شرعی حیثیت کیا ہے جائز ہے یا نہیں؟ اس سوال کی وجہ یہ ہے کہ میں اور میری بیوی کرسی میز پر کھانا کھایا کرتے تھے بعض مرتبہ جی چاہا تھا کہ نیچے قالین پر بیٹھ کر کھانا کھایا جائے، میں اپنی بیوی سے اپنے خیال کو ظاہر نہیں کرتا تھا کہ کہیں وہ مذاق نہ اڑائے، ایک روز اپنے خیال کا اظہار کیا تو وہ کہنے لگی کہ میں خوش ہوں میں نے اپنے میکے میں اسی طرح کھایا کرتی تھی، اس طرح میری بیوی نے جواباً کہا کہ یہ تو معلوم نہیں کہ سنت ہے البتہ سنا ہے کہ ثواب ہوتا ہے، کھڑے ہو کر کھانے سے کرسی پر بیٹھ کر کھانا بہتر ہے اور کرسی پر بیٹھ کر کھانے سے زمین پر بیٹھ کر کھانا بہتر ہے جو کچھ تحریر کیا کسی بات سے کفر تو لازم نہیں آیا؟

جواب:- کرسی میز پر کھانا، کھانا سنت سے ثابت نہیں، اس لئے بہتر یہی ہے کہ زمین پر کوئی فرش مثلاً قالین، دری یا چٹائی وغیرہ بچھا کر اس پر بیٹھ کر کھانا کھائیں، لیکن کرسی میز پر کوئی کھانا کھالے تو اس سے بھی جھگڑنا نہیں چاہئے کیونکہ کرسی میز پر کھانا کھانا بھی گناہ نہیں، اور اس معاملے میں بیوی نے جو عمل کیا اور آپ کی اور اس کی جو گفتگو ہوئی اس سے نہ آپ پر کفر لازم آیا اور نہ بیوی پر، آپ کی بیوی نے یہ بات ٹھیک کہی نہ کھڑے ہو کر کھانے سے کرسی پر بیٹھ کر کھانا بہتر ہے اور اس سے بہتر زمین پر بیٹھ کر کھانا ہے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۸/۶/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۸۷۶/۲۳۴)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

دو متضاد باتیں سوچنے سے کفر لازم نہیں آتا

سوال (۲۰۴):- میری ایک شخص سے ایک دن بات ہوئی اس کے چلے جانے کے بعد دل میں سوچا کہ میں اس کو کہو نگاتم کو وہم ہے اور اس کا کوئی علاج نہیں، پھر خیال ہوا کہ ہر بیماری کا علاج ہے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۸/۶/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۸۷۶/۲۳۴)

جواب:- اس سے کفر لازم نہیں آیا۔

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

مرتے وقت جسے کلمہ اور توبہ نصیب نہ ہو وہ مسلمان مرایا کافر

سوال (۲۰۵):- جو آدمی کلمہ پڑھ چکا ہے مرتے وقت اس نے کلمہ نہیں پڑھا اور گناہ سے توبہ

نہیں کی وہ مسلمان مرایا نہیں؟

جواب:- جو شخص ایک مرتبہ کلمہ پڑھ چکا ہو، پھر اس نے کفر بھی نہیں کیا اور مرتے وقت کلمہ طیبہ

نہیں پڑھا، تو اس کے مسلمان ہونے میں شک نہیں کرنا چاہئے اور جو گناہ اس نے اپنی زندگی میں کئے اگر

مرنے سے پہلے ان سے توبہ نہیں کی تب بھی وہ کافر نہیں ہوا بلاشبہ مسلمان مر^(۱)، البتہ وہ شرعاً فاسق ہے، کافر

نہیں، ایسے شخص کے لئے دُعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کرنا چاہئے تاکہ گناہوں کے عذاب سے بچ

جائے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۲/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۵۶۵/۲۳ ب)

”میں کیا جانوں شریعت کیا ہوتی ہے“ کہنے والا کافر ہے یا نہیں؟

سوال (۲۰۶):- داماد محمد نذیر نے روبرو گواہوں کے سائل کو ناجائز الفاظ کہے۔ ہم نے جب

اس کو کہا خلاف شرع بات استعمال نہ کرو، تو اس نے کہا میں کیا جانوں شریعت کیا ہوتی ہے، نیز اس نے زوجہ

پر بہتان لگا کر اور اس کو مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا، زوجہ اپنے والدین کے ہاں چلی گئی، اس نے نکاح کے

وقت یہ معاہدہ کیا تھا کہ مسماۃ والدین کے پاس رہے گی اور اس کے اخراجات میں برداشت کرونگا، لیکن

درمیان میں اس نے یہ معاہدہ توڑ کر ان کو اپنے گھر لے گیا تھا تو اب اس نے مار کر واپس کر دیا ہے، اس کو تحریر

کے مطابق اخراجات دینے کو کہا گیا تو وہ بالکل انکاری ہو گیا اور کہنے لگا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں اس کو مان

وافقہ ہرگز نہیں دوں گا، ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ۱- محمد نذیر کا جملہ ”میں کیا جانوں کہ شریعت کیا ہوتی ہے“ اپنے متبادر معنی کے لحاظ سے

(۱) عن عثمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات وهو يعلم انه لا اله الا الله دخل الجنة (في الجامع الصحيح لمسلم ۴۱/۱ باب الدليل على ان من مات على التوحيد دخل الجنة قطعاً)۔

قال الشوكاني تحتہ واعلم ان مذهب اهل السنة وما عليه اهل الحق من السلف والخلف ان من مات موحداً دخل الجنة قطعاً عنی كل حال فان كان مسلماً من المعاصي كالصغير والمجنون الذي اتصل بجنونه بالبلوغ والتائب توبة صحيحة من الشرك او

غيره من المعاصي فكل هذا الصنف يدخلون الجنة ولا يدخلون النار اصلاً واما من كانت له معصية كبيرة ومات من غير توبة فهو في مشية الله تعالى فان شاء عفا عنه وادخله الجنة اولاً وجعله كالقسم الاول وان شاء عذبه ثم يدخله الجنة

فلا يدخل في النار احد مات على التوحيد ولو عمل من المعاصي ما عمل كما انه لا يدخل الجنة احد مات على الكفر ولو عمل من اعمال البر ما عمل۔

کافرانہ کلمہ ہے،^(۱) مگر چونکہ اس میں تاویل ہو سکتی ہے لہذا اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔^(۲) مگر اس نے یہ کلمہ بول کر سخت حرام کا ارتکاب کیا ہے اور ایمان کو خطرے میں ڈال دیا اسے فوراً توبہ کرنی چاہئے۔^(۳)

۲- بیوی کے حقوق ادا کرنے اس پر شرعاً واجب ہیں، ادا نہ کرنے پر سخت گنہگار ہوگا، اگر وہ بیوی کے ان حقوق کو ادا نہ کرے تو عدالتی چارہ جوئی بیوی کی جانب سے کی جاسکتی ہے۔ بہتر ہے کہ ایسی صورت میں اس سے طلاق یا خلع حاصل کر لیا جائے۔

محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

۱۳۹۱/۹/۲۳ھ

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۴۳۸/۲۲ ج)

”نہ میں شریعت جانتا ہوں اور نہ مسلمان ہوں“ کہنے کا حکم

سوال (۲۰۷):- عبدالغفور نامی گجر کو میں نے کسی بات پر کہا کہ تم مسلمان نہیں ہو، کیا تم شریعت نہیں جانتے ہو۔ وہ بولا نہ میں شریعت جانتا ہوں اور نہ مسلمان ہوں، جب تیسری دفعہ اس سے بات دہرانے کے لئے کہا تو اس نے مجھے مارنا شروع کر دیا، اب حل طلب بات یہ ہے کہ عبدالغفور ولد سردار قوم گجر نے تین دفعہ کہا ہے کہ وہ نہ تو مسلمان ہے اور نہ ہی شریعت جانتا ہے، بحیثیت مسلمان کیا اس کا نکاح اب بھی قائم ہے یا فسخ ہو گیا؟

جواب:- آپ نے اس شخص کو یہ کہا کہ تم مسلمان نہیں ہو یہ آپ نے سخت گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا، کسی مسلمان کو غیر مسلم کہنا حرام ہے، حدیث شریف میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے، آپ فوراً اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کریں اور اس شخص سے بھی معافی مانگیں،^(۴) اس نے جو جملہ آپ کے جواب میں کہا یہ کلمہ کفر ہے،^(۵) لیکن چونکہ یہ احتمال ہے کہ اس نے یہ جملہ استہزام انکاری کے طور پر کہا ہو اس لئے اس شخص کو محض اس

(۱) اقبال من شریعت چہ دائم اوقال دیوس ہت من شریعت راجد کتم یکفر (البزازیۃ علی ہامش الہندیۃ ۱/۳۳۸) انظر ایضاً: خلاصۃ الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۸۸۔ والہندیۃ ۲/۲۴۱۔

(۲) واعلم انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن (الدور المختار ج ۲ ص ۲۴۰، صید)۔

(۳) وماکان فی کونہ کفر الاختلاف فان قالہ یومر بتجدید النکاح ویالتوبۃ والرجوع عن ذلک بطریق الاحتیاط وماکان خطأ من الالفاظ ولا توجب الکفر فقاٹہ مؤمن علی حالہ ولا یومر بتجدید النکاح ولکن یومر بالاستغفار والرجوع عن ذلک واللہ تعالیٰ اعلم (التکلیف الخانیۃ ۵/۳۱۴، قدیمی)۔

(۴) قد مر تخریجہ تحت عنوان ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر میں ہجوٹ ہوئے“ کے قائل کو کافر کہنا۔

(۵) ملاحظہ فرمائیے اس صفحے کا حاشیہ نمبر ۱۔

جملے کی بنا پر کافر نہیں کہیں گے اور اس کا نکاح بھی ختم نہیں ہوا اگر یہ شخص اس جملے کی وجہ سے سخت گنہگار ہوا، فوراً وہ بھی توبہ واستغفار کرے اور احتیاطاً تجدید نکاح بھی کر لے تو بہتر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۹۳ھ / ۱۲۲۹ھ

(فتویٰ نمبر ۱۲۶۷ الف)

”زکوٰۃ مجھ پر تاوان ہے“ کہنے والے کا حکم

سوال (۲۰۸):- اگر عورت یہ کہے کہ یہ زکوٰۃ مجھ پر تاوان ہے اب تو دیتی ہوں پھر اس جمع شدہ رقم وغیرہ کو کہیں خرچ کر دوں گی اور اللہ تعالیٰ کا مجھ جیسی عورت پر بھی ظلم ہے تو کیا یہ کلمات کفریہ ہیں؟ کیا عورت مذکورہ کو ایمان کی تجدید اور توبہ لازم ہے اگر یہ کلمات کفریہ ہیں تو پھر اس سے نکاح ٹوٹ گیا ہے یا نہیں؟ اگر ٹوٹ گیا ہے تو تجدید نکاح کیسے ہوگا؟

جواب:- اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کرنا کفر ہے^(۱)، لہذا یہ کلمات کفریہ ہیں عورت فوراً صدقہ دل سے توبہ واستغفار کرے اور جن لوگوں کے سامنے یہ کلمات کہے تھے ان کے سامنے احتیاطاً کلمہ بطیبہ بھی پڑھ لے اور بتادے کہ میں نے ان کلمات سے توبہ کر لی ہے۔ احتیاطاً تجدید نکاح کرنی چاہئے، عام نکاحوں کی طرح یہ نکاح بھی ہوگا اس میں مہر بھی نیا مقرر ہوگا، عقد نکاح صحیح ہونے کے لئے کم از کم دو عاقل بالغ مرد یا انہی صفات کا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہونا ضروری ہیں، گواہوں کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا، نکاح کا اعلان کرنا ضروری نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۲ھ / ۹/۵

(فتویٰ نمبر ۱۳۹۵ / ۲۴۴)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

رضا بکفر الغیر کفر ہے یا نہیں؟

سوال (۲۰۹):- یہاں ایک مولانا صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر ایک مسلمان مرد کے پاس کافرہ عورت ہو اور وہ عورت شرک کے رسم و رواج پر کھلم کھلا گامزن ہو اور ساتھ ہی اپنے عبادت خانہ کو جاتی ہو اور اپنی اولاد کو کفر کی ترغیب دیتی ہے اور وہ مسلمان شوہر اس کو کچھ نہیں کہتا تو وہ شخص بھی کافر ہے۔ کیا یہ بات ایسی ہی ہے؟

(۱) قال ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ من نسب اللہ تعالیٰ الی الجور فقد کفر کذا فی الفصول العمادیۃ (الہندیۃ ج ۲ ص ۲۵۹ مطب موجدات الکفر)۔

(۲) فی الہندیۃ ج ۲ ص ۲۸۳ ماکان فی کونہ کفراً اختلاف فان قالنہ یومر بتجدید النکاح والتوبۃ والرجوع عن ذلک بطریق الاحتیاط۔ انظر ایضاً: التنازع الخائفة، فصل فی اجراء کلمۃ الکفر ج ۵ ص ۲۱۲۔

جواب :- یہ مسلمان مرد اگر اس کا فر عورت کے مذکورہ اعمال و افعال کو گناہ اور شرک سمجھتا ہے تو یہ مرد مسلمان ہے اور اگر عورت کے ان اعمال کو جائز سمجھتا ہے تو یہ مرد بھی کافر ہو گیا۔^(۱) واللہ اعلم

الجواب صحیح
کتبہ محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ
بندہ محمد شفیع

۱۳۹۳/۸/۲۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۴۸۰/۲۴)

”میں مسلمان نہیں ہوں، شیعہ، قادیانی ہو چکا ہوں،
میں نے مذہب چھوڑ دیا ہے“ وغیرہ کلمات کہنے کا حکم

سوال (۲۱۰) :- ایک آدمی کو تراویح کے لئے بلایا گیا تو اس نے جواب دیا کہ میں مسلمان ہی نہیں ہوں، میں کلمہ نہیں پڑھتا، میں نے روزے ہی نہیں رکھے، میں شیعہ ہو چکا ہوں، میں مرزائی ہو گیا ہوں، میں نے مذہب ہی چھوڑ دیا، کیا یہ آدمی اسلام سے خارج ہو گیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہو گئی؟

جواب :- یہ الفاظ بولنے والا سخت گنہگار ہے، اسے فوراً توبہ و استغفار کرنی چاہئے، یہ کام تو بہر حال اس کے ذمہ ضروری ہے، ویسے ان الفاظ کی بنا پر وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہوا یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ معلوم ہونے پر موقوف ہے کہ اس نے یہ الفاظ بطور استفہام انکاری کے تو نہ کہے تھے؟ اگر استفہام انکاری کے طور پر کہے تھے تو دائرۃ اسلام سے خارج نہیں ہوا اور اس کا نکاح بھی باقی ہے، البتہ ان الفاظ سے سخت گنہگار ہوا جس کا کفارہ توبہ و استغفار ہے۔ اور اگر استفہام انکاری کے طور پر نہیں کہے تھے بلکہ ان الفاظ کے ذریعہ دین اسلام چھوڑنے کی خبر دی تھی تو وہ مرتد ہو گیا ہے،^(۲) اس کی مسلمان بیوی بھی اس کے نکاح سے خارج ہو گئی، اسے دوبارہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جائے، اگر اسلام قبول کر لے تو اس پر مرتد کی سزا جاری نہیں ہوگی مگر بیوی سے نکاح دوبارہ کرنا ہوگا، اس نکاح کا مہر بھی الگ ہوگا جو پہلے نکاح کے مہر کے علاوہ ہوگا،

(۱) ان الرضا بکفر الغير انما یکون کفراً اذا کان یتجیز الکفر ویستحسنه. فاما اذا کان لا یتجیزه ولا یتحسنه ولكن احب الموت او القتل علی الکفر - فهذا لا یکون کفراً الی قوله وان رضی بکفره ليقول فی الله مالا یلیق بصفاته یکفر وعلیه الفتوی۔ (التاتل خانہ ۵/۳۱۳، فصل فی اجراء کلمة الکفر) انظر ایضاً فی الہندیۃ ۲/۵۷۷

(۲) قال هو یهودی او نصرانی او مجوسی او ہری من الاسلام وما اشبه ذلک فهو یمین عندنا، ثم لو فعله کفر لو اعتقد انه یکفر به؛ لاند رضاء بالکفر فهو کفر۔ وعلیه الفتوی (جامع الفصولین ۳۰۱/۲) وفي الہندیۃ ۲/۵۷۷ مسلم قال: انا ملحد یکفر.... الخ۔

وفي التاتل خانہ ۵/۳۱۳: ومن رضی بکفر نفسه فقد کفر۔

اور اگر اسلام قبول نہ کرے تو اس کو بتادیا جائے کہ مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے،^(۱) مگر یاد رہے کہ یہ سزا صرف حکومت ہی جاری کر سکتی ہے عوام کے لئے خود یہ سزا جاری کرنا جائز نہیں۔^(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۱/۹/۱۸ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۱۹۵/۲۲ ج)

کسی مسلمان کو منافق، یہودی، اور منکر قرآن کہنا؟

سوال (۲۱۱):- ایک عالم دین سنی، موحد، فاضل مظاہر علوم خطیب شہر کو ایک اسکول ماسٹر یہودی، منافق، ظالم، مکار، خائن منکر آیات قرآن جیسے الفاظ کی گالیاں دیتا ہے۔

جواب:- مسلمان کو منافق، یہودی، یا منکر آیات قرآن کہنا مسلمان کی توہین اور گناہ کبیرہ ہے۔^(۳)

واللہ اعلم

۱۳۹۲/۴/۱۲ھ

(فتویٰ نمبر ۷۳۲/۲۵ ج)

کسی مسلمان کو کافر یا کفر سے بدتر جیسا کہنا

سوال (۲۱۲):- کسی مسلمان کو کافر کہنا یا کفر سے بدتر کہنا یا کافر جیسا کہنا درست ہے؟ بعض

حضرات جذبات میں کہتے ہیں کہ ایرانی کافر ہیں؟ یا بنگالی کافر ہیں؟

جواب:- کسی مسلمان کو کافر یا کفر سے بدتر یا کافر جیسا کہنا سخت حرام اور گناہ ہے۔^(۴)

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۳/۱۱/۱۶ھ

(فتویٰ نمبر ۱۸۰۲/۲۴ ج)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(۱) من ارتد عرض علیہ الحاکم السلام استجابا ثلاثۃ ایام یعرض علیہ الاسلام فی کل یوم منها (خانیۃ) ان استعمل

ای ظلم المہلۃ والا قتلہ من ساعتہ الا اذا رجع اسلامہ بدائع (الدور المختار ۲۲۵/۲)

(۲) قد مر تخریجہ تحت عنوان ”پانی پتی لہجے کے علاوہ تلاوت کرنے والے قرآن کریم کے ساتھ زنا کرتے ہیں“ کہنے والے کا حکم (سوال ۴۰۰)۔

(۳) عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر (الجامع الصحیح

لمسلم، کتاب الایمان، باب بیان قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر)۔

(۴) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ایما امری قال لا خیۃ المسلم کافر۔ فقد بآء بها احدهما، ان کان کما قال والارجعت

علیہ (الجامع الصحیح لمسلم، باب بیان من قال لا خیۃ المسلم یا کافر)

کسی مسلمان کو کافر کا بچہ یا یہودی کہنا

سوال (۲۱۳):- کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ دو اسکول کے طلبہ جو اس دور جدید کی وضع قطع سے آراستہ ہیں، ایک عربی مدرسہ میں فون کرنے کی غرض سے گئے مولوی صاحب جن کے پاس فون کی چابی رہتی ہے ان سے ملے۔ مولوی صاحب کو ان کی وضع قطع نامناسب معلوم ہوئی، بہت جرح و قدح کی اور طرح طرح کے سوالات کئے، انہوں نے اپنے دفاع کی خاطر ایسے جوابات دیئے جس سے مولوی صاحب کو بہت غصہ آیا، طرفین سے بحث و تکرار تیز ہو کر آخر نوبت دست درازی اور ہاتھ پائی تک پہنچ گئی۔ اس اثنا میں ایک اور مولوی جھگڑے میں شامل ہو کر دونوں میں سے ایک کو خوب مارا۔ مارنے کے دوران مولوی صاحب کی زبان سے جو گالیاں نکلی ہیں وہ بالفاظ نقل کی جاتی ہیں، تم کافر کا بچہ ہو، تمہارا باپ عیسائی اور یہودی ہیں، آج سے تم کو، تمہارے باپ کو مسجد و مدرسہ کے احاطہ کے اندر قدم تک رکھنے نہیں دوں گا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کسی مسلمان کو شرعاً ایسی گالیاں دینے کی گنجائش ہے یا نہیں، کیا کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ کسی مسلمان کو مدرسہ، مسجد میں آنے سے روکے، ہر دو صورت میں مولوی صاحب کا اس نوعیت کا تشدد شرعاً کیسا ہے اور مولوی صاحب کا کیا حکم ہے؟

جواب:- مسجد و مدرسہ میں کوئی آکر مسجد و مدرسہ کی املاک کو نقصان پہنچائے یا نمازیوں یا پڑھنے پڑھانے والوں کے کام میں خلل اندازی کرے تو انہیں آنے سے روکا جاسکتا ہے، ورنہ کسی مسلمان کو مسجد میں آنے سے روکنا جائز نہیں، اور کسی مسلمان کے بیٹے کو کافر کا بچہ یا کسی مسلمان کو یہودی یا عیسائی کہنا سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔^(۱) ایسا کہنے والے کو فوراً توبہ و استغفار کرنی لازم ہے اور جس کو کہا ہے اس سے بھی معاف کرائے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۲/۱/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۲۵۳۰ الف)

سب علمائے دیوبند و بریلوی کو کافر کہنے والے کا حکم

سوال (۲۱۳):- ایک شخص نے یہ کہا کہ علمائے دیوبند اور بریلوی سب کافر ہیں، کیا ایسے شخص کے ساتھ برادری بھائی چارہ جائز ہے یا ناجائز ایسے شخص کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۱) ملاحظہ فرمائیے: درس مسلم ج ۱ ص ۲۱۰، نیز ملاحظہ فرمائیے: تبیین الحقائق، فتح القدیر، فصل فی التعزیر، المحيط البرہانی، کتاب القضاء، الفصل الخامس والعشرون فی المبین، ج ۸، ص ۷۷۔

جواب :- اس شخص نے سخت حرام گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے،^(۱) جب تک یہ شخص توبہ نہ کرے اس

واللہ اعلم

سے دوستانہ تعلقات منقطع رکھے جائیں۔

۱۱/۱۱/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۴۴۵/۲۵)

کسی مسلمان کے بارے میں مرزائی ہونے کا اعلان کیا تو اس کا حل

سوال (۲۱۵) :- زید ایک معزز دیندار آدمی ہے وہ کسی کی ایماء پر نادانستہ طور پر ایک غلطی کر بیٹھا، وہ یہ کہ اس نے دو کٹر مرزائیوں کے متعلق ایک جلسہ میں بائیکاٹ کا اعلان خفیہ طور پر رقعہ دیکر کرادیا، اور ساتھ ہی ایک تیسرے شخص بکر کا نام بھی بکر کے مخالف کے کہنے پر لکھ دیا بکر سب سے حلف لے رہا ہے کہ ایسا کس نے کیا، بکر زید سے حلف اٹھوانا چاہتا ہے اگر جھوٹا حلف قرآن پر باتھ رکھ کر اٹھاتا ہے تو ایمان کا خطرہ ہے ورنہ جان کا خطرہ ہے، شدید فساد کا احتمال ہے شرعاً کیا کرنا چاہئے؟

جواب :- اگر بکر مرزائی نہیں ہے اس کے مخالفین نے اس پر مرزائی ہونے کی جھوٹی تہمت لگائی ہے تو اس تہمت لگانے اور اس کا اعلان کرنے میں جس جس نے حصہ لیا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کریں، یہ نہایت سنگین گناہ ہوا، آئندہ پوری احتیاط رکھیں، اس تہمت سے چونکہ بکر کو اذیت پہنچی اسلئے اگر امید ہو کہ وہ نقصان نہیں پہنچائیگا تو اس سے معافی مانگ لیں اور جو اعلان اس کے بارے میں غلط کیا گیا تھا اس کی تردید کا اعلان بھی کر دیں، اگر اس کے علم میں لانے اور معافی مانگنے پر معافی کی امید نہ ہو اور اس کی ایذا رسانی کا خطرہ تو کم از کم اتنا ضرور کریں کہ جس طرح خفیہ طور پر پہلا اعلان کرایا تھا تردیدی اعلان بھی اسی طرح کر دیں۔

واللہ اعلم

۱۹/۸/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۶۱۹/۲۵)

کاہنوں اور نجومیوں کی خبروں کو سچا سمجھنا اور انہیں عالم الغیب تسلیم کرنا

سوال (۲۱۶) :- ”من اتی کاہنا فصدقہ بما یقول فقد بری مما انزل علی محمد

صلی اللہ علیہ وسلم“ شامی میں بزاز یہ سے نقل ہے: یکفر بادعاء علم الغیب وباتیان الکاهن وتصدیقہ۔

ان حوالہ جات کے رو سے ان کا مرتکب مسلمان دین سے خارج ہے اور اس کا نکاح ٹوٹ جاتا

(۱) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان ”کسی مسلمان کو منافق، یہودی اور منکر قرآن کہنا“ نیز ملاحظہ فرمائیے: ”ایمان و کفر قرآن کی روشنی میں“ از مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ جس: ۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳

ہے اگر زوجین میں سے کوئی ایک کا ہنوں، نجومیوں کی باتوں کو سچا جانے کیا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، اور تجدید نکاح ہو سکتا ہے؟

جواب :- جو مرد کا ہنوں اور نجومیوں کی خبروں کو سچا جانتا ہوں اور انہیں عالم الغیب مانتا ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے،^(۱) مسلمان عورت سے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا، اور جو مسلمان عورت اس کے نکاح میں پہلے سے موجود ہو اس سے اس کا نکاح ٹوٹ گیا اور جب تک وہ اپنے اس شرک کا نہ عقیدے سے توبہ نہ کرے دوبارہ نکاح بھی اس مرد سے اس عورت کا نہیں ہو سکتا۔ اور نکاح جب ختم ہو چکا تو اب اگر وہ مرد اپنے اس عقیدے سے توبہ بھی کر لے تب بھی اس عورت سے جبراً تجدید نکاح نہیں ہو سکتی۔^(۲) واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

۱۳۹۱/۹/۲۵ھ

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۷۱۲۵/۲۲ ج)

میدان جہاد سے فرار ہونا اور شہادت کو کتے کی موت سے بدتر کہنا

سوال (۲۱۷) :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے امام مسجد مجاہدین میں بھرتی ہوئے اور تقریباً چھ ماہ بعد وہاں سے چوری چھپے فرار ہو گئے اور گاؤں میں دوبارہ امامت کرنے لگے۔ جب مجاہدین کو ان کے فرار ہونے کا علم ہوا تو دوبارہ ان کو پکڑ کر محاذ پر لے گئے۔ امام صاحب کے بار بار اس فعل پر متقی اور پرہیزگار نمازی امام صاحب سے متنفذ ہو کر ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور امام صاحب اعلانیہ کہتے ہیں کہ محاذ پر مجاہد کی موت (شہادت) کتے کی موت سے بھی بدتر ہے، اس سے یہ بہتر ہے کہ انسان گھر پر ہی خودکشی کرے ایسا عقیدہ رکھنے والے کے لئے شرعی حکم کیا ہے ان کے پیچھے نماز شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

کیا یہ عقیدہ باطلہ رکھنے والا کوئی بھی مسلمان از روئے اسلام مسلمان کہلانے کا حقدار ہے؟ جبکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں تیرے راستے (جہاد) میں بار بار مارا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور مارا جاؤں۔

(۱) (قولہ فقد برئ الذی کفر وهو محمول علی الاستحلال او علی التهديد او علی الوعيد.. وفي رواية لا حمد والحاكم عن ابی هريرة بن عراف او كاهنا فصدقه بما يقول فقد كفر بما انزل علی محمد) (المیزان، باب الکھانة، الفصل الثانی بر ۸ ص ۳۶۶)

والحاصل ان الکاهن من يدعی معرفة الغیب باسباب وهي مختلفة، فلذا انقسم الي انواع متعددة: كالعراف والرمال والمنجم... والکل مذموم شرعاً محکوم علیہم وعلی مصدقہم بالکفر وفي البزازیة یکفر باذعان، علم الغیب ویتأین الکاهن وتصدیقه، رد المحتار، باب المرتد تحت مطلب فی الکاهن والعراف، بر ۲ ص ۲۰۲، (عید)

(۲) کیونکہ نکاح ایک عقد ہے جو باہمی رضامندی سے انجام پاتا ہے کسی فریق پر جبر کرنا جائز نہیں۔ ۱۲ م

جواب :- جو شخص لشکرِ اسلام کے ساتھ شریکِ جہاد ہو، پھر لڑائی کے درمیان ہی موت کے خوف سے فرار ہو جائے وہ سخت گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے^(۱)، جب تک وہ اس گناہِ عظیم سے توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور جو شخص اسلامی جہاد میں شہادت پا جانے کو کتے کی موت کے برابر یا اس سے بھی بدتر کہے اس کے فاسق ہونے میں تو شک ہی نہیں اور خطرہ دائرۃ اسلام سے نکل جانے کا قوی ہے^(۲)، لیکن یاد رہے کہ یہ تو اصل مسئلہ ہے جو لکھا گیا ہے، مگر یہ بات کہ واقعہ کوئی شخص اس جرم کا مرتکب ہوا ہے یا نہیں یا اگر ہوا ہے تو اس نے کن حالات میں یہ جرم کیا ہے اور کس تاویل سے کیا ہے؟ جب تک یہ سب باتیں خود اس کے بیان سے صراحتہ معلوم نہ ہوں اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱/۱۱/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۵۹/۱۲۳ الف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کدورت تھی، کہنے والے کا حکم

سوال (۲۱۸) :- شریعتِ غرہ میں ایسے شخص کے بارے میں جو اپنے آپ کو عالمِ دین ہونے کا مدعی ہو، جو یہ کہتا ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کدورت تھی اور اپنے استدلال میں حضرت وحشیؓ کے واقعہ کو پیش کرتا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کدورت نہ ہوتی تو آپ حضرت وحشیؓ کو یہ نہ فرماتے کہ میرے سامنے نہ آیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے دل میں کدورت تھی۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں وحشی کا ایمان معتبر ہوگا؟ اور وہ صحابی کہلانے کے مستحق ہوں گے؟ اور جس کی طرف سے کدورت ہو، کیا وہ شفاعت کا مستحق ہو سکتا ہے؟ کسی مفتی کا یہ جواب کدورت کی دو قسمیں ہیں، اختیاری، غیر اختیاری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کدورت غیر اختیاری تھی جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان وحشیؓ کو هل تستطيع ان تغيب عني وجهك اس پر دال ہے اور کیا اس جملہ سے کدورت ثابت ہوتی ہے۔

۱ (۱) قال الله تبارك وتعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُضِيَتْ إِلَيْكُمُ الرِّبَا فَمَا لَكُمْ إِلَىٰ بَعْضِكُمْ لَئِيْلًا (سورة الاحقاف)

فی تفسیر المظهری تحت هذه الآية، ج ۲ ص ۲۰۴ الغرار من الزحف كبيرة من الكبائر وعلى هذا أكثر أهل العلم وبه قال الأئمة الأربعة من الفقهاء الخ۔

وفی روح المعانی (تحت هذه الآية) ج ۹ ص ۱۸۲: وهذا اذا لم يكن العدو أكثر من الضعف، لقوله تعالى (الآن خفف الله عنكم) الآية اما اذا كان أكثر فيجوز الفرار فالاية ليست باقية على عمومها والى هذا ذهب أكثر أهل العلم۔

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اجتنبوا السبع الموبقات۔ قالوا يا رسول الله وما من قال الشرك بالله والسحر وقتل النفس التي حرم الله إلا بالحق واكل الربوا واكل مال اليتيم والتولي يوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الفاحشات (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب قول الله ان الذين ياكلون اموال اليتامى، كتاب المحاكم بين، باب رمي المحصنات، صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان الكبائر)۔

(۲) من اهان الشريعة او المسائل التي لا بد منها كفر (مجمع الانهر ج ۲ ص ۵۰۹)

یہ مدعی عالم امامت بھی کرتے ہیں اور نماز کے اندر ایسی نازیبا حرکتیں کرتے ہیں جو کہ مفسد صلوٰۃ ہیں جب کوئی مقتدی ان کو ٹوکتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ مجھ پر تنقید کرنے والے نطفہ حرام ہیں ایسے امام کے پیچھے کیا نماز ہو سکتی ہے؟

جواب :- اگر امام صاحب مذکور کی مراد کدورت سے کینہ اور بغض ہے تو امام صاحب اپنے اس قول سے توبہ و استغفار کریں اور اپنے رجوع کو کم از کم ان لوگوں پر ظاہر کر دیں جن کے سامنے انہوں نے یہ بات کہی تھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مسلمان کے بارے میں کینہ رکھنے قطعاً پاک تھے، اور اگر کدورت سے مراد طبعی رنج و غم ہے جو غیر اختیاری ہوتا ہے تو یہ مراد لینا غلط نہیں ہے، لیکن ایسے الناظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق استعمال کرنے سے پرہیز لازم ہے جن میں تنقیص کا پہلو نکلتا ہو اور کدورت ایسا ہی لفظ ہے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳/۷/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۶۹۰/۲۶ د)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

”میں قرآن نہیں مانتا“ کہنے والے کا حکم

سوال (۲۱۹):- زید نے کسی چیز کا دعویٰ کیا، بکر نے انکار کر دیا، زید نے کہا تیری بات کا کیا اعتبار، بکر نے کہا قرآن پکڑ کر حلف دوں گا تو زید نے کہا میں قرآن نہیں مانتا ہوں اس سے پہلے بھی زید نے دو تین مرتبہ قرآن اٹھا کر حلف اٹھایا ہے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب :- زید نے اگر واقعی یہ کہا ہے کہ میں قرآن نہیں مانتا ہوں تو وہ کافر ہو گیا ہے اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے الگ ہو گئی ہے۔

زید پر تجدید ایمان بھی ضروری ہے اور تجدید نکاح بھی ضروری ہے، تجدید نکاح کے بغیر بیوی کے لئے اس کے پاس رہنا حرام ہے۔

واللہ اعلم

عبد الغفار عفا اللہ عنہ

جواب صحیح ہے اور جب تک زید راہ راست پر نہ آئے اور اپنی حرکتوں سے توبہ نہ کرے اس سے دوستانہ تعلقات منقطع رکھے جائیں۔

محمد رفیع عثمانی

۱۱/۱۱/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵۱۵/۲۵ ز)

جواب :- ایسے شخص سے جب تک صریح کفر صادر نہ ہو اسے مسلمان ہی کہا جائے گا، کافر کہنا

جائز نہیں۔^(۱)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۱/۱۱/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۱۰/۲۲۲ د)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

سود خور، زانی، دھوکے باز اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور قرآن کے منکر کا حکم

سوال (۲۲۳) :- جو مسلمان سود کھائے، اور کسی کو بیٹی بنا کر اس سے زنا کرے، اور کسی مسلمان

کو دھوکا دے، اور جس کا اللہ اور رسول اور قرآن پر ایمان نہ ہو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

جواب :- گناہ کبیرہ ہیں، ایسے شخص کو فوراً توبہ کرنی لازم ہے ورنہ سخت عذاب کا مستحق ہے، لیکن

اگر عقائد ٹھیک ہوں تو ان گناہوں سے کافر نہیں ہوا، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے وجود یا توحید کا قائل نہ ہو یا کسی

رسول کی رسالت یا قرآن کریم کے کتاب اللہ ہونے کا منکر ہو، وہ کافر ہے۔^(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۸/۶/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۸۶۰/۲۲۳ د)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

مسلمان لڑکی اگر کسی کافر کے ساتھ بھاگ جائے

تو وہ کافر ہوگی یا نہیں؟

سوال (۲۲۴) :- ایک مسلمان لڑکی ایک بد مذہب چینی کافر کے ساتھ آج سے تین سال قبل

بھاگ گئی تھی، اس سے ایک بچہ بھی پیدا ہوا، تین سال کے بعد اس لڑکی کی ماں نے اپنی لڑکی کو واپس لائی،

(۱) عن جناد بن ابی امیہ قال: دخلنا علی عبادۃ بن الصامت وهو مریض قال دعانا النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فیابعدنا - وان لا ننازع الامر اهلہ الا ان تردوا کفر! بواحا عندکم من اللہ فیہ برهان (البخاری مع فتح الباری ۶/۱۳ کتاب

الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سترون بعدی امورا تنکرونہا)

وفی المرقاة فی شرح حدیث زید تحت قوله صلی اللہ علیہ وسلم وان زنی وان سرق (ج ۱ ص ۱۰۰) فیہ دلالة علی ان اهل

الکبار لا یسلب عنهم اسم الایمان، فان من لیس بمؤمن لا یدخل الجنة وفاقاً۔

(۲) یکفر اذا وصف اللہ تعالیٰ بما لا یتلیق بہ ... او انکر وعده او وعبدہ او جعل له شریکا (الترغیب والترہیب ۲/۵۸۰) وفیہ

۲/۶۱۳ من لم یقر ببعض الانبیاء علیہم الصلاة والسلام فقد کفر ... وفیہ ۲/۶۱۶ اذا انکر الرجل آیة من القرآن الی قوله

او غاب کفر۔

جبکہ اس کا چینی کافر شوہر جس کے ساتھ بھاگ کر گئی وہ پولیس چھاپہ کے دوران مارا گیا تھا، اس کا کوئی پالنے والا نہ تھا، لہذا لڑکی کی ماں نے ایک مولوی صاحب کو بلایا اور کہا کہ ہم اس لڑکی کو دوبارہ اسلام میں داخل کرنا چاہتے ہیں، اور مولوی صاحب نے کہا آسان بات ہے لڑکی کو سفید کپڑے پہنا دو اس کا نام تبدیل کر اکر اس کو کلمہ پڑھا دیا پھر مسلمان ہو گئی، پرانے اسلامی نام کی جگہ دوسرا اسلامی نام رکھ دیا، پھر ایک لڑکے کے ساتھ اس کے نکاح کا بندوبست کر دیا اور نکاح کی تاریخ ۲ مئی ۱۹۷۳ء مقرر ہو گئی، ایک سوات کے مولوی صاحبؒ

سے بھی کہا گیا کہ آپ بھی اس نکاح میں شرکت کریں تو اس قاضی صاحب نے کہا کہ یہ اس طرح مسلمان نہیں ہو سکتی، یہ اسلام چھوڑ کر کافر ہو گئی تھی اس کو سزا دینی تھی اور اس کا منہ کالا کر کے چالیس دن گھر میں بند کر کے رکھنا تھا تا کہ دوسری لڑکیوں کو عبرت ہو، لیکن پہلے والے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس کو کافر نہیں کہا جاسکتا، بلکہ زانیہ کہا جائے گا۔ دوسرے قاضی کہتے ہیں کہ بالکل کافر ہے تین سال کافر کے ساتھ گزارے ہیں حرام کھایا ہوگا، سور کا گوشت کھایا ہوگا، اس نے بت کی پوجا کی ہوگی، مولوی صاحب نے کہا اس کی کون گواہی دینے والا ہے، لہذا یہ گنہگار ہے کافر نہیں، آخر ان دونوں میں ہم کس کی بات کو صحیح تصور کریں۔

جواب :- اس کافر لڑکے کے ساتھ رہنے اور زنا کرنے سے یہ لڑکی کافر قرار نہ دی جائے گی جب تک کہ کوئی صریح دلیل اس کے کفر پر نہ ہو، پھر اس کو اس کی مرضی کے مطابق کلمہ پڑھوایا دیا گیا اور اسلامی عقائد اس نے اختیار کر لئے تو اب اس کے مسلمان ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ جو سخت گناہ اس سے سرزد ہوا تھا اس سے صدق دل کے ساتھ توبہ کرے تو وہ گناہ بھی معاف ہو جائے گا۔ جس ملک کا یہ واقعہ ہے وہاں اسلامی حکومت قائم نہیں، اگر اسلامی حکومت ہوتی تو اس پر زنا کی سخت سزا جاری کی جاتی۔ عوام کو سزا جاری کرنے کا اختیار نہیں، اس لئے اس لڑکی پر اب سزا جاری نہ کی جائے۔^(۱) اور اس سوات کے مولوی صاحب نے جو طریقہ مشرف باسلام کرنے کا بتایا ہے صحیح نہیں، جب یہ لڑکی اپنے والدین کے گھر تھی اور اس وقت غیر شادی شدہ تھی اور بعد میں بھی کوئی نکاح نہیں ہوا تو اب اپنے گھر آنے کے بعد کسی مسلمان مرد سے نکاح ہو سکتا ہے، البتہ اگر زنا سے حمل قرار پایا ہے تو جب تک وضع حمل نہ ہو، شوہر اس سے نکاح کے بعد محبت نہیں کر سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۷/۴/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۷۵۳/۲۳ ج)

(۱) قد مرقہ تخریجہ تحت عنوان ”پانی پتی لہجے کے علاوہ ثلاثت کرنے والے قرآن کریم کے ساتھ زنا کرتے ہیں“ کہنے کا حکم۔

غیر مسلم کے برتن میں پانی پینے سے ایمان ختم نہیں ہوتا

سوال (۲۲۵):- ایک شخص نے عیسائی کے گھر اس کے برتن میں پانی پی لیا اور پانی جان بوجھ کر پیا اور یہ معلوم نہ تھا کہ وہ عیسائی ہے، اس کے بعد سے دل کو سخت پریشانی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایمان باقی رہا یا دوبارہ تجدید ایمان کرنا ہوگا؟

جواب:- ایمان باقی ہے تجدید ایمان کی ضرورت نہیں۔^(۱)

واللہ اعلم

۸/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۶۹۵/۲۵)

مرغے کے گوشت کو قربانی کا گوشت کہنے سے کفر لازم نہیں آتا۔

سوال (۲۲۶):- ماسکو میں عورتیں پردہ نہیں کرتیں اس پر بڑا پشیمان ہوں کہ روس کیوں آیا، میں اور میری بیوی یہاں ایک ایسے مکان میں رہ رہے ہیں جس میں ایک بڑا کمرہ ہے اور باورچی خانہ علیحدہ ہے، اچانک ایک روز دروازے کی گھنٹی بجی میں نے فوراً دروازہ کھولا تو میرے افسر اور اس کی بیوی تھی میں نے ان کو اندر بٹھایا اور بیوی کو چائے بنانے کو کہا، کچھ دیر کے بعد میں باورچی خانہ میں گیا اور بیوی سے کہا کہ چائے اندر لے آؤ، وہ کہنے لگی میں اندر نہیں جاتی۔ ایک دو مرتبہ پھر بیوی کو کہا کہ اندر چائے لے چلو اور ساتھ ہی جلدی میں زبان سے یہ بھی کہا کہ چلو نا وہ لوگ کیا کہیں گے، تو بیوی نے کہا مجھے شرم آتی ہے اندر نہیں جاتی، میں نے ان کو کہا ٹھیک ہے تم نہ جاؤ، کیونکہ فوراً ذہن میں آ گیا کہ اس طرح دباؤ نہیں ڈالنا چاہئے، اور ساتھ ہی فوراً ذہن میں باورچی خانہ کے اندر ہی یہ آیا کہ کہیں اس فقرہ سے دین کی توہین تو نہیں ہوتی ہے؟ اگر میرے افسر کی بیوی نہ ہوتیں تو میں بیوی کو یہ نہ کہتا کہ وہ اندر چلے، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ جو فقرہ کہا ہے کفریہ کلمہ تو نہیں؟

۲- ہمارے افسر جن کا تذکرہ ابھی کیا ہے ہمارے گھر کے قریب ہی رہتے ہیں اور مرزائی ہیں۔

میں ایک بڑا سامرغ زندہ لایا اور ذبح کیا۔ گوشت کافی تھا سو چاکر افسر کے فریج میں جا کر رکھ دیا جائے، ایک پلیٹ میں میں نے کچھ گوشت لیا، دوسری پلیٹ میں میری بیوی نے گوشت رکھا، افسر کے گھر میں جا کر گھنٹی بجائی بیوی کہنے لگی کہ قربانی کا گوشت ہے، میں نے جان بوجھ کر اس کی بات کی طرف توجہ نہ دی، پھر کہنے لگی

(۱) قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ: ویکرہ الاکل والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل، ومع هذا لو اکل او شرب فیھا قبل

کہ قربانی کا گوشت ہے، ایک دوسرے پھر کہا، میں نے اسے سمجھایا کہ وہ ایسا نہ کہے، مگر پھر بھی اس نے ایک دوسرے کہہ دیا کہ قربانی کا گوشت ہے، میری بیوی کا مقصد قربانی کا تسخیر انا نہ تھا بلکہ گوشت کی زیادتی دیکھ کر اس کو قربانی یاد آگئی، اور دروازے پر گوشت کا لیکر کھڑا ہونا، قربانی کی سی کیفیت تھی، اس لئے سمجھتا ہوں کہ کفر لازم نہ آیا، کیونکہ بہشتی زیور میں پڑھا تھا کہ اگر کوئی یوں کہے کون اٹھک بیٹھک کرے (نماز کے متعلق) تو کافر ہو جاتا ہے، کیونکہ اس نے نماز کی ہتک کی ہے۔

جواب :- سوالات میں آپ نے اپنے اور اپنی بیوی کے جتنے اقوال اور افعال ذکر کئے ہیں ان میں سے کسی سے نہ طلاق واقع ہوئی اور نہ آپ پر یا آپ کی بیوی پر کفر لازم آیا، آپ نے اپنے اور بیوی کے جتنے کلمات ذکر کئے ہیں ان میں سے کوئی بھی کلمہ کفر نہیں۔ لہذا خواہ یہ کلمات اپنے اختیار سے کہے ہوں یا بلا اختیار اور اس کے معنی جانتے ہوئے کہے ہوں یا بلا جانے کسی حال کفر لازم نہ آیا، آئندہ آپ کفر اور طلاق کے مسائل میں غور کرنا یا کتابوں میں ان کا مطالعہ فوراً ترک کر دیں، خواہ مخواہ نہ خود پریشان ہوں نہ بیوی کو پریشان کریں، اس قسم کے توہمات میں پڑنا کوئی دینداری کی بات نہیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۱/۶/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۸۲۸/۲۳)

جواب بالکل درست ہے آپ کو شش کریں کہ سعودی حکومت کے سفارت خانے میں منتقل ہو جائیں یا لیبیا میں یہاں منکرات و فواحش کم ہیں، آپ نے روس جیسے دہریہ ملک کو پسند کیا یہ سخت غلطی ہے اور قادیانیوں سے کم سے کم میل جول رکھیں۔

محمد عاشق الہی

اللہ تعالیٰ کی خاص صفت کو غیر اللہ کے لئے استعمال کرنے کا حکم

سوال (۲۲۷) :- چند دن ہوئے یہاں ایک عرس ہوا نعت خوانی میں یہ شعر پڑھا گیا:

نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا

اس کا جو حکم تھا سیف قضاے مبرم

کیا صاحب مزار کے بارے میں ایسا کہنا جائز ہے؟

جواب :- اول تو عرس ہی ناجائز اور بدعت ہے، پھر حکم کی جو صفت اس شعر میں بیان کی گئی

ہے وہ صرف خدا تعالیٰ کے حکم پر صادق آتی ہے کسی اور کے حکم کی یہ صفت بیان کرنا صحیح نہیں۔^(۱)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۲/۱۱/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۷۵۷/۲۳ ج)

موہم شرک نعتیہ اشعار عوام کے سامنے نہیں پڑھنے چاہئیں

سوال (۲۲۸):- ذیل میں چند اشعار لکھے جاتے ہیں ملاحظہ فرما کر جواب دیں کہ یہ اشعار

پڑھنا کیسا ہے؟

۱- کرڈوں جرموں کے آگے یہ نام کا اسلام

کرے گا یا نبی اللہ مجھ پر کیا پکار

مدد کر اے کرم احمد کے تیرے سوا

نہیں ہے میرا بے کس کا کوئی حامی کار

۲- یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے

اے حبیب کبریا فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل

اے میرے مشکل کشا فریاد ہے۔

۳- اے بندوں کی شفاعت کرنے والے میری دستگیری فرمائیے

آپ مشکلات میں میری آخری امید گار ہیں

۴- آپ کے سوا میرا کوئی بچا و ماویٰ نہیں

اے میرے آقا میری فریاد سنئے

۵- جہاز امت کا حق نے کر دیا آپ کے ہاتھوں

بس اب چاہو ڈباؤ یا ترازیا رسول اللہ

(۱) قال اللہ تعالیٰ: إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (یس)

.. فی تفسیر المظهری تحتہ (۵۹/۸): قال البیضاوی ہو تمثیل لتاثر قدرتہ فی مرادہ تعالیٰ بأمر المضاع للمطیع فی حصول المأمور من غیر امتناع وتوقف وانتظار الی مزاولۃ عمل واستعمال آلة قطعاً لمادة الشبهة وهو قیاس قدرۃ اللہ تعالیٰ علی قدرۃ الخالق۔

جواب :- ان اشعار کی تاویل کر کے ان کو صحیح معنی پر بھی ممول کیا جاسکتا ہے اور صحیح معنی پر ممول کر کے ان اشعار کو پڑھنے کی فی نفسہ گنجائش بھی ہے، لیکن چونکہ ان اشعار کے سامنے یہ اشعار صحیح معنی کی نیت سے بھی پڑھنا نہیں چاہئے۔

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۳۳۰/۳۸ الف)

تجدید ایمان کے ساتھ تجدید نکاح بھی ضروری ہے

سوال (۲۲۹) :- کیا کلمہ کفر دیدہ و دانستہ کہنے کے بعد تجدید ایمان کے ساتھ ساتھ تجدید نکاح

بھی ضروری ہے؟

جواب :- اگر شوہر اور بیوی دونوں نے ایک ساتھ دانستہ کلمہ کفر کہا اور اس کلمہ کے وہی معنی مراد لئے جو کفر کے ہیں تو دونوں پر تجدید ایمان لازم ہے، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں اور اگر ایسا کلمہ صرف شوہر نے یا صرف بیوی نے کہا تو تجدید ایمان بھی ضروری ہے اور تجدید نکاح بھی کیونکہ شوہر اور بیوی میں سے کسی ایک کے مرتد ہو جانے سے نکاح ختم ہو جاتا ہے۔

واللہ اعلم

۱۲/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۵۰۰/۲۵ ج)

شرعی فتویٰ تسلیم نہ کرنے والے کا حکم

سوال (۲۳۰) :- ۱۔ جو شخص نقل مطابق اصل کا بھی انکاری ہو جائے اور فتویٰ کی پرواہ نہ کرے

ایسے شخص کا شرعاً کیا حکم ہے؟

۲۔ جس بھائی کی جائیداد تقسیم کرنی ہے اس کی ایک شادی شدہ لڑکی ہے اور تین بھائی کے متروکہ حصہ کی چیز کھا چکا ہے تو وہ چیز و رثاء کو دینی پڑے گی یا نہیں؟ اگر دینی پڑے گی تو وہ شی اصل دیتا ہے نہ اس کی قیمت دیتا ہے جبکہ و رثاء معاف بھی نہ کریں جو فتویٰ آپ سے پہلے منگوا یا تھا اس پر عمل کرنے سے انکار کر دیا ایسے شخص کا جنازہ نماز پڑھی جائے یا نہیں؟

نقل استفتاء فتویٰ

ایک شخص نے اپنے بھائی کی جائیداد کے متعلق چار آدمیوں کے سامنے یہ فیصلہ کیا کہ شرع کے مطابق جو حق مجھے ملے گا وہ منظور ہے اور پھر فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا ہے انکار کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنی بھادج سے نکاح پڑھا لیا ہے اب چاہتا ہے کہ اس بھائی کی جائیداد بھی سب میرے پاس رہے۔ شرعی کیا حکم ہے؟

جواب :- فیصلہ شرعی کے ماننے سے انکار و انحراف اور دوسرے کا حق غصب کرنا سخت حرام اور

فسق ہے، اس شخص پر واجب ہے کہ اس پر توبہ واستغفار کرے اس کے ساتھ استغاب حق کو ان کا حق واپس کر دے۔
مفتی محمد شفیع

جواب: ۱- جو شخص شرعی حکم پر عمل کرنے سے انکار کر دے اور دوسروں کا حق غصب کر بیٹھے وہ شرعاً سخت گنہگار فاسق اور ظالم ہے، فوراً توبہ کرے اور حق والوں کا حق دے، اگر وہ ایسا نہیں کرنا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، اس کی اصلاح کی نیت سے برادری کے لوگ اس سے برادرانہ اور دوستانہ تعلقات ترک کر دیں اور جن لوگوں کا حق اس نے غصب کیا ہے ان کو عدالتی چارہ جوئی کا بھی اختیار ہے۔

۲- یہ سوال واضح نہیں، جس بھائی کی جائیداد تقسیم کرنی ہے اگر وہ مرچکا ہے تو تفصیل سے لکھیں کہ اس کے انتقال کے وقت لڑکی زندہ تھی مگر باقی جو تین وارث کا میت سے رشتہ معلوم نہ ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ وہ وارث مذکر ہے یا مونث؟ اس وقت تک ہر وارث کا حصہ نہیں لکھا جاسکتا نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ میت کے انتقال کے وقت میت کے کتنے بھائی زندہ تھے یہ سب باتیں کسی سمجھ دار پڑھے لکھے آدمی سے لکھوا کر اسی کا غد کے ساتھ بھیجیں تو جواب لکھا جاسکتا ہے۔
واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۱۳/۶/۹۳ھ

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۸۲۶/۲۳۴)

دینی جلسہ اور اذان کو بند کرنے کی کوشش کرنے والے کا حکم

سوال (۲۳۱):- ہمارے یہاں سیرت النبی کے موضوع پر مسجد میں علمائے کرام نے قرآن و سنت کی روشنی میں وعظ فرمایا لیکن قبل از انعقاد جلسہ حضرات تاج محمد عرف تھو تھا، خورشید عرف ڈپٹی نے جلسہ کو ناکام بنانے کی بھرپور کوشش کی، اور اشتعال پیدا کیا، بلکہ جب مغرب کی اذان ہونے لگی تو تاج محمد عرف تھو تھا نے اذان بند کرانے کی ناپاک کوشش کی اور جوں ہی اذان ہوئی تو تاج محمد عرف تھو تھا مذکورہ ہاتھ میں اینٹ لئے ہوئے مسجد کی طرف بڑھا اور اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل رہے تھے ”ہم نہ جلسہ ہونے دیں گے اور نہ اذان“ عین نماز کے وقت کلہاڑیوں اور لٹھیوں سے حملہ کرنے کی کوشش کی، جلسہ میں گڑ بڑ کرنے کی وجہ سے تاج محمد، خورشید مذکور کس سزا کے مرتکب ہوئے، اذان بند کرانے اور نماز کے وقت حملہ کرنے کے پاداش میں شریعت نے کیا سزا مقرر کی ہے؟

جواب:- اگر مسجد میں تقریریں دینی موضوع پر ہو رہی تھیں اور تقریروں میں کوئی بات خلاف

شرع نہیں کہی گئی تو جن لوگوں نے ان تقریروں میں رخنہ اندازی اور اشتعال انگیزی کی وہ گناہ کے مرتکب ہوئے، خصوصاً اذان کو روکنے کی کوشش تو سخت گناہ ہے، اگر ملک میں اسلامی قانون نافذ ہوتا تو ایسے افراد کو سزا دی جاتی مگر جبکہ ایسا نہیں ہے تو اہل دین کو سوائے صبر کے چارہ ہی کیا ہے، سزا جاری کرنا حکومت کا کام ہے عوام کو سزا جاری کرنے کا شرعاً اختیار نہیں^(۱)، لیکن جن لوگوں نے یہ جرم کیا وہ اپنی قبر و آخرت کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ سے صدق دل کے ساتھ توبہ و استغفار کریں، یہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے پھر اپنے سب اعمال کا جواب اللہ کے حضور دینا ہے اس کی فکر کریں۔

واللہ اعلم

۱۳۹۴ھ / ۲۷ / ۷

(فتویٰ نمبر ۱۳۲۵ / ۲۵ء)



(۱) واستيفاء العقوبات المحكوم بها في جرائم التعزير من حق ولي الامر أو نائبه أيضاً... وليس لأحد غير الامام أو نائبه إقامة عقوبة التعزير (التشريع الجنائي الاسلامي، ج ۱، ص: ۷۸۶)

فصل فی الفرق الاسلامیة والباطلة (صحیح اور گمراہ فرقوں کے بارے میں)

دیوبندی اہل سنت والجماعت ہیں

سوال (۲۳۲):- ہم کو نئے مذہبی فرقہ میں آتے ہیں جن کے عقائد دیوبندی ہیں ان میں شامل ہیں یا اہل سنت والجماعت سے ہیں۔

جواب:- دیوبندی اہل سنت والجماعت ہی ہوتے ہیں۔

واللہ اعلم

۲۳/۱۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۸۲۶/۲۵ ج)

کیا بریلوی مشرک ہیں؟

سوال (۲۳۳):- کیا بریلوی عقائد کے لوگ صریحاً مشرک ہیں۔

جواب:- ان کے کافر ہونے کا فتویٰ ہمارے بزرگوں نے نہیں دیا، البتہ یہ اہل بدعت ہیں اور

بدعت سخت حرام ہے اور عذاب کا موجب ہے۔^(۲) بخشش کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے۔ واللہ اعلم

۲۳/۱۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۸۲۶/۲۵ ج)

فرقہ بندی ممنوع ہے

سوال (۲۳۴):- فرقہ بندی کرنا اسلام میں کیسا ہے؟

جواب:- فرقہ بندی، مسلمانوں سے بغض و عداوت و کینہ رکھنا اور ناحق کسی کو برا بھلا کہنا قرآن

(۱) ملاحظہ فرمائیے: امداد المفتین، ص: ۱۴۲۔

(۲) عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود، حدیث: ۴۲۹۷، صحیح مسلم، کتاب الاقضية، باب نقض الحکام الباطلة ورد محدثات الامور، حدیث: ۴۵۸۹)۔

واللہ اعلم

وحدیث میں اس کی سخت ممانعت ہے ان سے مکمل پرہیز کرنا لازم ہے۔^(۱)

۱۵/۳/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۶/۳۲۲ الف)

وہابی کسے کہتے ہیں؟

سوال (۲۳۵):- وہابی مذہب سے متعلق تفصیلات سے آگاہ فرمائیں؟

جواب:- شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکاروں کو ”وہابی“ کہا جاتا ہے، یہ بدعات کے زور میں بہت سخت ہوتے ہیں، بعض ایسی چیزوں کو بھی بدعت کہہ دیتے ہیں جو شرعاً بدعت نہیں ہوتیں، شخصی تقلید کو بھی صحیح نہیں سمجھتے، بعض لوگ ناواقفیت سے دیوبندی حضرات کو بھی وہابی کہہ دیتے ہیں جو غلط ہے، دیوبندی کو وہابی کہنا صحیح نہیں ہے۔

واللہ اعلم

۱۵/۳/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۳/۲۶ الف)

حضرت مفتی صاحبؒ نے سوشلزم سے متعلق فتویٰ سے رجوع نہیں فرمایا تھا

سوال (۲۳۶):- جو فتویٰ ۱۱۳ علما، کا سوشلزم کے بارے میں ایکشن کے زمانہ میں شائع ہوا تھا اس کے بارے میں بعض عناصر یہ مشہور کر رہے ہیں کہ حضرت والا نے اس سے رجوع فرمالیا ہے اور دوسرے خلاف ورزی کرنے والے علماء سے آپ نے اس کی معذرت خواہی بھی کی، اس خبر سے بہت کچھ ترددات ہو رہے ہیں درخواست ہے کہ اس امر کی حقیقت کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

جواب:- یہ بات غلط ہے، حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے اس فتویٰ سے کبھی رجوع نہیں فرمایا وہ فتویٰ جس اصول پر مبنی تھا وہ اصول اب بھی موجود اور صحیح ہے، لہذا رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

واللہ اعلم

۲۳/۱۱/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۳۳/۲۳ و)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۔ (سورۃ آل عمران: ۱۰۳)۔

... وفي تفسير القرطبي تحتها: (ولا تفرقوا) يعني في دينكم كما افرقت اليهود والنصارى في اديانهم عن ابن مسعود وغيره۔ وقال تعالیٰ: إِنَّ الْأَوَّلِينَ قَالُوا وَيَنْتُمْ وَكَلِمَةً شَيْعًا نُسِبَتْ مِنْهُمْ فِي هَذِهِ۔ (سورۃ الانعام: ۱۵۹)۔

.... قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّ اللَّهَ يَرْضِي لَكُمْ ثَلَاثًا وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا يَرْضِي لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا قَبْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةُ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةُ الْمَالِ رَضِيحًا مَسْلَمًا، كِتَابُ الْأَقْصِيَّةِ، بَابُ النَّهْيِ عَنْ كَثْرَةِ السُّؤَالِ،

مودودی صاحب اور ان کی کتاب خلافت و ملوکیت

سوال (۲۳۷):- مولانا مودودی صاحب نے کتاب ”خلافت و ملوکیت“ لکھی ہے اس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے واقعات درج کئے ہیں۔ ان پر مولانا غلام اللہ خان نے بہت سخت اعتراض کئے ہیں وہ تو یہاں تک کہتے ہیں جو شخص صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرے ان کی شان کے خلاف باتیں کرے تو کیا وہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے؟ اور جو اس جماعت میں شامل ہیں تو کیا وہ بھی مسلمان ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

دوسری بات اس کتاب میں مولانا مودودی نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق جو باتیں لکھی ہیں اس کا حوالہ بھی دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ میں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں لکھی پھر مجھ پر کیوں اعتراض کرتے ہیں اگر اعتراض ہو سکتا ہے تو ان لوگوں پر جنہوں نے تاریخ مرتب کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس جماعت میں رہنا ہمارے لئے نقصان دہ ہے یا نہیں؟

جواب :- مولانا مودودی صاحب کے قلم سے بہت سی باتیں ایسی نکلی ہیں جو جمہور فقہاء اور اہل سنت والجماعہ کے مسلک سے ہٹی ہوئی ہیں خصوصاً ان کی کتاب ”خلافت و ملوکیت“ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کرام کی شان میں گستاخی ہوئی ہے اور صحابہ کرام پر الزام ثابت کرنے کے لئے جن روایات کو انہوں نے بنیاد بنایا ہے علماء محققین کے نزدیک ان کو بنیاد بنانا صحیح نہیں ہے، جو حوالے اس کتاب میں دیئے گئے ہیں ان میں بھی سخت بے احتیاطی سے کام لیا گیا ہے اس کتاب میں جو علمی غلطیاں مصنف سے ہوئی ہیں ان کو نہایت تفصیل سے مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب ”حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق“ میں بیان فرمایا ہے اور حدیث و تاریخ کی روایات سے ثابت کیا ہے کہ جو الزامات حضرت معاویہ پر مولانا مودودی صاحب کی کتاب میں پائے جاتے ہیں ان میں مصنف سے کیا کیا غلطیاں ہوئی ہیں، غرض کتاب ”خلافت و ملوکیت“ میں حضرت معاویہ اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں جو نظریہ پیش کیا گیا ہے وہ اہل سنت والجماعت اور تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔

اس لئے ایک صحیح العقیدہ مسلمان کو مکمل اشتراک ان علماء سے رکھنا چاہئے جو جمہور سلف کے طریقہ پر ہیں، اگر شرعی مسائل اور اعتقادات میں مولانا مودودی صاحب کی پیروی کی بجائے ائمہ مجتہدین کا پیرو ہو اور جماعت اسلامی میں بعض دینی خدمت کے جذبہ سے شامل ہو تب بھی یہ خطرہ موجود ہے کہ رفتہ رفتہ ان کے خیالات سے متاثر ہو کر اس کے اعمال و عقائد میں نقصان واقع ہو جائے۔ ہاں جماعت سے الگ رہ کر

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الأعظم فانه من شد شد فی النار۔ (المستدرک علی الصحیحین، کتاب العلم، حدیث ۳۹۱) وأيضاً فی مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم۔
... فی المرافقة تحت هذا الحديث: (قوله السواد الأعظم) يعبر به عن الجماعة الكثيرة والمراد ما عليه اکثر المسلمين۔

اکیلے نیک کام کرنے میں تعاون کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ صحابہ کرام کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا مسلک نہایت تفصیل سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم نے اپنی کتاب ”مقام صحابہ“ میں بیان فرمایا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب
محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
محمد عاشق الہی

۲۳/۲۴/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۸۰۳/۲۵)

جماعت اسلامی کے بارے میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی رائے

سوال (۲۳۸):- مودودی صاحب کے متعلق جو کچھ ہمارے اکابرین کا نظریہ ہے اس پر بندہ کو کامل یقین ہے، کیا ان کے مقلدین اور وارثین کے بھی وہی عقائد اور نظریات ہیں جو مودودی صاحب کے تھے یہ حضرات اسلام کے خیر خواہ ہیں یا نہیں؟ اگر خیر خواہ ہیں تو ہمارے علماء جماعت اسلامی سے اتحاد کر لیں تو کیسا ہے؟

بندہ مودودی صاحب سے متفق نہ ہونے کے باوجود ان کے لٹریچر اور قابلیت سے متاثر ہے، کیا یہ بندہ کی کم علمی اور سخت نادانی کی وجہ تو نہیں، اگر ان لوگوں کے ساتھ بدعت کے سیلاب کو روکنے کے لئے اتحاد کیا جائے تو آپ جیسے جید علماء کرام کی کیا رائے ہوگی؟

جواب:- سید مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے متعلق میرے والد ماجد کی ایک جامع مائع تحریر کتاب ”جواہر الفقہ“ میں چھپ چکی ہے، اس تحریر کی فولڈ کاپی اس لفافے میں مرسل ہے^(۱)، اسے بغور

(۱) دو فتویٰ یہ ہیں:

سوال:- بگرامی خدمت حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مفتی اعظم پاکستان اسلام علیہم رحمۃ اللہ ورحمۃ اللہ علیہم

تذراش! کہ جیسا کہ حضرت مولانا کو معلوم ہے کہ احقر کو دارالعلوم الاسلامیہ خٹہ والہ یار میں افتاء کی خدمت انجام دینی پڑتی ہے۔ طرح طرح کے سوالات میں اکثر یہ سوال بھی آتا ہے کہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت، جو اہل سنت والجماعت کے طریقے پر ہے یا نہیں؟ اور مذہب اور بعد میں سے ان کا کس مذہب سے تعلق ہے؟ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور یہ جو شہور ہے کہ حضرات صحابہ پر رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کے رجحانات ملقب صالحین کے خلاف ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟ بعض لوگ آپ کی کسی سابقہ تحریر کی بنا پر آپ کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں کہ آپ ان کے نظریات سے اتفاق رکھتے ہیں، اس کی کیا اصل ہے؟

والسلام

احقر محمد وجیہ، از دارالعلوم خٹہ والہ یار (سندھ)

الجواب:- مولانا مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے بارے میں میرے پاس سالہا سال سے سوالات آتے رہے ہیں، جن کا جواب میں اس وقت کے حالات کے اور ان کے بارے میں اپنی اس وقت کی معلومات کے مطابق لکھتا رہا ہوں۔ ان میں بعض تحریریں شائع بھی ہوئی ہیں اور بعض فی مکاتیب کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔ اس وقت ان تمام تحریریں کو سامنے رکھنا ممکن نہیں، (باقی اگلے صفحے پر)

مطالعہ کر لیا جائے۔ کسی نیک کام میں وقتی طور پر جماعت اسلامی سے اتحاد کرنے میں مضائقہ نہیں۔

واللہ اعلم

۲۲/۳/۱۴۰۷ھ

(فتویٰ نمبر ۳۶۹/۳۸ الف)

(بقیہ حاشیہ نمبر ۱۰)..... البتہ اس مرحلے میں احقر کو کچھ ان کی مزید تحریرات کے مطالعے کا موقع ملا، کچھ ان کی نئی تالیفات سامنے آئیں اور کچھ ان کے لٹریچر کے عام اثرات اور ان کی جماعت کے حالات کو مزید دیکھنے کا موقع ملا، اس مجموعے سے اب ان کے بارے میں جو میری رائے ہے وہ سبے کم و کاست ذیل میں لکھ رہا ہوں:-

میری سابقہ تحریرات اگر اس تازہ تحریر کے موافق ہوں تو فیہا، اور اگر سابقہ تحریرات میں کوئی چیز اس کے خلاف محسوس ہو تو اسے منسوخ سمجھا جائے اور اس میری رائے کے حوالے کے لئے صرف ذیل کی تحریر پر اعتماد کیا جائے۔

احقر کے نزدیک مولانا مودودی صاحب کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ عقائد اور احکام میں زمانی اجتہاد کی پیروی کرتے ہیں، خواہ ان کا اجتہاد جمہور علمائے سلف کے خلاف ہو۔ حالانکہ احقر کے نزدیک منصب اجتہاد کی شرائط ان میں موجود نہیں۔ اس بنیادی غلطی کی بناء پر ان کے لٹریچر میں بہت سی باتیں غلط اور جمہور علمائے اہل سنت کے خلاف ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے اپنی تحریروں میں علمائے سلف کی باتیں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کا جو انداز اختیار کیا ہے وہ انتہائی غلط ہے، خاص طور سے ”خلافت و ملکیت“ میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس طرح صرف تنقید بنی نہیں بلکہ ملامت کا ہدف بھی بنایا گیا ہے، اور اس پر مختلف حلقوں کی طرف سے توجہ دلانے کے باوجود اصرار کی جو روٹیں اختیار کی گئی ہے وہ جمہور علمائے اہل سنت والجماعت کے طرز کے بالکل خلاف ہے۔

نیز ان کے عام لٹریچر کا مجموعی اثر بھی اس کے پڑھنے والوں پر بکثرت یہ محسوس ہوتا ہے کہ سلف صالحین پر مطالبہ امتداد نہیں رہتا، اور ہمارے نزدیک یہ اعتماد ہی دین کی حفاظت کا بڑا احصاء ہے، اس سے نکل جانے کے بعد پوری نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ بھی انسان نہایت غلط اور گمراہ کن راستوں پر چڑھ سکتا ہے، ہاں یہ سچ ہے کہ ان کو منکرین حدیث، قادیانیوں یا اباہیت پسند لوگوں کی صف میں گھرا کر نا بھی میرے نزدیک درست نہیں، جنہوں نے سود، شراب، قمار اور اسلام کے کھلے خرمات کو حلال کرنے کے لئے قرآن و سنت میں تحریفات کی ہیں۔ بلکہ ایسے لوگوں کی تردید میں ان کی تحریریں ایک خاص سطح تک کے فاعلیہ یا فاعلیہ حلقوں میں مؤثر اور مفید بھی ثابت ہوئی ہیں۔ یہ بات میں ہمیشہ سے کہنا آیا ہوں، لیکن اگر کوئی شخص میری اس بات کو بنیاد بنا کر یہ کہے کہ میں مودودی صاحب کے ان نظریات سے متفق ہوں جو انہوں نے جمہور علمائے سلف کے خلاف اختیار کئے ہیں تو یہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ بات ہے۔

اگرچہ جماعت کے قانون میں مولانا مودودی صاحب اور جماعت اسلامی الگ الگ حیثیت رکھتے ہیں، اور اصولاً جو بات مولانا مودودی صاحب کے بارے میں درست ہو، ضروری نہیں کہ وہ جماعت اسلامی کے بارے میں بھی درست ہو، لیکن مطلقاً جماعت اسلامی نے مولانا مودودی صاحب کے لٹریچر کو نہ صرف جماعت کا علمی سرمایہ اور اپنے عمل کا محور بنایا ہوا ہے بلکہ اس کی طرف سے زبانی اور تحریری مدافعت کا عام طرز عمل ہر جگہ مشاہدے میں آتا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت کے افراد بھی ان نظریات اور تحریروں سے متفق ہیں، البتہ اگر کچھ مستثنیٰ حضرات ایسے ہوں جو مذکورہ بالا امور میں مولانا مودودی سے اختلاف رکھتے ہوں اور جمہور علمائے اہل سنت کے مسلک کو اس کے مقابلے میں درست سمجھتے ہوں تو ان پر اس رائے کا اطلاق نہیں ہوگا۔

نماز کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ امام اس شخص کو ہٹانا چاہئے جو جمہور اہل سنت کے مسلک کا پابند ہو، لہذا جو لوگ مودودی صاحب سے مذکورہ بالا امور میں متفق ہوں انہیں بافتیاد خود امام بنانا درست نہیں، البتہ اگر کوئی نماز ان کے پیچھے پڑھ لی گئی تو نماز ہوگئی۔

یہ میری ذاتی رائے ہے جو اپنی حد تک فوراً فکر کے بعد فرمایا، دین اللہ قائم کی ہے، میں کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی اور بے احتیاطی سے بھی اللہ کی بناؤں مانگتا ہوں اور دین کے معاملے میں مدافعت سے بھی۔ جن حضرات کو میری اس رائے سے اتفاق نہ ہو وہ اپنے عمل کے عقائد ہیں۔ مجھے ان سے کوئی مباحثہ کرنا نہیں، نہ میرے قوی اور مسرور خیالات اس کے متحمل ہیں۔ اور اگر کوئی صاحب اس کو شرعاً مکرنا چاہے تو ان سے میری درخواست ہے کہ اس کو پورا شائع کریں، اور جو ایسا کوئی مکرنا شائع کر کے خیانت کے مرتکب نہ ہوں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلیل۔

بند و بند شفیق و غفار اللہ عنہ

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

انبیاء کو معصوم یا صحابہ کو معیارِ عدل نہ سمجھنے والے کا حکم

سوال (۲۳۹):- زید اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی ہے، کچھ عرصہ جماعت اسلامی کے ساتھ تعاون کرتا رہا اور اس کا تعاون صرف اس چیز میں رہا کہ اسلامی قوانین کے نفاذ میں اس کے ساتھ مل کر کوشش کی جائے۔ مودودی صاحب کے ساتھ متنازع مسائل مثلاً عدالت صحابہ، عصمت انبیاء میں اس کا نظریہ واضح ہے کہ جو صحابہ کرام کو معیار یا عادل نہ سمجھے گمراہ ہے اور انبیاء کو معصوم نہ سمجھے وہ بھی گمراہ ہے۔ اب جماعت اسلامی سے تعلق ختم کر لیا ہے۔ اپنا عقیدہ بھی بایں الفاظ واضح کرتا ہے کہ جو صحابہ کو معیارِ حق یا عادل نہ سمجھے یا انبیاء کرام کو معصوم نہ سمجھے، وہ گمراہ ہے، مودودی صاحب ہوں یا کسے باشد۔ مگر اصرار کرتا ہے کہ لازماً مودودی صاحب کو بھی گمراہ کہنا چاہئے تو زید کا جواب یہ ہوتا ہے معین طور پر ان کو گمراہ نہیں کہنا چاہئے عمومی فتویٰ کافی ہے۔

جواب:- اس مسئلہ میں یہ عمومی فتویٰ کافی ہے جو سوال کی خط کشیدہ عبارت میں آپ نے خود لکھا ہے جو شخص صحابہ کرام کو عادل نہیں سمجھتا یا انبیاء کرام علیہم السلام کو معصوم نہیں سمجھتا خود بخود اس کی زد میں آجائے گا مسلمانوں کو فضول جھگڑوں اور جنگ وجدال میں وقت خراب نہیں کرنا چاہئے، حق بات واضح کر کے کہہ دی جائے، کون مانتا ہے کون نہیں مانتا ہے اس کی ذمہ داری تو انبیاء پر بھی نہیں ہے آپ اور ہم پر کیا ہوتی، اپنا عقیدہ اور عمل درست کرنے کی ذمہ داری ہر شخص پر ہے بس اس کی فکر رکھیں۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۵/۲/۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۲۳۰/۲۳ ب)

مولوی محمد طاہر بیچ پیری کے عقائد؟

سوال (۲۴۰):- مولوی شیخ القرآن محمد طاہر بیچ پیر ضلع مردان صوبہ سرحد کا کیا عقیدہ ہے اور کون سے مذہب سے تعلق رکھتا ہے؟

جواب:- مولوی صاحب مذکور اور ان کے عقیدوں سے ہمیں مکمل واقفیت نہیں، البتہ اتنا سننے میں آیا ہے کہ ان کا مسلک علماء دیوبند سے مختلف ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۵/۳/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۲۳۷۲/۲۳ ب)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: وَمَا كُنَّا بِالْأَنْبِيَاءِ الْمُبِينِينَ ﴿۱۰﴾ (یس)

...فی تفسیر المظهری تحت هذه الآية: ای الظاهر البین بالذرات الشاهدة بصحته كالأخبار والآكام والأبرص وأحياء الموتى...
يعنون ان انكاركم لا يضرنا بعد ما كان علينا من اداء التبليغ وانما يعود عليكم بالمنصرة۔

قادیانیوں کے دلائل کا جواب

سوال (۲۴۱):- میرپور خاص میں ”لال محمد قادیانی“ پر عدالت عالیہ میرپور میں کیس چلا تھا، عدالت میں اہل سنت والجماعت کے علماء کو چیلنج کیا تھا، کیا اس وقت کسی بھی عالم نے اس کی تسلی کی تھی یا شاید وہ خود اپنی کتابوں سے ہی عدالت عالیہ میرپور خاص میں قائل ہوا تھا، اس کا جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

جواب:- ہمیں اس واقعہ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں یہ کب ہوا اور کیا واقعہ ہوا۔ البتہ یہ کہنا کہ علمائے اہل حق کے پاس قادیانیوں کا جواب موجود نہیں، غلط ہے۔ آج تک کوئی قادیانی کوئی ایسی دلیل نہیں پیش کر سکا جس کا کافی اور مکمل جواب علماء کے پاس موجود نہ ہو۔^(۱)

والسلام

۱۳۹۳/۳/۱۷ھ

(فتویٰ نمبر ۵۳۶/۲۵ ح)

شیعہ، بریلوی، اور دیوبندیوں میں صراطِ مستقیم پر کون؟

سوال (۲۴۲):- اس گاؤں میں شیعہ، بریلوی، دیوبندی تینوں فرقے آباد ہیں کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کونسے گروہ کے ساتھ اپنے آپ کو منسلک کروں تاکہ نجات پاسکوں اگر ایک صراطِ مستقیم پر ہے تو کیا وہ اسلام سے باہر نکل گئے؟

جواب:- آپ خود کو دیوبندی حضرات کے ساتھ منسلک رکھیں۔ دوسروں کو کافر نہ کہیں، نہ ان سے جھگڑا ساد کریں۔

واللہ اعلم

۱۳۹۴/۸/۱۹ھ

(فتویٰ نمبر ۱۶۲/۲۵ ح)

شیعہ سنی فسادات سے اجتناب ضروری ہے

سوال (۲۴۳):- شیعہ کے خلاف اس وقت جنگ جوئی کرنی چاہئے یا نہیں؟ اور سنی حضرات کی جماعت کرنی ضروری ہے یا نہیں کیونکہ ہماری کالونی کے تمام شیعہ ۲۰ اگست کی رات کو جلوس کی شکل بنا کر کے ایریا (K-Area) مارکیٹ میں شریک ہوئے ہم اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے؟

جواب:- شیعہ سنی فرقوں کے درمیان جنگ جوئی ہرگز مناسب نہیں، البتہ اگر شیعہ حضرات کی طرف سے کوئی ایسا کام ہو جو سنی مسلمانوں کی بے جادل شکنی یا اشتعال انگیزی کا سبب بنے تو سنی مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ قانونی چارہ جوئی کریں باہمی جنگ و فساد سے ہر صورت اجتناب کریں۔ واللہ اعلم بالصواب

۱۳۹۴/۸/۲۳ھ

(۱) بطور مثال ملاحظہ فرمائیے: ”ختم نبوت“ مولانا حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ”آئینہ قادیانیت“ مولانا محمد صالح قاسم مدظلہ۔

آغا خانی فرقہ کافر ہے؟

سوال (۲۴۴): - آغا خانی خوجہ جو کریم آغا خان کے پیرو ہیں مسلمان ہیں یا نہیں؟

جواب :- خوجہ جو کہ آغا خان کے پیرو ہیں ان کا عقیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا ہے؟ اس کی تو تحقیق نہیں ہو سکی، البتہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک رسالہ ”الحکم الحنفی فی الحزب الآغا خانی“^(۱) میں ان کے جو عقائد نقل فرمائے ہیں ان میں سے کئی عقیدے اور طریقے صریح طور پر کافرانہ ہیں مثلاً آغا خان کی تصویر کی پرستش کرنا، حلول کا قائل ہونا وغیرہ، (ان عقائد کی تفصیل مذکورہ بالا رسالہ سے معلوم ہو سکتی ہے) چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور دیگر اکابر علمائے دین نے ان کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

واللہ اعلم

۱۱/۱۱/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۱/۲۲۰)

(فتویٰ نمبر ۵۳/۱۳۵۳)

فرقہ آغا خانی کافر ہے اور کسی مسلمان کا ان سے نکاح جائز نہیں

سوال (۲۴۵): - کیا آغا خانی خوجہ اہل تشیع میں شامل ہیں؟ ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنا اور

ان کو اپنی لڑکیاں دینا کہاں تک درست ہے؟

جواب :- فرقہ آغا خانی کے بارے میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک مختصر رسالہ

بنام ”الحکم الحنفی فی الحزب الآغا خانی“ اردو میں تالیف فرمایا ہے جس میں اس فرقہ کے کافرانہ عقائد بھی مذکور ہیں۔ حضرت تھانویؒ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ فرقہ بلاشبہ کافر ہے کسی مسلمان مرد یا عورت کا نکاح آغا خانی مرد یا عورت سے جائز نہیں، باطل ہے۔^(۲)

واللہ اعلم

۲۳/۶/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۸۹۲/۲۴۰)

”ذکری“ فرقہ کافر ہے

سوال (۲۴۶): - ہمارے اس علاقہ میں ایک عجیب و غریب طریقہ ہے کہ ذکری اور مسلمان

آپس میں ملے جلے ہیں، بیاد و شادی میں وغیرہ میں اختلاف ہے حتیٰ کہ ذکری کی لڑکی بھالت ذکری مسلمان کے گھر میں اور مسلمان کی لڑکی بھنیت مسلمان کے ذکری کے گھر میں ہے، ان سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے تو وہ

(۱) یہ رسالہ امداد الفتاویٰ، ج ۶، ص ۱۰۴-۱۰۶ پر شائع ہو چکا ہے۔ نیز ملاحظہ فرمائیے: امداد الفتاویٰ، ص ۵۰، ۵۱، ۵۲۔

(۲) بحوالہ بالا۔

اپنے باپ کے دین پر ہوتی ہے، ذکر کی اور ذکر کی باپ کے مذہب پر، مسلمان کی اولاد اپنے مسلمان مذہب پر۔ ایک مسئلہ یہ بنا ہوا ہے بعض علماء یہاں اس کے قائل ہیں کہ مسلمان ذکر کی کے، اور ذکر کی مسلمان کے عموم البہوئی کی وجہ سے میراث میں وارث قرار دیتے ہیں۔

ذکر کی کے متعلق یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے اعتقادات یہ ہیں ختم نبوت کے منکر، نماز کی بجائے ذکر کے قائل، روزہ رمضان کے منکر، حج بیت کے منکر ہیں، ان کا حج تربت میں بمقام کوہ مراد پر ہے، کیا کوئی ذکر کی کسی مسلمان کا وارث ہو سکتا ہے؟

جواب :- ذکر کی فرقہ کے بارے میں اب تک جو کچھ معلوم ہوا ہے اس کے مطابق یہ فرقہ کافر ہے اور سوال میں ان کے جو عقائد لکھے ہیں ان سے بھی سراپا کفر ظاہر ہو رہا ہے، کسی مسلمان مرد یا عورت کا کسی ذکر کی مرد یا عورت سے نکاح درست نہیں، اگر رسمی طور پر نکاح کر لیا تو شرعاً یہ نکاح معتبر نہ ہوگا اور میاں بیوی والے تعلقات حرام ہوں گے، اگر اولاد پیدا ہوگی تو مرد کی میراث کی مستحق نہ ہوگی۔ اہل علم حضرات پر لازم ہے کہ مسلمانوں میں اس امر کی خوب تبلیغ کریں اور ذکر کی فرقہ کا کفر اور ان کے ساتھ نکاح درست نہ ہونے کا مسئلہ خوب واضح کریں، جن حضرات سے قضاء کا کام متعلق ہے وہ ایسے نکاحوں کے نافذ نہ ہونے کا فیصلہ دیں۔ اور مسلمان ذکر کی کا اور ذکر کی مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی عفا اللہ عنہ

۲۴/۱۱/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶۴۲/۲۵ ز)

بہائی فرقہ سے متعلق مختلف سوالات

سوال (۲۴۷) :- ایک بہائی خیالات کے آدمی کا قصبہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں انتقال ہو گیا۔ اس کی نماز جنازہ کا اعلان تقریباً ہر مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے ہوا، شہر کے کافی افراد نے نماز جنازہ میں شمولیت کی۔ شام کے وقت ایک مولوی صاحب جب وہاں آئے تو انہوں نے علم پاتے ہی دوسرے دن فتویٰ دیا کہ جن اشخاص نے بہائی کی نماز لاعلمی سے پڑھی ہے وہ توبہ کریں اور جن اشخاص نے علم کے باوجود کہ بہائی کافر ہے نماز پڑھی خارج از ایمان ہیں، وہ ایمان اور نکاح کی تجدید کریں۔

اس میں چند امور قابل غور ہیں:

۱۔ بہائی کافر تھا تو نماز جنازہ کا اعلان مسلم مساجد سے کیوں کیا گیا؟

۲۔ ائمہ کرام و خطیب صاحبان کو جب علم ہوا تھا یا بہائی کی موت سے پیشتر علم تھا تو اس کا تردیدی

اعلان لاؤڈ اسپیکر پر کیوں نہ کرایا گیا، تاکہ عوام اس گناہ سے بچ سکتے۔

۳۔ شہر کا کوئی امام یا خطیب نماز جنازہ میں شامل نہ تھا یا تو ان کو علم نہ ہوا یا وہ بہائی کو جانتے تھے کہ

یہ کافر ہے لیکن

عوام الناس کو مطلع نہیں کیا، کیا علماء کی یہی ذیوٹی ہے۔

۴۔ ائمہ کرام کی غفلت اور چشم پوشی کی کوئی گرفت شرعاً نہیں ہے؟

۵۔ جو لوگ لاعلمی کی وجہ سے جنازہ میں شامل ہو گئے ان پر طعن و تشنیع جائز ہے؟

۶۔ جن صاحبان نے کافر کے لئے دعاء مغفرت کی۔ شرعاً ان کا کیا مقام ہے؟

جواب:۔ کسی کافر کے جنازے کی نماز پڑھنا یا استغفار کرنا یا اس کو ایصالِ ثواب کرنا جائز نہیں،^(۱)

جنہوں نے اعلیٰ میں ایسا کر لیا انہیں استغفار کرنا چاہئے جنہوں نے دانستہ طور پر نماز جنازہ پڑھی وہ گنہگار ہوئے انہیں توبہ کرنی لازمی ہے مگر کافر نہیں ہونے،^(۲) لہذا نہ تجدیدِ ایمان کی ضرورت ہے نہ تجدیدِ نکاح کی۔

اب سوالات کا جواب نمبر وار لکھا جاتا ہے:

۱۔ یہ سوال ان لوگوں سے کیا جائے جنہوں نے اعلان کیا۔

۲۔ جب یہ یقین نہیں کہ ائمہ مساجد و خطیب صاحبان کو علم تھا یا نہیں تو یہ سوال غیر ضروری ہے۔

۳۔ بغیر تحقیق کے کسی مسلمان سے بدگمانی جائز نہیں ہو سکتا ہے کہ ائمہ صاحبان کو واقعہ کے وقت

علم ہی نہ ہوا ہو، آخر کسی مسلمان کے عیوب کی اتنی تحقیق کی ضرورت ہی کیا ہے۔

۴۔ کوئی شرعی حد نہیں۔ توبہ استغفار کریں۔

۵۔ جنہوں نے ناواقفیت میں نماز جنازہ پڑھ لی اور معلوم ہونے کے بعد اپنے فعل پر نادام ہو گئے

ان پر طعن و تشنیع بالکل جائز نہیں، سخت گناہ ہے۔

۶۔ اس کا جواب وہی ہے جو نماز جنازہ کے بارے میں لکھا گیا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۲۷/۸/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۷۰۷۰/۲۲ ج)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع



(۱) قال اللہ تعالیٰ: فَمَا كَانَ لِلشَّيْءِ وَاللَّيْلِ أَنْ يَسْتَعْفِفَ وَلَا يَشْفَعُ كَيْفَ (التوبة: ۱۱۳)۔

قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَلْمِزْنِي عَلَىٰ آخِي يُنْفِخُ مَنَافَا (التوبة: ۸۴)۔

(۲) وَلَا تَكْفُرْ مُسْلِمًا بِذَنْبٍ مِنَ الذُّنُوبِ وَإِنْ كَانَتْ كَبِيرَةً إِذَا نِمَ يَسْتَحْلِيهَا الْفَقْهُ الْأَكْبَرُ مع شرح ج: ۶۳، ص ۱۰۷ مصر۔

فصل فی المتفرقات (متفرق مسائل)

اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں مباحثہ کے بجائے علماء سے رُجوع کیا جائے

سوال (۲۳۸): ۱- اس الحادی دور میں لوگ ایسے سوالات کرتے ہیں کہ ان کا زبان پر لانا بھی کفر ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خدا کیسا ہے؟ اور کیا ہے؟ اس کا کوئی ایسا منطقی فلسفی جواب دیں کہ ان کا منہ بند کر دیں کیونکہ وہ نہ خدا کو مانتے ہیں اور نہ قرآن کو۔

۲- تقدیر کا بھی عقلی جواب دیں۔

جواب: ۱- ایسے لوگوں سے بحث نہ کریں ان سے کہہ دیں کسی عالم دین سے پوچھیں۔^(۱)

۲- اعتراض معلوم ہو تو جواب بھی لکھا جائے۔^(۲)

واللہ اعلم

۲۲/۲/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۶۵۶/۲۵)

مسئلہ سماع موتی حضرات صحابہ کے زمانے سے اختلافی ہے

سوال (۲۳۹): - ہمارے علاقہ میں سماع موتی میں اختلاف ہے، بعض سماع کو علی الاطلاق کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ اہل سنت کا مسلک اور علمائے دیوبند کا بھی، دوسرے حضرات سماع کے قائل کو

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأتی الشیطان احدکم فیقول من خفق کذا من خلق کذا حتی یقول من خلق ربک فاذا بلغہ فلیستعل باللہ ولینتہ (مشکوٰۃ المصابیہ، کتاب العلم، باب الوسوسة)۔

.... فی المرقاة (تحت قوله ولینتہ) ای لیتربک التفكير فی هذا الخاطر ولیشتغل بامر اخر لئلا یتحوذ علیہ الشیطان فانه انما اوقعہ فیہ رجاء ان یقف معہ ویتمکن فی نفسه فیحصل لہا شک وریب فی تنزیہہ تعالیٰ عن سمات الخدوش وان دقت وحقیقت فمن تشبه وکف عن الاسترسال مع ذالک الخاطر واشغل نفسه حتی انصرفت عنه فقد خلص ومن لا فقد ارتبک فیخشی علیہ منزلة القدم فی قعر جہنم

(۲) البتہ حضرت علامہ نے اپنی کتاب ”مسئلہ تقدیر کا آسان حل“ میں اس موضوع کی بہت آسان اور عمدہ انداز میں وضاحت فرمائی ہے، تفصیل جاننے کے لئے اس کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے۔ ۱۲ اپنا نمبر

کافر کہتے ہیں یہ حضرات ایک دوسرے کو گمراہ کہتے ہیں جواب ارشاد فرمائیں تاکہ نزاع ختم ہو جائے۔

جواب:- سماع موتی کا مستند صحابہ کرام کے زمانے سے لے کر اب تک مختلف فیہ ہے، بعض صحابہ کرام سماع موتی کے قائل تھے، بعض منکر تھے، لہذا کسی بھی فریق کو گمراہ یا کافر کہنے کی کسی کو گنجائش نہیں اس سے بہر صورت ہر فریق کو اجتناب لازم ہے، ورنہ صحابہ کرام کے کسی فریق کی تفسیق یا تکفیر لازم آئے گی جو کسی حال میں جائز نہیں۔ نیز مسئلہ ایسا بھی نہیں کہ جس پر کسی عمل کا مدار ہو یا جس کے عقیدے پر آخرت کی نجات موقوف ہو لہذا اس مسئلہ میں جدال و نزاع سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے۔^(۱) واللہ اعلم

۱۸/۲/۱۳۹۷ھ

(فتویٰ نمبر ۲۸۲۳۸ الف)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم درود کے علاوہ بھی کلام سنتے ہیں؟

سوال (۲۵۰):- ایک شخص کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دور سے نہیں سنتے لیکن قریب سے بطور خرق عادت صرف درود و سلام سنتے ہیں وہ بھی سماع روحانی ہے نہ جسمانی اور درود و سلام جسمانی کے علاوہ کوئی لفظ نہیں سنتے اور جو سننے کا قائل ہو وہ کافر اور مشرک ہے کیا یہ عقیدہ غلط ہے یا صحیح؟ اس عقیدہ سے اسلاف شافعیہ کی تکفیر لازم آتی ہے یا نہیں؟

جواب:- احادیث میں صرف اتنی صراحت موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف پر حاضر ہو کر جو شخص سلام عرض کرتا ہے اسے آپ سنتے ہیں اور دور سے درود بھیجنے والے کا درود آپ کو پہنچا دیا جاتا ہے،^(۲) باقی باتیں سننے کا ثبوت احادیث میں نہیں مگر اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے جس کی جو بات آپ کو سنوانا چاہیں اللہ تعالیٰ سنوا سکتے ہیں۔

واللہ اعلم

۲۳/۱۱/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۲۳۲۵ ب)

۱۱ تفصیل کے ملاحظہ فرمائیے معارف القرآن ج ۶ ص ۶۰۲ تا ۶۰۸ اور تکمیل الحیور بسماء اہل القبور مولفہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ احکام القرآن ج ۳ ص ۱۶۳ کا جزمہ بن کر شائع ہو چکا ہے یہاں اس رسالہ سے دو مقامات کی مہارت نقل کی جاتی ہے: "فأعلم ان مسئلة سماع الموتی وعدہ من المسائل التي تقع الخلاف فیہ بین الصحابة رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فهذا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یثبت السماع للموتی وهذه ام المؤمنین عائشة الصديقة تنفیہ والی کل صالت طائفة من علماء الصحابة والتابعین قال العبد الضعیف والذي ذکرہ فی الروح من طواف اہل العلم وذكرہ ابن عبد البر ان الاکثرین علی ذلک یعنی سماعہم فی الجملة هو الحق الحقیق بالقبول والیہ یرشد صیغة القرآن وشأن النزول وبہ تتوافق الروایات من الصحابة والرسول صلی اللہ علیہ وسلم وهو مختار عشائنا دامت برکاتہم ماہبت الدیور والقبور۔" احکام القرآن ج ۳ ص ۱۶۳

۱۲ عن ابی ہریرة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائياً ابغثه شعب الایمان لنبیہ فی الخمس عشر فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔"

مرنے کے بعد انسانی رُوح کا مسکن، اور ایصالِ ثواب

سے اسے فائدہ ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال (۲۵۱):- ہمارے مکان کے سامنے ایک مسجد ہے اس کے امام مولانا شمس الحق صاحب جمعہ کے خطبہ میں فرما رہے تھے، کہ انسان کی روحیں انتقال کے بعد اپنے اپنے اعمال کے مطابق جنت یا دوزخ میں بند کر دی جاتی ہے اور وہ دنیا میں نہیں آتی، لوگ دونوں کو خوش کرنے کے لئے خیرات کرتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں، دوسرے مولوی صاحب سے پوچھا تو انہوں نے مولانا شمس الحق صاحب کی تردید کی اور کہا کہ مرنے کے بعد انسان کی روح کا قبر میں موجود جسم سے تعلق رہتا ہے، دعا، فاتحہ خیرات کرنے سے انسانی روحوں کو سکون ملتا ہے۔

جواب:- انسان کے انتقال کے بعد قیامت تک اس کی روح عالم برزخ میں رہتی ہے، یہ عالم دنیا و آخرت کے بین بین ہے، رُوح کو ایک گونہ تعلق اپنے جسم و قبر سے بھی رہتا ہے،^(۱) اور نیک عمل کا ثواب اگر میت کو پہنچایا جائے یا اس کے لئے دُعا، مغفرت کی جائے تو اس کی رُوح کو اس کا فائدہ پہنچتا ہے، یہ سب باتیں احادیث سے ثابت ہیں جو شخص اس کے خلاف کہتا ہے غلط کہتا ہے۔^(۲) واللہ اعلم

۱۳۹۴ھ / ۲۰۱۳ء

(فتاویٰ نمبر ۲۰۷/۲۵ ب)

موت کے بعد جسم اور رُوح کا تعلق اور عالم برزخ میں جمعہ کی تعطیل

سوال (۲۵۲):- مسجد الفلاح سوسائٹی میں ایک عالم دین نے فرمایا کہ شہدائے کرام جنت میں زندہ ہیں، لیکن ان کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ اس دنیا میں تشریف لا سکتے ہیں، علامہ سیوطی نے نفی

(۱) (الرابع) تعلقها بالبدن تعلقها به في البرزخ فانها وان فارقتہ وتجردت عنه فانها لم تفارقه فراقا كلياً بحيث لا يبقى لها التفات اليه البتة اوقد ذكرنا في اول جواب من الاحاديث والآثار على ردّها اليه وقت سلام المصلي الخ (كتاب الروح لابن القيم ص ۸۴ قال ابن القيم)

(۲) عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه ان رجلاً قال للنبي صلى الله عليه وسلم ان ابي مات وترك مثلاً ولم يوصني فقلت يكفر عنه ان تصدق عنه قال نعم (الجامع الصحيح لمسلم، كتاب الوصية، باب وصول ثواب الصدقات الى الميت)

.. وفي تفسير المظهرى (تحت قوله تعالى وان ليس للانسان الا ما سقى) احتج الجمهور على وصول الثواب من غيره بالا حاديث والاحماء اما الاحاديث فمنها وحديث ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلاث صدقة جارية او ولد صالح يدعو له قال السيوطي وقد نقل غير واحد الاجماء على ان الدعاء ينفع الميت ودليله من القرآن قوله تعالى (والذين جاءوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان) قلت والظاهر ان انتفاع الاموات والا حياء بدعاء الاحياء غير مختصة بهذه الامة وقد قال نوح عليه السلام (رب اغفر لي ولوالدي وللمن دخل بيته ومن المؤمنين والمؤمنات) الخ

حیاء بعد الموت۔ میں لکھتے ہیں کہ عالم برزخ میں جمعہ کو عام تعطیل ہوتی ہے اور تمام مرنے والوں کی زوہیں اپنی اپنی قبروں میں آتی ہیں اور شہدائے کرام دنیا میں تشریف لاتے ہیں، سنت اللہ کیا ہے؟

جواب:- جسم سے روح کے نکل جانے کو موت کہتے ہیں، جسم سے روح نکلنے کے بعد روح معدوم نہیں ہو جاتی بلکہ عالم برزخ میں رہتی ہے اور ایک گونہ تعلق جسم سے بھی رہتا ہے،^(۱) یہ تعلق کسی کا بہت ضعیف اور کسی کا قوی ہوتا ہے، شہداء کی ارواح کا تعلق اپنے اجسام کے ساتھ نسبتاً زیادہ قوی ہوتا ہے کہ ان کے جسم کو مٹی نہیں کھا سکتی، اسی وجہ سے ان کو آہیا، فرمایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی حیات برزخہ بہت قوی ہوتی ہے، انبیائے کرام کی ارواح کا تعلق شہداء سے بھی زیادہ قوی ہوتا ہے،^(۲) عالم برزخ میں جمعہ کی عام تعطیل کے بارے میں جو حدیث آپ نے نقل فرمائی ہے اس کا پورا مفصل حوالہ ہوتا تو اسے تلاش کر کے اس کے بارے میں کچھ عرض کیا جاتا۔

واللہ اعلم

۲۲/۳/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۴۷۵/۲۵ ج)

المہند علی المفند میں ذکر کردہ عقائد درست ہیں

سوال (۲۵۳):- میرا ایک سگا بھائی ہے اس کا دعویٰ ہے کہ حضرت شیخ العرب والعجم مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کا مرتب کردہ کتاب "المہند علی المفند" جس پر دو ریثانی کے اکابرین علماء دیوبند اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے دستخط موجود ہیں، یہ کتاب علمائے دیوبند کے اجماعی عقائد کے خلاف ہے کیونکہ اس کتاب میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور مسئلہ تو سل بالانبیاء کو جائز قرار دیا ہے اس وجہ سے میرا بھائی اس کتاب کو ہرگز تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، اور میں کہتا ہوں کہ یہ کتاب بالکل صحیح ہے اور علمائے دیوبند کے اجماعی عقائد کے مطابق ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا میری بات درست ہے یا میرے بھائی کی بات درست ہے اور کیا سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی کا اختلاف ہے اور کیا مسئلہ تو سل جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- آپ کی بات درست ہے، آپ کے بھائی کی بات درست نہیں، کتاب "المہند علی المفند" اپنے موضوع پر اکابر علماء دیوبند کی مستند ترین دستاویز ہے، اس میں جو عقائد علمائے دیوبند

(۱) ملاحظہ فرمائیے نثر مستندہ کا حاشیہ نمبر ۱۔

(۲) فذهب جماعة من العلماء الى ان هذه الحياة مختص بالشهداء، والحق عتدى عدم اختصاصها بهم بل حياة الانبياء اقوى منهم واشد ظهورا آثارها في الخارج حتى لا يجوز النكاح بازواجه النبي صلى الله عليه وسلم بعد وفاته بخلاف الشهيد۔ (تفسير المظهری ج ۱ ص ۱۰۰ طبع المكتبة الرشيدية كونه)

کے تحریر کئے گئے ہیں وہ مسلک دیوبند کے عین مطابق ہیں، جو شخص ان عقائد سے اختلاف رکھتا ہے ان مسائل میں اس کے عقائد مسلک دیوبند کے مطابق نہیں۔

سماح النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الشریف اور مسئلہ توسل کے متعلق بھی جو عقیدہ کتاب "المہند علی المہند" میں بیان کیا گیا ہے وہی ہمارا اور تمام اکابر نامائے دیوبند کا عقیدہ ہے اور ہمارے نزدیک وہی درست ہے۔ اس کے خلاف کا عقیدہ ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست نہیں ہے۔

واللہ اعلم

۱۰/۱۰/۱۳۹۶ھ

(فتویٰ نمبر ۹۳۰/۷۳ ج ۳)

شہداء کی ارواح کا دنیا میں آنا اور جمعہ کو تعطیل منانا

سوال (۲۵۳): - شہدائے کرام جنت میں زندہ ہیں؟ اور دنیا میں بھی تشریف لاتے ہیں، جمعہ کے دن عام تعطیل ہوتی ہے اور ہر ایک بندے کی روح اپنی اپنی قبر میں آتی ہے، اس مسئلے کے متعلق وضاحت فرمائیں۔

جواب: - اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت ہے وہ چاہے تو شہیدوں کی رُوحوں کو دنیا میں بھی بھیج سکتا ہے،^(۱) مگر جمعہ کی چھٹی منانے کے لئے وہ ہمیشہ دنیا میں آتے ہوں، اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۰/۱۰/۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۷۸/۲۵ الف)

حضرات صحابہ معصوم نہیں

سوال (۲۵۵): - کیا صحابہ کرام معصوم ہیں؟

جواب: - معصوم نہیں، کبھی ان سے بھی گناہ سرزد ہو جاتا تھا لیکن وہ گناہ پر حمت نہ تھے اور معمولی

(۱) واما قول من قال ان ارواح المؤمنين في برزخ من الارض تذهب حيث شاءت فهذا مروي عن سليمان الفارسي والبرزخ هو الحاجز بين شيئين وكان سلمان اراد في ارض بين الدنيا والاخرة مرسله هناك تذهب حيث شاءت وهذا قول قوي الخ (كتاب الروح لابن القيم ج ۱ ص ۱۷۸ طبع دار الكتاب العربي بيروت)۔

... مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے ابداء المفتیین میں رسالہ الانفصاح عن تصرفات الجن والارواح ص ۱۱۸ تا ۱۲۴۔

سے گناہ پر بھی اتنی سختی سے توبہ واستغفار کرتے تھے کہ اس سے نہ صرف ان کے گناہ معاف ہو جاتے تھے بلکہ ان کے درجات میں بھی اضافہ ہوتا تھا۔^(۱)

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۸۸۳/۲۲ ب)

اللہ تعالیٰ کا اپنے لئے صیغہ جمع استعمال کرنے سے

عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث پر استدلال اور اس کا جواب

سوال (۲۵۶) :- عیسائی تین خدا پر یقین رکھتے ہیں اور حضرت عیسیٰ مسیح کو خدا کا بیٹا تصور کرتے ہیں، اب یہ معلوم کرنا ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ سے متعلق جو احکام آتے ہیں ان میں صیغہ جمع کا استعمال ہوا ہے واحد کا نہیں اب ان کو کیا جواب دوں؟

جواب :- قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے کہیں جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عربی محاورہ میں معظم شخص کی تعظیم کے طور پر اپنے لئے جمع کا صیغہ استعمال کرنے کا رواج ہے جیسے اردو میں بھی بولنے والا اپنے لئے بسا اوقات لفظ ”میں“ کے بجائے لفظ ”ہم“ استعمال کرتا ہے، اس کا مقصد صرف بولنے والے کی تعظیم ہے یہ مقصد نہیں ہوتا کہ بولنے والا شخص کئی اشخاص ہیں اسی طرح قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے مگر چونکہ اس سے مشرکین اور نصاریٰ کو اعتراض کرنے کا موقع مل سکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف ہی میں کئی جگہ اپنے لئے صرف واحد کا صیغہ استعمال فرمایا ہے اور قرآن شریف کی بہت سی آیات میں اس کی صراحت بھی فرمادی ہے کہ میں ایک ہوں میرا کوئی شریک اور مثل نہیں۔ جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے واحد کا صیغہ استعمال فرمایا ہے وہ بہت زیادہ ہیں یہاں نمونہ کے طور پر بعض آیات ذکر کی جاتی ہیں:

۱- اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا (سورۃ طہ رکوع ۱)^(۲)

۲- فَاَعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ﴿۱﴾ (سورۃ طہ رکوع ۲)^(۳)

۳- اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ (سورۃ نسا رکوع ۱۱)^(۴)

(۱) : بما صدر عظیم لم یصدر من خلق فی عقد الایمان والاستحصان للنفوق والعصیان بل انما صدر بمقتضى البشریة والجبلة الانسیة اللتی لا تغلو عن الخطأ والنسب انہ لم یصدر منهم ذنب ولا معصیة ضرورة انہ صدر من بعضہم کما عز الاسلام وکن اللہ قدر امتداد وراہل المراد انہم بمرکة صحیبة النبی الاکرم والرسول الاعظم ولو لحظة استقامت قلوبہم علی الدین الحق ورسخت قدمہم فی الاسلام وان زلت حینا بمقتضى البشریة فقد رجعو امولا ہم حزلا واستغفروا وتابوا ودخلوا دحولا او ثابا فی عموم قوله تعالیٰ والذین اذا فعلوا فاحشة او ظنوا انفسہم ولم یصروا علی ما فعلوا وہم یعلمون (التعلیق الصبیح للکائنات دہلوی، طبع دار احیاء التراث العربیہ، بیروت، ج ۲، ص ۲۵۳)۔

انظر ایضاً العقیدة الواسطیة لابن تیمیة مع شرحه للعلامة محمد خلیل ہراس ص ۷۲ تا ۷۵، البیواقیت والجواهر المشعرا فی طبع مصر۔

۴- مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ سُبْحَنَهُ إِذَا قُضِيَ أَمْرٌ فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۵﴾ (سورہ

مریم رکوع ۲) (۱)

اور ایسی آیات کہ جن میں اللہ تعالیٰ نے یہ صراحت فرمائی ہے کہ میں ایک ہوں، میرا کوئی شریک اور مثل نہیں اتنی زیادہ اور مشہور و معروف ہیں کہ نقل کرنے کی ضرورت نہیں، ان آیات کے ہوتے ہوئے کوئی عیسائی یہ دعویٰ کیسے کر سکتا ہے کہ قرآن شریف سے اللہ کا ایک سے زیادہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (۲)

واللہ اعلم

۱۵/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۵۳۰/۲۵ ج)

عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ اور مسلمانوں کے

عقیدہ شفاعت میں فرق

سوال (۲۵۷):- عیسائی نظریہ Saviour (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تمام عیسائیوں کے گناہ کے بدلے اپنا خون دے دیا چنانچہ یہ سب بخشے جائیں گے) کو کیا ہم اپنے تصور شفاعت سے ملا سکتے ہیں؟

جواب:- عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا خون دیکر اپنی امت کے گناہوں کا کفارہ بن گئے سراسر غلط ہے۔ اس پر مفصل بحث تو آپ کو ”بائبل سے قرآن تک“ میں ملے گی، (۳) بہر حال اس عقیدہ کے صحیح یا غلط ہونے سے صرف نظر کرتے ہوئے آپ کو یہاں صرف یہ دیکھنا ہے کہ کفارہ اور شفاعت میں کیا مشابہت ہے۔

کفارہ اور شفاعت ایک بات میں متفق اور ایک میں مختلف ہیں: متفق اس میں ہیں کہ دونوں کا مقصد امتیوں کی مغفرت ہے اور مختلف اس میں ہیں کہ مغفرت کے حصول کے لئے کفارہ میں خود نبی کو عذاب الہی کا مورد قرار دیا گیا ہے جو نبی کی توہین بھی ہے اور اللہ جل شانہ کے عدل کے منافی بھی کہ گناہ کسی کا اور عذاب کسی اور کو۔ (۴) برخلاف شفاعت کے کہ اس میں نہ نبی مورد عذاب بنتا ہے نہ منافی عدل کوئی بات لازم آتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ کفارہ اور شفاعت مقصد میں متفق ہے اور طریق کار اور نتیجہ میں بہت مختلف ہیں کہ کفارہ

(۱) آیت: ۳۵

(۲) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں ”بائبل سے قرآن تک“ ج: ۲، ص: ۲۳۵، ۲۳۶

(۳) مقدمہ بائبل سے قرآن تک، ص: ۸۲ تا ۷۱، نیز، ج: ۲، ص: ۲۷۵، ۲۷۶

(۴) فی تفسیر المظہری (تحت قوله تعالى ان لا تور واذرة وزد اخرى، سورہ نجم آیت ۲۸، یعنی لا یؤخذ نفس باثم غیرہ

کا عقیدہ نبی اور رب العالمین دونوں کی توہین ہے اور شفاعت کو علی الاطلاق اس کی نظیر قرار نہیں دیا جاسکتا۔

واللہ اعلم

۱۸ / ۳ / ۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۷ / ۲۴ ج)

حضرت عیسیٰؑ کی فضیلت سے متعلق قرآنی آیات

سوال (۲۵۸):- قرآن کی یہ آیات جن کا مفہوم ہے کہ ”سلامتی ہو مجھ پر اس دن جس دن میں پیدا ہوا، اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں اٹھایا جاؤں گا“ (سورہ مریم) دوسری آیت اس وقت یاد نہیں آرہی ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کو یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو ہم نے اپنے مقربین میں جگہ دی۔ کیا اس مفہوم کی آیات قرآن مجید میں ہیں؟

جواب:- قرآن حکیم کی وہ آیات یہ ہیں، سورہ مریم کے رکوع دوم میں ارشاد ہے:

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ ۖ إِنِّي نَذَرْتُ لِلْإِسْلَامِ وَجْهًا ۖ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۖ ۝۱۰ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ ۖ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۖ ۝۱۱ وَبَرًّا بِوَالِدِيَّتَيْنِ ۖ وَكُنْتُ بِرًّا ۖ وَلَمَّا جَعَلَنِي غَنًّا ۖ فَشَقِيًّا ۖ ۝۱۲ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ۖ ۝۱۳

وہ بچہ (خود ہی) بول اٹھا کہ میں اللہ کا (خاص) بندہ ہوں، اُس نے مجھے کتاب (انجیل) دی (یعنی دے گا) اور اُس نے مجھ کو نبی بنایا (یعنی بنا دے گا) اور مجھ کو برکت والا بنایا میں جہاں کہیں ہوں، اور اُس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں (دُنیا میں) زندہ رہوں، اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا، اور اُس نے مجھ کو سرکش بد بخت نہیں بنایا، اور مجھ پر اللہ کی جانب سے سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا، اور جس روز مروں گا اور جس روز قیامت میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

خط کشیدہ حصہ آپ کی مطلوبہ آیت ہے۔ اور دوسرے مضمون کی آیت سورہ آل عمران میں یہ ہے:

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ لِمَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝۵۱

(اس وقت کو یاد کرو) جبکہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم بے شک اللہ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو من جانب اللہ ہوگا اُس کا نام (لقب) مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا، با آبرو ہوں گے دُنیا میں اور آخرت میں من جملہ مقربین کے ہوں گے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۸ / ۳ / ۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۷ / ۲۴ ج)

ملائکہ مقررین کا تمام ملائکہ کا سردار ہونا، ضروریاتِ دین میں سے نہیں

سوال (۲۵۹):- ملائکہ اللہ کی مستقل نوری مخلوق ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے فرمانروا ہیں، ان میں سے چار فرشتے: جبریل، میکائیل، عزرائیل اور اسرافیل علیہم السلام تمام ملائکہ کے سردار ہیں۔ ان امور کے بارے میں تحریر کریں کہ یہ ضروریاتِ دین میں سے ہیں یا نہیں؟

جواب:- ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کا ”فرماں روا“ لکھا ہے جو کہ غلط ہے، ملائکہ فرمانبردار ہیں،^(۱) فرمانروا اللہ تعالیٰ ہے اور مذکور چار فرشتوں کا دوسرے تمام ملائکہ کے لئے سردار ہونا ضروریاتِ دین میں سے نہیں،^(۲) ہاں ان کی فضیلت دوسرے ملائکہ پر فی الجملہ ثابت ہے۔

واللہ اعلم
(فتویٰ نمبر ۲۵۳۳۲ ب)

خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا نہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسروں کی امداد اور تعلیم ذکر کے لئے

برزخ سے دنیا میں تشریف لانا

مشتبہ عقائد کے حامل شخص کا حکم

سوال (۲۶۰):- ایک مولوی صاحب ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ:

- ۱- خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور بھولے ہوؤں کو راستہ بتلاتے ہیں
- ۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم مبارک کے ساتھ اس دنیا میں تشریف لاتے ہیں اور مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرتے ہیں، ذکر وغیرہ کی بھی تعلیم دیتے ہیں۔
- ۳- ہر نماز کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم یا محمد تین مرتبہ پڑھتے ہیں یہ درود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ ہے جو پڑھے وہ جنتی ہے، بزرگ مرنے کے بعد بھی سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں ایک بزرگ کا واقعہ بیان کیا کہ عصر سے مغرب تک ایک ختم قرآن کر لیتے تھے، شہید زندہ ہیں دُعاؤں میں کہتے ہیں: اے اللہ کے نبی رحم کر، رسول خدا نگاہ کرم فرمائیے وغیرہ۔

جواب:- حضرت خضر اب بھی زندہ ہیں یا نہیں، قرآن و سنت میں اس کی کوئی صراحت موجود

(۱) وقال اللہ تعالیٰ: لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ① (سورۃ تحریم)۔

(۲) شرح فقہ اکبر (صفحہ ۱۰۲ طبع مصر) میں تفصیل ملائکہ وغیرہ عقائد کو ان عقائد کی فہرست میں لکھا گیا ہے جن سے جہالت مضر نہیں۔

نہیں، اس لئے علمائے کرام کی آراء اس معاملے میں مختلف ہیں، بعض زندہ کہتے ہیں بعض مردہ، جہاں تک عقیدے کا تعلق ہے شرعاً کسی پر نہ یہ لازم ہے کہ وہ حضرت خضر کی زندگی کا عقیدہ رکھے، نہ یہ لازم ہے کہ موت کا عقیدہ رکھے، جو شخص اس معاملے میں جو عقیدہ رکھتا ہو وہ سرے کو اس پر ملامت کا حق نہیں کیونکہ احتمال زندگی کا بھی ہے اور موت کا بھی، جو لوگ زندگی کے قائل گذرے ہیں ان کے تجربہ اور مشاہدہ میں ایسی باتیں آئیں کہ جن سے ان کو حضرت خضر کی زندگی کا یقین ہو گیا مگر دونوں کو ان کی بات ماننا شرعاً لازم نہیں۔^(۱)

۲- قرآن و سنت میں اس کی کوئی دلیل موجود نہیں، بلا دلیل ایسی بات کا دعویٰ نہیں کرنا چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے میری طرف جھوٹی سی بات قصداً منسوب کی وہ اپنا عھد کاندہ جہنم کو بنالے۔^(۲) مگر اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی قدرت ہے۔

۳- ان میں بعض باتیں صراحۃً غلط ہیں، بعض محتمل التاویل ہیں، بعض بلا دلیل ہیں جس شخص کے اعمال و اقوال میں یہ تینوں طمع کی باتیں پائی جاتی ہوں اس کے عقیدے کو مجموعی طور پر کیسے صحیح کہا جاسکتا ہے؟

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۹/۳

(فتویٰ نمبر ۸۶/۲۰۸۶/۵۲۶)

شہید اور ولی اللہ میں سے کس کا مرتبہ بڑا ہے؟

سوال (۲۶۱):- شہید کا مرتبہ بڑا ہے یا ولی اللہ کا؟

جواب:- دونوں کا درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا ہے اور یہ کہیں صراحۃً نظر سے نہیں گزر رہا کہ دونوں میں سے کس کا درجہ بڑا ہے البتہ دلائل میں سرسری غور و فکر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ولی اللہ کا درجہ زیادہ ہے۔

واللہ اعلم

ممد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۱/۳/۱۵

الجواب صحیح

محمد شفیع

(۱) قال البغوی اختلف الناس فی ان الخضر حی ام میت قبل ان الخضر والیاس حیان يلتقيان کل سنة بالموسم . وذهب الاخرون الى انه مات ولا يمكن حل هذا الاشكال الا بكلام المجدد فلائف الثاني فانه حين سئل عن حياة الخضر عليه السلام حاضراً عنده فسأله عن حاله فقال أنا والیاس لسنا من الأحياء لكن الله سبحانه اعطى لأرواحنا قوة نتجسد بها ونفعل بها افعال الأحياء من ارشاد النضال واغاثة الملهوف اذا شاء الله وتعليم العلم الندني واعطاء النسبة لمن شاء الله تعالى وجعلنا الله تعالى معیناً للمقسط المداور الخ (تفسير المظهری، ج ۵ ص ۱۱۰، رشیدیة)۔

نیز ملاحظہ فرمائیے: حارف القرآن، ج: ۵، ص: ۶۲۳، و حارف القرآن لاہور، ج: ۴، ص: ۳۴۲، ۳۴۳۔

(۲) عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ومن کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار (الجامع الصحیح للبخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱۱۰۰)۔

کسی جگہ کے منحوس ہونے کا اعتقاد، علم نجوم کی حقیقت

اور اس کی وجہ سے نقل مکانی

سوال (۲۶۲):- میں تقریباً بچپن سے ہی بیمار یوں کا شکار چلا آتا ہوں بڑی مشکل سے تعلیم حاصل کی، اب ٹی بی ہو گئی اور سات آٹھ سال اس میں گزر گئے، میرا پہلے خیال تھا کہ میں جس جگہ عرصہ سے رہ رہا ہوں شاید یہ منحوس ہے، علم نجوم کی ایک کتاب کے مطالعے کے بعد یہ خیال کبھی کبھی یقین میں تبدیل ہونے لگتا ہے میں بہت پریشان ہوں، شاید شرک کا مرتکب ہو گیا ہوں، اگر میں اس جگہ سے کسی دوسری جگہ (جو علم نجوم کی رو سے سعد ہو) چلا جاتا ہوں اور یہ مجھے راس آ جاتی ہے تو میرے دل میں یہ خیال رہے گا کہ پہلی جگہ واقعی منحوس تھی (اور علم نجوم میں کچھ حقیقت ہے) اگر وہیں (اس علم کے بعد کہ یہ جگہ نحس ہے) رہتا ہوں تو بھی میرے دل میں یہ خیال رہے گا کہ میں اگر کسی سعد جگہ چلا جاتا تو شاید میرے لئے بہتر ہوتا اور میرے دن بدل جاتے پھر بھی نجوم کے اثرات بدستور رہیں گے۔

شوق ہی شوق میں تمام بڑے بڑے شہروں کے متعلق استخراجات نکال چکا ہوں کہ کونسا شہر میرے لئے سعد ہے اور کونسا نحس، لیکن آج کل کے حالات میں نقل مکانی کرنا ناممکن ہے اس لئے میں سخت پریشان ہوں، علاج تجویز فرمائیں اب سوال یہ ہے کہ:

۱- کیا کسی جگہ کو خاص حالات کے تحت منحوس خیال کرنا۔

۲- کسی جگہ کو علم نجوم وغیرہ کی رو سے سعد یا نحس خیال کرنا درست ہے یا نہیں؟ (یہ کس قسم کے

گناہ ہیں)۔

۳- علم نجوم کی کیا حقیقت ہے اس سے مستفید ہونا درست ہے یا نہیں؟ اگر کہیں جاؤں تو کیا نیت

کر کے نکلوں، نیز جگہ کی تعیین کیسے کروں؟

جواب: ۱- اللہ جل شانہ کی قدرت و ارادہ اور فیصلہ کے بغیر کوئی چیز کسی کو نہ نفع پہنچا سکتی ہے نہ

نقصان۔ اب علوم نجوم کا جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا، کچھ ادھوری باتیں باقی رہ گئیں جن سے علم یا ظن غالب

حاصل نہیں ہو سکتا۔ اب جو کچھ نجوم کی کتابوں یا علم نجوم کے مدعی کہتے ہیں محض انہی ادھوری باتوں کی بنیاد پر

کہتے ہیں، اندھے کا تیر ہے کبھی نشانہ پر لگ جاتا ہے اور اکثر خطا ہوتا ہے اس لئے اس سے استفادہ کی کوشش

ایک عبث ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں، اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام نہاد علم پر بھروسہ کرنے

یا اس میں مشغول ہونے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے کیونکہ اس پر بھروسہ کرنا علاوہ بے فائدہ ہونے کے

اضاعت وقت بھی ہے، تشویش قلب کا باعث بھی ہے اور انسان کو دہمی بنا دینے والا ہے،^(۱) ایک مومن کو اللہ پر بھروسہ کر کے اپنی تقدیر پر شاکر و صابر رہنا چاہئے۔ ہاں اپنی تکلیف کے ازالے کے لئے جائز تدابیر بھی کرے، علاج و معالجہ تبدیل آب و ہوا کی ضرورت ہو تو وہ بھی کرے مگر نتیجہ اللہ کے سپرد کئے رہے۔

شریعت میں نحوست کوئی چیز نہیں، اس کا اعتقاد رکھنا جائز نہیں،^(۲) ہاں غیر اختیاری طور پر دل میں خیال آجائے تو اس کا کوئی گناہ نہیں، اپنے مقصد و اختیار سے اس کے خیال کو دل میں جگہ نہ دے، جب خیال آئے تو لا حول والاقوة الا باللہ پڑھا کرے، ایسی کتابوں کا مطالعہ اور اس کا اعتقاد رکھنے والوں سے میل جول ترک کر دے۔

نام نہاد علم نجوم کی بناء پر نقل مکانی نہ کریں، ہاں مکان کشادہ نہ ہو، یا صاف ستھرے ماحول میں نہ ہو یا اس شہر کی آب و ہوا موافق نہ آتی ہو تو معالجوں سے پوچھ کر جو جگہ وہ تجویز کریں اور وہاں رہائش آپ کے لئے ممکن بھی ہو وہاں منتقل ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ بسا اوقات ایک جگہ کسی کو موافق نہیں آتی تبدیلی مقام سے فائدہ ہو جاتا ہے، اس لئے تبدیلی مقام بالکل بے فکر ہو کر کر سکتے ہیں اس میں بالکل کوئی گناہ نہیں۔^(۳) ہاں جگہ کا انتخاب نام نہاد علم کی بنیاد پر ہرگز نہ کریں اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ کریں کہ وہی ہمارا اور ہر چیز کا خالق و مالک ہے، صحت اور بیماری سب اسی کی قدرت میں ہے اور اللہ عز و جل سے اپنی جملہ بیماریوں اور پریشانیوں سے نجات کے لئے خوب دل لگا کر دُعا کیا کریں، نماز، روزہ اور تمام فرائض کی پابندی کریں اور یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے کہ انسان کو دنیا میں جو تکلیف یا مصیبت بھی

(۱) عن قتادة رضي الله تعالى عنه قال خلق الله تعالى هذه النجوم لثلاث جعلها زينة للنساء، ورجوماً للشياطين، وعلامات يهتدى بها فمن تأول فيها بغير ذلك اخطأ واطاع نصيبه وتكلف ما لا يعلم رواد البخاري تعليقاً وفي المشكوة مع المرقاة باب الكيان، طبع مكتبة حبيبية كوفية، ج ۸ ص ۱۷۱

في المرقاة تحت (واخطأ) اي حيث تكلم رجماً بالغيب (واضاع نصيبه) اي حظه من عمره وهو الاشتغال بما يعنيه ويشغفه في الدنيا والآخرة (وتكلف ما لا يعلم) اي شئ يتصور علمه لان اخبار السماء لا تعلم الا من طريق الكتاب والسنة وليس فيها ازيد مما تقدم - والله اعلم

انظر ايضاً التعليق الصبيح للشيف الكاندھلوی ۶۸/۵ (طبعة دار احیاء التراث بیروت)، تکملة فتح المنہم ج ۲ ص ۳۸۳۔
مکتبہ دارالعلوم کراچی

وفي رد المحتار وانما زجر عنه من ثلثه اوجه احدها انه مضر بالكثير الخلق . وثانيها ان احكام النجوم تخمين محض . وثالثها انه لا فائدة فيه (ج ۱ ص ۳۶ سعید)

(۲) عن ابی هريرة رضي الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا طيرة وخير الطال الخ (سنن البيهقي ج ۸ ص ۱۳۹، المشكوة مع المرقاة، باب الطيرة، ج ۸ ص ۳۵۱)

في المرقاة تحت: ۳۴۱/۸: ففاه الشرع وابطله ونهاهم عنه واخبر انه لم يزل له تأثير من جلب نفع او دفع ضرر -
انظر ايضاً التعليق الصبيح للشيف الكاندھلوی (طبعة بيروت) ۵۶/۵

(۳) عن انس رضي الله تعالى عنه قال قال رجل يا رسول الله انا كفا في دار كثير فيه عددنا واموالنا فتحولنا الي دار قل فيه عددنا واموالنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذروها ذميمة اي اتركوها بالحول عنها حائل كونها مذمومة لان هواءها غير موافق لكم (الادب المفرد للبخاري، باب الشوم في الغرس)

آتی ہے بڑی ہو یا چھوٹی اس کا بہت بڑا ثواب اس کو ملتا ہے اور بیشمار گناہ معاف ہوتے ہیں۔^(۱)

واللہ اعلم بالصواب
(فتویٰ نمبر ۳۱۳/۲۵ ب)

سورج اور چاند گرہن کے موقع پر احتیاطی تدابیر کرنا؟

سوال (۲۶۳):- سورج گرہن اور چاند گرہن کے موقع پر حاملہ عورتوں کے لئے کچھ احتیاطی تدابیر بعض گھرانوں میں کی جاتی ہیں جیسے ان اوقات میں کمرہ سے باہر نہ نکلنا، آیا اس کی کوئی شرعی حیثیت ہے یا نہیں؟

جواب:- شریعت میں ایسی کوئی بات کتابوں میں نہیں ملی، لہذا شرعاً اس طرح کا کوئی عقیدہ رکھنا ثابت نہیں، یہ مسئلہ جسمانی صحت سے متعلق ہے اور عورتوں میں مشہور ہے اگر احتیاط کی جائے تو شرعاً کوئی مضائقہ نہیں۔^(۲)

واللہ اعلم
(فتویٰ نمبر ۳۶۲/۳۱ الف)

چاند گرہن کے موقع پر احتیاطی تدابیر نہ کرنے سے حمل کا متاثر ہونا

سوال (۲۶۳):- ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے جس کا ہونٹ کٹا ہوا ہے بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ حاملہ خاتون کی حرکات کا اثر ہے چاند گرہن کے موقع پر ایسا ہوتا ہے۔

جواب:- چاند گرہن سے ایسا ہونا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں۔^(۳)

واللہ اعلم
۱۳/۳/۱۳۹۳ھ
(فتویٰ نمبر ۵۰۲/۲۵ ج)

(۱) عن عائشة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما من شئ يصيب المؤمن حتى الشوكة يصيبه الا كتب الله له بها حسنة او حطت بها خطيئة (الجامع الصحيح لمسلم: كتاب البر والصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض ۳۶۵/۲ طبع بيروت، رقم الحديث ۳۵۷۲)

(۲) وقال شيخنا الحنفی قدس سرہ فی الکوکب الدرر... والذی ینبغی ان یعتقد علیہ القلب انہ تعالیٰ هو المؤثر الحقیقی یفعل ما شاء حیث ما شاء وانما امثال هذه امارات جرت عادته سبحانه وتعالى انہ یفعل بعد اضطرارها ولو شاء لم یفعل مع ظهور الامارات ایضا کما انہ وضع فی الادویۃ افعالا وخواص وقد تتخلف عن موجبها کذلک تعتقد فی العدوی وتاثيرات الشجوم وامطار الانواء انہ تعالیٰ وضع فیہ اثر من غیر ان یکون لہا تاثير فی ابداء فامرہا لیس الا کما امر الا مظهر اذا تنشأت حایة فانظاہر منہا انہا تمطر ومع ذلك انفسنا بلا مظهر مستیقنین الا ان یشاء الله رب العالمین... وبعد اوراق تحت قوله علیہ السلام ولا نوء وان اعتقد ان ذلك من قبیل التجربة فلیس بشرک (تکملة فتح المصنوع، ج: ۵، ص: ۳۷۱)

انظر ایضا حجة الله البالغة، ج: ۲، ص: ۹۵ والمرقاة (تحت قوله صلى الله عليه وسلم ولا نوء، ج: ۸، ص: ۳۹۶ والتعلیق الصبیح، ج: ۵، ص: ۵۲)

(۳) بحوالہ بالا۔

آیات قرآنیہ اور ماثور دُعاؤں سے عملیات کرنا

سوال (۲۶۵):- میں ایک عامل ہوں، میرا توحید اور رسالت پر ایمان ہے، صوم و صلوٰۃ کا پابند ہوں میں نہ کوئی نجومی ہوں نہ کائن، جو توحید و رسالت کا منکر ہوگا کافر ہوگا کیا میرا عقیدہ یہ صحیح ہے اور میرا یہ عملیات کرنا کیسا ہے؟

جواب:- اگر آپ کے عقیدے یہ ہیں اور عملیات بھی آیات قرآنیہ اور مسنون دُعاؤں سے کرتے ہیں تو یہ سب ٹھیک ہے اور بلاشبہ جائز ہے کسی کو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے^(۱) واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۱۳۹۱/۱۲/۵ھ

محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۵۱۷/۲۲۲)

زیارت و خانقاہ پر سلام و دُعا کرنا

سوال (۲۶۶):- زیارت و خانقاہ پر سلام کرنا دُعا کرنا کہاں تک صحیح ہے، آیا یہ بزرگ جو دنیا سے رخصت ہو گئے، مدد کر سکتے ہیں؟

جواب:- مسلمان مردوں کو سلام کرنا سنت سے ثابت ہے اور کسی بزرگ کے مزار کے پاس اس خیال سے دُعا کرنا کہ اس متبرک مقام کی برکت سے شاید دُعا زیادہ قبول ہو جائے، گنجائش ہے، اللہ کے سوا کوئی کسی کے حقیقی مدد نہیں کر سکتا، جو کچھ مانگیں اللہ سے مانگیں کسی مردہ سے مانگنا جائز نہیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۱۳۹۱/۸/۲ھ

محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۹۶۳/۲۲۲)

(۱) عن شرف بن دعلج الأشجعی رضی اللہ عنہ قال کنا نرقی فی الجاحلیۃ فقلنا یا رسول اللہ کیف ترقی فی ذلک فقال اعرضوا

عنی رقاکم لا بأس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک (صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لا بأس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک؛

وفی مشکوٰۃ مع المرقاة کتاب الطب والرقی الفصل الاول ۳۰۱/۸ وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رخص رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فی الرقیۃ من العین والحمۃ والتمنۃ

فی المرقاة تحته والمراد بالرقیۃ هنا ما یقرأ من الدعاء والیات القراءۃ لطلب الشفاء

ولد الزنا اگر ایمان اور اعمال صالحہ کو اختیار کرے

تو جنت میں جائے گا

سوال (۲۶۷): - ولد زنا اگر ایمان دار ہو اور عمل صالح کریں تو یہ ولد الزنا جنت میں جاسکتا ہے

یا کہ نہیں؟

جواب: - ولد زنا اگر مؤمن ہے اور نیک متقی ہے اور ایمان ہی پر مبرا تو جنت میں جائے گا۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۸/۲۹/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۸۲۵/۲۵ د)

مستہم بالتشیع کا جنازہ پڑھنے والوں پر کفر و فسق کا

فتویٰ لگانا درست نہیں

سوال (۲۶۸): - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص

عشرہ مجرم میں تمام رسوم ادا کرتا تھا تحفظ حقوق شیعہ کا صدر بھی تھا۔ بعض لوگ اس پر سب صحابہ کا الزام بھی لگاتے ہیں لیکن اس کے ورثاء اس الزام کی حلفاً تردید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اہل بیت سے محبت ضرور ہے لیکن ہمارا سارا خاندان صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرنا کفر سمجھتا ہے اور شخص مذکور کا عقیدہ بھی یہی تھا۔ کثیر شہادتوں سے شخص مذکور کا نماز پنج گانہ اور نماز جمعہ وغیرہ اہل سنت کی مساجد میں اہل سنت کے طریق پر ادا کرنا نیز تلاوت کلام پاک کرنا، اہل تشیع نے اس کی تجہیز و تکفین اپنے طریقے پر کرنی چاہی لیکن ورثاء نے صاف انکار کر دیا، اہل سنت والجماعت کے کچھ لوگوں نے شخص مذکور کی نماز جنازہ ادا کرنے سے انکار کر دیا لیکن اہل سنت والجماعت میں سے کچھ لوگوں نے شخص مذکور کو فاسق سمجھتے ہوئے اس کی نماز جنازہ ادا کر دی۔ جنازہ نہ پڑھنے والے سنی حضرات نماز پڑھنے والے سنیوں پر کفر اور فسق نکاح کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ آپ کیا فرماتے ہیں؟ فتویٰ پر مفتی شفیع صاحب مدظلہ کے دستخط ضرور ہوں۔

جواب: - سب صحابہ کا الزام چونکہ ثابت نہیں ہے اور ورثاء میت حلفاً اس کی نفی بھی کرتے ہیں،

نمازیں اہل سنت کے طریقے پر پڑھنا بھی اس کے شیعہ ہونے کی منافی ہے اور ورثاء میت کی خواہش بھی یہی تھی کہ اہل سنت والجماعت کے طریقے پر تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ ہو اس لئے اس پر جن سنی حضرات نے نماز

جنازہ پڑھی وہ کسی قسم کی ملامت کے مستحق نہیں^(۱)، ان پر کفر یا فسق کے فتویٰ لگانا یا یہ کہنا کہ ان کے پیچھے نماز درست نہیں، بالکل غلط ہے۔

واللہ اعلم بالصواب
محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیع

۱۱/۸/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۰۱۲/۲۳ د)

چاند تک انسان کی رسائی خلاف عقل و شرع نہیں

سوال (۲۶۹):- چاند پر انسان کی رسائی قرآن کی رو سے ممکن ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اسے کفر سمجھتے ہیں؟

جواب :- قرآن و سنت میں چاند تک انسان کے پہنچنے کو نہ تو ممکن کہا گیا اور نہ غیر ممکن کہا گیا، یہ سراسر تجربہ اور مشاہدہ کی چیز ہے اور کوئی عقلی یا شرعی دلیل انسان کے چاند تک پہنچنے کو ناممکن قرار نہیں دیتی۔^(۲)

واللہ اعلم
محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
محمد عاشق الہی

۱۱/۱۱/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۶۸۱/۲۳ ج)

اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم ضرورت ہے

سوال (۲۷۰):- محترم و مکرم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! عرض اینکہ حضرت مولانا محمد حارث صاحب نے ایک نیک مبارک تحریک شروع کی ہے، اس میں آپ حضرات سے بھی تعاون لینا چاہتے ہیں، اُمید ہے آپ خصوصی توجہ دے کر ممنون فرمائیں گے۔

جواب :- اس وقت امت مسلمہ کا سب سے اہم مسئلہ اتحاد بین المسلمین ہے، ہر وہ کام حرام ہے

(۱) فی المشکوٰۃ مع المرقاة کتاب الایمان، الفصل الاول، ۸۲/۱: عن انس انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا واكمل ذبيحتنا فذلك المسلم له ذمة الله وذمة رسوله فلا تعضر الله في ذمته۔

فی المرقاة تحتہ: ۸۲/۱ (من صلى صلاتنا) ای کما نصلي، ولا توجد الا من موحد معترف بنبوته ومن اعترف به فقد اعترف بجميع ما جاء به فلذا جعل الصلاة علما لإسلامه۔

(۲) تفصیل کے ملاحظہ فرمائیے: فتاویٰ عثمانی، ج: ۱، ص: ۲۷۱ تا ۲۷۵ اور فتاویٰ حقایق، ج: ۱، ص: ۳۳۰ تا ۳۳۳۔

جس بے اُمتِ مسلمہ میں افتراق پیدا ہو، اور ہر وہ کوشش باعثِ اجر و ثواب ہے جو شریعت کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے اتحادِ بین المسلمین کے لئے کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مضمونِ بالا سے متعلق عربی میں علمائے کرام کی آراء

بسم الله الرحمن الرحيم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایہا الطلبة الکرام علیکم من الله السلام خُصُّتم فی امر فخم وخطب جسيم -

بقدر الکد تکتسب المعانی

علیکم بتقوی الله فان التقوی ملاک الحسنات وانما لامرء ما نوٰی فلا تكونوا لانفسکم بل کونوا انصار الله ان تنصروا الله ینصرکم وکونوا علی حذر لا کن جهادکم قتالاً فیما بینکم فقد قال جلّ مجده ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم ولكن سعيکم فی اتحاد کلماتکم۔ لقد شمر حارث الحرث ساعد الجد ولقد اتی بما یعجز عنه فئات المسلمین والذین جاهدوا فیما لنهدينهم سبلنا فالمسئول من الله ان ینجحنا وایاه معکم فی سبیل الخیر۔ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا الله ان الله خبیر بما تعملون۔ والسلام خیر ختام

وانا الاحقر محمد یعقوب شرودی

خادم الجامعة الرشیدية سرکی روڈ

کوئٹہ بلوچستان، پاکستان

۱۶ شعبان ۱۴۱۵ھ - ۱۸ جنوری ۱۹۹۵ء

نعم ما کتب الشیخ محمد یعقوب شرودی مدظلہ۔

گل حسن عفی عنہ

ناظم دارالعلوم رحیمیہ نیلا گنبد

۱۹/۱/۱۹۹۵ء

انا مؤید لما کتب الشیخ مولانا محمد یعقوب شرودی حفظہ اللہ۔

احقر الانام مهر الله عفا الله عنه

خادم بمر کزی تجوید القرآن کوئٹہ

(۱) قال الله تعالى: "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا" (آل عمران: ۱۰۳)۔

.... عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله يرضى لكم ثلاثاً ويكره لكم ثلاثاً، يرضى لكم ان تعبدوه ولا تشركوا به شيئاً، وان تعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا، ويكره لكم قيل وقال وكثرة السؤال وإضاعة المال۔ (صحيح مسلم، كتاب الأقضية، باب النهي عن كثرة السؤال من غير حاجة، حديث: ۴۵۷۸)

.... فی شرح النووی تحت هذه الحديث (ج: ۱ ص: ۱۴۳) قوله صلى الله عليه وسلم: (ولا تفرقوا) فهو أمر بلزوم جماعة المسلمين وتألف بعضهم ببعض وهذه إحدى قواعد الاسلام۔

ما کتب مولوی محمد یعقوب شرویدی فصیح واللہ المستعان علمی ما یجهد فی ذالک۔

عارف گل عفی عنہ

شارون آباد کراچی

واللہ اعلم بالصواب وما توفیقی الا باللہ۔

احقر عبد الکریم عابد

مدیر جامعہ مدنیہ

گلش اقبال کراچی

۵/ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح

محمد مظهر عفا اللہ عنہ

اشرف المدارس

گلش اقبال کراچی

محمد زری ولی خان عفا اللہ عنہ

جامعۃ احسن العلوم

گلش اقبال کراچی

انا موافق وموید لهذا التحریر وادعوا اللہ سبحانہ وتعالیٰ لصاحب هذا التحریر۔

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

خادم طلبہ دارالعلوم کراچی ۱۰

کورنگی کے ایریا

محمد عبدالمنان عفی عنہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۱

۸/ ۱۲/ ۱۴۱۵ھ

نائب مفتی دارالعلوم کراچی ۱۲



فصل فی التقدير (تقدیر سے متعلق سوالات)

ہر کام اللہ کے علم اور مشیت کے مطابق ہوتا ہے

سوال (۲۷۱):- آپ نے مسئلہ تقدیر میں فرمایا تھا کہ علم باری میں ہر شے پہلے سے طے شدہ ہے اور انسان اپنی مرضی و اختیار سے وہی کام کرتا ہے، مرض، شفاء، علاج، ہر چیز مطابق تقدیر ہے، کیا مندرجہ بالا عقیدہ درست ہے مثلاً یہ خط جو میں لکھ رہا ہوں اسی کاغذ اور اسی قلم اور اسی وقت لکھا جانا علم باری میں تھا اور یہ ناگزیر تھا۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان پر کسی قسم کی کوئی تکلیف دکھ پہنچے اتفاقی یا اپنے اعمال سے تو وہ ضرور ہونے والی تھی ہو کر رہی، یعنی انسان کی ہر حرکت اور سکون پہلے سے اللہ کے علم میں ہوتا ہے وہ ضرور ہو کر رہتا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر کام اللہ کی رضا سے ہونا ضروری نہیں، بعض کام اللہ کی پسند اور بعض ناپسند کے ہوتے ہیں لیکن اللہ کو علم ضرور ہوتا ہے آپ کے جوابات سے میں نے تقدیر کا یہی مفہوم اخذ کیا ہے؟ جواب دیں تاکہ تسلی ہو۔

جواب :- خط کی مثال میں جو عقیدہ آپ نے تحریر کیا ہے درست ہے اور خط کشیدہ عبارت کے بعد یہ جملہ بھی ضروری ہے کہ وہ اللہ ہی کے پیدا کرنے سے وجود میں آتا ہے یعنی اسی کے حکم و ارادہ سے اس کام کا وجود ہوتا ہے۔ اگر اللہ کا حکم نہ ہوتا تو وہ کام وجود میں نہ آتا اگرچہ اس پر اللہ تعالیٰ کا من کل الوجوہ راضی ہونا ضروری ہے^(۱)۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۸ء

(فتویٰ نمبر ۱۸۰۸ / ۲۵ د)

الجواب صحیح

محمد شفیع

(۱) قال اللہ تعالیٰ: وَعِندَ ذُمَّاتِهِمُ الْغَيْبُ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الدَّرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنَ سَّمَاءٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا تَحِيطُ بِشَيْءٍ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا رَاطِبٍ وَلَا يَاسِينَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿۵۱﴾ (سورة الانعام)۔

کیا تقدیر بدل سکتی ہے؟

سوال (۲۷۲): - لوگ کہتے ہیں کہ تدبیر سے تقدیر بدل جاتی ہے کیا صحیح ہے؟

جواب: - تقدیر کی دو قسمیں ہیں ایک تقدیر معلق، دوسری تقدیر مہرَم۔

پہلی قسم تدبیر سے متاثر ہو جاتی ہے دوسری قسم متاثر نہیں ہوتی،^(۱) مسئلہ نازک اور تفصیل طلب ہے،

کارڈ میں اس کی گنجائش نہیں، سمجھ میں نہ آیا ہو تو کسی وقت زبانی آکر معلوم کر لیں یا الفاظ بھیج کر پوچھ لیں۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۲/۱۱/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۲۲/۲۲ و)

الجواب صحیح

محمد شفیع

تدبیر کی حدود

سوال (۲۷۳): - کسی شخص کو کہاں تک تدبیر کرنی چاہئے اور کب معاملے کو تقدیر پر چھوڑنا چاہئے؟

جواب: - تدبیر متوسط درجہ کی کرنی چاہئے، حدیث میں ہے کہ متوسط درجہ کی کوشش کرو اور اللہ

پر بھروسہ رکھو،^(۲) اور متوسط درجہ کی کوشش و تدبیر یہ ہے کہ اس کی وجہ سے حقوق اللہ یا حقوق العباد (جو کہ واجب

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۵/۸/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۰۱۲/۲۲ ج)

ہیں) ترک نہ ہوتے ہوں۔

الجواب صحیح

محمد شفیع

جب موت و حیات غیر اختیاری ہیں تو جزاء و سزا کس بنیاد پر؟

سوال (۲۷۴): - ایک بے ثبات دُنیا ہے، یہاں پر بنی نوع انسان کا قیام عارضی ہے بعد

(۱) وقال ابن عباس يمحوا الله ما يشاء ويثبت يعني مما كان في اللوح فما كان مكتوباً قابلاً للمحو يسمى بالقضاء المعلق يمحوه الله تعالى بما يجاز ما علق محو به سواء كان ذلك التعليق مكتوباً في اللوح أو مضمراً في علم الله تعالى وما ليس قابلاً للمحو يسمى بالقضاء المبرم وذلك القضاء لا يرد (في تفسير المصنعي: ج ۵ ص ۱۱۰، وشهدية)

تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں، معارف القرآن: ج ۵ ص ۲۱۶، ۲۱۵، اور درر مسلمات حضرت مولانا قاسم: ج ۱ ص ۲۲۳، ۲۲۵ (ادارۃ المعارف، کراچی)۔

(۲) عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيها الناس اتقوا الله واجملوا في الطلب فإن نفساً لن تموت حتى تستوفى رزقها وإن أبطأ عنها فاتقوا الله واجملوا في الطلب خذوا ما حل ودعوا ما حرم (سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب الاقتصاد في طلب المعيشة)۔

ازاں ہر آدمی کو موت کے بعد اعمال کی سزا و جزاء ملے گی، اب سوال یہ ہے کہ جب انسان نہ اپنی مرضی سے آیا اور نہ گیا تو پھر اس سے حساب و کتاب کس بات کا؟

جواب :- اشکال جب ہوتا کہ آخرت کی جزاء و سزا انسان کے دنیا میں آنے یا دنیا سے جانے کی ہوتی حالانکہ معاملہ یہ نہیں بلکہ جزاء و سزا انسان کے اپنے اختیاری افعال پر ہوتی ہے، دنیا میں آنے یا یہاں سے جانے کی نہ کوئی سزا ہے نہ جزاء لہذا کوئی اشکال نہیں۔

یعنی دنیا میں انسان غیر اختیاری طور پر لایا گیا لہذا اس کی انسان کو نہ کوئی سزا ملے گی نہ جزاء، اسی طرح اسے غیر اختیاری طور پر واپس بلا لیا جاتا ہے اس پر بھی کوئی باز پرس اور جزاء و سزا نہیں، جزاء و سزا اور حساب و کتاب صرف ان افعال کا ہے جو اس نے دنیا میں آنے کے بعد اور دنیا سے جانے سے پہلے کے درمیانی وقت میں عقل و بلوغ اور حالت اختیار میں کئے ہیں۔^(۱)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۰/۱۱/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۵۲/۷۲۳ ج)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

جب تقدیر میں سب کچھ لکھا ہوا ہے تو دُعا کیوں کی جائے؟

سوال (۲۷۵):- قرآن پاک کی تفسیر معارف القرآن سورہ عبس کی تفسیر لفظ قدرہ ص: ۶۷ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ انسان جب بطن مادر میں زیر تخلیق ہوتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ اس کی چار چیزوں کی مقدار لکھ دیتے ہیں: ۱- وہ یہ کہ وہ کیا کیا کیسے عمل کریگا۔ ۲- اس کی عمر کتنی ہوگی۔ ۳- اس کو رزق کتنا ملے گا؟ ۴- اور وہ انجام کار سعید و نیک بخت ہوگا یا شقی بد بخت ہوگا؟ (کما فی حدیث ابن مسعودؓ عند الشیخین)۔

عرض یہ ہے جب سب کچھ پیدا ہونے سے پہلے لکھا جا چکا ہے تو عمر و راز کی دُعا، وسعت رزق کی دُعا، نیک بختی کی دُعا پھر کیسے ہے؟ برائے کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

جواب :- تقدیر کا مسئلہ فتویٰ کا نہیں ہے، یہ بہت پیچیدہ مسئلہ ہے البتہ اگر آپ چاہیں تو مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں (یا کسی محقق عالم سے زبانی سمجھ لیں)۔

۱- مسئلہ تقدیر: از حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا اور لیس کاندھلویؒ، اور حضرت

مولانا قاری طیبؒ ناشر ادارہ اسلامیات ۱۹۰، انارکلی لاہور۔

۲- اطیب الشری فی تحقیق مسئلہ القضاء والقدر (اردو) از حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب۔

۳- کتاب التقدير از ابن القیم (اردو ترجمہ)۔

۴- مظاہر حق جدید جلد اول باب الایمان بالقدر۔^(۱)

واللہ اعلم بالصواب

محمد خیر اللہ

۲۲/۳/۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح

احقر محمد تقی عثمانی

(فتویٰ نمبر ۵۵۲/۳۹۷ ب)

جواب صحیح ہے اور یہ بات کہ یہ شخص اپنی زندگی میں ان امور کی دعا کرے گا یا نہیں؟ اور دعا کرے گا تو قبول ہوگی یا نہیں؟ یہ سب بھی اس کی تقدیر میں پہلے لکھا ہوا ہے مگر چونکہ ہمیں اپنی وہ تقدیر معلوم نہیں۔ دعا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اس لئے دعا کرنی چاہئے، موجب ثواب ہے۔^(۲) محمد رفیع عثمانی

جب کفار کے دل مہر شدہ ہیں تو وہ مستحق عذاب کیوں؟

سوال (۲۷۶):- زید نے قرآن مجید کی ان آیات کا ترجمہ کیا "إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ

عَازَبُواهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ (القولہ) ذَلِيلٌ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝"

سامعین میں سے ایک نے سوال کیا کہ جب خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو پھر ان کے لئے عذاب عظیم کی دھمکی کیوں دی جا رہی ہے جبکہ اسلام کا یہ اصول ہے کہ درخت کا پتہ بھی بغیر حکم خدا نہیں گرتا۔ تو پھر یہ بھی عین تقدیر کے موافق ہے کہ اس کے مقدر میں ایسا ہے تو پھر مزا کی تجویز چہ معنی دارد جبکہ خدا تعالیٰ خود فرماتے ہیں وَمَا بِكَ بِظَلَمٍ لِلْعَبِيدِ ۝، جناب والا سے اس مسئلہ کی تفصیل مطلوب ہے۔

جواب :- یہ تقدیر کا مسئلہ ہے جو بہت باریک ہے، عوام کو اس میں الجھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے روکا ہے،^(۳) مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس میں نہ الجھیں، اور مختصر آیت عقیدہ رکھیں انسان نہ مجبور محض ہے اور نہ قادر مطلق ہے بلکہ معاملہ بین بین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کچھ اختیار بھی دیا ہے اور اسی

(۱) نیز حضرت مؤلف مدظلہم کا اس موضوع پر آسان اور جامع رسالہ "مسئلہ تقدیر کا آسان حل" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

(۲) فی مشکوٰۃ مع المرقاة، باب الایمان بالقدر، الفصل الثانی، ج: ۱، ص: ۶۸، عن ابی خزيمة عن ابیہ رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ! الرایت رقی یسترقیہا ودواء یتداوی بہ وتقاۃ تنقیہا هل ترد من قدر اللہ شیئاً قال ہی من قدر اللہ۔ فی المرقاة تحت قوله ہی من قدر اللہ: ایضاً یعنی کما ان اللہ قدر الداء قدر زوالہ بالدواء ومن استعملہ ولم ینفعہ فلیعلم ان اللہ تعالیٰ ما قدرہ۔

(۳) عن ابی ہریرۃ قال قال خبرہ علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نتنازع فی القدر فغضب حتی احمر وجہہ حتی کانما فقی فی وجنتیہ الرمان فقال ایہذا امر تم ام یہذا اوسلت الیکم انما ہلک من کان قبلکم حين تنازعوا فی ہذا الامر عزمت علیکم الا تتنازعوا فیہ (سنن الترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء فی التشدید فی الخوض فی القدر)۔

(۱) اختیار پر جزاء و سزا ہے۔ اور آیت مذکورہ بالا میں جو دلوں پر مہر لگا دینا مذکور ہے وہ بھی ان کے کفر سابق کی وجہ سے ہے اور کفر ہی کی سزا کے طور پر ہے اور ظاہر ہے کہ ان کا کفر سابق ان کے اپنے اختیار سے تھا۔ کیونکہ اس وقت ان کے دلوں پر مہر نہ لگی تھی یہ نہیں ہے کہ مہر پہلے لگائی گئی اور وہ کافر بعد میں ہوئے بلکہ وہ کافر پہلے ہوئے اور مہر بعد میں لگائی گئی، خود مذکورہ بالا آیت ہی میں اس کی صراحت ہے۔

اور سائل کو اس قسم کے نازک مسائل میں عوام کو الجھانے کے بجائے کسی ماہر عالم دین کے پاس فرصت میں جا کر اپنے شبہات و دُر کرنے چاہئے۔ اگر طلب حق کی نیت ہوگی تو ان شاء اللہ ضرور تسلی ہو جائے گی کہیں اور تسلی نہ ہو تو ہمارے پاس آجائیں مگر مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے سے کلی اجتناب کریں، سائل نے جو بات کہی ہے کہ انسان مجبور محض ہے یہ اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے خلاف ہے، اس کو اس عقیدے سے توبہ کرنی چاہئے۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۱/۹/۲۳ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع



(۱) واللہ تعالیٰ خالق لا فعال العباد من الکفر والایمان والطاعة والعصیان لا کما زعمت المعتزلة ان العبد خالق لا فعالة۔ الی قوله وللعباد افعال اختیاریة یشاہون بها ان کانت طاعة ویعاقبون علیها ان کانت معصیة لا کما زعمت الجبریة انه لا فعل للعبد اصلا وان حرکاته بمنزلة حرکات الجہادات لا قدرة علیها ولا قصد ولا اختیار وهذا باطل (شرح العقائد، ص: ۱۰)

(۲) او یقال ان المراد بالاختتم ما یخلق اللہ تعالیٰ من السواد علی القلوب باقتراض المعاصی روى البغوی عن ابی هريرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن اذا اذنب کانت نکتة سوداء فی قلبه الی قوله ولما کان حال ذنب المؤمن کذلک فما بال الکافر (تفسیر المظهر، ۲۰/۱)..... تیرا حظ فرمایئے معارف القرآن، ج: ۱، ص: ۱۱۹۔

فصل فی الوسوسة

(وسوسہ اور خیالات کے بارے میں)

غیر اختیاری وساوس ایمان کے منافی نہیں

سوال (۲۷۷):- میں بے حد پریشان ہوں مجھ سے غلطیاں ہوئی ہیں، سوچتا ہوں رذائل کیوں طاری رہتے ہیں، پھر میرا دماغ خالق کی طرف بڑھ جاتا ہے اور بہت ہی خراب خیالات و جذبات خالق کی طرف سے آتے ہیں۔ معلوم نہیں میری حالت اب مسلمان ہونے کے تحت آتی ہے یا خدا نہ کرے کسی اور حالت میں ہوں تو بہ تو کرتا ہوں مگر خیالات کا کیا کروں ایسی حالت میں نماز و قرآن وغیرہ بھی جیسا ہوتا ہے وہ میں ہی جانتا ہوں میری عمر بھی پچپن سال ہے اور میں زیادہ پریشان ہوتا ہوں کہ اگر حالت یہ ہے تو پھر نکاح بھی صحیح رہا یا نہیں؟ یہ اور مزید غلطی کر رہی ہوں اب میں کہاں جاؤں، کس طرح کس سے کہوں، نکاح کے متعلق اس قدر شک گذرتا ہے کہ میری حالت، صحت اندر اندر ڈوبتی جا رہی ہے اگر کوئی حل ہو تو مہربانی کر کے بتادیں۔

جواب:- جو خیالات وسوسے غیر اختیاری طور پر آتے ہیں ان سے نہ ایمان میں کوئی خلل آتا ہے، نہ کسی قسم کا گناہ ہوتا ہے، بلکہ ان خیالات سے طبیعت کو جو تکلیف ہوتی ہے اس کا ثواب بھی ملتا ہے، جب یہ بات ہے تو نکاح کے متعلق بھی شبہ نہ رہنا چاہئے۔ ان خیالات کی بالکل پرواہ نہ کیجئے، نماز، روزہ اور فرائض واجبات اور سنتیں ادا کرتی رہیں۔ اور یقین کیجئے یہی راستہ نجات کا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۱۴۰۰/۹/۸ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۰۳/۳۲ ج)

(۱) جاء ناس من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى النبي صلى الله عليه وسلم فسألوه انا نجد في انفسنا ما يتعاضم احدنا ان يتكلم به قال اوقد وجدتموه قتلوا نعم قال ذلك صريح الایمان (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الوسوسة من الایمان، حدیث: ۳۵۷)

و فی التعلیق الصبیح للشیخ الکاندھلوی، باب فی الوسوسة، ص: ۵۹، ج: ۱، اعلم ان الوسوسة ضرورية واختيارية فالضرورية ما يجري في الصدر من الخواطر ابتداء ولا يقدر الانسان على دفعه فهو مغفور عنه عن جميع الامم قال تعالى لا يكلف الله نفسها الا وسعها

فی مرقاة المفاتیح، باب فی الوسوسة (۱۳۶۱): وقيل المعنى ان الوسوسة امارة الایمان لان اللص لا يدخل البيت الخالي ولذا روى عن علي رضي الله عنه وكرم الله وجهه ان الصلوة التي لا وسوسة فيها هي صلاة اليهود والنصارى۔

شیطانی وسوسے اور ان کا علاج

سوال (۲۷۸):- کچھ عرصہ سے مجھے اپنے بارے میں یہ خوف لاحق ہو گیا ہے کہ میں نے گناہوں کے سوا کچھ نہیں کیا ہے، ٹھکانہ دوزخ کے سوا نہیں، کبھی دل چاہتا ہے جنگلوں میں نکل جاؤں، پریشانیوں کا ہجوم ہے۔ کوئی حل ہے؟

جواب:- یہ سب شیطانی وسوسے ہیں اور آپ کے پختہ ایمان کی علامت ہے، اللہ کی رحمت کے سامنے ہمارے گناہ ہیچ ہیں وہ ایسا قادر مطلق کیا ہمارے گناہ نہیں بخش سکتا، جس کی رحمت بخشش کے لئے بہانہ ڈھونڈتی ہے۔ علاج یہ ہے کہ اللہ کی رحمت اور جنت کی نعمتوں کا ذکر سنا کریں اور لوگوں کو سنایا کریں اور کسی قبیح سنت شیخ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کر کے سب حالات ان کو بتایا کریں اور ان کے ارشاد کے مطابق عمل کریں، آپ یقیناً مسلمان ہیں اور یہ سب حالات آپ کے ایمان کی واضح علامت ہیں۔

واللہ اعلم

۱۸/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۶۸۳/۲۵ د)

برے خیالات سے چھٹکارے کا طریقہ اور ان کی وجہ سے ہونے والے گناہوں سے نجات

سوال (۲۷۹):- ہمارے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں لیکن اکثر و بیشتر برے خیالات غالب آجاتے ہیں اور برے کام سرزد ہو جاتے ہیں، عبادت میں جی نہیں لگتا؟ لہذا ایسی دُعا بتائیے جس کی بناء پر خدا کی یاد میں غرق رہوں۔

جواب:- اپنے اختیار سے دل میں برے خیالات کو نہ لائیں اور جگہ نہ دیں، جب برے خیالات دل میں آئیں کسی جائز یا نیک کام میں مشغول ہو جائیں اس کے باوجود برے خیالات آتے رہیں تو اس میں نہ کوئی گناہ ہے نہ نقصان، اس کی فکر نہ کریں، نماز میں بھی ایسے خیالات آتے رہیں تو پروا نہ کریں نماز پوری کریں، اس قسم کے خیالات جب غیر اختیاری طور پر آئیں تو ان سے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی، جب کوئی گناہ ہو جائے فوراً اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کریں اور کوئی نیک کام اسکے بدلہ میں کریں، توبہ و استغفار

(۱) ما اخطر ماسیۃ: گذشتہ مسئلے کا حاشیہ۔

(۲) قال اللہ تعالیٰ: (إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الشَّرَّاتِ) (سورہ ہود، آیت نمبر ۱۱۳)۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذر اتق اللہ حیث کنت واتبع السبۃ الحسنۃ تمحھا سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی معاشرۃ الناس، حدیث: (۲۱۱۵)

سے ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے۔^(۱)

واللہ اعلم بالصواب

۱۳۹۵ھ / ۲۱

(فتویٰ نمبر ۲۶۶/۲۶ الف)

گناہ کا عزم مصمم کر کے گھر سے نکلے اور کسی وجہ سے گناہ نہ کر سکے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۲۸۰): کوئی شخص جان بوجھ کر غلط کام کرنے کی نیت سے گھر سے روانہ ہو، مگر عمل کرنے سے پہلے اس کی موت واقع ہو جائے تو ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب:- اگر وہ گناہ کا ایسا عزم کر کے چلا تھا کہ اگر موت نہ آتی تو وہ گناہ ضرور کرتا تب تو وہ گناہ کی حالت میں مرا ہے، اس کے لئے بہت اہتمام کر کے دعا مغفرت کرنی چاہئے، اور ہو سکے تو اس کی طرف سے صدقہ و خیرات بھی کریں،^(۲) مگر اسے کافر ہرگز نہ سمجھیں اور نہ یقین کریں کہ اس کو ضرور عذاب ہوگا کیونکہ اللہ غفور رحیم ہے ہو سکتا ہے کہ اس کی کسی دوسری نیکی کی بدولت اللہ نے اسے معاف کر دیا ہو۔^(۳)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۱ھ / ۱۳

(فتویٰ نمبر ۸۸/۲۲ ب)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع



۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له (سنن ابن ماجه كتاب الزهد، باب ذكر التوبة)۔
۲) اختلفوا في نية السيئة والحق انه لا عقاب عليها الا ان انضم اليها عزم او تصميم اى عزم على الفعل بالفعل او تصميم على انه سيفعل (مراجعة المفاتيح، خطبة الكتاب ج: ۱ ص: ۴۳)۔

و في التعليق الصحيح: ۵۶/۱، باب في الوسوسة: فاذا قوى وترجع الفعل حتى صار جاز ما مصمما بحيث لا يقدر على التحرك سمي عزمًا فهذا يثاب عليه ان كان في الخمر ويعاقب عليه ان كان في الشر

۳) في شرح الطحاوية لابن ابى العز الحنفى (طبعة المملكة العربية السعودية) ص: ۴۵۸
(قوله وفي دعاء الاحياء وصدقاتهم منفعه للاموات) ش اتفق اهل السنة ان الاموات ينتفعون من سعي الاحياء بالخيرين: وثانيهما دعاء المسلمين واستغفارهم له والصدقة الخ

۴) في اصول الدين عند الامام ابى حنيفة للخميس (طبعة المملكة العربية السعودية) ص: ۳۵۱: نصوص الكتاب والسنة تدل دلالة واضحة على ان مرتكب الكبيرة لا يكفر ولا يخرج من الدين بسبب ارتكابه للكبيرة وارتكاب الكبير ليس سببا للخلود في النار الا الشرك بالله قال الله تعالى: ان الله لا يغفر ان يشرك به الآية قال ابن جرير وقد ابانت هذه الآية ان كل صاحب كبيرة ففى مشية الله ان شاء عفا عنه وان شاء عاقبه عليها ما لم تكن الكبيرة شركاء بالله۔

وفي الفقه الاكبر مع شرحه (طبعة مصر) ص: ۶۴: ولا تكفر مسلما بذنب من الذنوب وان كانت كبيرة اذا لم يستحلها۔

النظر ايضا: في شرح الطحاوية لابن ابى العز (طبعة السعودية) ص: ۴۹۶

﴿ کتاب العلم ﴾

(علم کے فضائل اور مسائل کے بارے میں)

فصل فی تعظیم العلم والعلماء (علم اور علماء کی تعظیم کے بارے میں)

فتویٰ کسے کہتے ہیں؟

مفتی کسے کہتے ہیں؟ اور مفتی بننے کے لئے کیا شرائط ہیں؟

سوال (۲۸۱): - فتویٰ کے کیا مطلب ہیں؟ اور فتویٰ کس طرح سے صادر کیا جاتا ہے؟ کیا مفتی

کی ذاتی رائے ہوتی ہے؟

(۲۸۲) ۲- مفتی ہونے سے کیا مراد ہے؟ مفتی، علم کی سند ہے؟ خطاب ہے؟ یا عہدہ؟ اگر یہ

خطاب و عہدہ ہے تو اس کا دینا کس کے اختیار میں ہے؟

(۲۸۳) ۳- مفتی ہونے کے لئے کون کون سی اسناد اور کس قدر دینی علم کی ضرورت ہوتی ہے؟

(۲۸۴) ۴- اگر یہ عہدہ یا خطاب ہے تو یہ کسی عالم کو علوم کے کن مدارج پر پہنچنے کے بعد دیا جاتا

ہے؟ اور ان مدارج کا اندازہ کون اور کس طرح کرتا ہے؟

(۲۸۵) ۵- کسی بات کے آخر میں ”واللہ اعلم“ کس مقصد کے تحت لکھا جاتا ہے؟ کیا یہ کلمہ فتویٰ

کے آخر میں بھی لکھا جانا ضروری ہے؟

جواب: ۱- کسی دینی سوال، کسی مسئلے کا شرعی حکم جو کسی کے سوال پر کوئی عالم دین شرعی دلائل کی

روشنی میں بتائے وہ ”فتویٰ“ ہے، جواب میں اگرچہ دلیل مذکور نہ ہو مگر جواب دینے والے نے وہ جواب

ذہن میں دلیل قائم کرنے کے بعد دیا ہو۔ فتویٰ مفتی کی ذاتی رائے نہیں ہوتی بلکہ شریعت کی چار دلیلوں

قرآن، سنت، اجماع اور قیاس میں سے کم از کم کسی ایک دلیل سے ثابت شدہ حکم ہوتا ہے جس کا اظہار مفتی

اپنے فتویٰ کی صورت میں کرتا ہے۔ غرض مفتی اللہ کا حکم بتانے والا ہوتا ہے، بنانے والا نہیں ہوتا۔

۲- مفتی وہ شخص ہے جو فتویٰ دینے کی اہلیت اور اس کا مشغلہ رکھتا ہو، جن مسلم ممالک میں اسلامی

قوانین رائج ہوتے ہیں ان میں یہ ایک عہدہ ہوتا ہے، جس پر تقرر حکومت کرتی ہے، جہاں اسلامی قوانین

رائج نہیں ہوتے وہاں یہ سرکاری عہدہ نہیں ہوتا، مستند اور محقق علمائے کرام جس عالم دین کے فتویٰ پر اعتماد

کرنے لگیں اُسے ”مفتی“ کہا جاتا ہے اور اُس کے فتویٰ پر عمل کیا جاتا ہے۔

۴، ۴- مفتی ہونے کے لئے حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ اور علوم عربیہ میں مہارت کے علاوہ

تقویٰ بھی لازمی ہے۔

۵- اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس نے کسی ماہر مفتی کی نگرانی میں سالہا سال فتویٰ کا کام کیا ہو، وہ

ماہر مفتی جب اُس کے فتویٰ پر اعتماد کرنے لگے تو یہ شخص بھی مفتی ہو جاتا ہے، مفتی ہونے کے لئے محض کسی دینی دارالعلوم کی سند فراغت حاصل کر لینا کافی نہیں ہے۔

”واللہ اعلم“ کے معنی ہیں: اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔ یہ فتویٰ کے آخر میں لکھنے کا معمول

احتیاط کے لئے ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مفتی کو حکم شرعی سمجھنے میں غلطی ہو گئی ہو مگر یہ لکھنا ضروری نہیں، بہتر ہے۔

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۲۳۹۰/۲۵)

امام مسجد کو بُرا بھلا کہنا

سوال (۲۸۶):- ایک شخص امام مسجد سے گالی گلوچ کرتا ہے اور بھری مجلس میں اُس کا اقرار بھی

کرتا ہے، اس سے قبل چند ائمہ کرام کی توہین کر کے انہیں برطرف بھی کروا چکا ہے، ائمہ کرام کا قصور صرف یہ

ہے کہ وہ اُس کی ہاں میں ہاں نہ ملا تے ہیں، اس کی اہلیہ اور شخص مذکور سے اہل گاہوں اور پڑوسیوں کی اکثر بے

عزتی ہوتی رہتی ہے، شاید ہی کوئی گھرا یا ہو جس کی عزت محفوظ رہی ہوگی۔

جواب:- ایسا شخص سخت گناہگار، مرتکب کبیرہ اور فاسق ہے، اُس پر لازم ہے کہ جن لوگوں کے

ساتھ اُس نے یہ معاملہ کیا ہے اُن سے معاف کرائے، قبر و آخرت کو خراب نہ کرے، ورنہ سخت عذاب کا مستحق

ہوگا۔ اگر اسلامی قانون نافذ ہوتا تو ایسے شخص کو حکومت سزا دیتی، عوام کو سزا جاری کرنے کا اختیار نہیں، ہاں

واللہ اعلم

ایسے شخص سے سب مسلمانوں کو دوستانہ تعلقات منقطع کر لینے چاہئیں۔

۱۲/۳/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۵۰۱/۲۵ ج)

(۱) سبب المسلم فسوق وقتاله کثر اصحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن من ان یحیط عملہ، صحیح مسلم کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: باب المسلم... الخ۔

... وفی المرقاة: واجمع اهل البسنة علی انه (ای مرتکب الکبیرة) مؤمن فاسق۔

(۲) ان اشد الناس عذاباً یوم القيامة رجل من شتم الانبیاء ثم اصحابی ثم المسلمین (کنز العمال ج: ۳ ص: ۱۰۷) ایضاً فی حلیۃ الاولیاء (فی روایات میمون بن مهران) ج: ۲ ص: ۹۱ و ج: ۱ ص: ۲۱۵ (فی روایات احمد بن مبرق) و جامع الکبیر للسیوطی، حرف الهمزة۔

”میں فلاں مولانا کی جوتی کے برابر نہیں“ کہنے والے کا حکم

سوال (۲۸۷):- اظہارِ ادب کے طور پر زید نے بکر سے کہا کہ ”میں تو فلاں مولانا کی جوتی کے برابر بھی نہیں“ کیا یہ تحقیری بیان میں تو شمار نہیں ہوتا؟

جواب:- ایسے جملوں کے لغوی معنی عام طور سے مراد نہیں ہوتے، مقصود ان کا صرف دوسرے کی تعظیم اور اس کے مقابلے میں اپنی کمتری کا اظہار ہوتا ہے، اور یہ مقصد برا نہیں، لہذا ایسے جملوں کو ناجائز نہیں کہہ سکتے۔

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۲/۳

(فتویٰ نمبر ۲۷۵/۲۶)

اُستادوں کے حقوق میں تفاوت ہو سکتا ہے

سوال (۲۸۸):- کیا شاگرد کے لئے اُستادوں کے درجے کم زیادہ ہوتے ہیں یا ایک ہے؟ جیسے مثلاً ایک اُستاد نے شروع سے لے کر پانچ سال تک لگاتار پڑھایا، اور ایک نے کچھ دن یا کچھ مہینے پڑھایا، کیا دونوں کا درجہ کم زیادہ ہے یا کچھ فرق ہے؟

جواب:- اس صورت میں دونوں ہی اُستاد ہیں اور دونوں کا ادب و احترام ضروری ہے، لیکن جس اُستاد کے پاس زیادہ عرصے تک پڑھا اُس کا حق زیادہ ہے بہ نسبت اُس اُستاد کے جس کے پاس بہت کم پڑھا۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۱/۱۱/۲۵

(فتویٰ نمبر ۱۵۶۹/۲۲)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

خلافِ شریعت مواد کے رسائل جلانا

سوال (۲۸۹):- ہندوستان سے ایک صاحب نے مکہ معظمہ کے ایک تاجر کے پاس کچھ رسائل تقسیم کے لئے بھیجے، ایک عالم نے تقسیم کنندہ کو ان رسائل کو جلادینے کا حکم دیا، دوسرے عالم نے اس پر اعتراض کیا کہ اگر اس کی اشاعت پہلے عالم کی نظر میں جائز نہیں تھی تو مرسل کے پاس کرنا ضروری تھا، شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت گنگوہی قدس سرہ کی خدمت میں جب ان کے پیر و مرشد نے رسالہ ”فیئلماء ہفت مسئلہ“ اپنے مریدین میں تقسیم کے لئے بھیجا تھا تو حضرت گنگوہی نے بجائے تقسیم کے خادم کو الماری میں رکھ دینے کو کہا، اور کہا: ”آج رات میرا حمام ان سے ہی گرم ہوگا“ کیا واقعی یہ صحیح واقعہ ہے؟

جواب :- مذکورہ صورت میں اگر وہ رسائل خلاف شریعت اور ناجائز امور پر مشتمل تھے کہ جن کے پڑھنے سے ہر مسلمان کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ تھا تو ان کا جلا دینا جائز ہوا۔^(۱) واللہ اعلم

۱۳۹۴/۳/۲۰ھ

(فتویٰ نمبر ۵۶۶/۲۵ ج)

والدین، اُستاد اور شیخ کے حق میں ترتیب

سوال (۲۹۰) :- اُستاد کا حق کیا ہے؟

جواب :- اسلام میں اُستاد کا بہت حق ہے، مگر حقوق میں ترتیب ہے کہ پہلا حق ماں باپ کا ہے، دوسرے نمبر پر اُستاد کا حق اور تیسرے نمبر پر شیخ کا حق ہے۔^(۲)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۱/۱۱/۲۹ھ

(فتویٰ نمبر ۱۴۸/۲۲ ج)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

مولوی صاحب کے لئے محلے سے روٹیاں جمع کرنا

سوال (۲۹۱) :- کیا مولوی محلے سے خود روٹیاں اپنے گزارے کے لئے لاسکتا ہے؟

جواب :- اگر یہ امام مسجد ایسا معذور ہے کہ محنت مزدوری نہیں کر سکتا اور مسجد سے بھی اتنی تنخواہ نہیں ملتی کہ اس کے ضروری گزارے کے لئے کافی ہو تو زندہ رہنے کے لئے جتنی خوراک کی ضرورت ہے اتنی لوگوں کے گھروں سے جا کر لاسکتا ہے، ورنہ یہ صورت جائز نہیں۔ مگر محلہ والوں کی شرعاً ذمہ داری ہے کہ اپنے امام مسجد کی اتنی خدمت تو کریں کہ وہ بآسانی گزارہ کر سکے، اور جو لوگ کھانا امام صاحب کو دینا چاہیں وہ خود کھانا امام صاحب کے پاس بھجوایا کریں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۱/۱۱/۲۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۴۷۳/۲۲ ج)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع



(۱) لائق داخل تحت هذا الحديث: من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه (صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب کون النهی عن المنکر من الإیمان)۔

... فی المرقاة تحت هذا الحديث: فليغيره بيده أى بأن يمتعه بالفعل بأن يكسر الآلات ويريق الخمر ويرد المنصوب إلى مالكه الخ۔

(۲) امداد الفتاوى ج: ۵ ص: ۲۷۳ واشرف الأحكام ص: ۱۳۔

فصل فی التعلیم والتبلیغ (تعلیم اور تبلیغ کے بارے میں)

علم حاصل کرنے کی فرضیت کا حکم کب ادا ہوگا؟

سوال (۲۹۲):- حضرت مفتی صاحب، السلام علیکم، گزارش یہ ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ طلب علم فرض، اور علم کی فرضیت کی کوئی حد بھی ہے، جس طالب علم نے نور الایضاح سے لے کر ہدایہ رابع تک فقہ شریف پڑھ لی اور فن نحو شرح جامی تک منطق شرح تہذیب تک پڑھی تو اس طالب علم کی فرضیت ساقط ہوئی یا نہیں؟

جواب:- جتنے علم پر فرائض و واجبات کی ادائیگی موقوف ہے اتنا علم دین فرض عین ہے، اس سے زائد فرض کفایہ ہے۔^(۱) چنانچہ جو تاجر ہے اُس کو بھی اپنی تجارت سے متعلق احکام جاننا یا علماء سے پوچھ کر عمل کرنا واجب ہے، اسی طرح جو شوہر ہے اُس کو نکاح و طلاق و حقوق زوجہ کے احکام جاننا ضروری ہے، جو باپ ہے اُسے اولاد کے حقوق جاننا وغیرہ، پس اگر یہ بقدر ضرورت مسائل کوئی اُردو یا کسی اور زبان کی کتاب میں پڑھ لے یا کسی عالم سے زبانی پوچھ کر یاد کر لے تو فرض ادا ہو گیا، اور اگر ان مسائل کو نہیں جانا تو خواہ وہ دورہ حدیث بھی کر چکا ہو فرض ادا نہ ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۲ھ / ۱۷۶

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتاویٰ نمبر ۲۵/۲۳ الف)

بیوی بچوں کی ذمہ داری کے ساتھ علم حاصل کرنا

سوال (۲۹۳):- میں علم دین پڑھنے کا بہت خواہش مند ہوں، مگر میں بال بچہ دار ہوں، اس وقت میری کفالت میں بیوی اور دو چھوٹے بچے ہیں، ان کا ذریعہ سوائے اللہ کے کوئی اور نہیں ہے، ان دونوں

(۱) واعلم ان تعلم العلم یكون فرض عین وهو بقدر ما یحتاج لدینہ، وفرض کفایہ وهو ما زاد عنیه لنفع غیرہ (الدر المختار، مقدمۃ، ج: ۱ ص: ۲۲، سعید)۔

باتوں میں میرے لئے دنیا اور آخرت کی رو سے کونسا مفید ہے؟

جواب :- بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا فرض عین ہے، پورا عالم دین سندیافتہ بنا فرض عین نہیں، ہاں جن مسائل کی اکثر ضرورت پیش آتی ہے اُن کا جاننا ضروری ہے مگر یہ مسائل اردو کی آسان کتابوں سے بھی معلوم کر سکتے ہیں، جو بات ان میں سمجھ میں نہ آئے کسی مستند عالم سے دریافت کر لیا کریں اور روزانہ کچھ وقت اس کام کے لئے اس طرح مقرر کر لیں کہ یہ کام بھی ہوتا رہے اور بیوی بچوں کے حقوق بھی۔^(۱)

واللہ اعلم

۲۹/۲/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۲۱۰ ب)

کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے جادو یا علم نجوم سیکھنا جائز نہیں

سوال (۲۹۴) :- کیا جادو یا علم نجوم اس نیت سے سیکھنا کہ کسی کو نقصان پہنچے جائز ہے؟

واللہ اعلم

جواب :- جائز نہیں۔^(۲)

۱۵/۱۲/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۲۷۷ ج)

مخلوط نظام تعلیم؟

سوال (۲۹۵) :- کیا مخلوط نظام تعلیم جائز ہے؟

واللہ اعلم

جواب :- جائز نہیں۔^(۳)

۱۵/۱۲/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۲۷۷ ج)

(۱) (قوله ولد الخروج... الخ) أي ان لم يخف على والديه الضيعة ان كانا موسرين ولم تكن نفقتهما عليه... فان احتاجا الى النفقة ولا يقدر ان يخلف لهما نفقة كاملة او امكنه إلا ان الغالب في الطريق الخوف فلا يخرج وفي بعض الروايات لا يخرج الى الجهاد إلا باذنيهما ولو اذن أحدهما فقط لا ينبغي له الخروج، لأن مراعاة حقهما فرض عين و الجهاد فرض كفاية. ولو خرج به المتعمد وضع عبثه يراعى حق العيال. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيعة ج ۱ ص ۴۰۶، سعيد).

(۲) (قوله السحر) وفي ذخيرة الناظر تعلمه فرض لرد ساحر اهل الحرب وحرām ليفرق به بين المرأة وزوجها وجائز ليوافق بينهما (رد المحتار، مقدمة، ج ۱ ص ۴۰، سعيد).

وفيه ايضاً (قوله التنجيم) افاد وان تعلم الزائد على هذا المقدار في يأس بل صرح في الفصول بحرمته وهو ما مشي عليه الشرح.

(۳) کیونکہ مزجہ مخلوط نظام تعلیم میں بے پردگی ایک الزامی چیز ہے، جس کی شرعاً اجازت نہیں، قال اللہ تعالیٰ: "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّزَوْجِكَ وَمَنْ يُؤْتِيكَ مِنْ ذِي الْقُرْبَىٰ وَصَيْتِكَ يَدٌ فَإِنَّهُ يُؤْخِذُ بِهَا فِي مَفْضِلِكُمْ" (الاحزاب: ۵۹) وقال تعالیٰ: "قُلْ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّبُلَ الَّتِي يَتَّبِعُونَ" (النور: ۳۰) وقال تعالیٰ: "وَقُلْ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّبُلَ الَّتِي يَتَّبِعُونَ" (النور: ۳۱).

نوسال یا اس سے بڑی لڑکی کو لڑکوں کے ساتھ تعلیم جائز نہیں

سوال (۲۹۶): کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک استاذ لڑکے لڑکیوں کو قرآن شریف اور اردو پڑھاتا ہے، پڑھنے والے سب بچے بچیاں نابالغ ہیں اور بے پردہ ہیں، آیا ان کو مخلوط تعلیم جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ استاذ کا کنٹرول بھی پورا ہے، مینواتو جروا۔

جواب:- نوسال یا اس سے زیادہ عمر کی لڑکیوں کو لڑکوں کے ساتھ تعلیم میں شریک نہ کیا جائے، ان کے لئے علیحدہ کسی خاتون کو استاذ مقرر کر کے الگ تعلیم دی جائے۔ نوسال سے کم عمر کی بچیوں کو بچوں کے مدرسے میں مرد استاذ کے زیر نگرانی تعلیم دینے کی گنجائش ہے۔ فی رد المحتار ج: ۲ ص: ۸۸ بنت تسع فصاعداً مشتهاة اتفاقاً فسانحانی۔^(۱)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۵/۶/۸ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۳۴۵/۲۶ ج)

جس طرف بچے کا طبعی رجحان ہو وہ تعلیم دلوانی چاہئے

سوال (۲۹۷): ایک آٹھ سال کی عمر کا لڑکا ہے، چاہتا ہوں کہ حافظ ہو جائے اور دنیاوی علوم

بھی سیکھ لے، کیا کروں؟

جواب:- اپنے قریب کسی قابل اعتماد مدرسے میں حفظ قرآن کے لئے بچے کو داخل کرادیں، کچھ عرصہ تجربے کے بعد اندازہ ہو جائے گا کہ بچے کا طبعی رجحان حفظ قرآن کی طرف ہے یا نہیں؟ اگر رجحان ہو تو اللہ کا شکر ادا کریں، ورنہ اُسے کم از کم ناظرہ قرآن شریف ختم کرا کے کسی اسکول میں داخل کرادیں، اور بہتر یہ ہے کہ پورا عالم دین بنانے کے لئے کسی دارالعلوم میں داخل کرادیں۔ دارالعلوم کورنگی کراچی ۱۴ میں بچوں کا ایک بورڈنگ بھی ہے، پچاس روپے ماہوار فیس ہے،^(۲) اس میں داخل کرانا بھی مفید ہوگا، بچے کو ساتھ لاکر اتالیق دارالتر بیت سے ملاقات فرمالیں۔

والسلام

۱۳۹۳/۳/۲۰ھ

(فتویٰ نمبر ۵۷۵/۲۵ ج)

(۱) واختلف في حد الشهوة لبينى عليه اخذ الالب وثبوت حرمة المجاهرة، قالوا: بنت تسع مشتهات وخمس ليست مشتهاة، وست وسبع وثمان إن كانت عيلة مشتهاة وإلا فلا (فتح القدير، كتاب الطلاق، باب الولد من أحق به) نیز ملاحظ فرمائیے: المبسوط للسرخسی، کتاب الحيض والنفس ج: ۳ ص: ۲۶۷، تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق، فصل في المحرمات ج: ۵ ص: ۲۴۳۔

(۲) یہ بورڈنگ ”دارالتر بیت“ کے نام سے مقام اب ختم ہو چکا ہے۔ ۱۴م

طالب علم سے خدمت لینا؟

سوال (۲۹۸):- کیا اسٹاڈ اپنے شاگردوں سے خدمت لے سکتا ہے؟ مثلاً تیل مالش، ہاتھ پاؤں دبوانا، چائے پان منگوانا۔

جواب:- یہ خدمات لینا مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے:-

۱- ظن غالب یہ ہو کہ طالب علم یہ خدمات بخوشی انجام دیتا ہے، بار محسوس نہیں کرتا، اور کسی خوف کے بغیر محض اپنی خوشی سے کرتا ہے۔

۲- طالب علم کی تعلیم میں حرج نہ ہو، اور اس کے والدین کے حقوق میں ان خدمات کے باعث کوتاہی نہ ہو۔

۳- طالب علم بے ریش (امرد) نہ ہو اور دُور دُور بھی شہوت کا گمان نہ ہو۔^(۱)

ان شرائط میں سے اگر ایک بھی مفقود ہوگی تو طالب علم سے یہ کام کرانا جائز نہیں، پاؤں دبانے سے احتراز لازم ہے، اس سے تہمت کے مواقع نکلتے ہیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۳/۸/۸ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۱۱۷۲/۲۳ د)

صبح کے وقت حدیثیں سنانا

سوال (۲۹۹):- صبح کے وقت قرآن کی تلاوت کا حکم ہے اور ذکر اللہ کا، لیکن ہمارے امام صاحب اُردو کی حدیث کی کتابیں سناتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب:- بلا کراہت درست اور کارِ ثواب ہے، بشرطیکہ حدیثیں مستند ہوں۔ واللہ اعلم

۱۳۹۳/۴/۲۶ھ

(فتویٰ نمبر ۸۲۸/۲۵)

والدین کو خدمت کی ضرورت ہو تو دینی تعلیم حاصل کرنا؟

سوال (۳۰۰):- میں آلِ رسول ہوں، یعنی سید ہوں، تقریباً چھ سال سے ایک فیکٹری میں ملازمت کرتا ہوں، فارغ وقت میں قرآن پاک کا ترجمہ بھی کرتا ہوں، میں بدن سے یعنی جسم سے بیمار ہوں،

(۱) والغلام إذا بلغ مبلغ الرجال ولم يكن صبيحاً فحكمه حكم الرجال وإن كان صبيحاً فحكمه حكم النساء وهو عورة من قريب إلى قدمه لا يحل النظر إليه عن شهوة أما الخلوة والنظر إليه لا عن شهوة فلا بأس به ولذا لم يؤمر بالنقاب - (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر واللبس)۔

اس کے باوجود بھی مجھے دینی تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق ہے، لیکن میرے والدین اور چار چھوٹے بھائی ہیں، والدین نہ جوان ہیں اور نہ ضعیف، ان کو چھوڑ کر اگر دینی تعلیم حاصل کرنا چاہوں تو کیسا ہے؟

جواب :- بے شک والدین کو آپ کی خدمت کی حاجت ہے، ان کو چھوڑ کر نہ جائیں^(۱)۔ ملازمت اور ان کی خدمت کے ساتھ جتنا علم آپ حاصل کر سکتے ہیں کرتے رہیں، اردو، پشتو زبان میں بھی دینی کتابیں موجود ہیں، ان کا مطالعہ کیا کریں، جو بات سمجھ میں نہ آئے کسی مستند عالم سے دریافت کر لیا کریں۔ نیز اگر قریب میں کوئی عالم میسر ہوں تو ان سے روزانہ کچھ پڑھنے کا وقت مقرر کر لیں۔

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۲/۲۹ھ

(فتویٰ نمبر ۳۱۱/۲۵)

بزرگوں کے احوال بیان کرنا

سوال (۳۰۱) :- زید اکابرین علمائے دیوبند، علامہ رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا قاسم اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا خلیل احمد نیٹھویؒ اور شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ اور مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلویؒ اور دیگر علمائے دین سے بے پناہ عقیدت ہے، اور اتوار کو کیونکہ چھوٹی کا دن ہوتا ہے، مذکورہ بزرگان دین کی سیرت، ان کا علمی مقام، دینی کارنامے، ان کے فضائل بیان کرتا ہوں، جب تک ایسا نہ کروں سکون حاصل نہیں ہوتا، مجھے ان کے ذکر سے قلبی تسکین حاصل ہوتی ہے اور دوستوں پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے۔

واللہ اعلم

جواب :- شرعاً کوئی قباحت نہیں، بلکہ باعث برکت ہے۔

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۳/۸/۲۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۲۷۵/۲۳ و)

جواب صحیح ہے، ان بزرگوں کے احوال و اعمال کا ذکر موجب برکت تو ہے ہی، اس سے انسان کو

بندہ محمد شفیع

ہر شعبہ زندگی میں صحیح راستے کی ہدایت بھی ملتی ہے۔

۱۳۹۳/۸/۲۳ھ

(۱) ولہ الخروج لطلب العلم الشرعی بلا إذن والدیہ لو ملتحمیا فی الرقة تحتہ: (ولہ الخروج) ای ان لم یخف علی والدیہ الضیعة ان کاناموسرین ولم تکن نفقتہما علیہ وفي الخانیة: ولو اراد الخروج الی الحج وکرہ ذلك قالوا: ان استغنی الأب عن خدمتہ فلا بأس وإلا فلا یسعد الخروج (الدر المختار ج: ۶ ص: ۴۰۸ کتاب الکراہیة)۔
..... نیز ملاحظہ فرمائیے: الہندیہ ج: ۵ ص: ۳۶۵، کتاب الحظر والاباحۃ وامداد الفتاویٰ ج: ۴ ص: ۴۸۵۔

بچوں کی پٹائی کی شرائط

سوال (۳۰۲):- میں پرائمری اسکول کا ماسٹر ہوں، ملازمت کے ۲۵-۲۶ سال ہو گئے ہیں، عمر کے لحاظ سے پنشن پر جانے کو ۱۲-۱۳ سال باقی ہیں، غصہ اب زیادہ آنے لگا ہے، اکثر طبیعت بے قابو ہو جاتی ہے اور مزادینے میں زیادتی ہو جاتی ہے، اس حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب:- جس وقت بچوں پر غصہ آئے اُس وقت نہ ماریں، جب غصہ جاتا رہے تو بقدر ضرورت تنبیہ کر دیں، اس پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ بچوں کے حق میں تعدی نہ ہوگی، اس طریقے پر بھی قدرت نہ ہو تو دوسری ملازمت تلاش کریں، جب کوئی ملازمت بقدر ضرورت مل جائے تو موجود ملازمت ترک کر دیں، دوسری ملازمت ملنے سے پہلے یہی ملازمت جاری رکھیں، اس عرصے میں کوشش کے باوجود بچوں پر زیادتی ہو جانے تو علاوہ توبہ و استغفار کے ایک کام یہ کریں کہ جس پر زیادتی ہو بعد میں اُس کے ساتھ کوئی ایسا نیک سلوک کریں جس سے بچے کا غم جاتا رہے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۲۴/۷/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۱۰۷۵/۵۲۴)

اہل علم مبلغین کا ضروری مسائل بتانا بھی ضروری ہے

سوال (۳۰۳):- ایسے سمجھ دار احباب جو اکثر جماعتوں میں نکل کر ضروری مسائل دوسروں کو بتاتے بھی ہیں، اور دین کے ضروری مسائل سے بھی واقف ہیں، ایسے احباب کو اپنے ناواقف ساتھیوں کو ضروری مسائل بتانا اہم ہے یا صرف فضائل سنا کر اپنے کو بُری الذمہ سمجھیں؟

جواب:- جن ساتھیوں کو ضروری مسائل معلوم نہیں، ان کو وہ مسائل بتانا بھی ضروری ہے، اس کے بغیر حق تبلیغ ادا نہیں ہو سکتا۔

واللہ اعلم

۲۰/۱/۱۳۹۸ھ

(فتویٰ نمبر ۶۱/۲۹ الف)

تبلیغی جماعت اور علماء کے پاس جانادونوں مفید کام ہیں

سوال (۳۰۴):- الحمد للہ تبلیغی جماعت ایک اصلاحی جماعت ہے، لیکن پُرانے تبلیغی بھائی اپنے محدود علم پر گزارہ کرتے ہیں، اور نئے لوگ جو کچھ وقت لگاتے ہیں اس ماحول سے ہٹ کر پھر پرانی روش اختیار کر لیتے ہیں، اگر ان حضرات کو بجائے تبلیغی ماحول میں لے جانے کے علمائے کرام کی صحبت میں

رکھا جائے تو یقیناً ان کا یقین اور علم بھی پختہ ہوگا، جس کے بعد تبلیغی کام موثر ہو سکے گا اور تبلیغ دین کی مقدس محنت بدنامی سے بچے گی۔

جواب :- تبلیغی جماعت میں جانا اور علمائے کرام کی صحبت میں جانا دونوں میں کوئی تضاد نہیں،

دونوں کام کرنے چاہئیں۔

واللہ اعلم

۲۳/۳/۱۴۰۷ھ

(فتویٰ نمبر ۳۶۹/۳۸ الف)

تبلیغ کا صحیح انداز کیا ہے؟

سوال (۳۰۵) :- میرے ہاں درس قرآن میں ہر طبقے کے لوگ آتے ہیں، سمجھدار ہیں، تعلیم یافتہ ہیں، ایسے بھی ہیں جو یہاں ہفتہ وار درس میں بروز اتوار بلاناغہ شریک ہوتے ہیں، اور روزانہ خود محلے کی مسجد میں درس دیتے ہیں، اہل حدیث بھی ہیں، پیر پرست قسم کے (جو پیر کی پرستش کی حد تک احترام و تعظیم کرتے ہیں) بھی ہیں، دیوبند کے اعتدال پسند بھی۔ انہی احباب میں سے بعض کا اصرار رہتا ہے کہ میں رد بدعت میں (جو خدا کی تائید سے حسب الوسع کرتا ہوں) وہی اصطلاحی الفاظ جو پشاور کے پنج پیری طبقے کے حضرات (جو اپنی نسبت دیوبند سے بتاتے ہیں) استعمال کرتے ہیں، میں بھی استعمال کروں اور اسی گونہ غلو کو (کہ جن مسائل میں بنیاد صحیح موجود بھی ہیں اس کی صحیح بنیاد سے ہی انکار کر دوں) اپنالوں۔ مگر میں اب تک اس سے احتراز کرتا رہا ہوں اور کوشش یہ رہی ہے کہ ان خرابیوں کو جو عام لوگوں نے اپنی طرف سے اضافہ کی ہیں جڑ پھینک کر رکھ دی جائے۔ غرض اپنی طرف سے کسی ایسے مسئلے میں جہاں کہ صحیح رُخ کی تاویل ہو سکتی ہو اور اس کی بنیادی اصل کا وجود بھی ثابت ہو فروغی اجتہادی مسئلہ ہو کوئی ایسی بات نہیں کرتا جس سے کسی کی دل شکنی ہو بلکہ اس کو برداشت کر جاتا ہوں۔ گفتگو کے لئے موضوعات کی کمی نہیں، توحید، بعث و نشر، حساب یوم الحساب، دستور آئین اسلام، مسائل شرعیہ، نئے پیدا شدہ شکوک و شبہات، تعلیم یافتہ طبقے میں ملائکہ، معراج، اسی گونہ موضوعات پر بات کرتا ہوں۔ بصورت دیگر (پاکستان میں مسلمانوں کے اندر اسی قسم کی بے خبری کی بناء پر جو جہالت کے رسوم و رواج پچکے ہیں اس کی اصلاح کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام اگر ہم سے کٹ کر رہیں اور پاس ہی نہ آئیں تو اپنا جو محدود حلقہ ہوگا وہ تو سب کچھ ہمیں دیکھا دیکھی کرتے بھی ہیں، انہیں تو کہنے سننے کی ضرورت ہی نہیں، تو ہمارے لئے کارگزاری کا حلقہ ہی نہ رہے گا۔

خواہش یہ رہتی ہے کہ میری طرف سے جانب دارانہ غلو نہ دیکھ کر وہ قرآن کے سامنے آئیں گے اور شوق سے آئیں گے، پھر ان میں سے اگر کوئی بغرض سمجھنے کے ایسا ہی کوئی مسئلہ پوچھے تو اس کی اضافہ کی ہوئی خرابیوں پر نشاندہی کر کے اس کی بنیادی وجودی صورت صحیح صحیح بتا دی جائے گی، اور یہ بیان اور

وضاحت اس طرح پر ہوگا کہ بفضلہ ساتھ ساتھ تسلیم کرتا جائے گا کہ واقعی یہ ہماری عوامی کوتاہیاں ہیں۔

مثلاً زیارت کے بارے میں پوچھا تو پورا بتا دیا کہ دیکھو حاجت روا ایک خدا ہے، یہ اولیاء خدا کے اطاعت گزار بندے ہیں، وہ انتہائی عظیم خدا ہی ہے اس سے انتہائی تعظیم وہ قابل اور مستحق ہے کسی اور کو جہد و زجوج جائز نہیں، خیر ہے زیارت جایا کرو، کوئی منع نہیں، مگر غیر محرم عورتوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھو یہ حرام ہے۔

غیب یا علم غیب کے بارے میں پوچھا تو بتا دیا کہ حضور کو بعض مغیبات کا علم موقع پر خداوندی مصلحت کی بناء پر دیا بھی گیا تھا، لیکن اتنے سے وہ عالم الغیب نہ ہوئے، وہ صرف خدا ہے جو کل ماکان و مایکون کا علم رکھتا ہے، اگر فتح مندی کے پیش آمدہ نتائج سے حضور کو پہلے سے علم دیا جاتا تو جہاد کے لئے اتنی فکر مندی میں شب و روز بیدار رہنے کی ضرورت پیش نہ آتی، معلوم ہوتا ہے بعض مغیبات کو حضور سے غائب اور پوشیدہ رکھنے میں حکمتیں تھیں۔ اور اس قسم کی چند اور باتیں دوستانہ ماحول میں گوش گزار پا کر وہ ان شاء اللہ مطمئن اٹھے گا، قس علیہ۔

مشاہدہ ہے کہ عصر حاضر کے وہ ذمہ دار علمائے محققین جو کسی نہ کسی زیادہ اہم اور عظیم دینی مدرسے، دارالعلوم یا ادارے کے مدیر مہتمم ہیں اور اہم تبلیغی اور بنیادی کام کا ذمہ اٹھائے ہوئے ہیں، وہ اس درجہ تنگ نظر نہیں ہوتے کہ ذرا سے پانی میں ڈوب جاتے ہوں، بلکہ چونکہ ان کے پیش نظر ہر لمحہ وہ کافی اہم دینی ادارہ اور اس کی کارگزاری کو آگے بڑھانا ہوتا ہے وہ اعتدال اور میانہ روی کی روش اپنانے ہوئے ہیں اور کبھی ایسے مسائل میں جس میں خاموش رہنے اور برداشت کرنے کی گنجائش ہو نہیں بول پڑتے اور کبھی فروعی اجتہادی مسئلے کو بنائے مخالفت نہیں گردانتے۔

جناب والا سے وضاحت طلب یہ بات ہے کہ اسی روش کو اپنانے اور اختیار کرنے میں مصلحت ہے، یہی روش مناسب ہے؟ یا وہ رخ اختیار کیا جائے جو بعض متشددین استعمال کر کے کہتے ہیں کہ منع ہی کیا جائے گواہ خرابی نہیں لیکن عقیدے کی خرابی پیدا ہونے کا امکان ہے۔

جواب :- آپ نے اپنا جو طریقہ کار تحریر فرمایا ہے، وہی مناسب ہے، اور سنت انبیاء ہے، تبلیغ و دعوت اور تہذیب و بدعات کا مقصد احیائے سنت ہے نہ کہ اپنے دل کا غصہ نکالنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ و دعوت کا طریقہ یہ بتایا گیا کہ: ”ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ“ (۱) نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کو جب فرعون کے پاس دعوت کے لئے بھیجا گیا تو انہیں یہ تعلیم دی گئی کہ: ”فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا“ (۲) ظاہر ہے کہ ہم حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے بڑے مصلح نہیں اور

ہمارے مخاطب جو کہ مسلمان ہیں فرعون سے زیادہ گمراہ نہیں۔ البتہ مصلحت اندیشی اتنی بھی نہ ہو کہ مداہنت کی حدود میں داخل ہو جائے، راہ اعتدال پر قائم رہنا چاہئے اور چونکہ راہ اعتدال بہت باریک ہے اللہ کی توفیق کے بغیر اس پر قائم رہنا ممکن نہیں، اس لئے ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہیں اور توفیق کے طالب رہیں، جہاں شک ہونے لگے کہ ہمارا فلاں فعل مداہنت یا نفس پرستی میں داخل نہیں تو فوراً کسی رہبر حاذق مشفق کی طرف رجوع کریں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۲۱/۷/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۹۵۱/۲۲ ب)

مکرم و محترم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا گرامی نامہ تو دوسرے سے پڑھوا کر سنا اور اس کا جو جواب میرے لڑکے مولوی محمد رفیع سلمہ نے لکھا ہے وہ بالکل میرے مذاق کی بات ہے، اور میرے نزدیک صحیح ہے، البتہ آخری بات کا ہر وقت دھیان اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کو فریضہ وقت بنانا ضروری ہے۔ اب احقر کے سبھی قویٰ جواب دے رہے ہیں، لکھنے پڑھنے کے قابل نہیں رہا، بصارت کا ضعف بہت بڑھ رہا ہے، اس لئے اسی پر اکتفا کر رہا ہوں اور آپ سے دعا کا اُمیدوار ہوں۔

والسلام

بندہ محمد شفیع

۲۰/رجب ۱۳۹۱ھ

تبلیغ میں جانے والوں کے گھر والوں کو بھی ثواب ملے گا؟

سوال (۳۰۶): - تبلیغی جماعت سے تو آپ واقف ہوں گے، اس جماعت کے حضرات و خواتین تبلیغ کرنے کے لئے چالیس چالیس دن چلتے پر چلے جاتے ہیں، اور مرد حضرات اپنے بیوی بچوں اور ملازمتوں کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، میرے خیال میں یہ غلط ہے کیونکہ اہل و عیال کی ذمہ داری بھی تو فرض ہے۔

جواب: - تبلیغی جماعت دین کا بہت اچھا کام کر رہی ہے، دُنیا کی مختلف قوموں اور علاقوں میں اس کے نہایت مفید اثرات مرتب ہوئے ہیں، جس کا عظیم اجر ان شاء اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ملے گا، اور ان کے جو اہل و عیال ان کے ساتھ اس کام میں جتنا تعاون کریں گے اتنا ہی ثواب اہل و عیال کو بھی ملے گا۔ اس میں جو مشقت اہل و عیال کو اٹھانا پڑے گی اس کا ثواب بھی اہل و عیال کو ملے گا۔^(۱) پوری دُنیا میں بُرائیاں پھیل

(۱) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من جهز غازیاً فی سبیل اللہ فقد غزا۔ ومن خلف غازیاً فی سبیل اللہ بخیر فقد غزا (صحیح البخاری، کتاب الجہاد۔ باب فضل من جهز غازیاً.... الخ، صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ) وهذا الأجر یحصل لكل جهاد سواء قلینہ و کثیرہ ولکن خلف لہ فی اہلہ بخیر من قضاء حاجۃ لہم (شرح النووی علی صحیح مسلم تحت الحدیث المذكورۃ آنفاً)۔

رہی ہیں، ان کو مٹانے کے لئے جتنے لوگ کام کر رہے ہیں کافی نہیں، لہذا ماقبل بالغ مرد و عورت کو اپنی وسعت کی حد تک ان کے مٹانے کی کوشش کرنی چاہئے، مگر بیوی بچوں کے بقدر کفایت گزارے، اور ان کی دینی تعلیم و تربیت کا انتظام دوسروں کو تبلیغ کرنے سے مقدم اور فرض عین ہے، اس فریضے میں تبلیغی جماعت میں جانے کی وجہ سے کوتاہی کرنا جائز نہیں، اس فریضے میں کوتاہی کئے بغیر جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے تبلیغی جماعت میں شریک ہونا چاہئے، کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ انفرادی طور پر کام اتنا مؤثر نہیں ہوتا جتنا اجتماعی طور پر ہوتا ہے، جماعت میں جانے سے اپنے نفس کی اصلاح بھی ہوتی ہے، تبلیغی جماعت میں جانے کے لئے اتنی رخصتیں لینا بھی درست نہیں کہ ملازمت جاتی رہے یا بقدر کفایت ترقی رک جائے جس کی وجہ سے بیوی بچوں کے حقوق میں کوتاہی ہو۔

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۷۷۶/۲۵ د)

نیک ماحول بنانے کے لئے کیا کوشش کرنی چاہئے؟

سوال (۳۰۷):- آرمی رجمنٹ کے ماحول کو نیک بنانے کے لئے مجھے کیا کرنا چاہئے؟

جواب:- نہایت ہمدردی اور نرمی سے لوگوں کا اور خصوصاً افسروں کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے

نصحیت کیا کریں، اپنی آرمی کی لائبریری میں دینی کتابیں اور رسالے منگوانے کی کوشش کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی اور سب لوگوں کی ہدایت کی دعا کیا کریں۔

واللہ اعلم

۱۲/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۵۲۷/۲۵)

چھٹیوں میں تبلیغ اور والدین کی خدمت

دونوں کام کرنے چاہئیں

سوال (۳۰۸):- ایک آدمی والدین سے دور کسی شہر میں ملازمت کرتا ہے، اور ہر ماہ جو کماتا

ہے وہ گھر والدین کو بھی روانہ کرتا ہے، لیکن ان کی خدمت نہیں کر سکتا، چھٹیوں میں وہ اپنا وقت تبلیغی جماعت

میں لگانا چاہتا ہے، کیا اس سے والدین کے حقوق سلب ہوتے ہیں؟ چونکہ ان چھٹیوں کے علاوہ والدین کی

خدمت کا کوئی موقع نہیں ملتا ہے، اگر تبلیغی کام میں وقت لگائے تو پھر اس کام کو کون کرے گا؟ امت کی

حالت آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں، اب کتنا وقت تبلیغی جماعت میں لگائیں اور کتنا والدین کی خدمت میں؟

جواب:- اپنی چھٹی کے ایام کچھ والدین کے پاس گزار دیں کچھ جماعت میں لگائیں، دونوں

کاموں کی اہمیت ہے، والدین کے سامنے ہر وقت حاضر رہنا فرض نہیں ہے، جس سے ان کی حق تلفی ہو۔

واللہ اعلم

محمد عاشق الہی عفا اللہ عنہ

۲۴/۶/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۸۹۵/۵۲۴)

جواب صحیح ہے، چھٹی کے ایام میں سے جتنے دن والدین کو آپ کی خدمت کی حاجت ہے، اتنے

واللہ اعلم

دن اُن کی خدمت میں لگائیے، باقی ایام تبلیغ میں لگادیں۔^(۱)

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۲۴/۶/۱۳۹۳ھ

فضائل سے متعلق حدیث کی کتاب کون سنائے؟

سوال (۳۰۹):- فضائل حدیث کا درس، بیان وغیرہ وہ آدمی جس کی زندگی خلاف شرع ہو یعنی

واڑھی منڈواتا ہو، اور کتاب بھی صحیح نہ پڑھ سکتا ہو، شرعاً اس کے لئے درس دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- بہتر یہ ہے کہ یہ کام وہ شخص کرے جو خود شریعت کا پابند اور اس کا بقدر ضرورت علم

رکھنے والا ہو، مگر جہاں ایسا شخص یہ کام کرنے والا موجود نہ ہو یا یہ کام کرنے کے لئے تیار نہ ہو وہاں جیسا

شخص بھی اس کام کے لئے میسر آجائے اُسے غنیمت سمجھنا چاہئے، وہ خود اگر چہ عمل نہیں کرتا مگر بات صحیح بتا رہا

ہے، سننے والوں کو اس پر عمل کرنا چاہئے، کسی وقت اس شخص کو بھی اپنے اس نیک کام (تبلیغ) کی برکت سے

واللہ اعلم

ان شاء اللہ عمل کی توفیق ہو جائے گی۔^(۲)

(فتویٰ نمبر ۶۱/۲۹ الف)

(۱) فلو فی سفر تجارة أو حرج لا بأس به بلا إذن الأبوين إن استغنيا عن خدمته إذ ليس فيه إبطال حقهما إلا إذا كان الطريق مخوفاً كالبحر فلا يخرج إلا بأذنهما وإن استغنيا عن خدمته (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیم، ج: ۶، ص: ۴۰۸، سعید)۔

..... نیز ملاحظہ فرمائیے: الہندیہ ج: ۵، ص: ۳۶۵، کتاب الحظر والإباحة، الباب السادس والعشرون اور شرح السیر الکبیر، رقم المسئلة: ۲۱۶، ۲۱۷، ج: ۱، ص: ۱۹۲۔

(۲) حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ قرآن مجید کی آیت: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا تَتْلُونَ مَائِدَتَكُمْ تَفْعَلُونَ“^(۱) کے تحت فرماتے ہیں: ”اس آیت نے امیر بالمعروف اور وعظ و نصیحت کرنے والوں کو اس بات پر شرمندہ کیا ہے کہ لوگوں کو ایک نیک کام کی دعوت دو اور خود اس پر عمل نہ کرو۔ اور بقصد یہ ہے کہ جب دوسروں کو نصیحت کرتے ہوئے خود اپنے آپ کو نصیحت کرنا اس سے مقدم ہے، جس کام کی طرف لوگوں کو بلا تے ہو، خود بھی اس پر عمل کرو، لیکن یہ نہیں فرمایا کہ جب خود نہیں کرتے تو دوسروں کو کہنا بھی چھوڑ دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس نیک کام کے خود کرنے کی ہمت و توفیق نہیں ہے، اس کی طرف دوسروں کو بلا تے اور نصیحت کا سلسلہ نہ چھوڑے، امید ہے کہ اس وعظ و نصیحت کی برکت سے کسی وقت اس کو بھی عمل کی توفیق ہو جائے گی، جیسا کہ بکثرت تجربہ و مشاہدہ میں آیا ہے۔“ ۱۲م

تبلیغی جماعت کی طرف منسوب چند غلط باتیں

سوال (۳۱۰): میں ان دنوں پاکستان سے بھارت آیا ہوا ہوں، یہاں پر تبلیغی جماعت کا اجتماع میں شرکت کے لئے میں بھی ایک جگہ گیا۔ جب میں اجتماع میں شرکت کے بعد واپس اپنے شہر میں آیا تو یہاں کے مولوی صاحبان نے مجھ سے کہا کہ یہ تبلیغ کرنے والے ہیں ان کے دل صاف نہیں ہیں، یہ دل میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتے ہیں، اور حضور کی شان کے خلاف توہین کرتے ہیں، اس لئے آپ کو وہاں نہیں جانا چاہئے، جو لوگ تبلیغی جماعت کے اجتماع میں جاتے ہیں وہ لوگ شیطان ہیں، اس لئے ان سے پرہیز کریں۔ کیا یہ صحیح ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں؟

جواب:- تبلیغی جماعت کے بارے میں یہ باتیں بالکل غلط ہیں، تبلیغی جماعت بھی اچھا دینی کام کر رہی ہے، عوام کو اس کے ساتھ بھرپور تعاون کرنا چاہئے۔
واللہ اعلم

۳۰/۳/۱۳۹۸ھ

(فتویٰ نمبر ۲۳۸/۲۹ الف)

دینی کام مثبت انداز میں کرنا چاہئے

سوال (۳۱۱): السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آزاد کشمیر میں اس وقت جماعت اسلامی اور پیپلز پارٹی کی کشمکش نے ایک عجیب سی کیفیت پیدا کر دی ہے، ہر جماعت ایک دوسرے پر برتری کی کوشش کر رہی ہے، علمائے دیوبند جو اکثریت میں تھے یا تو سرکاری ملازم ہو چکے ہیں یا بالکل خاموش ہیں، علمائے دیوبند کے مسلک کے تحفظ کی غرض سے آزاد کشمیر نے ایک تنظیم بنائی ہے، جس کا مقصد جماعت اسلامی اور پیپلز پارٹی کے اثرات کو ختم کر کے علمائے دیوبند کے وقار کو بحال کرنا ہے۔

جواب:- وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت والد صاحب مدظلہم اپنی طویل و شدید علالت کے باعث جواب لکھنے سے معذور ہیں، ان کے ارشاد پر احقر یہ طور لکھ رہا ہے۔

آپ کی تنظیم کے بارے میں یہ غرض ہے کہ ہر دو پارٹی سے جنگ و جدال سے ہر قیمت پر پرہیز کرتے ہوئے محض مثبت کام کرتے رہیں، منفی سرگرمیوں سے بہر حال پرہیز ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ اس تنظیم کو اسلام اور مسلمانوں کی مخلصانہ مفید خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے، والسلام

۲۸/۱۰/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۶۵۹/۲۳ ر)

گناہ میں مبتلا افراد بھی تبلیغ کر سکتے ہیں

سوال (۳۱۲):- تبلیغی جماعت جس کا مرکز مکی مسجد، گارڈن روڈ ہے، یہاں سے جو جماعتیں دیگر مقامات پر جاتی ہیں اور وہاں ایسے لوگوں کو متکلم بنا کر بھیجتی ہیں جو غیر قوم کا شعار اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں، مثلاً ان کے چہرے پر داڑھی نہیں ہوتی، اس طرح لوگ اس جماعت اور دین دار لوگوں پر انگلیاں اٹھاتے ہیں۔

جواب:- غیر قوم کا شعار اختیار کرنا یا داڑھی نہ رکھنا سخت گناہ ہے، لیکن تبلیغ ایک نیک کام ہے، کسی گناہ کی وجہ سے وہ نیکی نہیں چھوڑنی چاہئے، ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس نیکی کی برکت سے اس گناہ کو چھوڑنے کی بھی توفیق عطا فرمادیں۔ البتہ کسی خاص جگہ کے بارے میں اگر معلوم ہو کہ وہاں ایسے لوگ تبلیغ کے لئے جائیں گے تو آلتا اثر ہوگا تو اس جگہ ایسے لوگوں کو نہیں بھیجنا چاہئے۔^(۱) واللہ اعلم

۱۳۹۲/۱۰/۲۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۰۲/۶۳ الف)

چھوٹی داڑھی والے کے لئے وعظ کہنا

سوال (۳۱۳):- ایک صاحب داڑھی چھوٹی رکھتے ہیں، مگر معلومات شرعی کافی رکھتے ہیں، کیا یہ وعظ و تقریر کر سکتے ہیں؟

جواب:- اگر باتیں غلط نہ بتاتے ہوں، اور کسی دین دار عالم دین سے دین کی باتیں سیکھی اور سمجھی ہوں، تو یہ صاحب وعظ و تقریر کرنے کے مجاز ہیں، کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

۱۳۹۱/۱۱/۱۱ھ

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۳۱۳/۲۲ د)

ریڈیو پر دینی پروگرام نشر کرنے کی شرائط

سوال (۳۱۴):- کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام کہ ہمارے یہاں برطانیہ میں رمضان المبارک کے مہینے میں مختلف شہروں میں ”ریڈیو رمضان“ کے نام سے مختلف دینی پروگرام نشر کئے جاتے ہیں، یہ پروگرام چونیس گھنٹے چلتے ہیں، جس میں تلاوت، نعت و نظم، بیانات اور مختلف مساجد سے نماز و

(۱) وفي الحديث: من تشبه بقوم فهو منهم۔ سنن أبي داود، باب في لبس الشهرة، رقم الحديث ۴۰۳۱۔

(۲) في الحديث: إغفوا للحي واحفوا الشواب۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۶)۔

(۳) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان ”فضائل سے متعلق حدیث کی کتاب کون سا ہے“۔

تراویح وغیرہ نشر کیا جاتا ہے، ایک پروگرام یہ ہوتا ہے کہ لوگ فون کر کے تلاوت اور انظم و نعت وغیرہ سناتے ہیں، سنانے والوں میں خواتین بھی ہوتی ہیں، اس طرح فون کے ذریعے سوالات کے جوابات بھی دیئے جاتے ہیں، جوابات دینے کے لئے علمائے کرام کو بلایا جاتا ہے، کیا اس طرح کے ریڈیو پروگرام نشر کرنا اور سننا جائز ہے؟ اور کیا اس میں مسلمانوں کو حصہ لینا چاہئے یا نہیں؟

جواب:- ریڈیو اپنی ذات کے لحاظ سے نشر و اشاعت کا ایک آلہ ہے، جس میں بذاتِ خود کوئی قباحت نہیں ہے، اس کے استعمال سے اس کا حکم بدلتا ہے، لہذا اگر مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ دینی پروگرام ریڈیو پر نشر کئے جائیں تو نہ صرف اس کی گنجائش ہے بلکہ یہ تبلیغ کا ایک اہم اور مؤثر ذریعہ ہے۔

۱- جو پروگرام نشر کئے جائیں وہ منکرات اور گمراہی کی باتوں سے خالی ہوں۔

۲- شرعی حدود کی رعایت کرتے ہوئے پروگرام نشر کئے جائیں۔

۳- ریڈیو سے تلاوت، نعت، تقاریر، علمی، اخلاقی اور اصلاحی مضامین کا نشر کرنا جائز ہے بلکہ

باعثِ ثواب ہے، البتہ قرآن کریم کی تلاوت میں آداب تلاوت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۴- خواتین کی آواز میں ترنم اور خوش الحانی کے ساتھ اذان، تلاوت، نعت و نظم اور ترانہ وغیرہ نشر نہ

کئے جائیں۔

خواتین کی آواز ستر میں داخل ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں جامع خلاصہ وہ ہے جو مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ نے اپنی تفسیر ”معارف القرآن“ میں بیان فرمایا ہے، جو حسبِ ذیل ہے:

کیا عورت کی آواز فی نفسہ ستر میں داخل ہے اور غیر محرم کو آواز سننا جائز ہے؟ اس معاملے میں حضراتِ ائمہ کا اختلاف ہے، حضرت امام شافعیؒ کی کتب میں عورت کی آواز کو ستر میں داخل نہیں کیا گیا، حنفیہ کے نزدیک بھی مختلف اقوال ہیں، ابن الہمام نے نوازل کی روایت کی بناء پر ستر میں داخل قرار دیا، اس لئے حنفیہ کے یہاں عورت کی اذان مکروہ ہے، لیکن حدیث سے یہ ثابت ہے کہ ازواجِ مطہرات نزولِ حجاب کے بعد بھی پس پردہ غیر محرم سے بات کرتی تھیں، اس مجموعے سے راجح اور واضح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس موقع پر اور جس محل میں عورت کی آواز سے فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ ہو وہاں ممنوع ہے، اور جہاں یہ نہ ہو وہاں جائز ہے، اور احتیاط اسی میں ہے کہ بلا ضرورت عورتیں پس پردہ بھی غیر محرموں سے گفتگو نہ کریں۔ (معارف القرآن)

۵- تمام پروگراموں کی نشر و اشاعت جید علمائے کرام کی رہنمائی اور ان کی زیر نگرانی کی جائے۔

۶۔ سامعین کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ ریڈیو سننے میں اس قدر منہمک نہ ہوں کہ دیگر فرائض اور واجبات میں خلل واقع ہو۔

قال الله تعالى: "وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ" (الإعراف)۔

وقال تعالى: "يُنْسَاءُ النَّبِيُّ نِسْتًا كَاجِبٍ مِنَ النِّسَاءِ إِنْ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَحْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي

قُلُوبِهِ مَرْضٌ" (الاحزاب: ۳۲)۔

وقال تعالى: "وَإِذَا سَأَلْتَهُمْ مَتَاعًا قَسَتْهُنَّ مِنْهُ وَرَأَى عِجَابٌ ذُنُوبَكُمْ أَظْهَرُ لِقَائِكُمْ

وَقُلُوبُهُنَّ" (الاحزاب: ۵۳)۔

وفی روح المعانی: وربما يستدل بهذا النهی عن النہی عن إستماع صوتهن، والمذكور فی

معتبرات کتب الشافعیة وإليه اميل إن صوتهن ليس بعورة فلا يحرم سماعه إلا أن خشي منه فتنة

وكذا إن التذبه كما بحثه الزركشي - (ج: ۱۸ ص: ۱۴۶)۔

وفی الفقه الإسلامی وأدلته للزحيلي: وصوت المرأة عند الجمهور ليس بعورة لكن يحرم

سماع صوتها بالتطريب والتغنييم ولو بتلاوة القرآن بسبب خوف الفتنة (ج: ۱ ص: ۵۹۵)۔

والله اعلم بالصواب

احقر محمد بن آدم برطانوی غفرلہ

۱۱/۹/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ

۱۱/۹/۱۴۱۹ھ

(فتویٰ نمبر ۳۴۳ / ۳۴۳)

ماشاء اللہ جواب درست ہے، مزید یہ احتیاط ضروری ہے کہ نشریات کے اوقات ایسے ہونے

چاہئیں کہ سننے والے حضرات کے دینی مشاغل میں خلل واقع نہ ہو، مثلاً یہ کہ تراویح کے وقت نشریات بند

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

رہنی چاہئیں۔

۱۱/۹/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح

محمد عبدالمنان عفی عنہ

۱۱/۹/۱۴۱۹ھ

تبلیغی جماعت میں مجموعی طور پر خیر غالب ہے

سوال (۳۱۵): فضائل تبلیغ سن کر جماعت تبلیغ والے تبلیغ دین کے جوش میں آکر جماعت میں

نکلے ہیں، پھر ان کے والدین اکثر ناراض رہتے ہیں، ان کو کہا جاتا ہے کہ تم والدین کو ناراض مت کرو، تو

جواب میں کہتے ہیں کہ والدین دین کی تبلیغ کے لئے ناراض رہیں تو کیا ہوا، خود صحابہ کرام تبلیغ کے لئے نکل جاتے تھے۔ ان کا یہ جواب صحیح ہے یا غلط؟

۲- تبلیغی جماعت والوں کا ظاہری طریقہ تو اچھا ہے لیکن ان کا ذہن یعنی خیالات بہت خراب ہیں، کیونکہ علماء و طلباء اور مدارس اور دوسری دینی جماعتیں اپنے پیٹ اور کرسی کے لئے کام کر رہے ہیں۔

۳- علماء و تقاریر پر پیسے لیتے ہیں اور تبلیغ والے اپنے گھر سے پیسے خرچ کرتے ہیں۔

۴- تحریک ختم نبوت میں ان لوگوں نے اکثر جگہوں پر حصہ نہیں لیا، اور جس نے لیا ان کے اوپر یہ ناراض ہوتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ علماء کو دین کا کام کرنے والا سمجھتے ہی نہیں اور چلے میں چلنے کو تنگ کرتے ہیں، اگر سمجھتے تو تنگ نہ کرتے، جب ان کا اصل مقصد دین کا تبلیغ کرنا ہے تو دوسری جماعتیں جو دین کی تبلیغ کر رہی ہیں ان کے ساتھ ملنا، شریک ہونا بے حد ضروری نہیں ہے؟

۵- کہتے ہیں کہ ہماری تعلیم میں بعد مغرب شامل ہونا مدرسے میں سال بھر پڑھنے سے بہتر ہے۔

سب سے بڑا دکھ اس کا ہے کہ ہیں یہ دیوبندی اور اس کے بانی بھی دیوبندی تھے، اب ان کی جماعت میں حق، ناحق، عقائد صحیحہ، غیر صحیحہ کا کوئی فرق نہیں کرتے، حضور کے زمانے میں منافق بھی نماز پڑھا کرتے تھے، مرزائی اور شیعہ، اسماعیلی فرقے بھی تبلیغ اور نماز کا کام کرتے ہیں، عقائد و خیالات کو نکال کر یہ نماز اور تبلیغ کیسے صحیح ہو سکتے ہیں؟ کیا قرآن میں حق و ناحق کا فرق نہیں ہے؟ کیا حلال و حرام کا فرق نہیں ہے؟ مندرجہ بالا نقائص کو دیکھ کر ان کے ساتھ جانے کا دل گوارا نہیں کرتا، آپ جس جماعت میں کام کرنے کا مشورہ دیں اسی میں کروں گا۔

جواب :- تبلیغی جماعت کا کام جیسا کہ سائل نے لکھا ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب

رحمۃ اللہ علیہ نے جاری کیا تھا، انہوں نے اس کے اصول کارکردگی جو بتائے اور دعوت کا جو طریقہ سمجھایا اور حضرات علمائے کرام سے جوڑ رکھنے اور ہدایت لینے کی جو ہدایت فرمائی تھی، اس کے مطابق چلتے رہنے سے اس کام میں خیر رہے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ان چیزوں میں کمی آنے سے اس کا خیر کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے، اب تک جو ہم نے اس کام کو قریب سے دیکھا تو مسلمانوں کے حق میں اچھا ہی پایا اور الحمد للہ ابھی تک اس میں عمومی بگاڑ نہیں آیا ہے، کچھ لوگ اس میں ایسے بھی ہیں جو غلو کرتے ہیں اور حد سے بڑھ جاتے ہیں، اور ہر جماعت میں ایسے لوگ ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کی وجہ سے اصل کام کی مخالفت نہیں کی جاتی۔

آپ نے جو باتیں لکھی ہیں ان میں بعض ایسی ہیں جو جماعت کا طریقہ عمل معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ذہن میں آئی ہیں، اور بعض ایسی ہیں کہ غلو کرنے والوں سے واسطہ پڑنے کے باعث ان کی طرف ذہن متوجہ ہوا ہے، ہمارے نزدیک یہ کام سراسر خیر ہے، آپ کو وقت نکال کر اسی میں لگنا چاہئے، یہ ہماری رائے

ہے، اور اس جماعت کی مخالفت کرنا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے۔

واللہ اعلم

العبد الفقیر محمد عاشق الہی

عفا اللہ عنہ

۱۸/۳/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۱۷/۲۶ ب)

جواب صحیح ہے، ہر جماعت میں بعض لوگ حدود سے تجاوز کرنے والے بھی شامل ہو جاتے ہیں، ان کی وجہ سے پوری جماعت کو برا نہیں کہا جاسکتا، مجموعی طور پر یہ جماعت دین اور مسلمانوں کے لئے بہت مفید کام کر رہی ہے، آپ کو اس میں شامل ہونا چاہئے۔ اور بعض افراد میں جو غلو پایا جاتا ہے اُس سے محترز رہنا چاہئے۔

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۲۹/۳/۱۳۹۵ھ

بیوی بچوں اور والدہ کو اکیلا چھوڑ کر اور قرض لے کر تبلیغ میں جانا

سوال (۳۱۶): ایک شخص جو معمولی محنت مزدوری کرتا ہے اور تبلیغ کے دوروں پر جاتا ہے، وہ پہلے سے مقروض بھی ہے، اور اب وہ چالیس ہزار روپیہ قرض لے کر ایک سال کے لئے تبلیغ پر بیرون ملک جانا چاہتا ہے، اس کا ارادہ حج کر کے واپس آنے کا ہے، اس نے پاسپورٹ، شناختی کارڈ بھی قرض کی رقم سے بنوایا ہے، اور ہر سال رائے ونڈ بھی چار ماہ کے لئے جاتا ہے، اور یہ بھی قرض لے کر۔ دوسری خاص بات یہ ہے کہ اس شخص کی ایک نوجوان بیوی، تین بچے اور ضعیف والدہ ہے، ان کو یہ شخص بے آسرا چھوڑ کر جا رہا ہے، اور کہتا ہے کہ اللہ کے بھروسے پر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں، اور یہ سب جانتے ہیں کہ نوجوان عورت کو گھر میں اکیلا چھوڑ کر ملک سے باہر جانا کس قدر بیوقوفی ہے، جبکہ تین بچے بھی ہیں۔ اور قرض کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ غیب سے ادا ہو جائے گا۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس کا یہ فعل جائز ہے؟ اور اس طرح جو کر رہا ہے وہ ٹھیک ہے؟ کیونکہ قرض ادا کرنے کی اس میں استطاعت نہیں۔

واللہ اعلم

(۱)

جواب :- مذکورہ بالا حالات میں اس شخص کا یہ عمل ہرگز جائز نہیں۔

(فتویٰ نمبر ۱۳۳/۴۱ الف)

تبلیغی جماعت کے نصاب (تین چلے، چلہ وغیرہ) کی شرعی حیثیت

سوال (۳۱۷): تبلیغی جماعت کا کام ۵۰ سال یا اس سے کم عرصے سے جاری ہے، اُس کا نصاب ساری عمر میں تین چلے، ہر سال ایک چلہ، ہر ماہ تین یوم، ہر ہفتے میں دو گشت، ایک مقامی ایک بیرونی،

روزانہ تعلیم، جمعرات کو مرکز میں حاضری اور آئی گئی جماعتوں کی نصرت ضروری یا لازمی ہے۔ کیا یہ طریقہ شریعت میں فرض، واجب، سنت یا مستحب یا کسی قسم کا درجہ رکھتا ہے؟

اس سے قبل علمائے کرام اور بزرگانِ دین اپنے اپنے طریقوں پر کاربند رہے ہیں، اور وہ اس تبلیغی جماعت سے وابستہ نہ تھے، کیا ان سے کوئی شرعی گناہ لازم ہوا؟

جواب:- تبلیغ فرض کفایہ ہے، اور بڑا عظیم الشان کار خیر ہے، ہر مسلمان کو اپنی دینی معلومات اور اپنے حالات کے مطابق اس کار خیر میں جتنا حصہ لینے کی توفیق ہو اُس کے لئے عظیم سعادت ہے، اُس کے لئے کوئی خاص وقت، دن، مہینہ وغیرہ شریعت نے مقرر نہیں کیا، جو طریقہ اور نظام مفید اور قابلِ عمل ہو، اُسے اختیار کیا جاسکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ اور ان کے جانشین حضرات نے تبلیغ کا جو کام اجتماعی طور پر جاری فرمایا، اُس سے اُمت کو بہت فائدہ پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے کہ جو لوگ ان حضرات کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں ان میں فکرِ آخرت اور دین کا اہتمام بڑھ جاتا ہے۔ ہر اجتماعی کام کے لئے نظام الاوقات کی ضرورت ہوتی ہے، جس طرح دینی مدارس میں ایک نصاب اور نظامِ اوقات کی پابندی کرائی جاتی ہے اسی طرح اس میں بھی نصاب اور نظامِ ایام مقرر کیا گیا ہے، جس طرح مدارس کا نصاب مخصوص اور اوقات کا فرض و واجب اور مستحب نہیں بلکہ مباح ہے، اسی طرح تبلیغی جماعت کا مخصوص نصاب اور نظامِ کار بھی ہے، کسی کو اس سے بہتر نصاب اور طریقِ کار حاصل ہو تو وہ اُس کو اختیار کر سکتا ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں، اُس پر لازم نہیں کہ اُسی جماعت میں شریک ہو۔ لیکن جو شخص اس جماعت کے ساتھ شریک ہو کر کام کرے اُسے اس نصاب اور نظام کی پابندی کرنی چاہئے تاکہ بد نظمی اور انتشار پیدا نہ ہو۔

واللہ اعلم

۱۳۹۴/۲/۲۷ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۴۲۲ ب)

موجودہ حالات کی اصلاح کے لئے ہماری ذمہ داریاں

سوال (۳۱۸):- آپ کے خیال میں قوم اور ملک کا وقار بحال کرنے کے لئے کیا رویہ اختیار

کیا جائے؟

۲- موجودہ طریقہ حکمرانی میں کسی تبدیلی کی ضرورت ہو تو وہ کیا ہو؟

۳- قوم کی اصلاح کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اس کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟

۴- ملک کہیں غیر ملکی ایجنٹوں کی زد میں تو نہیں؟

۵- کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اپنی سستی اور کاہلی کی وجہ سے پاکستان میں استیمن جیسے حالات تو پیدا

نہیں کر دیں گے؟

۶- ہم اسلام پر عمل پیرا ہو کر غیر مسلموں کی نگاہ میں زندہ رہنے کے قابل ہو سکتے ہیں؟

۷- وہ کیا بات ہے کہ ہم ایک خدا کے ماننے والے اختلافات سے بھرے پڑے ہیں، اور آپس

میں برسرِ پیکار ہیں جبکہ ہزاروں خداؤں کے ماننے والے متفق و متحد ہیں؟

جواب :- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ: "لن یصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به

أولها" یعنی اس اُمت کے آخری دور کی اصلاح بھی صرف اسی طریقے سے ہو سکتی ہے جس سے اس اُمت کے

دورِ اوّل کی اصلاح ہوئی تھی۔ یہ ارشاد قرآن و سنت کی تعلیمات کے عین مطابق ہے، اور حاصل اس کا یہی

ہے کہ جس طرح دورِ اوّل میں قرآن و سنت کو اجتماعی اور انفرادی زندگی میں مضبوطی سے تھامنے اور ان پر عمل

کرنے سے مسلمانوں کو روحانی اور مادی، ظاہری اور باطنی ترقی ہوئی اور سیاسی و اقتصادی استحکام نصیب ہوا،

اسی طرح اس دورِ آخر میں بھی مسلمان اگر ان تعلیمات کو انفرادی و اجتماعی مضبوطی سے تھام لیں تو ان تمام

مصائب سے نجات پاسکتے ہیں جن میں ہم گھرے ہوئے ہیں، ان کے علاوہ کوئی اور طریقہ نجات کے لئے

ممکن نہیں۔

یہ انحطاط کا دور ہے، زندگی کے ہر شعبے میں قرآن و سنت سے رُوگردانی کے باعث ابتری پھیلی

ہوئی ہے، اور ہر شخص اپنے گریبان میں منہ ڈالنے کے بجائے دُوسروں کو اس کا ذمہ دار قرار دیتا ہے، حالانکہ

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی درجے میں ان خرابیوں کا ذمہ دار ہے، ان حالات

میں اگرچہ کسی ایک شخص کے بس میں پوری قوم کی اصلاح نہیں ہے لیکن ہر مسلمان پر یہ ذمہ داری ضرور ہے کہ

جو فرائض شریعت نے عائد کئے ہیں انہیں اپنی حد تک بجالائے، ان فرائض میں سب سے پہلا کام یہ ہے کہ

ہر شخص اپنے تمام گناہوں سے بچنے کا پختہ عزم کرے، پھر گناہ ہو تو پھر توبہ و استغفار کرے، اپنے اہل و عیال

اور زیرِ اثر لوگوں کو بھی مقدور بھر اس کی تلقین کرتا رہے، اور جس حد تک ممکن ہو عمومی تبلیغ اور امر بالمعروف اور

نہی عن المنکر سے دریغ نہ کرے، اور جن خرابیوں میں اُمت گھری ہوئی ہے اُن سے نجات کی دُعا کرتا رہے،

اور ہر ایسے قول و فعل سے ہر قیمت پر اجتناب کرتا رہے جس سے مسلمانوں میں تفرقہ پھیلتا ہو اور پوری عمر اسی

طرح گزار دے، اس طرح وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے گا اور امت کے دوسرے لوگوں میں اس کے باوجود جو خرابیاں باقی رہیں ان کی ذمہ داری اس پر نہ ہوگی۔ نتائج اللہ کے ہاتھ میں ہیں، نتائج کے ہم مکلف نہیں، ہم صرف اپنے اختیار اور قدرت کی حد تک مکلف ہیں۔

جو خطرات آپ نے ظاہر کئے ہیں بلاشبہ ہم ان تمام خطرات کے احاطے میں ہیں، اور مسلمانوں میں انتشار اور باہمی افتراق جو پھیلنا ہوا ہے اس کا بنیادی سبب دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت ہے، اور ان سب چیزوں کا ممکن علاج وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔

والسلام
(فتویٰ نمبر ۵۱۸/۲۳ ج)

۱۔ تبلیغی جماعت کا مشن بہت اچھا ہے

۲۔ مالی جرمانہ لینا جائز نہیں

سوال (۳۱۹) :- ایک بستی میں ایک شخص لوگوں کا پیر اور مقتدا بنا ہوا ہے، علاقے کے عام مکین ان کا احترام کرتے ہیں اور تابع بھی ہیں، یہ پیر صاحب انتہائی اہتمام سے اجتماع منعقد کر کے اور متعلقین کی مجلس میں پر زور الفاظ میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ جس نے حضرت مولانا محمد الیاس دیوبندی دہلوی کی تبلیغی جماعت کے لوگوں کو اپنے علاقے میں تبلیغ کے کام کو کرنے میں تعاون کیا، گھر میں جگہ یا مسجد میں ان کے بیان میں شرکت کی، بقول پیر صاحب ایسے مرید مستوجب سزا ہوں گے اور ان سے بطور سزا نقد جرمانہ وصول کیا جائے گا۔ اور اس سلسلے میں بعض حضرات سے جرمانہ بھی وصول کیا ہے، اب حل طلب مسائل یہ ہیں کہ:

۱۔ تبلیغی جماعت جو کہ محض لوگوں کی اصلاح کے لئے سرگرم عمل ہے، کیا اس جماعت کا مشن

غلط ہے؟

(۳۲۰) ۲۔ کیا پیر صاحب موصوف کا اپنے مریدوں سے جرمانہ وصول کرنا از روئے شریعت

جائز ہے یا نہیں؟

(۳۲۱) ۳۔ اگر از روئے شرع پیر صاحب کا کردار درست نہیں تو پھر پیر صاحب کیسا شخص

کہلائے گا؟

جواب :- آپ کے سوالات کا جواب نمبر وار درج ذیل ہے :-

۱۔ ہرگز نہیں، اس جماعت کا مشن بہت اچھا ہے، لوگوں کو اس میں تعاون کرنا چاہئے۔

۲- یہ جرمانہ لینا جائز نہیں۔^(۱)

۳- گمراہ۔

واللہ اعلم

۱۳/۱/۱۴۱۱ھ

(فتویٰ نمبر ۷۰/۴۲ الف)

والدہ اور بیوی بچوں کو ضرورت ہونے کے باوجود تبلیغ میں جانا

سوال (۳۲۲):- زید کے والدین ناتواں اور ضعیف ہیں، زید کے تین چار بچے بھی ہیں، کیا زید کو بیوی بچوں کی نگرانی اور ان کی تربیت اور ضعیف والدین کی خدمت کرنا افضل ہے یا ان کو چھوڑ کر تبلیغی سلسلے میں باہر نکل جانا افضل ہے؟

جواب:- جب والدین بیٹے کی خدمت کے محتاج ہوں تو ان کی خدمت فرض عین ہے اور تبلیغ کا کام فرض کفایہ ہے، دونوں ہی کام کرنے چاہئیں لیکن فرض عین کا نقصان کر کے فرض کفایہ میں مشغول نہ ہوں، یہی حکم بیوی بچوں کی نگرانی اور تربیت و ادائے حقوق کا ہے۔^(۲)

واللہ اعلم

۲۷/۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۲۲/۲۵ ب)

حق بات نرمی سے کی جائے

سوال (۳۲۳):- ایک حاجی صاحب حج سے واپسی پر حج کے مناظر کی تصویریں ساتھ لے آئے، جن میں طواف کے وقت کی تصویریں ہیں، صنم روہ کی سعی کرنے کی تصویریں ہیں، ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ یہ گناہ ہے اور خلاف شرع کام ہے، اس پر مجھے روکنا میرا فرض ہے۔ اس کی وجہ سے حاجی صاحب اور منع کرنے والے شخص کے درمیان تو تو میں میں ہو گئی، اسی دوران تصویریں دیکھنے والوں سے معترض نے کہا کہ تم کو جو تے لگانا چاہئے۔ جناب سے استفتاء طلب ہے کہ جو تے لگانے والا برحق ہے یا وہ قابلِ تحریر ہے؟ تصویریں دیکھنے والوں کا یہ قول کہ ہمارا مقصد فقط بیت اللہ شریف کا نقشہ دیکھنا تھا اور یہ نقشہ مسجد میں بیٹھ کر دیکھنا گناہ ہے یا نہیں؟

جواب:- جاندار کی تصویر دیکھنا اور خریدنا گناہ ہے، اگرچہ ان میں حج کے مناظر دیکھائے گئے

(۱) والحاصل ان المذهب عدم التعزیر بالمال۔ (البحر الرائق۔ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ج: ۵، ص: ۴۱)۔

.. عن ابی یوسف یجوز التعزیر للسلطان بأخذ المال وعندهما وباقی الأئمة لا یجوز وظاہرہ ان ذلک روایۃ ضعیفۃ عن ابی یوسف وقال فی الشرعیۃ: ولا یفتی بظن لما فیہ من تسلیط الظلمۃ علی أخذ مال الناس فیاکلونہ اھ۔ واخاذا فی البرازیۃ ان معنی التعزیر بأخذ المال علی القول بہ امساك شیء من ماله عنده مدۃ لیمزجر ثم یعیدہ الحاکم الیہ، لا ان یأخذہ الحاکم لنفسہ أو لبيت المال کما یقوہمہ الظلمۃ إذ لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغير سبب شرعی۔ (رد المحتار، کتاب الحدود، ج: ۳، ص: ۲۱، سعید)۔

(۲) قد مر تخریجہ تحت عنوان ”بیوی بچوں کی ذمہ داری کے ساتھ غم حاصل کرنے کا حکم“۔

ہوں، معترض کا روکنا حق ہے، لیکن نرمی سے سمجھاتے اور جوتے مارنے کی دھمکی نہ دیتے تو بہتر تھا۔ تبلیغ نرمی سے کی جائے تو زیادہ موثر ہوتی ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

محمد عاشق الہی

۳ محرم ۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶/۲۶ الف)

جواب صحیح ہے، اور جوتے مارنے کا اختیار ان صاحب کو نہیں ہے، اس کی دھمکی دینا بھی حدود سے

واللہ اعلم

تجاوز ہے، خصوصاً اپنے بڑوں کو۔

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳/۱/۱۳۹۵ھ

نماز کے بعد احادیث سنانے کی شرائط

سوال (۳۲۳):- امام صاحب نماز فجر کے بعد دعا ختم کر کے فوراً ایک اردو کی کتاب سے

حدیثیں سناتے ہیں، باوازی بلند سناتے ہیں دھیان یکسو نہیں رہتا، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:- اس کتاب میں اگر سب حدیثیں مستند ہیں تو لوگوں کو سنانا بہت ثواب کا کام ہے،

لوگوں کو امام صاحب کا ممنون ہونا چاہئے۔ جو نمازی جماعت کے بعد نماز پڑھنے مسجد میں آتے ہیں ایسی جگہ

نماز پڑھیں جہاں آواز نہ ٹکرائے اور امام صاحب کتاب سنانے میں لاؤڈ اسپیکر استعمال نہ کریں، اور

ضرورت سے زیادہ زور سے نہ سنائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز کے بعد اپنی حدیثیں مسجد میں

لوگوں کو سنایا کرتے تھے، قرآن شریف کی تلاوت کا معاملہ جدا ہے، وہ کسی کو سنانے کی ضرورت نہیں، آہستہ

تلاوت سے مقصد بدرجہ اتم حاصل ہو جاتا ہے، اور حدیثیں سنانا جہر کے بغیر ممکن نہیں۔ واللہ اعلم

۲۶/۴/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۸۲۸)



(۱) قال اللہ تعالیٰ: "أَذْمُرُ فِي سُبُلِي مَنَاسِكَ الْهَيْكَلِ وَالْمَوَدَّةَ الْخَيْرَةَ وَجَاوِزَ الْبَالِيَيْنِ مِنْ أَحْسَنِ" (النحل: ۱۲۵) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے اس آیت کے تحت تفسیر "معارف القرآن" میں ذکر کردہ تشریح۔

فصل فی متفرقات العلم (متفرق مسائل)

کسی کو ”شہنشاہ“ کہنا درست نہیں

سوال (۳۲۵):- کسی حدیث میں پڑھا ہے کہ کسی شخص کو بادشاہ یا شہنشاہ کہنا شرک ہے، ایک صاحب سے پوچھا کہ بادشاہ یا شہنشاہ کے معنی حکمران یا فرماں روا کے ہیں تو جائز ہے ورنہ نہیں اس پر بھی روشنی ڈالیں۔

جواب:- حدیث شریف میں ایسے شخص پر سخت وعید آئی ہے جو خود کو ملک الملوک یعنی شہنشاہ کہلاتا ہو، ایسے شخص کو شہنشاہ کہنے میں اس کی ہمت افزائی اور اعانت ہے، لہذا جائز نہیں۔^(۱)
البتہ اگر عرف عام میں شہنشاہ سے صرف بادشاہ مراد لیا جاتا ہو، اس کے اصلی معنی مراد نہ ہوتے ہوں تو یہ لفظ استعمال کرنے کی بُرائی کم ہو جاتی ہے، ختم نہیں ہوتی، اس لئے بہر حال اجتناب کرنا چاہئے۔
واللہ اعلم

۱۵/۱۱/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵۷۴/۲۵ ز)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ”شہنشاہ“ کہنا؟

سوال (۳۲۶):- حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ”شہنشاہ“ کا لقب دینا کیسا ہے؟

جواب:- درست نہیں، اللہ کے سوا کسی کو ”شہنشاہ“ کہنا درست نہیں۔^(۲) واللہ اعلم

۲۷/۳/۱۳۹۸ھ

(فتویٰ نمبر ۳۲۲/۲۹ الف)

(۱) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان اخبر الاسماء عند اللہ یوم القیامۃ رجل تسمی ملک الملوک شاہان شاہ۔ قال سفیان: ان المعجم اذا عظموا ملکهم یقولون شاہان شاہ. انک ملک الملوک۔ المستدرک علی الصحیحین، کتاب الادب. اما حدیث سالم بن عبید النخعی فی هذا الباب، حدیث رقم: ۷۸۳۳۔

.... عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلاً یقول لا اعر۔ یا شاہان شاہ۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اللہ ملک الملوک (وفی المعجم الصغیر للطبرانی، باب العین، من اسمہ عبد اللہ، حدیث رقم: ۵۹۸)۔

(۲) لا حظ فرمایئے گزشتہ مسئلہ کا حاشیہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو غروبِ آفتاب سے تعبیر کرنا

یا جوج ماجوج کون ہیں؟ اور سدِ سکندری کس نے بنائی؟

سوال (۳۲۷):- مسیح موعود کی پہچان کی ابتداء میں جو دیباچہ مفتی اعظم نے لکھا ہے: ”اما بعد

آفتابِ نبوت کے غروب کے بعد“ یہ لفظ ہیں، حالانکہ نبوت کا آفتاب تو روشن ہے اور تاقیامت مجسمہ رحمت ہیں، آپ آفتابِ نبوت کے غروب کے بعد والی عبارت میں غروب کی بجائے کوئی اور لفظ فرمادیں۔

دوسری بات یہ کہ حدیث نمبر ۵ میں یا جوج ماجوج کے حالات لکھے ہیں، یہ فرمائیں کہ یہ قوم کس نبی کی امت سے ہیں؟ ان کے قد و قامت کی مقدار کتنی ہے؟ کیا سدِ سکندری ذوالقرنین نے بنائی تھی؟

حدیث نمبر ۳۵ میں ہے کہ دجال کے ساتھ دو فرشتے ہوں گے جو انبیائے سابقین میں سے دو نبیوں کے مشابہ ہوں گے، اگر میں چاہوں تو ان دونوں نبیوں کے نام اور ان کے آباء و اجداد کے نام بھی بتا سکتا ہوں مگر مصلحت نہیں اس لئے نہیں بتایا۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ دجال کے ہمراہ دو فرشتے مشابہ بہ انبیائے سابقین ہوں گے؟ اور کس نبی کے مشابہ ہوں گے؟

حدیث نمبر ۱۳ / ۸۸ میں ”ولکن شبه لهم“ میں یہ وضاحت سے لکھیں کہ مشتبہ آدمی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ماننے والا امتی تھا جس کو انہوں نے قتل کیا، بعض تفاسیر میں یوں لکھا ہے کہ مکان سے نقل کرنے کے لئے ان کا آدمی آیا آپ آسمان کو چلے گئے ان کی شکل عیسیٰ علیہ السلام جیسی بن گئی اور آنے میں دیر ہوئی تو وہ آئے اور دیکھا عیسیٰ نہ تھے اس کو قتل کر ڈالا اس کی وضاحت فرمائیں۔

جواب:- کتاب ”علاماتِ قیامت“ کے بارے میں آپ کے سوالات کا جواب درج ذیل ہے:-

۱- آفتابِ نبوت کے غروب سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہے، اور وفات کے بعد ارواحِ عالم برزخ میں ہو جاتی ہیں اور برزخ پردے کو کہتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ وفات کے بعد متوفی اور عالمِ دنیا کے درمیان ایک قسم کا پردہ حائل ہو جاتا ہے، اگرچہ ایک گونہ تعلق ارواح کو اپنے اپنے جسد سے بھی رہتا ہے، انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا تعلق سب سے زیادہ قوی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان میں سب سے زیادہ قوی ہے،^(۱) لیکن پردہ بہر حال موجود ہے اگرچہ وہ کتنا ہی ہلکا ہو، پس آفتابِ نبوت کے غروب سے مراد اسی پردے کا حائل ہونا ہے اور یہ پردہ نصِ قرآنی سے ثابت ہے، وهو قوله تعالیٰ: ”وَمِنْ ذَٰلِكَ أَنَّهُمْ بَدَّلُوا آلَاءَ اللَّهِ الَّتِي يُبْعَثُونَ“^(۲) لہذا اس جملے میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، لیکن اس جملے سے اگر بعض لوگ کھٹک محسوس کرتے ہیں تو اس جملے کے استعمال پر اصرار کی بھی کوئی ضرورت نہیں، میں آپ کی یہ بات

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: حیاتِ انبیائے کرام از مولانا مفتی عبدالشکور زبدی۔

(۲) سورة المومنون آیت نمبر ۱۰۰۔

والد ماجد حضرت مفتی صاحب مدظلہم کی خدمت میں پیش کروں گا، اگر انہوں نے ضرورت سمجھی تو اس کے الفاظ میں ترمیم فرمادیں گے۔

یا جوج ماجوج کے متعلق یہ بات کسی معتبر حدیث سے معلوم نہیں ہوتی کہ ان کا قد و قامت کتنا ہے؟ لیکن یہ بات ثابت ہے کہ وہ انسان ہیں اور اسی دنیا میں آباد ہیں، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہیں، اگرچہ وہ کافر ہوں، قرآن کریم کا ارشاد ہے: ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ“ ^(۱) ”الناس“ میں یا جوج ماجوج بھی داخل ہیں۔

سید سکندری ذوالقرنین ہی نے بنائی تھی، سورہ کہف کے آخری سے پہلے رکوع میں اس کی صراحت ہے: ”حَتَّىٰ إِذَا بَدَأْتُمُ الْبَيْنَ السَّادِّيْنَ ...“ اُلی آخرہ۔ یا جوج ماجوج، سید سکندری اور ذوالقرنین کے بارے میں مزید تفصیلات مطلوب ہوں تو تفسیر معارف القرآن میں مذکورہ بالا رکوع کی تفسیر کو ملاحظہ فرمائیں ^(۲)۔

دوسری کسی حدیث میں بھی ان دونوں نبیوں کے نام کہیں نظر سے نہیں گزرے، اور دو فرشتوں کا دجال کے ساتھ اس طرح ہونا مؤمنین کے امتحان کے لئے ہے، جن لوگوں کا ایمان پختہ ہوگا وہ اس میں کامیاب ہو جائیں گے اور گمراہ نہ ہوں گے۔

”ولکن شبه لهم“ کے ضمن میں آپ نے جو مشتبہ آدمی کے بارے میں تفصیل دریافت کی ہے وہ کتابوں کی مراجعت کے بغیر لکھنا مشکل ہے، میں آج کل ایک ناگہانی تکلیف کے باعث صاحب فراش اور نقل و حرکت سے معذور ہوں اور بیٹھنا بھی ممکن نہیں، فی الحال آپ کے اس سوال کا جواب دینا ممکن نہیں، تفسیر معارف القرآن میں سورہ نساء کے ختم سے ڈھائی رکوع پہلے ”ولکن شبه لهم“ والی آیت کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں، اُمید ہے کہ یہ تفسیر اس میں مل جائے گی۔ ^(۳)

واللہ اعلم بالصواب

۱۰/۳/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۵۶۷/۲۶)

(۱) سورۃ سبا آیت نمبر: ۲۸۔
(۲) ج: ۵، ص: ۶۳۸ تا ۶۵۴۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی۔

(۳) اس بارے میں دو قسم کی روایات ہیں:-

ایک روایت کا مفہوم یہ ہے کہ اس واقعے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریین سے پوچھا کہ تم میں سے کون اس پر آدمی کے شہید دال دی جائے اور وہ میری جگہ قتل ہو جائے اور جنت میں میرے ساتھ ہو۔ ایک نوجوان کھڑا ہوا، آپ نے اسے بٹھا دیا، پھر یہی اعلان فرمایا تو وہ دوبارہ کھڑا ہوا، غرضیکہ تین مرتبہ ایسا ہوا تو بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ دال دی اور یہودیوں نے اسے قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا۔ اس روایت میں ”فقام الشاب“ کے الفاظ ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص نوجوان تھا، البتہ اس کا نام مذکور نہیں (ملاحظہ فرمائیے: السنن الکبریٰ،

للنسائی حدیث رقم: ۱۱۵۹، والدر المنثور و تفسیر المظہری و تفسیر معارف القرآن تحت الآیۃ: ”وَلٰكِنْ شَبِهَ لَهُمْ“۔)

جبکہ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ یہودیوں نے ایک شخص طیطلا نوس کو عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لئے بھیجا، جب یہ شخص گھر سے نکلا تو عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنادیا گیا، یہودیوں نے اسے عیسیٰ سمجھ کر قتل کر دیا، اس روایت کے مطابق اس شخص کا نام ”طیطلا نوس“ ہے (ملاحظہ فرمائیے: تفسیر

المظہری و تفسیر معارف القرآن تحت هذه الآية)۔ ۱۲م

حیاتِ خضر علیہ السلام کی تحقیق کرنا بلا ضرورت ہے

سوال (۳۲۸):- حضرت خضر علیہ السلام حیات ہیں یا نہیں؟ اگر کوئی حیات و وفات کا عقیدہ رکھتا ہو گنہگار ہے یا نہیں؟

جواب:- حیاتِ خضر ثابت ہو یا نہ ہو، اس مسئلے پر نہ ہمارا کوئی دینی عمل موقوف ہے نہ عقیدہ، آخرت میں بھی ہم سے اس مسئلے کا سوال نہیں ہوگا، لہذا ہمیں ایسے مسائل کے بجائے اُن مسائل کی فکر کرنی چاہئے جس پر ہماری نجات اور فلاح و کامیابی موقوف ہے۔

ویسے حیاتِ خضر کے بارے میں قرآن و سنت میں کوئی صراحت نہیں، اسی لئے بعض علماء قرآن کی بناء پر ان کی حیات کے قائل ہیں اور بعض حیات کا انکار کرتے ہیں، اکثر صوفیائے کرام حیات کے قائل رہے ہیں۔^(۱)

جو شخص حیات کا عقیدہ رکھتا ہو وہ بھی گنہگار نہیں، جو حیات کا انکار کرتا ہو وہ بھی گنہگار نہیں، بہتر یہ ہے کہ اس مسئلے میں سکوت کیا جائے اور صحیح علم اللہ کے حوالے کیا جائے۔^(۲)

واللہ اعلم
محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح
بندہ محمد شفیع

۱۸/۹/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۱۹۳/۲۲ ج)

مستحب یہ ہے کہ صحابہ کے لئے ”رضی اللہ عنہ“

اور بزرگوں کے لئے ”رحمۃ اللہ علیہ“ کہا جائے

سوال (۳۲۹):- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ کیا ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ صحابہ کے لئے خاص ہے؟ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور دوسرے بزرگوں کے لئے بھی جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- مستحب یہ ہے کہ ”رضی اللہ عنہ“ صرف صحابی کے لئے کہا جائے، اور ”رحمۃ اللہ علیہ“ تابعین اور بعد کے علماء و صالحین کے لئے، لیکن اگر کوئی اس کے برعکس کرے کہ صحابی کے لئے ”رحمۃ اللہ علیہ“ کہے اور بعد کے تابعین و صالحین کے لئے ”رضی اللہ عنہ“ تو یہ بھی ناجائز نہیں، مگر خلافِ اولیٰ ہے، پس

(۱) حیاتِ خضر علیہ السلام کے بارے میں تفصیل جاننے کے لئے ملاحظہ فرمائیے: تفسیر القرطبی ج: ۱۱، ص: ۴۴۳۔

(۲) معارف القرآن ج: ۶، ص: ۶۲۶ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں: حضرت خضر علیہ السلام کی موت و حیات سے ہمارا کوئی اعتقادی یا عملی مسئلہ متعلق نہیں، اسی لئے قرآن و سنت میں اس کے متعلق کوئی صراحت و وضاحت نہیں کی گئی، اس لئے اس میں زیادہ بحث و تحقیق کی بھی ضرورت نہیں، نہ کسی ایک جانب کا یقین رکھنا ہمارے لئے ضروری ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ”رحمۃ اللہ علیہ“ ہی کہنا چاہئے کیونکہ اس طرح لوگوں کو مغالطہ ہوگا کہ صحابی کو غیر صحابی اور غیر صحابی کو صحابی سمجھنے لگیں گے۔

ففى الدر المختار (ج: ۵ ص: ۴۸۰) ويستحب الترضى للمصحابة (الى قوله) والترحم للتابعين ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الأخيار وكذا يجوز عكسه وهو الترحم للمصحابة والترضى للتابعين ومن بعدهم على الراجح ذكره الكرماني وقال الزيلعي الأولي أن يدعو للمصحابة بالترضى وللتابعين بالرحمة ولمن بعد بالمغفرة والتجاوز۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳۹۴/۳/۳۰ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۴۴ ج)

امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب ایک غلط قول

سوال (۳۳۰): - زید کہتا ہے کہ علمائے کرام جو بتاتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے جو کہا ہے کہ کسی شخص میں ایمان سو حصوں میں سے ایک حصہ بھی باقی ہو تو اُس پر کفر کا فتویٰ نہ لگایا جائے، یہ بالکل غلط ہے، اور امام صاحب پر الزام ہے، یہ مولویوں نے اپنی طرف سے اُن کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ جواب سے مستفید فرمائیں۔

جواب: - امام ابوحنیفہؒ کی طرف یہ قول نہ علماء منسوب کرتے ہیں اور نہ یہ قول امام ابوحنیفہؒ سے

واللہ اعلم

(۲)

منقول ہے۔

۱۳۹۵/۷/۳۰ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۸۷/۲۶ ر)

”جمہور اہل سنت“ سے کیا مراد ہے؟

سوال (۳۳۱): - جمہور اہل سنت سے کیا مراد ہے؟

جواب: - یہ تین الفاظ کا مجموعہ ہے، ”جمہور“ بمعنی اکثر ہے، ”اہل“ بمعنی اشخاص و افراد و گروہ

ہے، ”سنت“ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یا طریقہ ہے، پس اہل سنت اُس گروہ کا نام ہے جو

(۱) ج: ۶ ص: ۵۵۲ (طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)۔

نیز ملاحظہ فرمائیے تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج ج: ۱ ص: ۱۸۲۔ خطبۃ الکتاب۔

(۲) شاید مسائل کو ایک دوسرے فقہی قاعدے سے مغالطہ لگے ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے کام میں بہت سے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایسے معنی کا بھی ہو جو کفر نہیں، تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے وہ معنی مراد لئے ہوں جو کفر نہیں، ہاں اگر شکم خود ہی اپنی مراد واضح کر دے اور وہ مطلب موجب کفر ہو تو پھر اس کی تکفیر کی جائے گی، کما فی الہندیۃ، إذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر وجوہ واحد یمنع، فعلى المفتی ان یعمل الى ذلك الوجه، إلا إذا صرح بإرادة توجب الکفر فلا یمنعه التأویل حیثین۔ (ج: ۲ ص: ۲۸۳ رشیدیہ)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یعنی طریقے پر ہوا اور ”جمہور اہل سنت“ سے مراد اہل سنت کی اکثریت ہے، جن مسائل پر پوری امت کے علمائے دین کا اتفاق ہو چکا ہو ان کو ”مسائل مجمع علیہا“ کہتے ہیں، اور ایسے اتفاق کا اصطلاحی نام ”اجماع“ ہے،^(۱) جن مسائل پر پوری امت کے علماء کا اجماع ہو چکا ہے وہ اہل علم کے نزدیک معروف و معلوم ہیں، مگر ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، لہذا ان کی فہرست لکھ دینا مشکل کام ہے، اجماعی مسئلے کی خلاف ورزی حرام ہے، اس کا مرتکب اگر اجماعی مسئلے کی خلاف ورزی کو جائز سمجھتا ہے تو اس کا یہ سمجھنا مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے۔

والسلام

۱۳۹۵/۱۱/۲۵ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶/۲۷۵۸ و)

اشعری اور ماتریدی اختلافات کی نوعیت

سوال (۳۳۲): - عقائد و کلام کے سلسلے میں ابوالحسن اشعریؒ، ابو منصور ماتریدیؒ کے اختلافات کس نوعیت کے ہیں؟

جواب:- یہ دونوں حضرات اہل السنۃ والجماعت میں سے ہیں، اور ان کا اختلاف بعض کلامی مسائل کی تفصیلات میں ہے، جن پر دین کا مدار نہیں، اصول دین میں ان کا کوئی اختلاف نہیں،^(۲) ایک مسلمان کو ان میں سے کسی ایک کے عقائد کو اختیار کر لینا کافی ہے، اگرچہ یہ معلوم نہ ہو کہ یہ عقائد ان میں سے کس کے ہیں۔

والسلام

۱۳۹۵/۱۱/۲۵ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶/۲۷۵۸ و)

صرف نیت پر جزا و سزا ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال (۳۳۳): - صرف نیت کے اوپر جزا و سزا ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:- جب کسی نیکی یا گناہ کا عزم پختہ کر لیتا ہے تو اس پر بھی سزا و جزا مرتب ہوتی ہے،^(۳) اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ یہ سزا و جزا فعل کی سزا و جزا کے برابر ہو۔

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۳/۲۶ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۸۲۸ و)

(۱) هو اتفاق علماء کل عصر من اهل السنۃ ذوی العدالة والاجتهاد علی حکم۔ کذا فی الفصول الحاشیۃ اصول الشاشی۔ تحت بحث (الاجماع)۔ ص: ۱۸۸، مکتبۃ البشری، کراچی۔

(۲) ملاحظہ فرمائیے: نور الانوار، فصل القیاس، مبحث الاجتهاد، ص: ۲۶۷ (منہج مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔

(۳) اختلفوا فی نية السیئة والحق انه لا عقاب علیها إلا إذا انضم الیه عزم أو تضمیم ای عزم علی الفعل بالفعل أو تضمیم علی انه سیفعل (مراقبة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، خطبة الكتاب، ج: ۱، ص: ۴۳)۔

علماء کا اجتماعی بورڈ بنانے کی ضرورت

سوال (۳۳۴): - فتاویٰ کے اجتماعی طور پر جواب دینے میں علمائے کرام و مفتی صاحبان کا بورڈ ہو جائے تو انتشار سے بچا جاسکتا ہے۔

جواب: - ضرورت تو ہے، اور کراچی میں یہ کام کسی حد تک ہوا بھی ہے، مگر کافی نہیں۔^(۱)

والسلام

۱۳۹۵/۱۱/۲۵ھ

درسِ نظامی میں مزید بہتری سے متعلق رائے

سوال (۳۳۵): - درسِ نظامی کی اصلاح کے متعلق کیا رائے ہے؟

جواب: - درسِ نظامی بنیادی طور پر ایک نہایت مفید اور جامع نصابِ تعلیم ہے، جو دینی علوم میں مہارت پیدا کرنے کے لئے سب سے زیادہ مفید ثابت ہوا ہے، حالاتِ زمانہ کے اعتبار سے بعض جزوی تبدیلیوں کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، ملک کے دوسرے نظام ہائے تعلیم کی طرح درسِ نظامی سے بھی معیارِ مطلوب کے مطابق نکلنے والے طلبہ بہت قلیل کا عدم ہیں، فی صد بتانا مشکل ہے، مگر دوسرے نظام ہائے تعلیم کے مقابلے میں اب بھی درسِ نظامی کے طلبہ کی علمی حالت معیارِ مطلوب کے اعتبار سے کم خراب ہے۔

معیار میں کمی کا بنیادی سبب زمانے کے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات، معاشرے کا بگاڑ، دین اور علمِ دین سے عام بے رغبتی اور ان کی بے قدری ہے، اسی کے نتیجے میں معلم و متعلم کا کردار بھی شدت سے متاثر ہوا ہے، نصاب میں حالاتِ زمانہ کے اعتبار سے جو جزوی ترمیم ہونی چاہئے تھی جن اداروں نے وہ نہیں کی ان میں اس کو بھی کچھ دخل ہوگا۔

اصل بنیاد تو متقدمین ہی کی کتابیں ہیں، مگر درسی اُسلوب پر نہیں لکھی گئیں، جن سے طلبہ کو استفادہ مشکل ہے، متاخرین کی کتابوں میں درسی اُسلوب ہوتا ہے اور مباحث زیادہ منضبط ہوتے ہیں لہذا طلبہ کے لئے استفادہ اور ان کو یاد کرنا آسان ہوتا ہے۔

والسلام

۱۳۹۵/۱۱/۲۵ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶/۲۷۵۸ و)

(۱) حضرت مدظلہ نے جس وقت یہ فتویٰ تحریر فرمایا تھا، اس وقت کراچی کے جید علمائے کرام جیسے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی وغیرہ پر مشتمل ایک مجلس کام کر رہی تھی، جس کا نام "مجلس تحقیق مسائل حاضرہ" رکھا گیا تھا، اور کسی قدر کام اب بھی اس مجلس کے ذریعے سے ہو جاتا ہے۔ ۱۲م

شبِ براءت کی حقیقت

سوال (۳۳۶):- شبِ براءت کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب:- ”شب“ کے معنی ہیں رات، اور ”براءت“ کے معنی ہیں بُری ہونا، تو ترجمہ یہ ہو گیا کہ بُری ہونے کی رات، چونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ بہت بڑی تعداد میں لوگوں کی مغفرت فرماتا اور گناہوں سے بُری کر دیتا ہے، لہذا اس کو ”شبِ براءت“ کہا جاتا ہے۔

واللہ اعلم
محمّد رفیع عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

۱۱/۱۲/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۵۶/۲۲ الف)

خانہ کعبہ کو سجدہ کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا ہے

سوال (۳۳۷):- ایک شخص اپنے آپ کو عالم کہتا ہے اور وہ امام بھی ہے، جمعہ کے دن تقریر کی کہ جو لوگ قبر کے سجدہ کر۔ نے کو ناجائز کہتے ہیں تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ خانہ کعبہ میں دو قبریں ہیں، ایک بی بی ہاجرہ کی دوسری کسی اور کی۔ کیا یہ قول امام صاحب کا صحیح ہے؟

جواب:- اندرون کعبہ قبریں ہوں یا نہ ہوں، اس سے قبروں کو سجدہ کرنا کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا، کیونکہ قبلے کی طرف منہ کرنے والا قبروں کو سجدہ نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کو کرتا ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کی بھاری اکثریت کو یہ معلوم ہی نہیں کہ خانہ کعبہ میں قبریں ہیں یا نہیں، حتیٰ کہ قبلے کی طرف منہ کر کے سجدہ کرنے والا تو قبلے کو بھی سجدہ نہیں کرتا بلکہ محض اللہ تعالیٰ کو کرتا ہے۔^(۱) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا ہرگز جائز نہیں، شرک ہے۔

واللہ اعلم

۱۵/۱۲/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۷۷۷/۲۵ ج)

(۱) یہ مضمون متعدد احادیث سے ثابت ہے، مثلاً ملاحظہ فرمائیے: صحیح ابن حبان ج: ۱۳ ص: ۳۸۱ رقم الحدیث: ۵۶۶۵، ۵۶۶۶ سنن الترمذی و سنن ابن ماجہ، کتاب الصوم، باب ما جاء فی لیلة النصف من شعبان، مجمع الزوائد، باب ما جاء فی الشحنا، ج: ۸ ص: ۶۵۔ اس موضوع پر اس کے علاوہ بھی متعدد احادیث ہیں، جن میں سے بعض کمزور ہیں، لیکن محدثین کا یہ اصول ہے کہ اگر ایک روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہے لیکن اس کی تائید بہت سی دوسری احادیث سے ہو جائے تو اس کی کمزوری دور ہو جاتی ہے، لہذا شبِ براءت کی فضیلت کو بے بنیاد اور بے اصل کہنا درست نہیں۔ (ملاحظہ فرمائیے: رسالہ شبِ براءت کی حقیقت از مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم)۔

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: اشرف الجواب از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ص: ۱۷۰ بعنوان: کیا مسلمان کعبے کی پرستش کرتے ہیں۔

”بہشتی زیور“ مستند کتاب ہے

سوال (۳۳۸):- طلاق کس کس حالت میں ناجائز ہے؟ ایسی کتاب کا نام بتائیں جس میں مسئلے اور فتوے ہوں، شادی کی پہلی رات میں کون کون سی دُعا پڑھنی چاہئے؟
جواب:- آپ اس قسم کے مسائل کے لئے کتاب ”بہشتی زیور“ کا مطالعہ فرمائیں۔

واللہ اعلم

۱۲/۱۲/۱۳۹۷ھ

(فتویٰ نمبر ۱۲۲۸، ۲۸ ج)

سیرت النبی پر مستند کتاب

سوال (۳۳۹):- سیرت النبی پر مستند و تفصیلی حالات سے بھرپور واقعات سے مزین فرمائیں۔
جواب:- حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدظلہم کی تالیف ”سیرۃ المصطفیٰ“ کئی جلدوں میں طبع ہو چکی ہے، اردو میں اس سے زیادہ مستند اور مفصل کتاب احقر کی نظر سے نہیں گزری۔

واللہ اعلم

۱۳/۱۲/۱۳۹۷ھ

(فتویٰ نمبر ۵۱۵/۲۵)

چند مستند دینی کتابیں

سوال (۳۴۰):- کچھ دینی کتابوں کے نام لکھیں تاکہ دینی مطالعہ کر سکیں۔
جواب:- شرعی مسائل کے لئے ”بہشتی زیور“ مصنفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے لئے کتاب ”سیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم“ مصنفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا، اور شہادتِ حسینؑ کے واقعات کے لئے کتاب ”شہیدِ کربلا“ مصنفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مطالعہ کریں، یہ سب کتابیں مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۳ سے مل سکتی ہیں۔

۸/۱۲/۱۳۹۷ھ

(فتویٰ نمبر ۲۹۲/۲۳ ب)

کتاب ”تعلیم الاسلام“ سے مسائل سیکھنا

سوال (۳۴۱):- اگر مسجد میں چند ساتھی مل کر ”تعلیم الاسلام“ سے مسائل سیکھا جائے اور سکھایا جائے اور اگر کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو علمائے کرام سے رجوع کیا جائے، کیا یہ شریعت کے لحاظ سے درست ہے؟

جواب :- اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں،^(۱) بلکہ یہ تو تبلیغ کا اہم ترین جزء ہے، اور فرض

واللہ اعلم

کفایہ میں داخل ہے۔

۲۰/۱/۱۳۹۸ھ

(فتویٰ نمبر ۶۱/۲۹ الف)

گناہ کبیرہ معلوم کرنے کے لئے مفید کتاب

سوال (۳۴۲) :- گناہ کبیرہ کی ایک فہرست لکھ کر بھیج دیں۔

جواب :- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم کا رسالہ ”گناہ بے لذت“ کا مطالعہ

واللہ اعلم

فرمائیں۔^(۲)

۲۶/۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۴۶/۲۵ ب)

کتاب ”خلافت و ملوکیت“ اور ”رسائل و مسائل“؟

سوال (۳۴۳) :- مولانا مودودی کی کتاب ”خلافت و ملوکیت“ اور ”رسائل و مسائل“ قابل

عمل ہے یا نہیں؟

جواب :- کتاب ”خلافت و ملوکیت“ میں کئی باتیں اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف

واللہ اعلم

ہیں،^(۳) اور ”رسائل و مسائل“ بھی فقہی لحاظ سے قابل اعتماد کتاب نہیں ہے۔

محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

۱۱/۱۱/۱۳۹۱ھ

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۴۲/۲۲ د)

غیر مستند عالم کی کتاب مطالعہ کرنا

سوال (۳۴۴) :- ”دلائل السلوک“ نام کی ایک کتاب نظر سے گزری، براہ کرم یہ بتائیں کہ

اس کتاب کا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا کیسا ہے؟ اور اس کتاب کے مرتب کرنے والے پیر و مرشد سے تعلیم حاصل کرنا کیسا ہے؟ اگر کتاب نظر سے نہ گزری ہو تو رجسٹری کردوں تاکہ صحیح رائے معلوم ہو سکے۔

(۱) ”تعلیم الاسلام“ حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی قدس سرہ کا فتویٰ مسائل پر ایک مستند رسالہ ہے۔

(۲) اس کے علاوہ اس موضوع پر عربی میں ”الذواجر“ للعلامة هبشي، ”الکينان“ للإمام الذهبي، ”الصعدة بتمییز الکینان“ للعلامة البیرقاوی اور اردو میں ”کبیرہ گناہ“ از مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہم (شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور) اور ”بڑے گناہوں کا تحقیقی جائزہ“ از مولانا محمد قیس الرحمن کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

(۳) تفصیل کے لئے دیکھئے: ”حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق“ از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم۔

جواب :- یہ کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری، اور مطالعہ کرنے کی فرصت بھی نہیں، اس کو مرتب کرنے والے ایم اے ہیں، عالم دین نہیں ہیں، تو ان کی کتاب کا مطالعہ دین پر عمل کرنے کے لئے عوام کو نہیں کرنا چاہئے۔ اگر اس میں کسی شخص نے اپنے بارے میں بزرگی کے دعوے کئے ہیں تو یہ بلاشبہ کھٹک پیدا کرنے والی بات ہے۔

واللہ اعلم

۱۳۹۲/۸/۲۰ھ

(فتویٰ نمبر ۱۶۳/۲۵ د)

شیخ احمد کا وصیت نامہ اور اس جیسے پمفلٹ کا پڑھنا

سوال (۳۴۵):- بعض اوقات ایسے پمفلٹ موصول ہوتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اس کو پڑھ کر تمیں یا کم و بیش کا پیاں بنوا کر دیگر اصحاب میں تقسیم کی جائیں، اگر ایسا نہ کیا گیا تو نقصان اٹھانا پڑے گا۔ حال ہی میں شیخ احمد نامی شخص کی کچھ ہدایات تحریری شکل میں ہمارے پاس آئی جو کہ فتویٰ کے ساتھ منسلک ہے۔ براہ کرم یہ فرمائیں کہ شریعت اس سلسلے میں کیا کہتی ہے؟ اور کیا اس قسم کی ہدایات پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں؟

جواب :- ان ہدایات پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے، پتہ نہیں کہ کس شخص نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے، یہ تقریباً پچاس برس سے جاری ہے، سادہ لوح مسلمانوں کو اس سے پریشانی ہوتی ہے، بہر حال ان ہدایات پر عمل کرنا ہرگز ضروری نہیں، عمل نہ کرنے میں نہ کوئی دنیا کی مسترت ہے، نہ آخرت کی۔

واللہ اعلم

۱۴۰۳/۷/۲۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۲۳۶/۳۴ ج)

چاند پر پہنچنا یا نہ پہنچنا ایک واقعی چیز ہے، شرعی نہیں

سوال (۳۴۶):- چاند پہنچنے کی شرعاً تحقیق ہوتی ہے یا نہیں؟ جو اس کو نہ مانتا ہو اس کا کیا

حکم ہے؟

جواب :- چاند پر پہنچنا یا نہ پہنچنا ایک واقعی چیز ہے، شرعاً چاند پر پہنچنا ناممکن نہیں، اگر کوئی نہ

واللہ اعلم

مانے تو وہ بھی شرعاً مجرم نہیں۔

۱۳۹۲/۸/۲۸ھ

(فتویٰ نمبر ۱۶۶۲/۲۵ د)

محمد ”الرسول اللہ“ لکھنا غلط ہے

سوال (۳۴۷):- ایک نکتہ وضاحت طلب ہے، ہر مسجد، کتاب وغیرہ میں کلمہ شریف ”لا الہ الا

اللہ محمد رسول اللہ“ تحریر ہوتا ہے، یعنی رسول سے پہلے الف لام نہیں ہوتا، یہاں میا نوالی کی قدیمی بریلوی جامع

مسجد کی مرمت ہو رہی ہے، اس کے محراب پر محمد ”الرسول اللہ“ تحریر کیا گیا ہے، مولانا عبدالستار خان نیازی وہیں نماز کے لئے جاتے ہیں، میری ناقص رائے میں یہ تحریف ہے، آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔

جواب :- کلمہ طیبہ میں لفظ ”رسول“ پر الف لام نہیں ہونا چاہئے، یہ عربیت کے قاعدے کے خلاف ہے،^(۱) اور نصوص شرعیہ کے بھی۔ بظاہر کتابت کی غلطی سے الف لام زیادہ لکھ دیا گیا ہے، اس کی اصلاح کرا دینی چاہئے۔

واللہ اعلم

۱۳۰۲/۶/۷ھ

(فتویٰ نمبر ۸۵۷/۳۳ ب)

عورت ”بسم اللہ... الخ“ کا ترجمہ کیسے کرے؟

سوال (۳۳۸) :- بسم اللہ کا ترجمہ اگر میں عورت کی زبان میں لڑکیوں کو سکھائوں (میں شروع کرتی ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے) تو کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۱۲/۲۷ھ

(فتویٰ نمبر ۲۸۷۳/۲۵ ج)

مسائل اور فضائل میں کس کو زیادہ اہمیت ہے؟

سوال (۳۳۹) :- ایسے احباب جو دین کے ضروری مسائل مثلاً غسل و وضو وغیرہ سے ناواقف ہیں، اور برسوں سے فضائل کی تعلیم میں شریک ہیں، مگر وقت کی کمی کا شکار ہیں، ان حضرات کو فارغ وقت میں فضائل میں وقت صرف کرنا چاہئے یا مسائل کو اہمیت دینی چاہئے؟

جواب :- انہیں ضروری مسائل تو سب سے پہلے سیکھنے چاہئے تھے، اب اس کوتاہی کا فی الفور ازالہ لازم ہے، مگر فضائل کی باتوں کو بھی کوئی ہرگز بے فائدہ نہ سمجھے، دونوں کاموں کا وقت نہیں ملتا تو مسائل کو اہمیت اور ترجیح دی جائے۔

واللہ اعلم

۱۳۹۸/۱/۲۰ھ

(فتویٰ نمبر ۶۱/۲۹ الف)

اختلافی مسائل پر بلا ضرورت بحث و مباحثہ نہیں کرنا چاہئے

سوال (۳۵۰) :- مکرمی و معظمی مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پیشتر اس کے کہ کچھ عرض کروں، تھوڑا سا تعارف کرا دوں۔ ۱۹۳۲ء میں مولانا اشرف علی صاحب

(۱) عربی زبان کا قاعدہ یہ ہے کہ مشاف پر الف لام داخل نہیں ہوتی، کلمہ طیبہ میں لفظ ”رسول“ لفظ ”اللہ“ کی طرف منافی ہو رہا ہے، لہذا اس پر الف لام داخل نہیں ہوگا۔ ۱۲

کے پاس تھانہ بھون آپ کے والد ماجد مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے ملاقات ہوئی، اُس وقت میں استفتاء حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے لیا کرتا تھا، بعد ازاں مفتی صاحب سے، ابھی میں استفتاء دارالعلوم کراچی بھیجتا ہوں۔ ۱۹۵۷ء میں حضرت مفتی صاحب نے مجھے لکھا تھا کہ میں لاہور فلاں تاریخ کو آ رہا ہوں، مجھے فلاں جگہ ملیں، لیکن افسوس میں بیمار تھا، اور موقع نہ مل سکا۔ بہر حال مختصر یہ کہ میں اکابر دہلیو بند کا معتقد ہوں۔

ایک اہل حدیث مولوی صاحب نے بلوغ المرام کی اردو شرح لکھی ہے اور جاہل خفیوں پر حملے کئے ہیں، چنانچہ میں نے انہیں اس جسارت سے متنبہ کیا، میرے خط کی نقل نمبر ۱۸۱ منسلک ہے۔

خط بنام شارح بلوغ المرام

مجھے بلوغ المرام کی اردو شرح و ترجمہ از جناب محمد سلیمان کیلانی صاحب مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ گھر جاکھ، گوجرانوالہ کے مطالعے کا موقع ملا، ترجمہ اور شرح سلیس اردو میں با محاورہ بہت عمدہ ہے، صرف ایک بات ضرور کھٹکتی ہے کہ شارح موصوف کو احناف سے کوئی خاص ضد ہے حالانکہ ایسے مواقع پر صرف اس قدر کہہ دینا کافی ہوتا کہ اس میں حنفیہ یا شافعیہ کا اختلاف ہے، مگر شارح کا انداز کلام ملاحظہ ہو۔

کتاب کے صفحہ ۱۳۵ پر حدیث نمبر ۴۸۱ میں ہے: ”جمعہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص آیا، آپ نے اس سے پوچھا: کیا تو نے سنتیں پڑھ لی ہیں؟ اُس نے کہا کہ نہیں، آپ نے فرمایا: اُنھیں کر دو سنتیں پڑھ لے۔“

اس کی شرح یوں فرماتے ہیں: ”ان کا نام سلیک تھا، بخاری کی روایت میں خفیفین کا لفظ بھی ہے، ایک جماعت فقہاء اور محدثین کا یہی مذہب ہے کہ دوران خطبہ میں دو رکعت سنت پڑھ لینی چاہئے، حنفیہ خطبے کے دوران سنت پڑھنے کے قائل نہیں، حدیث سے ان کے اس قول کی تردید ہوتی ہے۔“

حالانکہ شارح موصوف خود نہیں جانتے کہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے، علم خود نہیں اور دوسرے پر اعتراض، یاد رہے منسوخ حکم پر عمل خلاف سنت ہے، اعتراض اُن پر کرتے ہیں قصور اپنا نکل آیا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ امام ابو جعفر طحاویؒ کے متعلق فرماتے ہیں: ”قال الإمام الحافظ ابو جعفر“ کہ امام ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ مجھ سے میرے بعض اہل علم دوستوں نے فرمائش کی کہ میں ان کے لئے ایک ایسی کتاب تصنیف کر دوں جس میں وہ احادیث مذکور ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام کے بارے میں مروی ہیں، جن کی نسبت لحدین اور بعض ضعیف الاسلام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں، اُن کا یہ وہم محض اس وجہ سے ہے کہ ان کو ناسخ و منسوخ اور اُن واجب العمل کے

متعلق بہت کم علم ہے جن کی بابت کتاب اللہ ناطق ہے اور متفق علیہ سنت شاہد ہے۔ (بستان المحدثین ص: ۱۴۲، ۱۴۳)۔

امام ابو جعفر طحاویؒ دو رکعت سنت خطبے کے دوران پڑھنے کے بارے میں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”کان ذلک قبل ان ینسخ الکلام فی الصلوٰۃ ثم ینسخ الکلام فی الصلوٰۃ ینسخ ایضاً فی الخطبۃ“ (طحاوی جلد اول ص: ۵۴۲)۔

یہ رخصت اُس وقت تھی جب ابھی نماز میں کلام کی اجازت تھی، پھر جب نماز میں کلام کرنی منسوخ ہوئی تو خطبہ جمعہ میں ایسے ہی منسوخ ہو گئی۔ چاہے تو یہ تھا کہ احناف کی تحقیق کی تعریف کرتے کہ وہ حدیث کے ناخ و منسوخ کے خوب واقف ہیں نہ یہ کہ ”حدیث اُن کے قول کی تردید کرتی ہے“۔

میں صرف بطور نصیحت کے لکھنے پر مجبور ہوں کیونکہ ایسی تنقید بجائے فائدے کے نقصان دہ ہوا کرتی ہے، خدا آپ کو اور راست نصیب کرے، جس بزرگ کی آپ مخالفت کر رہے ہیں وہ کون بزرگ ہیں، جسے زمانے کے علمائے محققین نے امام اعظم کا خطاب دیا، آج بھی دنیائے اسلام میں اُن کی فقہ کی پابند دو تہائی افراد اُمت ہیں، جبکہ باقی ایک تہائی میں سب شافعی، مالکی، حنبلی، ممالک اسلامیہ ہیں، اور پاک و ہند میں بریلوی، دیوبندی و اہل حدیث وغیرہ، جو فرقے عہدِ انگریزی کی پیداوار ہیں اس سے پہلے کہیں نام و نشان نہ تھا آئندہ ایڈیشن میں میری بات کا خیال رہے۔

محمد سرفراز خان

جواب :- مکرمی و محترمی جناب الحاج چوہدری سرفراز خان صاحب زیدت مکارمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ مورخہ ۱۰/۲/۸۱ء نظر نواز ہوا، اُسی سے معلوم ہوا کہ اس سے قبل بھی گرامی نامہ آیا تھا، جو دارالافتاء میں براہِ راست پہنچ گیا تھا، کیونکہ احقر اُس زمانے میں علیل تھا، دارالافتاء میں ڈاک کی کثرت اور رجالِ کار کی قلت کے باعث غور طلب فتاویٰ کے جواب میں واقعی تاخیر ہو جاتی ہے، آپ کو انتظار سے جو زحمت ہوئی اس پر احقر کو افسوس ہے، اور اس پر ندامت ہے کہ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ جو باوجود ضعف اور شدتِ مشغولیت کے جواب میں اتنی تاخیر نہ فرماتے تھے آپ نے وہی توقع احقر سے قائم فرمائی اور احقر اس پر پورا نہ اُتر سکا۔ واقعہ یہ ہے کہ اپنی بساط کی حد تک احقر پوری کوشش کرتا ہے کہ جواب میں تاخیر نہ ہو، لیکن بزرگوں کا سایہ سر سے اُٹھ جانے کے بعد کاموں اور ذمہ داریوں کے بوجھ میں اچانک اضافہ ہوا، وہ ابھی تک قابو میں نہیں آسکا، میں تو اس کو حضرت والد ماجد کی کرامت ہی سمجھتا ہوں کہ وہ ان تمام ذمہ داریوں کے باوجود ڈاک کا جواب بلا تاخیر دیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بہر حال آپ کا پچھلا گرامی نامہ مورخہ ۲۹/۱۲/۸۰ء بغور پڑھا، اور جناب محمد سلیمان کیلانی صاحب کے ساتھ آپ کی خط و کتابت کی نقل بھی بغور مطالعہ کیا، جواباً عرض ہے کہ جن مسائل میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہوا ہے، دلیل شرعی کی بنیاد پر ہوا ہے، ہر مجتہد اور فقیہ کے پاس کچھ شرعی دلائل ہوتے ہیں جن کی بناء پر وہ کسی مسئلے میں اپنا مسلک اختیار کرتا ہے، اور اس کے مقلدین اس کی تقلید کرتے ہیں۔ مگر ایسے مسائل کے دلائل ہمیشہ نظری ہوتے ہیں قطعی نہیں ہوتے، کیونکہ اگر قطعی ہوتے تو اس میں کسی بھی مجتہد اور فقیہ کو اختلاف پیش نہ آتا، سب ان دلائل کے سامنے سر تسلیم خم کر لیتے، کسی مسئلے میں فقہاء کا اختلاف ہونا بہر حال اس کی علامت ہے کہ اس مسئلے میں کوئی قطعی دلیل ایسی موجود نہیں جس سے اختلاف کی گنجائش نہ ہو، دلائل میں تعارض تھا اسی لئے اختلاف پیش آیا، کسی فقیہ نے ایک دلیل کو ترجیح دی اور دوسرے فقیہ نے اس کے معارض دوسری دلیل کو ترجیح دی۔ کسی نے ایک دلیل کو ناخ اور دوسری کو منسوخ مانا، کسی نے اس کے برعکس رائے قائم کی۔

جب مجتہد ایسے کسی مسئلے میں اپنا مسلک طے کرتا ہے تو وہ یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرا مسلک قطعی طور پر حق اور دوسرے کا مسلک قطعی طور پر یقیناً غلط ہے، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ میرے مسلک کے متعلق میرا ظن غالب یہ ہے کہ یہ درست ہے، اگرچہ احتمال یہ بھی ہے کہ وہی درست ہو۔^(۱)

خلاصہ یہ کہ جن مسائل میں فقہائے کرام (ائمہ مجتہدین) کا اختلاف ہوا ہے ان میں کسی کے مسلک کو نہ قطعی طور پر غلط کہا جاسکتا ہے نہ قطعی طور پر صحیح، صرف نظری طور پر ظن غالب کی بنیاد پر کسی ایک مسلک کو دوسرے پر ترجیح دی جاسکتی ہے، کیونکہ شرعی دلائل بہر حال ہر طرف موجود ہیں۔

ہم بھی امام اعظم ابو حنیفہؒ کی تقلید اس درجہ میں کرتے ہیں، یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ان کے مسلک کے خلاف جن ائمہ مجتہدین (محدثین و فقہائے کرام) نے کچھ فرمایا ہے وہ قطعی طور پر غلط ہے بلکہ اقرار کرتے ہیں کہ ان حضرات نے بھی امام اعظمؒ کے مسلک کے خلاف جو کچھ فرمایا شرعی دلائل کی بنیاد پر فرمایا ہے۔

ہر امام مجتہد اور اس کے مقلد کو اس کا بھی حق ہے جو مسلک اُس نے اختیار کیا ہے اس کے دلائل وہ بر ملا پیش کرے، اور اختلاف کرنے والوں نے جو دلائل پیش کئے ہیں ان کا جواب دے، اور اُس کی نظر میں ان دلائل میں جو کمزوریاں ہیں انہیں واضح کرے، اور بتائے کہ میری پیش کردہ دلیل سے فلاں مجتہد کے مسلک کی تردید ہوتی ہے۔ اس لئے حدیث اور فقہ کی فنی کتابوں میں فقہاء کے پیش کردہ دلائل پر علمی

(۱) ملاحظہ فرمائیے: نور الأنوار، فصل القیاس، مبحث الإجتہاد، ص: ۲۳۹۔ تفصیلی کام کے لئے ملاحظہ فرمائیے: اجتہاد اور تقلید از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ص: ۵۱۳۳ اور اجتہاد اور تقلید از حکیم الاسلام مولانا محمد طیب قاسمی ص: ۱۹۶۱۶۔

تنقید کی جاتی ہے اور کہہ دیا جاتا ہے کہ فلاں حدیث سے فلاں مجتہد کے قول کی تردید ہوتی ہے، اور فلاں کے قول کی تائید ہوتی ہے، اس کی بے شمار مثالیں فقہ حنفی کی کتابوں میں بھی موجود ہیں اور دوسرے فقہاء کی کتابوں میں بھی۔

اس پوری تفصیل کے عرض کرنے سے احقر کا مقصد یہ ہے کہ جناب کیلانی صاحب کی تصانیف موجود ہیں، ہر اہل علم ان کا مطالعہ کر سکتا ہے، یہاں میں انہیں نقل کرنے میں کوئی فائدہ نہیں سمجھتا۔

البتہ شارح موصوف نے اپنے خط میں جو کچھ امام طحاوی، امام اعظم اور امام ابو یوسف کے متعلق کہا ہے، اس میں کئی جملے قابل اعتراض اور گستاخانہ ہیں، ان کے متعلق سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ شارح موصوف کے لئے مغفرت اور ہدایت کی دعا کی جائے اور کیا کہا جاسکتا ہے؟

خلاصہ یہ ہے کہ اہل حدیث اپنا مسلک اور اس کے دلائل پیش کرتے ہیں، کرتے رہیں، امام اعظم کے مسلک کی تردید کرتے ہیں، کرتے رہیں، ہم صرف یہ کر سکتے ہیں کہ اپنے دلائل پیش کر دیں اور دوسرے حضرات کے دلائل کا علمی انداز میں جواب دے دیں، اس سے زیادہ کی ذمہ داری ہم پر نہیں۔ اگر کسی کو وہ دلائل وزنی معلوم نہیں ہوتے تو ہم پر یہ لازم نہیں کہ زبردستی ان کے وزنی ہونے کا اُن سے اقرار کروائیں۔ رہا مسائل کا اختلاف تو اسے بالکلیہ ختم کرنا نہ ممکن ہے نہ ضروری، صرف یہ ضروری ہے کہ تمام فقہائے مجتہدین کا احترام کریں اور کسی کی شان میں ادنیٰ گستاخی کو اپنے لئے مہلک سمجھیں۔

آپ نے اُن کے خط میں دیوبندی فرقے کو بھی عہد انگریزی کی پیداوار قرار دے دیا ہے، یہ واقعہ کے خلاف ہے، دیوبندی درحقیقت کوئی مستقل فرقہ ہے ہی نہیں، دیوبندی حضرات کا فقہی مسلک وہی ہے جو امام اعظم کا تھا اور عقائد و سلوک میں اس کا وہی مسلک ہے جو صحابہ کرام کا تھا۔

آخر میں احقر کی رائے یہ ہے کہ اس بحث کو ہمیں ختم فرمادینا مناسب ہے، کیونکہ طول دینے کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ ہم اپنے دلائل کتابوں سے نقل کریں گے، وہ اپنے دلائل نقل کریں گے، جو اختلاف چودہ سو سال کے اس طویل عرصے میں ختم نہیں ہو سکا، وہ اس تحریری مناظرے سے کیسے ختم ہو جائے گا؟

ایک بات آخر میں اور عرض کرنی ہے، وہ یہ کہ بہت عرصہ قبل آنجناب نے اپنی کتاب ”مآۃ فتاویٰ فی مسئلۃ علم الغیب“ احقر کے پاس بغرض اظہار رائے بھیجی تھی، اور جوابی لفافہ بھی ارسال کیا تھا، افسوس ہے کہ احقر پوری کوشش کے باوجود اس کتاب کے مطالعے سے مستفید نہ ہو سکا، اور بغور مطالعہ کے بغیر اظہار رائے دیانت کے خلاف ہے، اب تک یہ کتاب اسی لئے محفوظ رکھی کہ مطالعہ کر کے جواب لکھنے کا ارادہ تھا، لیکن بصد افسوس و ندامت یہ کتاب اور وہ جوابی لفافہ واپس ارسال خدمت ہے۔ امید ہے کہ احقر کی مجبوری

کے باعث غفود درگزر فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آنجناب کی مساعیٰ حسنہ کو شرف قبولیت سے نوازے، آمین۔

والسلام

۱۵/۳/۱۴۰۱ھ

(فتویٰ نمبر ۶۱۶/۳۲ الف)

عام آدمی کا علمی بحث و مباحثہ کرنا درست نہیں

سوال (۳۵۱):- کوئے کی کتنی قسمیں ہیں اور کالا کو ا حرام ہے یا نہیں؟ ایک کتاب میں مکروہ لکھا

ہوا دیکھا ہے۔

۲- زید کا قول ہے کہ علمائے دیوبند کے اکابر میلاد اور فاتحہ، محرم کی سبیل کے قائل رہے ہیں، بعد

میں حرام کہنے لگے۔ فتاویٰ عزیز میں ہے کہ شاہ صاحب عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں ”سال میں دو مجالس فقیر کے مکان میں منعقد ہوا کرتی ہیں، ایک مجالس ذکر و وفات

شریف اور دوسری مجالس شہادت حسین رضی اللہ عنہ۔“ (ص: ۱۷۷) اور اسی کتاب میں دوسری جگہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”جس کھانے کا ثواب اہلین کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ و قل دُرود پڑھا جائے وہ کھانا

تبرک ہے۔“ (ص: ۱۶۷) کیا یہ قول درست ہے یا نہیں؟ اور شاہ صاحب کی ایسی کوئی تحریر ہے یا نہیں؟

جواب :- زید کے سوالات کا منشاء بحث و مباحثہ اور مناظرہ معلوم ہوتا ہے، تحقیق حق کی طلب

معلوم نہیں ہوتی، اس لئے ان سوالات کا جواب نہیں لکھا جاتا، زید کو چاہئے کہ وہ آپ سے بات کرنے کی بجائے کسی مستند عالم دین سے بات کرے جو اکابر علمائے دین کے مسلک سے واقف ہوں، اور بات تحریر کی

بجائے زبانی ہونی چاہئے۔

واللہ اعلم

۲۰/۳/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۶۵۲/۲۵ ج)

”خواجہ“ کا استعمال کس معنی میں ہوتا ہے؟

سوال (۳۵۲):- بزرگوں کے اسم شریف سے پہلے ”خواجہ“ کا لفظ آتا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب :- خواجہ کا استعمال عام طور پر آقا کے معنی میں آتا ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

۱۱/۱۱/۱۳۹۱ھ

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۴۱۳/۲۲ د)

(۱) لغات کشوری ص: ۱۷۷ (فصل رفع الوداع) خواجہ: صاحب خانہ، گھر کا مالک، سردار، بیرون

ارادہ اور وعدہ میں فرق

سوال (۳۵۳): - تبلیغی جماعت والے حضرات خدا کے راستے میں نکلنے کے لئے نام اور پتہ

وقت کے ساتھ تو لکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ ارادہ ہے وعدہ نہیں۔ کیا وعدہ اور ارادہ میں فرق ہے؟

جواب: - اس صورت میں یہ ارادہ ہی ہے وعدہ نہیں، اور دونوں کے حکم میں فرق یہ ہے کہ

بلا عذر وعدے کے خلاف کرنا شرعاً مذموم ہے،^(۱) اور علاماتِ نفاق میں سے ہے،^(۲) اور ارادے کے خلاف کرنا

میں یہ قباحت نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی غفرلہ

۱۵/۱۲/۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

(فتویٰ نمبر ۱۱۴۸/۲۱ الف)

سیلاب آنا عذاب ہے یا امتحان؟

سوال (۳۵۳): - حالیہ سیلاب کے بارے میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ عذاب اور امتحان

دونوں ہو سکتا ہے، میں نے اس سلسلے میں ریڈیو میں مذاکرہ سنا اور اخبار میں بھی پڑھا، انگریزی داں حضرات

نے اس سیلاب کو امتحان اور آزمائش قرار دیا اور قطعیت کے ساتھ اور بغیر شک، جبکہ علماء حضرات نے اس کو نہ

قطعیت کے ساتھ امتحان قرار دیا اور نہ عذاب بلکہ اشارۃً جو کچھ انہوں نے کہا اس سے عذاب ہونے کا نتیجہ

نکالا جاسکتا ہے۔ ۱- خداوند کریم جس قوم سے خوش ہوا سے اتنی سخت مصیبت میں نہیں ڈالتا۔ ۲- جو مصیبت

ہم پر آتی ہے وہ ہمارے ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے۔ ۳- اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کا امتحان لیتا ہے۔ میرا

مقصد صرف حق بات جاننا ہے۔

جواب: - ایسا کوئی اصول نظر سے نہیں گزرا جس سے امتحان اور عذاب میں واضح فرق کیا

جاسکے، حالیہ سیلاب میں بھی دونوں ہی پہلو ہیں، اگرچہ اپنی بد اعمالیوں کو دیکھتے ہوئے عذاب کا پہلو زیادہ

نمایاں معلوم ہوتا ہے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۹/۹/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۱۳۸۸/۲۳ ز)

۱۰۱۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ" (بنی اسرائیل)۔

۲۰۱۔ فی الحدیث آیۃ المنافق ثلث إذا حدث کذب وإذا وعد أخلف وإذا أومن خان۔ (مشکوٰۃ المصابیہ بحوالہ بخاری و مسند، باب الکبائر و علامات النفاق، الفصل الأول)۔

خطاب میں مغالطہ آمیز باتیں نہیں کرنی چاہئیں

سوال (۳۵۵):- ایک خطیب جامع مسجد نے جو غصے تک کتابت فرماتے رہے ہیں اب

ایک جامع مسجد میں مولانا بن کر خطابت و امامت فرما رہے ہیں۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ماہ رجب کی ۲۶/۲۷ رجب کی درمیانی شب کو معراج ہوئی، اور معراج آنحضرت سے قبل حضرت یعقوب و حضرت ابراہیم و حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے معراج سے نوازا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کنعان میں اپنے مکان میں استراحت فرماتے تھے، دیکھا کہ ان کے مکان سے آسمان تک نوری زینہ ہے اور فرشتے اس پر سے چڑھ اتر رہے ہیں، اور غیب سے آواز آئی: اے یعقوب! میں اس سرزمین اور اطراف زمین کو تم کو اور تمہاری اولاد کو بخش دینے والا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور سیناء پر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معراج ہوئی، جیسا کہ کتاب یوحنا و انجیل میں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا ذکر پندرہویں پارے میں پہلی آیت: "تسبحن الذی اسرى بعبده ليلًا من المسجد الحرام الى المسجد الأقصى" میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔

براہ کرم شریعت کی روشنی میں یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ اس عقیدے کا شخص مسجد میں امامت و خطابت کر سکتا ہے؟

جواب:- لفظ "معراج" امت محمدیہ میں ایک اصطلاح کے طور پر استعمال ہونے لگا ہے، جس کا ایک خاص مفہوم ہے اور سب مسلمان اس مفہوم سے واقف ہیں۔ اس خاص مفہوم کے اعتبار سے معراج کسی اور نبی کے لئے ثابت نہیں، صرف ہمارے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے، لہذا خطیب صاحب مذکور کی مراد اگر معراج سے معراج متعارف ہے تو واقعے کے خلاف ہے، اور اس کا عقیدہ رکھنا بدعت ہے، اور بدعتی اگر بدعت سے توبہ نہ کرے تو اس کی امامت مکروہ ہے، اور اگر معراج لغوی مراد ہے تو اگرچہ اس صورت میں خطیب صاحب مذکور کا بیان واقعے کے خلاف نہ ہوگا لیکن اس سے اجتناب کرنا چاہئے ورنہ عوام مغالطے کا شکار ہوں گے اور فتنہ و فساد مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوگا۔

خطیب صاحب مذکور آئندہ اگر اس مغالطہ آمیز باتیں تقریر میں بیان نہ فرمایا کریں تو خطابت جائز

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۱۱۵۵/۲۲ ج)

ہے۔

علم لدنی اور ایک دھات کو دوسری دھات میں بدلنا؟

سوال (۳۵۶): - علم لدنی خدائی علم ہے یا نہیں؟ کیمیا، پریمیہ، سیمیا۔

۱- دھات کو دھات سے بدلنا بحکم خدا۔

۲- اپنی شکل بدل لینا علم خدا پر۔

۳- مقام بدلنا بحکم خدا پر۔

کیمیا جائز ہے یا ناجائز؟ تفصیل سے لکھیں۔

جواب:- علم لدنی وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ ظاہری اسباب کے بغیر کسی مقرب بندے کو بطور الہام عطا فرمائے، اور دھات کو کسی دوسری دھات سے بدلنا مثلاً تانبے کو سونا بنادینا، اگر اس کا یقینی اور حقیقی علم کسی کو حاصل ہے اور تانبے کو حقیقتہً سونا بنادیا جاتا ہے اس طرح کہ اصلی سونے اور اس سونے میں کوئی فرق نہ رہے تو یہ علم سکھانا اور اس سے کام لینا جائز ہے، اگر یہ علم حاصل نہیں تو اسراف اور فضول خرچی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، اور اگر علم حاصل تو ہے مگر سونا حقیقتہً نہیں بنتا بلکہ صرف دیکھنے میں سونا معلوم ہوتا ہے تو یہ دھوکا بازی ہے جو حرام ہے، ففی رد المحتار (ج: ۱ ص: ۴۲) وحاصله انه اذا قلنا بآثبات قلب الحقائق وهو الحق جاز العمل به وتعلمه لانه ليس بغش لأن النحاس ينقلب ذهباً أو فضةً حقيقة وإن قلنا انه غير ثابت لا يجوز لأنه غش كما لا يجوز لمن لا يعلمه حقيقة لما فيه من إتلاف المال وغش المسلمين والظاهر ان مذهبنا ثبوت انقلاب الحقائق۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳/۳/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۳۷۹/۲۲ ب)

غلط فہمی پیدا کرنے والی بات عوامی مجمع میں نہیں کہنی چاہئے

سوال (۳۵۷): - ایک عالم تقریر میں یہ الفاظ کہتا ہے کہ جیسے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی خالقیت

میں وحدۃ لا شریک لہ ہیں، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی مخلوقیت میں وحدۃ لا شریک لہ ہیں۔

اور عالم ان الفاظ کے جواز و استعمال میں حضرت قاری مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ کے کسی رسالے کا حوالہ

دیتے ہیں، کیا اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے جائز ہیں یا نہیں؟

۱۱۱ فی روح المعانی تحت الآیة "وَعَسَلَهُمْ لُذُغًا بَلَدًا" (الکھف) هو العلم الخاص الذی لا یُعتمد إلا من بحیثہ تعالیٰ

وفی تفسیر النسخی تحت هذه الآیة العلم اللدنی ما حصل تعبد بطریق الإلهام۔

جواب :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت میں لاشریک! ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی عبودیت (بندگی) اس درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہے کہ اُس درجے کی صفت بندگی کسی اور کو حاصل نہیں، اور بندگی کے اس درجہ کمال میں کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسرا اور شریک نہیں، اگرچہ نفس بندگی سب مخلوق کو حاصل ہے۔ یہ بات فی نفسہ حقیقت کے مطابق ہے اور صحیح ہے، لہذا فی نفسہ جائز ہے، لیکن عوامی اجتماعات میں ایسی بات نہ کہنی چاہئے کیونکہ لوگ دین کا علم نہ ہونے کے باعث غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۷/۷/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۰۲۳/۵۲۵)

جواب صحیح ہے کہ یہ بات فی نفسہ صحیح ہے، مگر ہر صحیح بات عوام کے مجمع میں کہنے کی نہیں ہوتی، امام بخاریؒ نے اس پر ایک مستقل باب لکھا ہے، ایسے کلمات جن سے عوام کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو سکیں عوام کے مجمع میں کہنا درست نہیں^(۱)۔

واللہ اعلم

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

۱۷/۷/۱۳۹۳ھ

نئے فتنوں کا مقابلہ کرنے کی کوشش؟

سوال (۳۵۸) :- آج کل بلکہ کچھ عرصے سے پاکستان کے حالات اخباروں میں پڑھ کر دل کو بہت صدمہ ہوتا ہے، اکثر لوگوں کی دین سے بہت ڈوری ہوتی جا رہی ہے، تو یہ خیالات آتے ہیں کہ میں ملازمت ترک کر کے اپنے آپ کو آپ کی رہبری میں ملت اور ملک کے لئے وقف کر دوں، تو کیا ایسا کرنا جائز ہوگا؟

جواب :- یہاں بحالت موجودہ نئے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی واضح راہ عمل نہیں ہے، لہذا نیت تو یہی رکھیں کہ جب پاکستان میں میری خدمات کی ضرورت ہوگی تو ضرور وہاں پہنچ کر دین کی خدمت کروں گا، مگر فی الحال وہیں رہتے ہوئے پاکستان اور مسلمانوں کے لئے دعائے خیر کرتے رہیں، اور خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھیں۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۷/۷/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۳۴۳/۲۳ ب)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

ایسے ادارے میں تعلیم دینا جہاں سود کی تعلیم دی جاتی ہو

سوال (۳۵۹):- کیا کسی تعلیمی ادارے میں ایسی ملازمت جائز ہے جہاں کوئی ایسا مضمون پڑھانا پڑے جس میں سود وغیرہ کے متعلق بتانا پڑے مثلاً علم معاشیات یا علم محاسبی وغیرہ؟
جواب:- اس میں گنجائش ہے، مگر جہاں تک ممکن ہو حساب سود کی مثالوں کے بغیر سمجھایا جائے۔
واللہ اعلم

۱۱/۱۱/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵۷۳/۲۵ ز)

ٹیپ ریکارڈر سے قرآن سننایا پڑھنا؟

سوال (۳۶۰):- ایک قرآن خواں ٹیپ ریکارڈر سے قرآن مجید سنتا ہے، اور اس دوران خود قرآن شریف کھول کر غور اور شوق سے دل ہی دل میں قرآن پڑھتا رہتا ہے، یعنی ٹیپ ریکارڈر کی آواز کے ساتھ ساتھ دل ہی دل میں پڑھتا جاتا ہے، کیا اس کو پڑھنے اور سننے کا ثواب ملے گا؟
جواب:- پڑھنا وہ معتبر ہے جو زبان سے ہو اور یہاں زبان سے یہ شخص نہیں پڑھتا، مگر امید ہے کہ اس مجموعی عمل سے کسی ایک چیز کا ثواب مل جائے گا، یا پڑھنے کا یا سننے کا۔
واللہ اعلم

۱۱/۱۱/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۳۹۵/۲۵ ز)

دوسرے مسلک پر عمل کرنے کی شرائط

سوال (۳۶۱):- میں پیدائشی طور پر حنفی ہوں، کیا ایک مسلک کے اختیار کرتے ہوئے دوسرے مسلک کی اچھی یا ضرورت کے اعتبار سے جزوی چیزوں کو اپنایا جاسکتا ہے؟ کیا کچھ ضروری کام کی وجہ سے عصر کی نماز اہل حدیث حضرات کے ساتھ جماعت سے جو کہ ہمارے وقت سے پہلے ہوتی ہے ادا کی جاسکتی ہے؟ کیا میں بحیثیت طالب علم بوقت ضرورت جمع بین الصلوٰۃ کر سکتا ہوں یا نہیں؟
جواب:- حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی یہ چاروں مذاہب حق ہیں، لیکن جو شخص ان میں سے کسی ایک مذہب کا مقلد ہو اس کے لئے دوسرے مذہب پر عمل جائز نہیں، البتہ اگر کوئی سخت مجبوری پیش آجائے تو وہ مجبوری وضاحت سے لکھ کر مستند اہل فتویٰ سے پوچھ لیا جائے، وہ اصول کی رعایت کرتے ہوئے کوئی حل بتا دیں گے، کیونکہ بعض خاص حالات میں بعض شرائط کے ساتھ مستند اہل فتویٰ فتویٰ دے سکتے ہیں، جو شخص خود اہل فتویٰ نہ ہو اسے خود فیصلہ کرنا جائز نہیں۔
واللہ اعلم

۱۱/۱۱/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۷/۲۶ الف)

﴿ کتاب التفسیر وما یتعلق

بالقرآن ﴾

(تفسیر اور دیگر علوم قرآنی کے بیان میں)

فصل فی تفسیر القرآن وتدوینہ وما يتعلق بهما (قرآن مجید کی تفسیر، تدوین اور ان سے متعلق مسائل)

”رجال اللہ“ سے کون مراد ہیں؟

سوال (۳۶۲): - معارف القرآن جلد اول ص: ۳۶ میں لکھا ہے: ”انسان کی صلاح و فلاح کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں، ایک کتاب اللہ دوسرے رجال اللہ“ رجال اللہ سے علماء و فقہاء مراد ہیں یا اولیاء اللہ؟

جواب :- فقہاء، علماء اور اولیاء اللہ میں کچھ فرق نہیں، جو ولی اللہ نہیں وہ شرعاً فقیہ یا عالم دین بھی نہیں ہوتا، اس لئے رجال اللہ سے ایسے علماء و فقہاء مراد ہیں جو ولی اللہ (یعنی متبع سنت) ہوں۔^(۱)
واللہ اعلم

۱۰/۸/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۳۱/۲۵ و)

”تفسیر عثمانی“ کی عبارت پر تملیکِ زکوٰۃ کے حوالے سے

اشکال اور اس کا جواب

سوال (۳۶۳): - زکوٰۃ میں تملیک کی شرط پر اجماع ہے، لیکن مولانا شبیر احمد عثمانی ”توفی الرقاب“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”یا خرید کر آزاد کئے جائیں یا سیروں کا فدیہ دے کر رہا کرانے جائیں“ اس میں تملیک نہیں۔

جواب :- زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے، اور توفی الرقاب کی صورت میں بھی تملیک شرط ہے، چنانچہ مولانا عثمانی رحمہ اللہ نے اپنے اسی حاشیہ کے آخر میں صراحت فرمادی ہے کہ تملیک مذکورہ بالا آٹھوں منسارف میں شرط ہے، اور تفصیل کا چونکہ وہ موقع نہیں لہذا اس کے لئے کتب فقہ کا حوالہ دے دیا اور وہ تفصیل

(۱) معارف القرآن ج: ۱ ص: ۹۴۔

(۲) ملاحظہ فرمائیے: سورۃ التوبہ، آیت نمبر ۶۰ کی تفسیر۔

”یونی الرقاب“ کے بارے میں یہ ہے کہ جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک اس سے مراد وہ غلام ہیں جن کے آقاؤں نے کوئی مقدار مال کی متعین کر کے کہہ دیا ہو کہ اتنا مال کما کر ہمیں دے دو تو تم آزاد ہو، جس کو شرعی اصطلاح میں ”مکاتب“ کہا جاتا ہے، ایسے غلام کو اجازت ہوتی ہے کہ وہ تجارت یا مزدوری وغیرہ کے ذریعے مال کمائے تاکہ آقا کو دے کر اپنی جان چھڑا سکے، اپنی کمائی کا یہ غلام مالک ہوتا ہے، پھر آقا کو دے دیتا ہے، پس جو زکوٰۃ مکاتب کو مالک بنا کر دی جائے گی اس میں تمسک کا متحقق ہو جانا بالکل ظاہر ہے، اور فی الرقاب میں ادا کرنے کی یہی صورت مراد ہے۔

اس کے علاوہ دوسرے غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا یا ان کے آقاؤں کو رقم زکوٰۃ دے کر یہ معاہدہ کر لینا کہ وہ ان کو آزاد کر دیں گے، اس طرح سے امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی؛ کیونکہ تمسک کی شرط نہ پائی گئی، اور اسیروں کو فدیہ دے کر چھڑانے میں رقم زکوٰۃ اس طرح لگ سکتی ہے کہ اس کا مالک اسیر کو بنا دیا جائے، اور اس پر قبضہ اسیر یا اس کے وکیل کا کرادیں پھر وہ اسیر یا وکیل اس رقم کو فدیہ میں ادا کر دے، اس طرح تمسک کی شرط متحقق ہو جاتی ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۵/۳/۲۳ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۷۴۹/۱۵۵۲ ب)

سامری کا جبرائیل امین کے گھوڑے کی مٹی اٹھانا ثابت ہے یا نہیں؟

سوال (۳۶۳):- معارف القرآن جلد اول کے صفحہ: ۱۶۸ پر ایک شخص شخص سامری نامی سے متعلق جو تشریح تحریر فرمائی گئی ہے، اس میں جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا ذکر ہے کہ ان کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے اس شخص نے مٹی اٹھا کر محفوظ کر رکھی تھی وغیرہ، یہ قصہ کہاں سے لیا گیا ہے؟ آیا صحیح حدیث میں مذکور ہے یا نہیں؟ مولانا مودودی صاحب نے اس قصے کے متعلق کچھ اور تشریح بھی فرمائی ہے، گھوڑے کا ذکر انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔

(۱) چنانچہ غلام شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی اس ذیل میں بیان کردہ پوری عبارت اس طرح ہے: رقب (یعنی غلاموں کا بدل کتابت اور اگر کے آزادی دلائی جائے یا خرید کر آزاد کئے جائیں یا اسیروں کا فدیہ دے کر رہا کرائے جائیں)..... خفیہ کے یہاں تمسک ہر صورت میں ضروری ہے اور بشرط ہے۔

..... آسان ترجمہ قرآن از مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم میں ہے: جس زمانے میں غلامی کا رواج تھا، اس دور میں بعض غلاموں کے آقا ان سے کہہ دیتے تھے کہ اگر تم اتنی رقم لا کر ہمیں دے دو تو تم آزاد ہو۔ ایسے غلاموں کو بھی آزادی حاصل کرنے کے لئے زکوٰۃ کا مال دیا جاسکتا تھا۔ (ج: ۱، ص: ۵۸۸، مکتبہ معارف القرآن کراچی)۔

جواب:- تفسیر معارف القرآن جلد اول میں یہ واقعہ مختصراً بیان ہوا ہے، اس کی پوری تفصیل تفسیر معارف القرآن کی جلد ششم سورہ طہ میں مذکور ہے^(۱)، یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے، اور تفسیر ابن کثیر (عربی) میں پوری سند کے ساتھ اسے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، روایت کے آخر میں صراحت ہے کہ یہ حدیث ابن عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کی ہے، لہذا یہ حدیث مرفوع ہے، اور حافظ ابن کثیرؒ نے جو روایات کے معاملے میں بہت محتاط ہیں اس روایت کی توثیق کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس کو امام نسائی نے بھی سنن کبریٰ میں نقل کیا ہے۔^(۲) دیکھئے تفسیر ابن کثیر ج: ۳ ص: ۱۳۸ تا ۱۵۳ سورہ طہ۔

واللہ اعلم

۲۹/۱۱/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۶۶/۶ الف)

مہمان کے لئے مرغ ذبح کرنا ”وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ“ میں داخل نہیں

سوال (۳۶۵):- قرآن پاک کی آیت ”وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ“ کی روشنی میں معارف القرآن میں حدیث کے حوالے سے کسی امیر وغیرہ شخص کے آنے پر کسی جانور کا ذبح کرنا ناجائز ہے، تو اگر کوئی مہمان آجائے اور اس کے لئے میزبان مرغ وغیرہ ذبح کر کے اس کی مہمانی کرے، تو آیا یہ بات بھی اس آیت کی رُو سے ناجائز ہے یا نہیں؟

جواب:- مہمان کو کھلانے کے لئے مرغ وغیرہ ذبح کرنا جائز ہے، اس کی کوئی ممانعت نہیں، تفسیر معارف القرآن میں جس صورت کو ناجائز لکھا ہے اس میں یہ صورت داخل نہیں۔ واللہ اعلم

۲۷/۵/۱۴۰۳ھ

(فتویٰ نمبر ۹۱۰/۳۵ ب)

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو ”أحسن القصص“ کیوں کہا گیا؟

سوال (۳۶۶):- قرآن پاک میں انبیاء مرسلین کے واقعات ہیں مگر ”أحسن القصص“ کا لفظ صرف سورہ یوسف میں کیوں آیا؟

(۱) نفس: ۱۳۳، ۱۳۵۔

(۲) ج: ۱ ص: ۵۰، ۵۱ نیز ملاحظہ فرمائیے: مسند ابی یعلیٰ، مسند ابن عباس ج: ۳ ص: ۱۱۲، مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج: ۶ ص: ۲۳۸۔

جواب:- ”أحسن القصص“ فرمانے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ پورے قرآن حکیم میں صرف یہی ایک واقعہ ایسا ہے کہ اسے اول سے آخر تک ترتیب وار تسلسل سے ایک جگہ بیان کر دیا گیا ہے، دوسرے انبیائے کرام کے واقعات ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختلف مقامات پر بیان کئے گئے ہیں، تحقیق کا موقع نہیں ملا۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۲/۱۸ھ

(فتویٰ نمبر ۷۱/۳۶)

یہ کہنا جائز نہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی تکمیل شہادتِ حسینؑ سے ہوئی

سوال (۳۶۷):- آں ایام عاشقان پور بتول سر و آزادے زبستان رسول اللہ اللہ ہائے نسیم
اللہ پدر معنی ذبح عظیم آمد سیر بہر آن شہر زادہ خیر الملیل دوش ختم المرسلین نعم الجمیل سرح روح عشق غیور از خون او
ز شونجی ایں مصرع از مضمون او۔

علامہ اقبال کے خط کشیدہ مصرعے کو ہمارے ایک اللہ والے اور عالم دوست نے قرآنی آیت
”وفدیناہ بذبح عظیم“ کو اپنے اعتقاد کی بنیاد بناتے ہوئے اس کی یہ تفسیر مطلب و مقصد بتایا ہے کہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے اپنے انکوائے بیٹے حضرت اسماعیل کی جو قربانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کی وہ قربانی
در اصل اس وقت تک کے لئے تکمیل کی منتظر تھی، جب آگے جا کر حضرت حسینؑ کی شہادت کمر بلامیں وقوف پذیر
ہوئی، ہمارے ان عالم دوست کے موقف کو اس کے آگے کی اس آیت سے تائید و تقویت ملتی ہے ”وہر کذلک
علیہ فی الآخرین“ یعنی اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلے لوگوں میں۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ اشارہ ہے
حضرت حسینؑ کی ہونے والی شہادت کی طرف جو اصلاً ”ذبح عظیم“ ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی حضرت حسینؑ کی قربانی کے مقابلے
میں کم تر ہوئی اور اس وقت تک مکمل نہ ہوئی جب تک کہ حضرت حسینؑ نے اپنی جان قربانی نہ کر دی۔

۱۱۱۔ ”أحسن القصص“ کہنے کے بارے میں اربع ایل اقوال ہے ہیں: فی الإتقان فی علوم القرآن، التوبة الخامس والسبعون فی
خواص القرآن ج ۲ ص ۲۳۳ وسماع حسن القصص لاشتمالها علی ذکر حاسد ومحمود ومالك وموسى وعاشق ومعشوق
وحسن وإطلاق وسجن وإخلاص وخصب وجذب وغيره مما يجوز عن بيانها حقوق الخلق۔

۱۱۲۔ تفسیر النور طبعی تحت سورة يوسف، آیت ۳ واختلف العلماء لم سميت هذه السورة احسن القصص من بين سائر
”القصص“ بقيل لانه ليست قصة في القرآن قصة تتضمن من العبر والحكم ما تتضمن هذه القصة وقيل سميا احسن
القصص لحسن مجاورة يوسف عن اخوته وصبره غنى اذاعهم وعفوه عنهم وقيل لأن فيها ذكر الانبياء والصالحين
والملائكة والشیاطین والجن والانس والانعام والطير وسير السموات والممالك والتجار والعلماء الخ۔

میری حقیر رائے میں اس قسم کا موقف رکھنا اور اس کی تائید میں اقبال کے شعروں کو اس بد اعتقادی کی بنیاد بنالینا بہت بڑی جسارت ہے، اقبال چاہے کتنے ہی بڑے قومی و ملّی شاعر ہوں، وہ عالم دین اور مفسرِ قرآن نہیں ہیں کہ ان کے اشعار کو ہم قرآنی آیات کی صحیح تفسیر مان لیں۔

کیا قرآنی آیات کا ایسا غلط مطلب و مقصد بیان کرنا گناہ نہیں ہے؟ کیا اس بد اعتقادی سے توبہ لازم نہیں آتی؟ براہِ کرم آپ میرے اس استفتاء پر اپنا فتویٰ صادر فرمادیں تاکہ ایسے لوگوں کے ایمان کی اصلاح ہو جاوے۔

جواب:- اوّل تو اس شعر کا یہ مطلب ہی نہیں جو آپ کے دوست نے بیان کیا، اور اگر ہو بھی تو اس کو قرآنِ حکیم کی تفسیر کی بنیاد بنانا غلط ہے، شاعر شاعر ہے، مفسرِ قرآن نہیں، اُس کے اپنے خیالات کو دینی عقائد کی بنیاد کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ پھر آپ کے دوست کا یہ کہنا بہت بڑی جسارت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عظیم قربانی اپنی تکمیل کے لئے شہادتِ حسینؑ کی منتظر تھی، اس قسم کی بے بنیاد باتیں دینی امور میں کرنا بالکل جائز نہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے فضائل اتنے ہیں کہ انہیں ثابت کرنے کے لئے اس قسم کے بے بنیاد دلائل کی قطعاً حاجت نہیں، حضرت حسینؑ کی یہ فضیلت کیا کم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور ان کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو سیدِ شبابِ اہل الجنة^(۱) فرمایا ہے، اور احادیثِ کثیرہ میں ان کے عظیم فضائل آئے ہیں۔

واللہ اعلم

۱۳/۲/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۵۳۳/۲۵ ج)

توبۂ نصوح کسے کہتے ہیں؟

سوال (۳۶۸):- توبۂ نصوح کا لفظ کلامِ پاک کے کون سے پارے میں؟ کس رکوع میں ہے؟

نصوح کون ہے؟ یا لفظی معنی ہی مطلب ہے؟

جواب:- سورہ تحریم کے آخری رکوع کی سب سے پہلی آیت میں اس کا ذکر ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتُّوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا" نصوح کسی شخص کا نام نہیں، بلکہ توبہ کی صفت ہے، اور توبۂ نصوح ایسی توبہ کو

(۱) سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسين رضی اللہ عنہما حدیث ۲۱۳۶، و سنن ابن ماجہ، مقدمہ

باب فضل علی بن ابی طالب حدیث: ۱۱۲۳، و مسند احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری حدیث: ۱۱۲۹۱۔

کہا جاتا ہے جو صدقِ دل اور اخلاص اور پختہ غزم کے ساتھ کی جائے۔^(۱)
 الجواب صحیح
 محمد عاشق الہی
 محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ
 ۱۸/۱۱/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۱/۲۵ الف)

کیا قیامت میں لوگ ایک دوسرے کے کام آئیں گے؟

سوال (۳۶۹): ۱- ”يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۖ وَأُمُّهُ وَأَبْنَاهُ ۖ وَصَاحِبَتُهُ وَبَنِيهِ ۖ“^(۲)
 ۲- ”أَلَا يَخْلَوُ غَيْرُكَ بِبَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ عَدُوًّا إِلَّا الشَّقِيقَيْنِ ۖ“^(۳)

ان دونوں آیت سے معلوم ہوا کہ بھائی، باپ، ماں، بیوی، بیٹوں سے آدمی بھاگے گا، کوئی کسی کا نہ ہوگا، اپنی اپنی پڑی ہوگی، بعد میں ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے، جب شفاعت کی باری آئے گی اور ایک دوسرے کو پہچانیں گے، دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور نیک لوگ دوست ہوں گے، اور شفاعت بھی کریں گے۔ حدیث میں ہے: ”فَيَقَالُ لَهُمُ اخْرُجُوا مِنْ عَرَفْتُمْ“^(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک دوسرے کو پہچانیں گے جس طرح دنیا میں پہچانتے تھے۔

جواب :- یومِ حساب میں جب اعمال نامے کسی کے داہنے اور کسی کے بائیں ہاتھ میں آنے کے لئے اُتریں گے، اور جب وزنِ اعمال ہوگا اور جب لوگ پلِ صراط سے گزر رہے ہوں گے اُس وقت ہر ایک کو اپنی جان کی پڑی ہوگی کوئی کسی کی مدد نہیں کرے گا، نیز جو لوگ جہنم میں داخل کئے جائیں گے، وہ بھی آپس میں ایک دوسرے کے کام نہ آئیں گے، ہر ایک اپنے عذاب میں اتنا بے چین ہوگا کہ دوسرے کی مدد کا تصور بھی نہ کر سکے گا، ہاں جو لوگ جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے وہ اپنے اُن عزیزوں اور دوستوں کے لئے سفارش کریں گے جن کا انتقال ایمان پر ہوا تھا، مگر بد اعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل کر دیئے گئے ہوں گے اور ان کو اس سفارش سے فائدہ بھی ہوگا۔

واللہ اعلم

۲۷/۲/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶۱/۲۵ ب)

۱۔ تفسیر الطبری تحت هذه الآية: قال ابن زيد في قول الله: (ثَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً مُبْرَحًا) قال التوبة النصوح الصادقة، يعلم أنها صدق ندامة على خطيئته، وحس الرجوع إلى طاعته، فهذا النصوح۔

۲۔ تفسیر ابن کثیر توبة نصوحاً أي توبة صادقة جازمة۔

(۲) سورة عبس آیت نمبر ۳۴ تا ۳۶۔

(۳) سورة الزخرف آیت ۶۷۔

(۴) صحيح مسلم، کتاب الإيمان، باب معرفة طريق الروية حديث: ۴۷۲۔

ہاروت و ماروت کا واقعہ کتنا صحیح ہے؟

سوال (۳۷۰): - قرآن پاک میں دو فرشتے ہاروت اور ماروت کا ذکر آیا ہے، واشنگٹن میں احمدیوں کے ایک امام سے ملاقات ہوئی، کافی بحث رہی، وہ کہتا ہے کہ یہ من گھڑت ہے۔

جواب :- پورا واقعہ تو تفصیل چاہتا ہے، اتنی بات ضرور ہے کہ ہاروت و ماروت کا جتنا واقعہ قرآن و حدیث معتبرہ میں آگیا ہے وہ تو صحیح ہے، اس سے زائد جو تفصیلات اس واقعے کی مشہور ہیں قابل اعتماد نہیں، حضرت مفتی صاحب مدظلہم کی تفسیر معارف القرآن جلد اول^(۱) میں اس واقعے کا بیان آیا ہے اُسے دیکھ لیا جائے۔

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۳/۱۱/۲۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۸۷/۲۵ ب)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

لفظ ”نبی“ کا ترجمہ غیب دان سے کرنا درست نہیں

سوال (۳۷۱): - سوسائٹی میں ایک مسجد تعمیر ہوئی ہے اُس کے محراب پر مندرجہ ذیل آیت تحریر کی گئی ہے: ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ اس کا ترجمہ اس طرح درج کیا گیا ہے: ”بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر جو غیب داں ہیں رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔“ سنا گیا ہے کہ یہ ترجمہ احمد رضا خان صاحب بریلوی کا کیا ہوا ہے، کیا غیب داں کا ترجمہ کرنا صحیح ہے؟

جواب :- ”النبی“ کا ترجمہ ”غیب داں“ صحیح نہیں، نبی شریعت کا ایک اصطلاحی لفظ ہے، اور اصطلاحات کے لغوی معنی مراد نہیں ہوا کرتے، اور نہ اُن کے ترجمے کی حاجت ہے، اردو میں بھی نبی کو نبی ہی کہا جاتا ہے، پھر نبی کے لغوی معنی بھی ”غیب داں“ نہیں، بلکہ عربی لغت میں نبی اُس کو کہتے ہیں جس کو خبر دی گئی ہو،^(۲) اور اصطلاح شریعت میں نبی اُس انسان کو کہا جاتا ہے جس پر اللہ لوگوں کی ہدایت کے لئے وحی بھیجے۔ غرض یہ ترجمہ شرعی اصطلاح کے اعتبار سے صحیح ہے نہ لغوی معنی کے اعتبار سے، نیز یہ ترجمہ اسلام کے صحیح عقیدے کے بھی خلاف ہے؛ کیونکہ علم غیب بمعنی اصطلاحی اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۳/۱۱/۲۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۶۹۱/۲۴ ج)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

کیا یہ صحیح ہے قارون کے خزانوں کی کنجیوں کو

ستر اُونٹ یا خنجر اُٹھاتے تھے؟

سوال (۳۷۲):- کیا یہ صحیح ہے کہ قارون کے خزانوں کی کنجیوں کو ستر اُونٹ یا خنجر اُٹھاتے تھے؟

جواب:- قرآن حکیم میں تو قارون کی کثرت مال کے بارے میں اتنا مذکور ہے کہ: ”وَاتَّيْنَاهُ مِائَةَ أَلْفٍ مِّنَ مِّائَةِ مِّائَةٍ“ (یعنی ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ اس کی کنجیاں

اُٹھانے سے طاقتور مردوں کی ایک جماعت تھک جاتی تھی) اس سے زائد تفصیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں بھی نہیں ملتی، البتہ تفسیر قرطبی اور تفسیر ابن جریر میں ایک قول اسی آیت کے تحت انجیل کے

حوالے سے نقل کیا ہے: ”قارون کے خزانوں کی کنجیاں ساٹھ خنجروں پر لادی جاتی تھیں۔“ اور حضرت مجاہدؒ کا

یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ستر خنجروں پر لادی جاتی تھیں، مگر ساتھ ہی بعض مفسرین کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ قرآن حکیم میں ”مِائَةَ مِائَةٍ“ کا جو لفظ ہے اس سے مراد کنجیاں نہیں بلکہ خزانے ہیں، اس تفسیر کی بناء پر ترجمہ یہ

ہو جائے گا کہ ہم نے اس کو خزانوں میں سے اتنا دیا تھا کہ اس کے خزانے اُٹھانے سے طاقتور مردوں کی ایک جماعت تھک جاتی تھی۔ حاصل کلام یہ کہ احتمال دونوں ہیں کہ یہ تعداد چابیوں کی تھی یا خزانوں کی، مگر دونوں

میں سے کسی ایک کو متعین طور سے یہ کہنا مشکل ہے کہ یہی صحیح ہے دوسرا غلط ہے، البتہ چابیوں کا ذکر چونکہ صراحت ہے اور اس کے حقیقی معنی چابیوں ہی کے ہیں دوسرے معنی مجازی ہیں، اس لئے پہلا احتمال رائج ضرور

ہے، غلط دوسرے کو بھی نہیں کہا جاسکتا۔

الجواب صحیح

بند محمد شفیع عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفرلہ

تاریخ

(فتویٰ نمبر ۱۱۵۳/۲۱ الف)

”معارف القرآن“ میں ”تفہیم القرآن“ کا ذکر کردہ اقتباس صحیح ہے

سوال (۳۷۳):- محترم! آپ کی توجہ ”معارف القرآن“ جلد چہارم طبع دوم فروری ۱۹۷۵ء

کے صفحہ: ۵۷۰ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، اس میں حضرت یونس علیہ السلام کی طرف فریضہ رسالت ادا کرنے میں کوتاہیوں کی نسبت ”تفہیم القرآن“ مولانا مودودی ج: ۲ ص: ۳۱۲ کا حوالہ دے کر گفتگو کی

گئی ہے، میں نے ”تفہیم القرآن“ جلد دوم طبع چہارم ۱۹۶۷ء صفحہ: ۳۱۲ حاشیہ نمبر ۹۹ کا بغور مطالعہ کیا، لیکن

یقیناً مانئے کہ وہ فقرہ کہ: ”حضرت یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت ادا کرنے میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی ہیں اور..... پس جب نبی اداۓ رسالت میں کوتاہی کر گیا“ کہیں نظر نہیں آیا۔ آپ کی آسانی کی خاطر ”تفہیم القرآن“ جلد دوم طبع چہارم ص: ۳۱۲ جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے پوری عبارت اس عریضے کے ساتھ منسلک ہے، آپ خود مطالعہ فرما کر دیکھ سکتے ہیں کہ ”معارف القرآن“ میں جو اقتباس پیش کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ حالانکہ ”معارف القرآن“ مذکورہ تقریباً آٹھ سال بعد ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا، جبکہ مذکورہ ”تفہیم القرآن“ آٹھ سال پہلے یعنی ۱۹۶۷ء چھپ چکا ہے۔

محترم! سوال یہ ہے کہ ایک طویل عرصے کے بعد اس اقتباس جس کا ذکر ”معارف القرآن“ میں ہے اس کی صحت کی جانچ پڑتال کسے بغیر کیوں چھاپ دیا گیا؟ لوگ اس سے غلط تاثر لے سکتے ہیں اور کچھ بزرگ جمعہ کے روز، قافو قافو خطبے سے پہلے یہ تاثر دینے کی کوشش بھی کر رہے ہیں۔ میں ایک طالب علم کی حیثیت سے آپ کے جواب کا منتظر ہوں کہ آپ اس غلطی کا ازالہ کیسے کرتے ہیں؟

جواب:- محترم جناب محمد سعید صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۸۶ء کے جواب میں عرض ہے کہ ”تفہیم القرآن“ کی جس عبارت کا حوالہ تفسیر ”معارف القرآن“ میں دیا گیا ہے وہ عبارت ”تفہیم القرآن“ کی ٹھیک اسی جلد کے اسی صفحے پر مطبوعہ شکل میں موجود ہے، اطمینان کے لئے صفحہ: ۳۱۲ و ۳۱۳ جلد دوم کی فوٹو کاپی منسلک کر رہا ہوں۔

یہ فوٹو کاپی ”تفہیم القرآن“ جلد دوم طبع اول ۱۹۵۴ء کی ہے، حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی کتب خانے میں طبع اول کا یہی نسخہ موجود ہے، یہ فوٹو اسی سے لیا گیا ہے، امید ہے کہ اس سے آپ کے سب اشکالات کا جواب ہو جائے گا۔

والسلام

تاریخ

(فتویٰ نمبر ۱۳۴۰/۳۷ د)

صرف مستند تفاسیر کا مطالعہ کرنا چاہئے

سوال (۳۷۴):- مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تفسیر اور مولانا مودودی کی تفسیر یہ دونوں آپس میں ملتی جلتی ہیں یا نہیں؟ مولانا مودودی نے نويس سپارہ کی سورة الاعراف ص: ۱۵۷، ۱۱۵، اس کے متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ بغیر وضو و سجود تلاوت ہو سکتا ہے۔ ۲- کیا جماعت اسلامی ٹھیک ہے یا نہیں؟

جواب:- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم نے مودودی صاحب کی تفسیر کا مطالعہ نہیں کیا، اور آپ کو بھی اس کا مشورہ نہیں دیتے، اتنا لمبا راستہ اختیار کرنے سے کیا فائدہ کہ جس تفسیر پر اور اس کے مصنف کے علم پر پوری طرح آپ کو اعتماد نہیں پہلے

اُس کا مطالعہ کریں، اس طرح آپ کس کس مسئلے اور کس کس اشکال کو حل کریں گے؟

سیدھی بات یہ ہے کہ مستند علمائے اہل حق کی تفسیر موجود ہیں، ان کا مطالعہ کیجئے۔

۱- حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر ”بیان القرآن“۔

۲- حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا حاشیہ قرآن۔

۳- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم کی تفسیر ”معارف القرآن“۔

ان میں جو آسانی سے مل جائے اور سمجھ میں آسکے اُس کا مطالعہ کیجئے، پھر کوئی شبہ پیدا ہو تو علمائے

کرام سے دریافت کیجئے۔^(۱)

والسلام

۱۳۹۵/۶/۱۸ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۵۵/۲۶ ج)

”تفہیم القرآن“ کے بجائے کسی مستند عالم کی تفسیر پڑھنی چاہئے

سوال (۳۷۵):- مولانا مودودی صاحب نے اپنی تفسیر میں غلطیاں کی ہیں، تو اس کی نشاندہی

فرمائی جائے کہ کہاں کہاں غلطیاں کی ہیں؟

جواب:- یہ کام بہت فرصت چاہتا ہے، جس کا موقع نہیں، آپ کے لئے آسان راستہ یہ ہے کہ

واللہ اعلم

اس کے بجائے کسی مستند عالم کی تفسیر کا مطالعہ فرمایا کریں۔

۱۳۹۵/۱/۲۶ھ

(فتویٰ نمبر ۵۶/۲۶ الف)

قرآن مجید کی من گھڑت تفسیر حرام ہے

سوال (۳۷۶):- بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایجوکیشن آزاد کشمیر حکومت ریاست جموں و کشمیر، مظفر آباد

محترم المقام جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! شیخ محمود احمد صاحب ناظم تعلیمات آزاد کشمیر حکومت ریاست جموں و

کشمیر، مظفر آباد نے (جو آج کل دو ماہ کی رخصت پر ہیں) مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۷۱ء اسٹوڈنٹس یونین

گورنمنٹ ڈگری کالج مظفر آباد کے جلسہ رسم حلف وفاداری میں ایک تقریر کی تھی، اس تقریر میں انہوں نے

اسلام کے بعض بنیادی اور مسلمہ اصولوں کے بارے میں ایسے خیالات کا اظہار کیا تھا جن کے خلاف ملک بھر

میں شدید ردِ عمل کا اظہار کیا گیا، اور کہا گیا کہ شیخ صاحب کے یہ خیالات قرآن حکیم کے مفہوم اور معانی اور صحیح

(۱) اب شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کا ”آسان ترجمہ قرآن“ بھی شائع ہو چکا ہے، جس میں آیات قرآنی کا آسان،

باجاورد ترجمہ جمع ضروری حواشی موجود ہے، اس کا مطالعہ بھی بہت مفید ہے۔ ۱۲ بجاد غفرلہ

اسلامی نظریات سے متصادم ہیں، قرآن حکیم کے جن ارشادات کے بارے میں شیخ صاحب نے رائے زنی کی وہ یہ ہیں: ۱- زکوٰۃ کی شرح، ۲- قطعید کا مفہوم قرآن و سنت کی روشنی میں، ۳- قرآنی احکامات کے مفہوم اور معانی میں تبدیلی کے امکانات۔ چونکہ ملک میں شیخ صاحب کی تقریر کی بناء پر ہنوز ایک ہیجان برپا ہے، اس لئے حکومت نے محسوس کیا ہے کہ اس بارے میں دین کے مستند اور مسلمہ علماء اور فضلاء سے رجوع کیا جائے کہ وہ قرآن اور سنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں کہ آیا شیخ صاحب کے خیالات قرآن اور سنت سے متصادم ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہیں تو کس حد تک متصادم ہیں؟ جناب شیخ صاحب کی اصل تقریر جو ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ ہے، ارسال کرتے ہوئے آپ سے استدعا ہے کہ براہ کرم عریضہ ہذا ملنے کے ساتھ دن کے اندر اندر اصل تقریر کے اصل متن اور اس کے سیاق و سباق کے پیش نظر قرآن اور سنت کی روشنی میں اپنی رائے سے مستفید فرمائیں تاکہ حکومت اس بارے میں کسی نتیجے پر پہنچ سکے۔

محمد یعقوب ہاشمی

سیکرٹری تعلیمات، آزاد
حکومت ریاست جموں و کشمیر
مظفر آباد

مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۷۱ء

جواب:- شیخ محمود صاحب ناظم تعلیمات آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر، مظفر آباد کی تقریر جو سوال نامے کے ساتھ منسلک کی گئی ہے، اس کا بغور مطالعہ کیا گیا، اس تقریر میں تین مسئلوں (زکوٰۃ کی شرح، قطعید کا مفہوم، اور قرآنی احکام کے معانی میں تبدیلی) کے متعلق جو خیالات ظاہر کئے گئے ہیں ان کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ تقریر میں تینوں مسائل سراسر غلط بیان کئے گئے ہیں جو قرآن و سنت، اجماع، فقہ اور اصول فقہ سے صریح طور پر متصادم ہیں، یہ مقرر کے ذاتی خیالات یا فتنہ انکار حدیث اور سوشلزم کے ترجمان تو ہو سکتے ہیں مگر قرآن و سنت کی ترجمانی سے انہیں کوئی واسطہ نہیں۔ مقرر نے جو باتیں بطور دلیل ذکر کی ہیں، وہ نہ صرف یہ کہ ان کے دعووں کے لئے دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتیں بلکہ اس بات کی بھی غماز ہیں کہ ان کو پیش کرنے والا یا تو قرآن و سنت، فقہ اور اصول فقہ اور لغت عرب سے بالکل ناواقف ہے اور دین کے معاملے میں اتنا بے باک ہے کہ اصول استدلال کو پس پشت ڈال کر جو غلط سے غلط بات دل میں آگئی اسے قرآن اور اسلام کی طرف منسوب کر دیا، یا دیدہ دانستہ مسلمانوں میں فتنہ و فساد، شکوک و شبہات اور تحریف دین کا بیج بودینا چاہتا ہے۔ اس طرح یہ تقریر مجموعی طور پر تحریف قرآن، تحریف دین اور دین اسلام کے مسلمات کو مسخ کرنے کی ایک خطرناک اور مضحکہ خیز مثال بن کر رہ گئی ہے۔ اس میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ چونکہ دین اسلام کی ضروریات و بدیہیات کا انکار ہیں اور دلائل اس حد تک لچر ہیں کہ انہیں کسی

طرح بھی دلائل کا نام نہیں دیا جاسکتا، لہذا ان کی تردید کے لئے کسی تحقیقی تنقید کی ضرورت نہیں بلکہ ان پر کوئی تحقیقی تنقید کرنا تحقیق کے لئے بھی رسوا کن ہے اور تنقید کے لئے بھی۔ اس لئے یہ تقریر صرف اتنے ہی جواب کی مستحق ہے جتنا اوپر لکھا گیا، مگر چونکہ آزاد کشمیر کی بلند اقبال حکومت اس معاملے میں سرکاری طور پر کسی واضح نتیجے پر پہنچنا چاہتی ہے اس لئے تقریر بیان کردہ تینوں مسئلوں اور مقررہ کے تمام ”دلائل“ کا جائزہ اور ان کا شرعی جواب قدرے تفصیل سے پیش کیا جاتا ہے۔

دوسرا مسئلہ: ^(۱) مقررہ موصوف نے جو دوسرا مسئلہ بیان کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ”قرآن حکیم کے معانی اور مفہام مرور آیام کے ساتھ نئی ضرورتوں کے لئے نئے نئے پیدا ہوتے رہتے ہیں، ان کی مثال لباس کی سی ہے کہ جب وہ پھٹ جاتا ہے تو دوسرا لباس بنالیا جاتا ہے، لہذا ضرورت کے مطابق قرآن نئے معانی پیدا کرنے کی گنجائش رکھتا ہے۔“ موصوف کی مراد اگر یہ ہوتی کہ قرآن کے معانی و مطالب اپنی معجزانہ جامعیت کے باعث ہر زمانے کے بدلے ہوئے حالات میں رہنمائی کرتے ہیں، گونا گوں حالات میں انسان کو دینی رہنمائی حاصل کرنے کے لئے کسی اور آسمانی کتاب کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ قرآن حکیم ہی کے معانی میں ان کا حل نکل آتا ہے تو یہ ایک صحیح بات ہوتی، لیکن افسوس ہے کہ موصوف نے بات کو بالکل بدل ڈالا، ان کے دعوے کا حاصل تو یہ ہے کہ قرآن کریم کے معانی میں ایسی جامعیت نہیں ہے بلکہ ہر زمانے کے نئے حالات کا حل نکالنے کے لئے ان میں تغیر و تبدل کی ضرورت پیش آتی ہے، گویا اگر تغیر و تبدل نہ ہو تو قرآن سے ان مسائل کا حل نہیں نکل سکے گا، اور اسی لئے قرآن حکیم کے الفاظ ہر زمانے کی ضرورت کے مطابق معانی کا لباس بھی بدلتے رہتے ہیں، چنانچہ آگے ”قطع ید“ کے مسئلے میں انہوں نے اپنے اسی دعوے کو بنیاد بنا کر ”ایدی“ کے معنی بدل ڈالے ہیں، یہ بات قرآن و سنت سے بدیہی طور پر متضاد ہے اور بالکل بے بنیاد ہونے کے علاوہ پچھلے تمام دعوؤں سے زیادہ خطرناک ہے، اس لئے کہ یہ براہ راست قرآن عظیم کی عصمت پر حملہ ہے، اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے تو دین کی پوری عمارت زمین پر آ رہے گی، اس لئے کہ جب یہی ٹھہرا تو کل کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں لفظ ”اللہ“ آیا ہے اس کے معنی پچھلے زمانے میں تو ”خدا“ کے تھے، اب نعوذ باللہ اس لفظ سے مراد فلاں مبراؤ مملکت ہے۔ اور جہاں ”رسول“ کا لفظ آیا ہے اس سے سرکاری افسر مراد ہے، اور جہاں جہاں لفظ ”محمد“ آیا ہے اس سے مراد فلاں شخص ہے، نماز سے مراد کھیل کود ہے، زکوٰۃ سے مراد سود ہے، حج سے مراد کانفرنس ہے۔ غرض توحید، رسالت، یوم آخرت وغیرہ تمام عقائد تمام ارکان اسلام اور پورے دین کو بدل کر کچھ کا کچھ بنایا جاسکتا ہے، چونکہ یہ دعویٰ بدیہی طور پر غلط ہے لہذا اس پر دلائل شرعیہ میں سے کوئی دلیل برائے نام لانا ہی ممکن نہیں، اس لئے موصوف نے ایک افسوس

(۱) پہلا مسئلہ چونکہ زکوٰۃ سے متعلق ہے، اس لئے اسے کتاب الزکوٰۃ میں بیان کیا جائے گا، ان شاء اللہ۔

ناک حرکت یہ کی ہے کہ اس غلط عقیدے کو شاعر مشرق کی طرف منسوب کر دیا اور دلیل کے طور پر جاوید نامہ سے چند اشعار پیش کئے ہیں، اول تو دینی مسائل میں قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کے علاوہ کوئی اور دلیل حجت نہیں، اجماع اور قیاس بھی محض اس لئے حجت ہیں کہ وہ قرآن و سنت ہی سے مأخوذ ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جو قیاس نص شرعی کے خلاف ہو بالاتفاق مردود ہے، لہذا اولہ شرعیہ سے قطع نظر کر کے غیر رسول کا قول پیش کرنا سرے سے نادانی اور اصول استدلال سے بالکل بے بہرہ ہونے کی علامت ہے، پھر کوئی ہوش مند انسان ان اشعار کی بھی وہ تعبیر نہیں کر سکتا جو موصوف نے کی ہے، نیز ”رموز بے خودی“ میں اقبال کے مندرجہ ذیل اشعار بھی مقرر موصوف کی تکذیب کر رہے ہیں:

این کتاب زندہ قرآن حکیم
حکمت از لا یزال و ز قدیم
نسخہ اسرار تکوین حیات
بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
حرف او لا ریب نے تبدیل نے
آیہ اس شرمندہ تاویل نے

تیسرا مسئلہ:- ”قطع ید“ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ قرآن حکیم کی آیت: ”وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا“ کا مطلب یہ نہیں کہ جو مرد یا عورت سرقہ کا ارتکاب کرے اس کا ہاتھ کاٹ دو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کا انعام و اکرام جو ہوسنائی کی طرف سے ان کے اوپر ہوتا ہے اسے منقطع کر دو۔ یہ دعویٰ بھی قرآن و سنت کی صریح و متواتر تعلیمات کے یکسر منافی اور تحریف فی الدین ہے، اگر اس کی بنیاد اس مفروضے کو قرار دیا جائے کہ قرآن حکیم کے معانی میں تغیر و تبدل کیا جاسکتا ہے تو اس کا باطل ہونا پیچھے واضح ہو چکا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت کا مطلب شروع ہی سے ہاتھ کاٹنا نہیں بلکہ انعام و اکرام منقطع کر دینا تھا تو لازم آئے گا کہ قرآن کا مطلب نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط سمجھا، غلط بیان کیا، اور آج تک سب غلط ہی سمجھتے رہے، اب چودہ سو برس بعد صحیح مفہوم کا سراغ لگایا ہے، تو پھر ایسا قرآن ہدایت کہلانے اور کسی دین کی اساس بننے کے لائق ہے جس کا صحیح مطلب اس کے معلم رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہ سمجھ سکے اور چودہ سو برس تک اس کی مراد واضح نہ ہو سکی؟ نیز کیا اس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام عائد نہیں ہونا کہ انہوں نے خاتم بدہن قرآن کی تفسیر غلط بتا کر رسالت میں سنگین کوتاہی کی؟ سرقہ کی سزا میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدینؓ اور سلف و خلف نے اسی آیت کی تعمیل میں چوروں کے جو ہاتھ کاٹے کیا وہ سب ناحق اور ظلماً کاٹے گئے ہیں؟ تو کیا ایسا دین لائق اتباع ہے جس کا رسول ہی معاذ اللہ ظلم کی تعلیم

دیتا رہا؟ غرض یہ دعویٰ بے دلیل ہونے کے علاوہ قرآن حکیم، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے صریح طور پر متصادم ہے۔ انتہاء یہ ہے کہ دلیل کے طور پر ”المعجد“ کا حوالہ پیش کر دیا گیا ہے، جس کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ علمی مسائل اور علمی حلقوں میں یہ کتاب قابل حوالہ شمار نہیں کی جاتی۔ پھر ”ید“ کے جو معنی المعجد میں لکھے ہیں وہ بھی تقریر میں صحیح نقل نہیں کئے گئے، اس لئے کہ اس میں بھی ”ید“ کے معنی سب سے پہلے ہاتھ ہی لکھے ہیں، اور یہی اس کے حقیقی معنی ہیں، دوسرے معانی میں اس کا استعمال مجازی ہے، انعام و اکرام کے معنی میں بھی مجازاً ہی استعمال ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ”تاج العروس شرح قاموس“ میں اس کی صراحت ہے لیکن یہ ایسی بات نہیں جس کے لئے دلیل کی ضرورت ہو، عربی کی کوئی بھی مستند لغت دیکھی جاسکتی ہے، اور کسی بھی عربی دان سے پوچھا جاسکتا ہے۔ اور یہ بات کہ اس کا اکثر استعمال انعام و اکرام کے معنی میں ہوتا ہے المعجد میں ”ید“ یا ”ایدی“ کے بارے میں نہیں بلکہ لفظ ”ایادی“ کے بارے میں لکھی ہے، جسے لغت دیکھنی نہ آتی ہو اسے کسی سے پوچھ لینا چاہئے۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفرلہ

۱۶/۲/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۲۳۳/۲۲ الف)

میں اپنی مسلسل غلامت اور ضعف کے سبب خود اس سوال کا جواب نہیں لکھ سکا، برخوردار عزیز مولوی محمد رفیع عثمانی سلمہ سے لکھوایا ہے، ماشاء اللہ جواب صحیح اور کافی شافی ہے، اس کو پورا دیکھ کر تصدیق کے دستخط کر رہا ہوں۔

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تدوین قرآن میں

کیا خدمت انجام دی؟

سوال (۳۷۷):- کیا نزول وحی کے ساتھ ساتھ کسی آیت مبارکہ کو کسی اور آیت مبارکہ کے بعد

لکھنے کا بھی حکم تھا جو کہ پہلے نازل ہو چکی ہو؟

(۳۷۸) ۲- کیا آیات قرآنی کی ترتیب بدلنے سے احکامات ربانی میں فرق پڑ سکتا ہے؟

(۳۷۹) ۳- یا اگر ترتیب نزول وحی موجود تھی تو جامع القرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسا

کونسا کام سرانجام دیا کہ ان کا نام ”جامع القرآن“ پڑ گیا؟ اور قرآن کریم کو ”مصحف عثمانی“ کہا جانے لگا؟

(۳۸۰) ۴- جن مآخذوں سے قرآن مجید کو نقل کیا گیا تھا وہ کیا ہوئے کہ موجودہ دور میں ان کا

نام کہیں سننے میں نہیں آتا؟

(۳۸۱) ۵- کیا یہ صحیح ہے کہ ان مآخذوں کو ضائع کر دیا گیا تھا؟ اور اگر ایسا ہی ہے تو کیا ان کو

ضائع کرنا کس حد تک جائز تھا؟

جواب: ۱- جی ہاں، چونکہ قرآن کریم حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے، اس لئے ایسا ہوتا رہا کہ جو نئی آیت نازل ہوتی اس کی جگہ بھی وحی غیر متلو کے ذریعے بتادی جاتی تھی کہ اس کو فلاں آیت کے بعد یا فلاں آیت سے پہلے لکھا جائے۔

۲- جس ترتیب کے مطابق قرآن حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لکھا گیا، یہ وہی ترتیب ہے جو قرآن حکیم کی لوح محفوظ میں ہے، اور اسی ترتیب پر آج بھی قرآن حکیم موجود ہے، اس ترتیب کو بدلنا جائز نہیں، اس سے بہت سے مواقع پر معنی تبدیل ہو جائیں گے۔

۳- پہلے بتایا جا چکا ہے کہ نزول آیات قرآن کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آیات کی ترتیب بھی بذریعہ وحی بتلائی جاتی تھی، اور اسی ترتیب کے مطابق قرآن حکیم پڑھا جاتا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن حکیم کی ترتیب از سر نو قائم نہیں کی، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمودہ ترتیب جس سے تمام صحابہ واقف تھے اس کے مطابق نسخہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں تیار کر لیا تھا وہ حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ تھا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی متعدد نقلیں تیار کر کے اسلامی ممالک کے بڑے بڑے شہروں میں بھجوا دیا، تاکہ انہی نسخوں کے مطابق آئندہ نقلیں بھی تیار کرائی جائیں اور انہی کے مطابق قرآن پڑھا جائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس خدمت سے پہلے قرآن حکیم لغت قریش کے علاوہ عرب کے بعض دوسرے قبائل کی لغت کے مطابق بھی پڑھا جاتا تھا، قریش کی لغت اور دوسرے قبائل کی لغات میں بعض بعض الفاظ کے تلفظ میں فرق تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب لغات کے مطابق قرآن حکیم پڑھنے اور پڑھانے کی اجازت بذریعہ وحی دی گئی تھی، یہ اجازت مختلف قبائل عرب کی آسانی کی خاطر تھی، مگر جوں جوں اسلام پھیلتا گیا لغت قریش عام ہوتا گیا، اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں باقی لغات پر قرآن لکھنے پڑھنے کی ضرورت باقی نہیں رہی، ادھر جو نو مسلم لوگ اختلاف لغات کی حقیقت سے واقف نہیں تھے وہ تذبذب کا شکار ہوتے تھے، اس لئے حضرت عثمانؓ نے جو نقلیں تیار کرائیں وہ صرف لغت قریش کے مطابق تھیں، باقی لغات پر نہیں کرائیں اور سب لوگوں کو اپنی نقلیں (لغت قریش کے مطابق) پر جمع فرما دیا، تو حضرت عثمانؓ کی خدمت دو ہوئیں: ایک نقلیں تیار کرانا اور دوسرا کام لوگوں کو ان نقلوں پر مجتمع کر دینا تھا، اسی لئے ان کو ”جامع القرآن“ کہا جاتا ہے۔

۴- تحریری شکل میں مکمل مآخذ وہ نسخہ قرآن تھا جو حضرت حفصہؓ کے پاس تھا اور بہت سے صحابہ کرامؓ کے پاس قرآن حکیم کے کچھ کچھ حصے لکھے ہوئے تھے، اور صحابہ کرامؓ کی ایک بہت بڑی تعداد حافظہ

قرآن تھی، یہ سب مآخذ تھے جن سے یہ نقلیں تیار کرائی گئیں، نقل کرانے کے بعد اصل نسخہ قرآن حضرت حفصہؓ کو واپس دے دیا گیا تھا جو ان کی نسلوں میں باقی رہا، جیسا کہ اہل علم سب جانتے ہیں، اور عوام کو اس لئے عام طور سے یہ بات معلوم نہیں کہ اب قرآن حکیم کی بے شمار صحیح نقلیں موجود ہیں اس لئے ان مآخذ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

۵- مآخذ کو ضائع نہیں کیا گیا بلکہ لغت قریش کے علاوہ دوسرے لغات پر قرآن حکیم کے جو نسخے بعض حضرات صحابہؓ کے پاس تھے ان کو ادب و احترام کے ساتھ جلادیا گیا تھا، تاکہ نئے نئے مسلمان ہونے والوں میں تذبذب اور اختلاف پیدا نہ ہو، اور قرآن حکیم ہر قسم کی تحریف و ترمیم کے شبہ سے بھی محفوظ ہو جائے۔ ایسا کرنا نہ صرف جائز بلکہ نہایت مستحسن تھا، تمام صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا۔^(۱)

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی غفرلہ

۱۸/۱۱/۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

(فتویٰ نمبر ۱۱۳۳/۲۱ الف)

قرآن کریم مکمل طور پر محفوظ ہے

سوال (۳۸۲):- مندرجہ ذیل سوالوں کا جواب دیں تاکہ رافضیوں کے الزام کا جواب ہو:-

۱- سنیوں کا قرآن ناقص ہے (نعوذ باللہ) بحوالہ تفسیر اتقان مطبوعہ احمدی ص: ۳۱۶ س نمبر: ۹۔

۲- امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ تم میں سے کوئی

شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے مکمل قرآن کا تمسک کیا ہے اور اس کو کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ مکمل قرآن کیا ہے کیونکہ اس قرآن کا بہت سا حصہ اس میں سے نکل گیا ہے۔ (تفسیر اتقان ص: ۳۱۶ س: ۱۱)

۳- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ کے زمانے میں سورۃ احزاب کی ۲۰۰ آیتیں

تلاوت کی جاتی تھیں، (جبکہ سورۃ احزاب کی ۷۳ آیتیں ہیں) تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد: ۵ ص: ۱۸۰ س نمبر: ۲۳۔

جواب:- پوری امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ قرآن کریم میں کسی قسم کی لفظی تحریف نہ کبھی ہوئی

(۱) مذکورہ مسئلے کے لئے عربی میں مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

فتح الباری لابن حجر، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، ج: ۴، ص: ۱۹۴ تا ۲۰۰۔

اور اردو میں تفصیل کے لئے دیکھئے: علوم القرآن از مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ، باب پنجم تاریخ حفاظت قرآن ص: ۱۹۴ تا ۱۹۴۔

اور نہ آئندہ کبھی ہو سکے گی، اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی خود مدداری لی ہے، اور واضح طور پر اعلان فرمادیا ہے کہ: ”إِنَّا لَنَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“^(۱) یعنی یہ قرآن کریم ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ پس جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ قرآن شریف جتنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تھا اب اُس سے کم رہ گیا ہے اُس کی کوئی آیت یا کوئی حرف بالکل بھلا دیا گیا ہے، وہ درحقیقت مذکورہ بالا آیت قرآنیہ کا انکار کرتا ہے، آج تک اسلام کا بڑے سے بڑا دشمن بھی قرآن شریف میں ادنیٰ تحریف کو ثابت نہیں کر سکا، اس کے برعکس دشمنان اسلام بھی حفاظت قرآن کے قائل رہے ہیں، تحفہ قرآن قرآن حکیم کا ایسا معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا، آپ کے سوالات کا نمبر وار جواب درج ذیل ہے:-

۱- سنیوں کا قرآن ناقص ہے (نعوذ باللہ) آپ نے یہ جملہ ذکر کر کے تفسیر ایتقان کا حوالہ دیا ہے، مگر تفسیر ایتقان کے عربی یا اردو کے جتنے نسخے ہمارے پاس موجود ہیں ان میں سے کسی میں ہمیں یہ جملہ نہیں ملا، بظاہر اس جملے کی نسبت تفسیر ایتقان کی طرف بالکل غلط ہے کیونکہ اس کے مصنف علامہ جلال الدین سیوطی ہیں جن سے ایسے جملے کی کسی طرح توقع نہیں ہو سکتی۔

۲، ۳- تفسیر ایتقان و درمنثور کے حوالے سے ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی ان روایتوں کو تحریف قرآن کی دلیل کے طور پر پیش کرنا بہت بڑی جسارت بھی ہے اور نادانی بھی، اس لئے کہ ان میں سے کسی میں بھی ایک لفظ ایسا نہیں جس سے قرآن شریف میں تحریف کا ثبوت ملتا ہو، دونوں روایتوں کا حاصل سوانے اس کے نہیں کہ قرآن حکیم کی جتنی آیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں اب وہ سب باقی نہیں، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ قرآن حکیم کی بہت سی آیات عہد رسالت ہی میں اللہ تعالیٰ نے منسوخ فرمادی تھیں اور بعض آیات منسوخ ہونا خود قرآن حکیم سے صراحۃً ثابت ہے، لقولہ تعالیٰ: ”مَا تَشَاءُ مِنْ حَيْثُ أَوْفَيْنَاكَ نَبِيًّا“^(۲) و لقولہ تعالیٰ: ”وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ“^(۳) پس جو جو آیتیں منسوخ ہوتی گئیں وہ جزو قرآن نہ رہیں، یہ اور بات ہے کہ بعض آیات کا منسوخ ہونا بعض صحابہ کرام کو عہد رسالت میں معلوم نہ ہو سکا، بعد میں معلوم ہوا۔ مگر یہ منسوخ ہونا خود اللہ جل شانہ کی طرف سے عہد رسالت میں بذریعہ وحی ہوا، عہد رسالت کے بعد چونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا، لہذا اب قرآن شریف کا کوئی حرف منسوخ نہیں ہو سکتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت قرآن حکیم جتنی سورتوں، جتنی آیتوں اور جن حروف و حرکات پر مشتمل تھا، آج بھی اس میں سرسوفرق نہیں۔

پس حضرت ابن عمرؓ و حضرت عائشہؓ کی ان روایتوں سے زیادہ سے زیادہ جو چیز ثابت ہوتی ہے یہ ہے کہ قرآن حکیم کی بہت سی آیتیں منسوخ ہوئی ہیں اور اس کا انکار اہل سنت والجماعت بھی نہیں کرتے، لیکن

ان روایتوں سے تحریف کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ عہد رسالت میں بذریعہ وحی آیات میں جو کمی ہوئی وہ ”نسخ“ ہے اور عہد رسالت کے بعد اگر اس میں بندوں کی طرف سے کسی قسم کی کمی کی جاتی تو وہ ”تحریف“ ہوتی، یا عہد رسالت کے بعد قرآن شریف کا کوئی لفظ بالکلیہ بھلا دیا جاتا تو کہا جاسکتا تھا کہ (نعوذ باللہ) قرآن شریف ناقص رہ گیا، مگر اس کی صراحت ان دونوں روایتوں میں نہیں ہے کہ یہ کمی عہد رسالت کے بعد ہوئی ہے، عہد رسالت میں نہیں ہوئی۔

پھر شیعہ اپنے باطل عقیدے پر ان روایتوں سے کیسے استدلال کر سکتے ہیں اور اگر بالفرض کوئی روایت ایسی پیش بھی کی جائے جس سے تحریف ظاہر ہوتی ہو تو نص قرآن واجماع اُمت کے خلاف ہونے کے باعث اُسے بالکل ناقابل استدلال اور خود ساختہ قرار دیا جائے گا۔

خود تفسیر انقان ج: ۲ ص: ۲۵ میں بھی یہ دونوں روایتیں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے منسوخ التلاوة آیات کی مثال کے طور پر ذکر کی ہیں (مصری عربی نسخے کی مراجعت کی جائے) خلاصہ جواب یہ ہے کہ ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما کی ان روایات سے بعض آیات قرآنیہ کا منسوخ التلاوة ہونا ثابت ہوتا ہے جس کا انکار اہل سنت والجماعت نہیں کرتے اور وہ تحفۃ قرآن کے منافی بھی نہیں۔ تحریف یا عہد رسالت کے بعد ناقص ہو جانے کا ثبوت ان روایات میں نہیں جس کا دعویٰ شیعہ کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳/۹/۱۳۹۴ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۱۹۱۸/۲۵ و)

صرف قرآن مجید تحریف سے پاک ہے

سوال (۳۸۴): - قرآن مجید جواب ہمارے پاس موجود ہے وہ منزل من اللہ اور تحریف سے

پاک ہے، اور دیگر کتب الہیہ۔

جواب :- سوال میں قرآن مجید کے ساتھ دوسری کتب الہیہ کو بھی تحریف سے پاک لکھا ہے،

یہ صحیح نہیں، قرآن مجید کے علاوہ دوسری کتب الہیہ منزل من اللہ تو تھیں مگر اب وہ تحریف سے پاک ہرگز

نہیں۔ ہاں قرآن شریف کا تحریف سے پاک ہونا اور منزل من اللہ ہونا ضروریات دین میں سے ہے۔

واللہ اعلم

۱۳/۲/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۳۴۳/۲۵ ب)

قرآن مجید میں قصداً تحریف کرنا کفر ہے

سوال (۳۸۵):- ”یا فرماتے ہیں علمائے دین و شریعت بیچ اس مسئلے کے:-

الف:- اگر کوئی شخص آیات قرآنی میں تحریف یا تبدیلی کرنے تو کیا وہ دائرۃ اسلام میں باقی

رہتا ہے؟

ب:- آیات قرآنی میں اس قسم کی تحریف کرنے والے کی سزا اسلام میں کیا ہے؟

ج:- قرآن مجید میں اس قسم کی تحریف و تبدیلی کا ارتکاب ایک رسالے نے کیا ہے جس کی عکسی

تصویر منسلک ہے، براہ کرم اس سلسلے میں شرعی حکم سے مطلع فرمایا جائے۔

جواب:- ”قصداً و عمداً قرآن میں تحریف کرنا کفر ہے“^(۱) اور جو قرآن کی عبارت نہ ہو اس کے

بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ آیت قرآنیہ ہے یہ بھی کفر ہے، منسلکہ فوٹو اسٹیٹ گاپی کا جو عکس چمن کی شائع

کردہ پیش کی گئی ہے اس میں بحوالہ سورۃ قصص جو عبارت لکھی ہے یہ سورۃ قصص میں بلکہ قرآن کی کسی

سورت میں بھی نہیں، اس کو قرآن بتانا بلاشبہ تحریف قرآن ہے، سورۃ قصص کی آیت نمبر ۴۱، رکوع ۴ اس

طرح سے ہے:-

وَجَعَلْنَاهُمْ آيَةً يُدْعُونَ إِلَى الْثَارِثِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ لَا يُنصَرُونَ ﴿٤١﴾ (القصص)

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے: ”اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا کہ وہ بلا تے ہیں دوزخ کی طرف اور

قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی۔“ پیچھے سے سلسلہ کلام فرعون اور اس کے لشکروں کے بارے میں

جاری ہے اور یہ آیت انہیں لوگوں کے بارے میں ہے۔ اگر کسی سے ایسی تحریف سہواً (بھول کر) ہو گئی ہے تو

اس پر لازم ہے کہ صدقِ دل سے توبہ و استغفار کرے، اور اگر کوئی یہ حرکت قصداً باختیار خود کرے اور حاکم کی

تنبیہ کے باوجود باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے تو جس ملک میں اسلامی قانون نافذ ہو وہاں کی حکومت اس پر

مزائے مرتد جاری کرے گی۔

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۱۹۳۷/۲۷ ر)

”معارف القرآن“ میں کتابت کی ایک غلطی

سوال (۳۸۶):- ”معارف القرآن جلد نمبر ۸ صفحہ: ۸۳۲ (طباعت اگست ۱۹۷۶ء) پر ایک

جگہ بیان کیا گیا ہے: ”آپ نے فرمایا کہ آخر قرآن کی پانچ سورتیں قل یا ایہا الکافرون سے آخر تک پڑھا

(۱) وإجماع العلماء لنا وخلفاء علی أن كل تصرف فی القرآن یؤدی الی تحریف فی لفظ، أو تغیر فی معناه، ممنوعٌ منعاً باتاً ومحرمٌ تحریمًا قاطعاً (تحریم کتابة القرآن الکریم بحروف غیر العربیة للعلامة آمدی، الفصل الثالث ج ۱ ص ۴۵)۔

کرو، وضاحت طلب بات یہ ہے کہ سورہ کافرون سے آخر قرآن تک چھ سورتیں ہیں، مہربانی فرما کر اس کی وضاحت فرمادیں۔

جواب:- آپ کا اشکال درست ہے، معارف القرآن میں درحقیقت حدیث مذکور کا بعینہ ترجمہ نہیں بلکہ خلاصہ مطلب لکھا گیا ہے جس میں غالباً کتابت وغیرہ کی غلطی سے ”آخر قرآن کی“ اور ”آخر تک“ کے الفاظ زیادہ درج ہو گئے ہیں، حدیث شریف میں ان الفاظ پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ طباعت میں اصلاح کر دی جائے گی۔^(۱)

معارف القرآن میں یہ مضمون تفسیر مظہری سے نقل کیا گیا ہے اور اس میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں:-

قَالَ فَاقْرَأْ هَذِهِ السُّورَ الْخَمْسَ: قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَإِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ، وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ، وافتح كل سورة بسم الله الرحمن الرحيم واختم قرأتك بها۔ (تفسیر مظہری ج: ۱۰ ص: ۳۵۵)۔^(۲)

ترجمہ:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پانچ سورتیں پڑھا کرو، قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، اور إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ، اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ، اور ہر سورۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرو، اور اپنی قراءت کو بسم اللہ ہی پر ختم کرو۔

ان میں ”تَبَّتْ يَدَا“ نہیں ہے، لہذا پانچ ہی سورتیں ہونیں۔

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۲۸/۳۹۲ ب)

قرآن مجید کا صرف ترجمہ شائع کرنا جائز نہیں

سوال (۳۸۷):- قرآن مجید اصل عربی کے علاوہ صرف اردو ترجمہ پڑھنا از روئے ثواب کیا

حکم ہے؟

جواب:- اصل عربی متن کے بغیر قرآن شریف کا صرف ترجمہ کتابی شکل میں شائع کرنا اور

چھاپنا جائز نہیں،^(۳) صرف ترجمہ پڑھنے سے قرآن پڑھنے کا ثواب بھی نہیں ملتا۔

واللہ اعلم

۱۳۹۳ھ/۸/۲۶

(فتویٰ نمبر ۲۵/۱۶۹۲ و)

(۱) ۰ حارف القرآن کے موجودہ نسخوں میں اس کی اصلاح ہو چکی ہے۔

(۲) اس حدیث کے لئے ملاحظہ فرمائیے: مسند ابی یعلیٰ، مسند جبیر بن مطعم، باب فقرأ هذه السور الخمس ج: ۱۵ ص: ۲۲۵۔

حدیث: ۷۲۵۳، مسند میمونۃ زوجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج: ۱۳ ص: ۳۳۹، مجمع الزوائد ج: ۱۰ ص: ۹۴، حدیث: ۱۷۱۱۲۔

(۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کا تفصیلی فتویٰ بعنوان ”کیا قرآن مجید کا صرف ترجمہ شائع کیا جاسکتا ہے؟“ یہ فتویٰ جواہر اللہ ج: ۱ ص: ۱۱۰ تا ۱۱۹ پر موجود ہے۔

فصل فی تعظیم القرآن وتلاوته (قرآن مجید کی تعظیم اور تلاوت کے بیان میں)

قرآن مجید کے اوراق جلانے کا حکم

سوال (۳۸۸):- مشین میں چھپنے کے دوران قرآن مجید اور سپاروں کے جو فرے خراب ہو جاتے ہیں اگر ان کو نذر آتش کر دیا جائے تو کوئی جرم تو نہیں؟ اس کے لئے پوری وضاحت کریں۔

جواب:- طباعت میں قرآن مجید اور سپاروں کے جو فرے خراب ہو جاتے ہیں ان کو بقصد احترام جلادینے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں، اور اس کی راکھ کو احتیاط سے کہیں دفن کرایا جائے۔^(۱)

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفی عنہ

۱۳۹۱/۱/۵ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

(فتویٰ نمبر ۲۷۰/۲۲ الف)

قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ لینے کا کیا مطلب ہے؟

سوال (۳۸۹):- میں قرآن کریم کی سورہ ”العلق“ پڑھنے لگا تو نظر پڑی کہ ”نفثت“ اس میں

(۱) واضح ہو کہ بعض فقہی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب قرآن مجید کے اوراق بوسیدہ ہو جائیں تو انہیں جلایا نہ جائے بلکہ کسی غیر مہتمن جگہ پر دفن کیا جائے (ملاحظہ فرمائیے: الحد المختار ج: ۱ ص: ۲۷۷، المحيط البرہانی ج: ۵ ص: ۱۵۴، الشرح السکبکی لابن قدامة ج: ۱ ص: ۵۳۳) جبکہ دوسری طرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے ایسے مصاحف کو جلانے کا حکم دیا جن میں منسوخ آیات وقرآنات درج تھیں، (ملاحظہ فرمائیے: الإیتقان فی علوم القرآن، فصل فی آداب کتابتہ ج: ۱ ص: ۴۴۴، البرہان فی علوم القرآن، النوع التاسع والعشرون فی آداب تلاوتہ ج: ۱ ص: ۴۷۷) لیکن ان دونوں میں کوئی حقیقی تعارض نہیں، جہاں جلانے سے منع کیا گیا ہے، یہ اس صورت پر محمول ہے جب بقصد اہانت ہو، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر تعظیماً یا کسی جائز مقصد کے پیش نظر ایسا کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔ کما قال العلامة السیوطی فی الإیتقان فی علوم القرآن: إذا احتجبت إلی تعظیم بعض اوراق المصحف لبلاء ونحوہ فلا يجوز وضعها فی شق او غیرہ؛ لأنہ قد یسقط ویوطأ ولا يجوز تمزیقها؛ لما فیہ من تعظیم الحروف وتفرقة الکلم وفی ذلک ازراء بالمکتوب کذا قالہ الحلیمی قال: وله غسلها بالماء، وإن أحرقتها بالنار فلا بأس به، أحرقت عثمان مصاحف کان فیها آیات وقرآنات منسوخة ولم ینکر علیہ، وذكر غیرہ أن الإحراق أولى من الغسل؛ لأن الغسل قد تقع علی الأرض وجزم القاضي حسن فی تعلیقہ باعتناء الإحراق؛ لأنہ خلاف الإحترام والنوی بالکراهة وفی بعض کتب الحنفیة ان المصحف إذا بلی، لا یحرق بل یحفر لہ فی الأرض ویدخن وفیہ وقفة لتعرضہ للوطء بالأقدام۔ ۱۲۱ جاز غفرلہ

ہے یعنی ”ث“ کے ساتھ، مجھے خیال گزرتا ہے کہ یہ لفظ ”س“ کے ساتھ ہے، دوسرے کلام پاک میں دیکھا وہاں بھی ”ث“ سے پایا، مجھے یاد پڑتا ہے کہ دوسرے قرآن کریم کو دیکھ کر گھر کے کلام پاک میں ”ث“ کو کاٹ کر ”س“ کر دیا تھا۔ میں اور میری بیوی اس طرح دوسرے کلام پاک میں اس کی تصحیح کر رہے تھے، میری بیوی نے کہا کہ: مرزا صاحب سے کلام پاک لے کر بھی دیکھ لیا جائے۔ میں نے فوراً کہہ دیا کہ ان کے قرآن میں کہیں مرزا صاحب نے اپنی طرف سے کچھ نہ لکھ دیا ہو۔ اس پر بیوی کہنے لگی کہ قرآن تو وہی ہوگا، تو فوراً میرے ذہن میں یہ آگیا کہ قرآن کو تو کوئی بدل نہیں سکتا ہے، اس کی حفاظت کا ذمہ تو خود اللہ نے لیا ہے، فوراً استغفار کیا، میرے اس کہنے سے کہ: ”کہیں مرزا صاحب نے اپنی طرف سے نہ کچھ لکھ دیا ہو“ کفر لازم تو نہ آیا؟ اس کی بھی ذرا وضاحت فرمادیں۔

جواب:- صحیح لفظ ”نفثت“ ہے یعنی ”ث“ ہے ”سین“ نہیں، اور قرآن کریم کی حفاظت کا جو ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ قرآن حکیم کا کوئی کلمہ قرآن حکیم کے تمام نسخوں میں بھی غلط لکھا جائے اور سب لوگوں کو بھی غلط یاد ہو جائے، یہاں تک کہ صحیح کلمہ کسی کو معلوم نہ رہے، ذمہ لینے کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن حکیم کے کسی بھی نسخے میں کتابت کی کوئی غلطی نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۱/۶/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۸۲۸ / ۲۴ د)

قرآن مجید کے شروع میں ”یا اللہ“ ”یا محمد“ چھاپنا درست نہیں

سوال (۳۹۰):- بعض قرآن کریم کے ابتدائی صفحے پر ”یا اللہ“ ”یا محمد“ مطبع سے چھپ کر آیا

ہے، آیا اس میں قرآن میں زیادتی ہے یا نہیں؟ اور ایسا لکھنا قرآن شریف کے صفحات پر جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- ایسا لکھ کر قرآن کریم کے صفحات چھپانا جائز نہیں، اس سے مکمل پرہیز کرنا چاہئے، اور

جنہوں نے ایسا کیا ہے انہیں ایسا کرنے سے باز رہنے کی تاکید کرنی چاہئے۔

قرآن حکیم کے الفاظ و آیات کو غیر قرآن سے بالکل ممتاز رکھنے کے لئے پوری امت احتیاط کرتی

چلی آ رہی ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ: ”جردوا القرآن“^(۱) یعنی قرآن کو غیر قرآن سے

خالی رکھو۔ وجہ یہ ہے کہ اگر اس طرح الفاظ چھاپے گئے تو بعد کی نسلوں کو یہ شبہ ہوگا کہ یہ لفظ بھی قرآن کا جزء

(۱) المعجم الكبير للطبرانی ج: ۸، ص: ۲۰۰، حدیث: ۹۶۳۷، وشعب الإيمان للبیہقی، باب جردوا القرآن ج: ۱، ص: ۱۹۷

حدیث: ۲۵۱۰، ومصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوات، باب فی التعشیر فی المصحف ج: ۲، ص: ۲۳۰، حدیث: ۸۵۴۷۔

ہے، اس طرح قرآن حکیم میں تحریف لازم آجائے گی۔ اعاذنا اللہ منہ۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

تاریخ

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

(فتویٰ نمبر ۷۳۶/۲۲ ب)

لابریری یا عجائب خانے میں رکھنے کے لئے قرآن مجید کا فرکودینا

سوال (۳۹۱):- قرآن شریف کو لابریری میں رکھنے کے لئے یا عجائب خانے میں سجانے کے

لئے غیر مسلم کو ہدیہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- اگر لابریری وغیرہ میں رکھنے سے اُمید ہے کہ لوگ دین اسلام کی طرف راغب ہوں

گے تو کافر کو غلاف میں لپیٹ کر دیں، اور کہہ دیں کہ بلا غسل اُس کو نہ چھوئے۔ اور لابریری میں جس جگہ رکھا

جائے وہاں بھی تختی وغیرہ پر لکھ کر لگا دے۔ اس طرح قرآن شریف کافر کے ہاتھ ہدیہ کر دیا جائے تو گنجائش

ہے۔ نص العالمگیریہ ولما فی حاشیۃ البخاری تحت حدیث کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم إلی

قیصر (ج: ۱ ص: ۳۱۱) وهذه المسئلة مما اختلف فيها السلف، فمنع مالك من تعليمهم الكافر

القرآن ورفض ابوحنيفة واختلف قول الشافعي والذي يظهر ان الراجح التفصيل بين من يرجو

منه الرغبة في الدين والدخول فيه مع الأمن منه ان يتسلط بذلك إلى الطعن فيه وبين من

يتحقق ان ذلك لا ينجم فيه او يظن انه يتوصل بذلك إلى الطعن في الدين۔ واللہ اعلم

۱۹/۱۱/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۵/۲۵ الف)

قرآن مجید آویزاں کرنے کی شرائط

سوال (۳۹۲):- میرے میڈیکل اسٹور میں بڑے سائز میں فریم کے اندر پورا قرآن مجید لگا

ہوا ہے، میں نے اُسے برکت کے لئے لگا رکھا ہے، لیکن کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ فریم میں لگا کر

آویزاں کرنا قرآن مجید کی بے حرمتی ہے، کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟

جواب:- قرآن شریف فریم کی صورت میں جو آویزاں کیا ہوا ہے اتنا بلند ہونا چاہئے کہ اُس کی

طرف پشت نہ ہو، اس طرح آویزاں رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور اُسے اتارنے کی ضرورت نہیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۱۶/۷/۱۳۹۳ھ

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

(فتویٰ نمبر ۱۰۵۳/۲۳ ہ)

مروجہ شبینہ کا حکم

سوال (۳۹۳):- اکثر حفاظ کو بلا کر جو تارک نماز، واڑھی منڈے ہوتے ہیں، حد سے زیادہ روشن اور پُر تکلف کھانے اور نقدی کا لالچ بھی ہوتا ہے، نام و نمود ریا کے علاوہ کچھ نہیں، مزید لاؤڈ اسپیکر پر سینکڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں، کیا شبینہ جائز ہے؟

واللہ اعلم

جواب:- ان مفاسد کے ساتھ شبینہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔

۱۳۹۳/۱۲/۲۵ھ

(فتویٰ نمبر ۲۳۹۸/۲۵ ج)

ٹیپ ریکارڈ مسجد میں رکھ کر تلاوت سننا

سوال (۳۹۴):- ٹیپ ریکارڈ مسجد میں رکھ کر یا باہر رکھ کر اس سے قرآن سننا یا تقریر سننا کیسا ہے؟ یہ باعثِ ثواب ہے یا نہیں؟

جواب:- ٹیپ ریکارڈ سے تلاوت قرآن کریم یا تقریر سننا مسجد کے اندر یا باہر جائز ہے، اور اس سے قرآن سننا باعثِ ثواب ہے، لیکن خود قاری سے سننا زیادہ ثواب ہے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۱۳۹۲/۲/۲۸ھ

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۶۸/۲۳ الف)

غور و تدبر سے کم تلاوت افضل ہے یا اس کے بغیر زیادہ تلاوت کرنا؟

سوال (۳۹۵):- قرآن مجید کی بہت سی آیات کو محض تلاوت کرنا اور تھوڑی سی آیات کو تفسیر کے ساتھ غور و تدبر سے پڑھنا، ان دونوں میں کونسا افضل طریقہ ہے؟

جواب:- دونوں ہی کام کرنے کے ہیں، جتنا وقت آپ کے پاس اس کام کے لئے ہے اُسے دو حصوں میں تقسیم کر لیں، ایک وقت میں یہ اور دوسرے وقت میں دوسرا کام کریں، ایک کام کی وجہ سے دوسرے سے استغناء نہیں ہو سکتا۔

واللہ اعلم

۱۳۹۶/۱۰/۲۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۳۷۰/۲۷ ج)

اگر لوگ توجہ سے نہ سنیں تو آہستہ تلاوت کرنی چاہئے

سوال (۳۹۶):- علماء سے سنا ہے کہ اگر یہ خطرہ ہو کہ قرآن کی تلاوت لوگ توجہ سے نہ سنیں گے تو آہستہ تلاوت کرنی چاہئے، آج کل تو عام طور سے نہیں سنتے ہیں، تو کیا آہستہ ہی پڑھنا چاہئے؟

جواب :- آپ نے علمائے کرام سے جو سنا ہے وہی صحیح ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۲/۲۶ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۳۴۶ ب)

ریڈیو پر تلاوت سننا ثواب سے خالی نہیں

سوال (۳۹۷) :- کیا ریڈیو پر تلاوت سننا ثواب ہے؟ اور اسی قدر جس قدر بالمشافہ سننے کا؟

جواب :- ریڈیو پر قرآن شریف سننا بھی ثواب سے خالی نہیں۔^(۲)

واللہ اعلم

۱۳۹۲/۹/۹ھ

(فتویٰ نمبر ۲۳/۱۱۶۳)

قرآن مجید ہر وقت پڑھنا جائز ہے

سوال (۳۹۸) :- میں نے گھر میں یہ بات بچپن سے سنی کہ قرآن پاک کچھ اوقات میں پڑھنے

کا قطعی حکم نہیں، اور انہیں زوال کے اوقات کہتے ہیں، دو پہر بارہ بجے سے ڈیڑھ بجے تک، اسی طرح رات میں اور عصر کی نماز کے بعد مغرب تک۔ رمضان میں کئی جگہ قرآن خوانی کے لئے جانا پڑا، عصر بعد قرآن خوانی ہونے کی وجہ سے میں نے تو نہیں پڑھا، واپس چلی آئی، لوگوں نے برا بھلا کہا، لہذا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب :- آپ نے جو بات بچپن سے سنی ہوئی تھی شرعاً صحیح نہیں، جو بات آپ نے سنی ہوئی تھی

وہ نماز سے متعلق ہے اور وہ اس طرح نہیں جس طرح آپ نے لکھا بلکہ اس میں کچھ دوسری تفصیلات ہیں، اور قرآن شریف ہر وقت پڑھنا اور کھولنا بلا کراہت جائز ہے،^(۳) اس کی کسی وقت ممانعت نہیں، ہاں حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں چھونا اور پڑھنا دونوں ممنوع ہیں، اور بغیر وضو کے چھونا جائز نہیں، پڑھنا جائز ہے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۲/۱۰/۲۷ھ

(فتویٰ نمبر ۲۳/۱۶۵۷ ز)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(۱) فی رد المحتار ج: ۲ ص: ۳۹۸ ان ہذا احادیث إقتضت طلب الجہر وأحدیث طلب الإسرار والجمع بینہما بأن ذلك یختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حیث خیف الریاء أو تأذی المسلمین أو النیام والجہر أفضل حیث خلا بما ذکر۔ فیہ ایضاً ج: ۱ ص: ۵۴۶ مطلب الإستماع للقرآن فرض کفایۃ۔ یجب علی القاری إحترامہ بأن لا یقرأ فی الأسواق ومواقع الإشتغال، فإذا قرأ فیہا کان ہو المضطرب لحرمتہ فیکون الإثم علیہ دون أهل الإشتغال۔

(۲) لیکن ریڈیو پر تلاوت سننے سے تبتدؤ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

فی رد المحتار ج: ۲ ص: ۱۰۸، ۱۰۷ لا یجب بالسماع من مخنن أو ناظم أو طیار لأن السبب سماع تلاوة صحیحة وصحتها بالتمیز ولم یوجد وهذا التعلیل یفید التفصیل فی الصبی۔ فلیکن هو المعتبر إن کان ممیزاً وجب بالسماع من، وإلا فلا۔

(۳) الصلوۃ فیہا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم أفضل من قراءۃ القرآن . الخ (الرد المختار) .. فی رد المحتار تحتہ: الأفضل لیوافق کلام البغیۃ، فان مفادہ انہ لا کراہۃ اصلاً (فصل فی الأوقات المکروہۃ)۔

ہوائی جہاز کا ماحول پاکیزہ نہ ہو تو تلاوت کیسے کرے؟

سوال (۳۹۹):- ہوائی جہاز میں خصوصاً مغربی ممالک پرواز کے درمیان بیشتر لوگ شراب نوشی کرتے ہیں، کھانے میں سور کا گوشت کھاتے ہیں، ایسی صورت میں دوران پرواز اگر برابر کی نشست پر اور اگلی پچھلی نشستوں پر غرضیکہ مجموعی طور پر جہاز میں سور کا گوشت اور سور کثرت سے استعمال ہو رہا ہو تو ایسی حالت میں کوئی مسلمان زبانی کچھ آیتیں پڑھتا رہے یا وقت مل جائے تو قرآن مجید کی تلاوت بھی کرے، تو یہ فعل جائز ہے؟

جواب:- جہاز کا جو ماحول سوال میں ذکر کیا گیا ہے اس میں قرآن حکیم کی آیات زبانی پڑھنا جائز ہے، البتہ قرآن شریف کھول کر تلاوت کرنی ہو تو اس کی پوری احتیاط کریں کہ قرآن حکیم کو نہ کوئی نجاست مثلاً شراب یا سور کا گوشت لگے اور نہ کسی کا ناپاک ہاتھ اس سے مس ہو، اگر اس کا خطرہ ہو تو قرآن شریف نہ کھولیں، زبانی جو کچھ آیات یا دعائیں یاد ہوں آہستہ آہستہ پڑھتے رہیں۔

واللہ اعلم

۱۳۹۲/۹/۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۱۲۵/۲۳)

مکروہ اوقات میں بھی تلاوت کرنا جائز ہے

سوال (۴۰۰):- کلام پاک کی تلاوت طلوع و زوال و غروب آفتاب میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- مذکورہ بالا تینوں اوقات میں قرآن شریف کی تلاوت بلا کراہت جائز ہے، ان اوقات میں تلاوت قرآن کی بجائے دُرود شریف، دُعایا تسبیح وغیرہ پڑھنا زیادہ افضل ہے۔ قال فی الدر المختار: الصلوة فیہا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل من قرائۃ القرآن؛ لانہا من ارکان الصلوة، فالأولی (ای الأفضل) ترک ما کان رکناً لہا، وقال فی رد المحتار وکالصلوات والدعاء والتسبیح (إلی قوله) قوله فالأولی ای الأفضل لیوافق کلام البغیة؛ فان مفادہ انہ لا کراہۃ أصلاً (ج: ۱)

ص: ۳۷۳-

واللہ اعلم

مُحَمَّد رفیع عثمانی عفرلہ

۱۳۹۰/۱۱/۱۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۱۲۳/۲۱ الف)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

زوال کے وقت سجدہ منع ہے، تلاوت نہیں

سوال (۴۰۱):- دوپہر کے وقت زوال صرف سجود کے لئے ممنوع ہے یا تلاوت قرآن پاک

کے لئے بھی؟

جواب:- زوال آفتاب کے وقت سجدہ ممنوع ہے،^(۱) تلاوت قرآن کریم جائز ہے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۱/۱/۱۱ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۳۹۰/۲۲ د)

تلاوت بغیر سمجھے ہو تو بھی باعثِ اجر ہے

سوال (۴۰۲):- ایک شخص روز و شب تلاوت کرتا ہے اور ترجمہ نہیں سمجھتا، کیا ایسی تلاوت پر

کوئی اجر و ثواب ہوتا ہے یا نہیں؟ بعض طلباء نے کہا ہے کہ کوئی ثواب نہیں ہوتا۔

جواب:- تلاوت اگر بغیر ترجمہ سمجھے کی جائے تب بھی موجبِ ثوابِ عظیم ہے، بعض طلباء نے جو

بات کہی ہے غلط ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۱/۳/۱۲ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۳۸۹/۲۲ الف)

قرآن شریف کو بغیر وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں

سوال (۴۰۳):- قرآن شریف کو بغیر وضو ہاتھ لگانا درست ہے یا نہیں؟

جواب:- قرآن شریف یا اس کی کسی آیت کو بغیر وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔^(۲) واللہ اعلم

۱۳۹۳/۱/۱۹ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۵/۲۵ الف)

قرآن شریف بغیر وضو پڑھنا جائز ہے

سوال (۴۰۴):- قرآن پڑھتے وقت وضو کا ہونا ضروری ہے؟

(۱) اما الثلاثة التي يكره الصلاة فيها لمعنى يتصل بالوقت، فيما بعد طلوع الشمس إلى ان ترتفع وتبيض، ووقت استواء الشمس حتى تزول ووقت احمرار الشمس واصفرارها حتى تغرب (تحفة الفقهاء، كتاب الصلاة، فصل في الأوقات الكروية ج: ۱ ص: ۱۰۵)۔

(۲) قال الله تعالى: "لَا تَقْرَأُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَتْلُوهُنَّ" (الواقعة)۔

جواب :- قرآن شریف پڑھنا بغیر وضو کے جائز ہے، چھوٹا بغیر وضو کے جائز نہیں۔^(۱)

واللہ اعلم
محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۱/۹/۱۲ھ

الجواب صحیح
بند محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۱۸۱/۲۲ ج)

غیر مسلم کو قرآن کو ہاتھ لگانے سے روکنا؟

سوال (۴۰۵) :- قرآن شریف کو غیر مسلم ہاتھ لگائے تو اسے روکنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب :- اگر اس غیر مسلم نے غسل کیا ہوا ہے تب تو روکنے کی ضرورت نہیں، اگر غسل نہیں کیا

ہوا ہو تو اگر روکنے پر قدرت ہے تو روکنا چاہئے۔ قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ اعلم التصیرانی الفقہ
والقرآن لعلہ یہتدی ولا یمس المصحف، وإن اغتسل ثم مسح لا بأس کذا فی المتقط (فتاویٰ
عالمگیریہ ج ۵: ص ۳۲۳)۔^(۲)
واللہ اعلم

۱۳۹۲/۱/۱۹ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۵/۲۵ الف)

قرآن مجید نخلی منزل میں ہو تو اوپر کی منزل پر چڑھنا اور رہنا کیسا ہے؟

سوال (۴۰۶) :- عالی جناب محترم، زید مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

میں بحیثیت خادم صدر نیشنل میوزیم اوف پاکستان ایڈوائزری کمیٹی آپ کی خدمت میں یہ تحریر

بجھوانے کی جسارت کر رہا ہوں اور استمراج اور ہدایت حاصل کرنے کے لئے سطور ذیل تحریر کر رہا ہوں :-

۱۔ الحمد للہ نیشنل میوزیم اوف پاکستان میں قرآن مجید و فرقان حمید کا ایک بڑا نادر ذخیرہ موجود ہے،

اس ذخیرہ مقدسہ کی حفاظت کا فریضہ میوزیم نہایت اعتماد و اعتقاد سے کرتا ہے۔

۲۔ اس نادر ذخیرہ قرآن حکیم کے حفظ اور اس سے استفادے کے لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ

نیشنل میوزیم میں ایک نہایت بڑے ہال کو انڈکشنڈ کر لیا جائے اور قرآن کریم کے بے عدیل ذخیرے کو

حسن و حفاظت کے ساتھ مرتب کر لیا جائے۔

(۱) ولا یحوز للمحدث أداء الصلاة لفقد شرط جوازها، وهو الوضوء، قال صلی اللہ علیہ وسلم: لا صلوة إلا بوضوء ولا من المصحف من غیر خلاف عندنا (بدائع الصنائع، کتاب الطہارة، باب القہقہ فی الصلوة، مطلب من المصحف ج ۱ ص ۱۵۴)۔

(۲) نیز ملاحظہ فرمائیے: رد المحتار، کتاب الطہارة ج ۱ ص ۱۷۷۔

۳- چنانچہ میوزیم کی زیریں منزل میں ایسا کر لیا گیا اور اس پر ایک خطیر رقم خرچ ہوئی ہے، بچاس ملین یں جاپان نے بصورت حفاظتی سامان دیئے ہیں اور حکومت پاکستان نے پانچ لاکھ روپے سے اوپر خرچ کئے ہیں۔

۴- اب پاکستان میں قرآن کریم کا یہ نادر اور سب سے ممتاز مقام ہے جس کے قیام پر نیشنل میوزیم اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہے۔

۵- قرآن مجید و فرقانِ حمید کا یہ نادر ذخیرہ تمام تحفظات اور احترامات کے ساتھ نیشنل میوزیم کی زیریں منزل میں ہے جبکہ اس کی بالائی منزلوں میں میوزیم کی متفرق و متعدد اشیاء ہیں، جن کا تعلق تاریخ پاکستان سے ہے، تاریخ پاکستان پر یہ نو اور بجائے خود اہمیت تامہ رکھتے ہیں۔

۶- اعتراض یہ وارد کیا گیا ہے کہ قرآن حکیم نیچے کی منزل میں ہے جبکہ بالائی منزلوں میں دوسرے نو اور ہیں، ان نو اور میں ہزار ہا سال قبل کے مجسمے بھی ہیں، اور تاریخ میں دلچسپی رکھنے والے ہزار ہا افراد اوپر کی منزلوں میں چلتے پھرتے ہیں جبکہ نیچے ان کے قرآن حکیم کا نادر ذخیرہ ہے۔

۷- فکر کی بنیاد یہ جذبہ خیر و مقدس ہے کہ اس طرح قرآن حکیم کی بے حرمتی ہوتی ہے کہ قرآن نیچے اور اوپر انسان اور نو اور دیگر۔

۸- یہ جذبہ قابل احترام ہے اور لائقِ قدر ہے، اس کے باوجود میری اپنی (ذاتی) رائے یہ ہے کہ ایسا کرنے سے بے حرمتی کا کوئی تصور دُور دُور نہیں ہے۔

الف:- اوّل تو میوزیم کی نیت میں خیر ہے۔

ب:- حرم شریف میں نیچے ہزاروں اور لاکھوں قرآن مجید ہیں اور لوگ پڑھ رہے ہیں اور بالائی منزل میں لوگ نماز ادا کر رہے ہیں، چل پھر رہے ہیں۔

ج:- کراچی میں ہزار ہا ایسے مکانات ہیں کہ جو دو، تین، چار منزلہ ہیں، ان میں ہر منزل میں لکھو لکھا انسان بستے ہیں، اور ہر گھر میں اور ہر فلیٹ میں اوپر نیچے قرآن حکیم موجود ہیں۔

حالات بالخصوص بیان کرنے کے بعد آپ اُزرا و اطف و کرم مجھے مشورہ عطا فرمائیے کہ مجھے ایسے حالات میں کیا کرنا چاہئے؟ اگر فی الواقع نیشنل میوزیم پاکستان کے ذخائر قرآن حکیم کی بے حرمتی کا کوئی حقیقت پہلو بھی ہے تو مشورہ دُوں گا کہ لاکھوں نہیں کروڑوں روپے قربان، لیکن اگر شرعاً کوئی پہلو حرمت کے خلاف نہیں ہے تو میری رائے میں اس نادر ”قرآن گیلری“ کو دنیا کے انسانوں کی دید و استفادے کے لئے علیٰ حالہ قائم رہنا چاہئے۔

میری آپ سے مؤذبانہ درخواست ہے کہ آراؤ کرم آپ میری رہنمائی فرما دیجئے، میں آپ کی خدمت میں بدیہ تشکر و امتنان پیش کرتا ہوں۔

بہ احترامات فراوان
آپ کا مخلص
حکیم محمد سعید

جواب :- عالی جناب مکرم و محترم، زیدت مکارمکم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ مورخہ ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ (۱۱ اپریل ۱۹۹۰ء) جو ”نیشنل میوزیم آف پاکستان“ کی زیریں منزل میں ”قرآن گیلری“ کے متعلق ہے، نظر نواز ہوا۔ جواب میں تاخیر اس کوشش کے باعث ہوئی کہ خاص اس مسئلے میں فقہائے کرام کی کوئی صراحت دستیاب ہو جائے، وہ تو کئی روز تلاش و جستجو کے باوجود نہ مل سکی، ملتے جلتے جزئیات فراہم ہوئے، جن میں سے بعض کی اصل عبارتیں منسلک ہیں۔

منسلکہ فقہی جزئیات اور دلائل شریعت میں غور کرنے سے دو مسئلے مہم ہوتے ہیں :-

۱- ایک یہ کہ اگر نیچے کی منزل میں قرآن کریم کے نسخے ہوں، اور اوپر کی منزل میں لوگ چلتے پھرتے ہیں تو شرعاً یہ بلا کراہت جائز ہے، اور اس سے قرآن عظیم کی بے حرمتی لازم نہیں آتی۔

۲- دوسری یہ کہ قرآن کریم کے نادر نسخے محفوظ کرنے کے لئے اگر بالائی منزل مختص کی جائے تو اس میں قرآن کریم کا زیادہ ادب و احترام ہے، اور شرعاً یہ زیادہ پسندیدہ ہے۔

پہلے مسئلے کی وجوہ درج ذیل ہیں :-

الف :- اُمت میں اس پر بلا تکلیف عمل رہا ہے، نہ قرآن و سنت میں اس کی ممانعت ہے، نہ فقہائے کرام کی تصریحات میں مجھے مل سکی، اگر یہ عمل قرآن کریم کی بے حرمتی میں داخل ہوتا تو فقہائے کرام جو شاذ و نادر پیش آنے والے حالات و معاملات کے بارے میں بھی خاموش نہیں رہتے، اس کی ضرور ممانعت تحریر فرماتے؛ کیونکہ ایک سے زیادہ منزل کے مکانات صرف ہمارے زمانے کی خصوصیت نہیں، ان کا رواج عہد رسالت سے چلا آ رہا ہے، اور ظاہر ہے کہ تقریباً ہر مسلمان کے گھر میں قرآن کریم موجود ہوتا ہے، بلکہ بہت سے گھروں میں ضرورت سے زیادہ نسخے بھی ہوتے ہیں، تو اگر نیچے کی منزل میں قرآن کریم کو رکھنا بے ادبی میں داخل ہوتا تو اس کو ضرور منع کیا جاتا۔

اس مسئلے کے کثیر الوقوع ہونے کے باوجود فقہائے کرام کا سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک اس صورت کا جواز بلا کراہت اتنا واضح اور معروف تھا کہ انہوں نے اس کی صراحت کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔

ب:- فقہائے کرام نے اس صورت سے ملتے جلتے جو فقہی جزئیات بیان کئے ہیں، ان کے مجموعے سے زیر نظر صورت کا جواز بلا کراہت ثابت ہوتا ہے۔ (جزئیات منسلک ہیں، اگر ان کے ترجمے کی ضرورت ہو تو وہ بھی بھیجا جاسکتا ہے)۔

ج:- حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”امداد الفتاویٰ“ (ج: ۳ ص: ۶۶۲) میں صراحت فرمائی ہے کہ ادب کا مدار عرف پر ہے، یعنی عرف و رواج میں جس طرز عمل کو بے ادبی نہیں سمجھا جاتا، وہ شریعت کی نظر میں بھی بے ادبی نہیں (بشرطیکہ نصوص سے اس کے خلاف ثابت نہ ہوتا ہو)۔ اور زیر بحث صورت کے بارے میں یہ عرف بالکل واضح ہے کہ اسے بے ادبی نہیں سمجھا جاتا، اس کی دو مثالیں آنجناب نے بھی تحریر فرمائی ہیں۔

مذکورہ بالا وجوہ (الف تا ج) تو خاص پہلے مسئلے سے متعلق تھیں، صحیح مسلم شریف (کتاب الاطعمۃ، باب إباحة اكل الثوم) کی ایک حدیث سے دونوں مسئلوں پر روشنی حاصل ہوتی ہے، اس حدیث کا ترجمہ یہاں درج کرتا ہوں۔

”حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (اَوَّلُ ہجرت میں مدینہ منورہ پہنچ کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے پاس قیام فرمایا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نخلی منزل میں مقیم ہوئے اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اوپر کی منزل میں۔ راوی فرماتے ہیں کہ ایک رات ابوایوب رضی اللہ عنہ کو خیال آیا اور کہا کہ: ”ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے اوپر چلتے پھرتے ہیں!“ اس خیال کے آتے ہی وہ اور ان کے گھروالے ایک کنارے پر ہو گئے، اور رات ایک کنارے میں بسر کی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (یہ صورت حال) عرض کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”نخلی منزل (میرے لئے اور میرے پاس آنے والوں کے لئے) زیادہ آرام دہ ہے۔“ تو ابوایوب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: ”میں تو ایسی چھت پر نہیں چڑھوں گا جس کے نیچے آپ ہوں“ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم بالائی منزل میں منتقل ہو گئے اور ابوایوب زیریں منزل میں۔“

اس حدیث صحیح سے پہلے مسئلے پر یہ روشنی پڑتی ہے کہ زیریں منزل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے اگر اوپر کی منزل میں دوسروں کی رہائش اور چلنا پھرنا جائز نہ ہوتا، یا بے حرمتی میں داخل ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی دن سے ہرگز ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو اوپر رہنے کی اجازت نہ دیتے، آپ کا اس پر نکیر نہ فرمانا، اور کئی دن تک اس عمل کو جاری رکھنا، اس کے جواز کی اور بے حرمتی میں داخل نہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ پھر جب ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں اپنی قلبی خلش

(۱) بریکٹ کی عبارت کا مضمون ابن اسحاق کی روایت میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، کذا فی تکملة فتحة المنجم۔

بیان کی تو اس پر بھی آپ نے موجودہ صورت حال ہی کو برقرار رکھنے کا رُحمان ظاہر فرمایا، اور اس کا یہ فائدہ بیان فرمایا کہ اس میں میرے لئے اور میرے پاس آنے جانے والوں کے لئے زیادہ سہولت ہے۔ لہذا ناچیز راقم الحروف کے نزدیک یہ واقعہ زیرِ نظر صورت کے جواز بلا کراہت کی، اور بے حرمتی میں داخل نہ ہونے کی کافی شافی دلیل ہے۔

اور دوسرے مسئلے پر اس حدیث سے یہ روشنی پڑتی ہے کہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تعظیم و ادب کے لئے جو مبالغہ فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی رعایت فرمائی، اور جب یہ دیکھا کہ اگر یہ بالائی منزل ہی میں رہے تو طبعی مبالغہ ادب کے باعث ان کے دل میں خلش رہے گی، اور اس کی وجہ سے یہ وہاں آرام سے نہیں رہ سکیں گے، تو آپ نے اپنے آرام پر ان کے آرام کو ترجیح دی اور اپنی رہائش بالائی منزل میں منتقل فرمائی۔ چنانچہ محدثین اور فقہائے کرام نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے اس مبالغہ ادب کو ان کے فضائل و مناقب میں شمار کیا ہے، اور اس کی تحسین و ستائش فرمائی ہے، صحیح مسلم کے جلیل القدر شارح علامہ و۔۔۔ رحمۃ اللہ علیہ جو بلند پایہ محدث ہونے کے ساتھ فقہ و اجتہاد میں بھی ایک مُسلم مقام رکھتے ہیں، وہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ:-

اما كراهية ابي ايوب فمن الادب المحبوب الجميل، وفيه إجلال أهل الفضل
(۱) والمبالغة في الأدب معهم۔

ترجمہ:- ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا (خود بالائی منزل میں رہنے کو) پسند نہ کرنا ایک عمدہ اور پسندیدہ عمل ہے، اور اس سے اہل فضل کی تعظیم اور ان کے ادب میں مبالغہ کرنے کا سبق ملتا ہے۔
آگے فرماتے ہیں کہ:-

وفيه منقبة ظاهرة لأبي ايوب الأنصاري رضي الله عنه من أوجه، منها نزول
صلی اللہ علیہ وسلم، ومنها ادبه معه۔ (۲)

ترجمہ:- اس واقعے میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی کھلی ہوئی فضیلت و منقبت متعددہ جوہ سے ثابت ہوتی ہے، جن میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے یہاں قیام فرمایا، اور ایک وجہ وہ ادب ہے جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختیار کیا۔

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم، باب كراهية أكل الثوم وأنه ينبغي لمن أواد خطاب الكبر تركه ج ۱ ص ۱۰۰۔

(۲) حوالہ بالا۔

مشورہ:- مذکورہ بالا معروضات کی روشنی میں ناچیز راقم الحروف کا مشورہ یہ ہے کہ نیشنل میوزیم آف پاکستان کی زیریں منزل میں ”قرآن گیلری“ جو نادر نسخوں اور مخطوطات کی حفاظت کے لئے قائم کی گئی ہے، اس میں کوئی شرعی اور دینی قباحت نہیں، اسے باقی رکھا جاسکتا ہے، لیکن اگر معتد بہ مالی نقصان اور پریشانی و مشقت کے بغیر اسے بالائی منزل میں منتقل کر دینا ممکن ہو تو منتقل کر دینا بہتر ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۰/۱۰/۱۴۱۰ھ

(فتویٰ نمبر ۳۰/۳۱ ز)

متعلقہ فقہی جزئیات

۱- وإذا كتب إسم الله تعالى على كاغذ ووضع تحت طنفسة يجلسون عليها فقد قيل يكره وقيل لا يكره وقال الا ترى انه لو وضع في البيت لا بأس بالنوم على سطحه كذا هتينا۔

۲- إذا كان للرجل جوالق وفيها دراهم مكتوب فيها شيء من القرآن في الجوالق كتب الفقه أو كتب التفسير أو المصحف فجلس عليها أو نام فإن كان من قصده الحفظ فلا بأس به كذا في الذخيرة۔

(الفتاوى الهندية ج: ۵ ص: ۳۲۲ تا ۳۲۳، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد)

۳- حانوث أو تابوت فيه كتب فلاذب أن لا يضع الثياب فوقه۔

(البحر الرائق ج: ۱ ص: ۱۳، وفتاوى عالمگیری ج: ۵)

دوران طباعت قرآنی اوراق کے ہلاک بنانا؟

سوال (۴۰۷):- قرآن مجید یا کوئی دوسری دُعا چھاپنے سے پہلے اُس کا ہلاک بنانا پڑتا ہے، اور قرآن کی آیتیں وغیرہ الٹ کر لکھنا پڑتا ہے، تو ایسی چیز لکھنا جائز ہے؟ اور گھر میں رکھنا جائز ہے؟ سنا ہے کہ ان کو گھر میں رکھنے سے برکت نہیں ہوتی بلکہ جو ہاتھ سے لکھی ہوئی ہو اس میں برکت ہے۔

جواب:- صورت مذکورہ میں الٹا لکھنا دینی ضرورت کی وجہ سے ہے لہذا جائز ہے، گھر میں رکھنے میں بھی کوئی مضائقہ یا بے برکتی کی بات نہیں، البتہ ایسے ہلاکوں کو حفاظت اور تعظیم سے رکھنا ضروری ہے، بلا وضو چھونا بھی جائز نہیں۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳/۱۳/۱۴۳۰ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵۸/۲۶ الف)

فصل فی التجوید (تجوید کے مسائل)

”ضاد“ کے مخرج سے متعلق مضمون پر حضرت کی تصحیح

سوال (۴۰۸):- خطبہ مأثورہ، قال العبد الفقیر الی مولانا الغنی یوسف ابن مولوی محمد صادق کفلیتیوی ان اعمل مقمة لإفادة الناس راجعاً من رب کریم ان یکون وقیالی من النیر ان اما بعد۔ فقد قال الله تعالیٰ: ”وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلًا“ وقال محمد بن الجزری الشافعی فی شرح جزری والّاخذ بالتّجوید حتم لازم، ومن لم یجود القرآن آثم۔

برادران ملت! حمد و صلوٰۃ کے بعد بندہ اس وقت کوئی شہرت یا طلب عزت کے واسطے یہ مضمون تحریر نہیں کرتا، مگر عوام کے افادیت کے واسطے کیونکہ بندہ ایک سال سے دیکھتا آرہا ہے کہ عوام بذات خود قرآن کو صحیح پڑھتے ہیں اور صحیح نہیں پڑھتے، خاص کر ضاد کے مسئلے میں سنئے کہ رب العالمین فرماتے ہیں ترتیل سے قرآن پڑھو، یعنی تجوید سے، اور تجوید کہتے ہیں حرف کو اپنے مخرج سے مع صفات کے ادا کرنا، ترتیل کی تفسیر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”التّرتیل تجوید الحروف ومعرفة الوقف“ (خلاصۃ البیان) ترتیل حرفوں کی تجوید اور وقفوں کی پہچان کا نام ہے۔ اور مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا ابو محمد عبدالحق تفسیر حقانی میں فرماتے ہیں کہ مبرد کہتے ہیں کلام مرتل اس کلام کو کہتے ہیں جو با ترتیب ہو اور جس کے جملے الگ الگ ہوں، قرآن کی ترتیل اس کے حروف و کلمات کا مخرج سے ادا کرنا اور جلدی نہ کرنا اور حرکات و وقفوں کو ایسی طرح سے ادا کرنا کہ سننے والا گنتا چاہے تو گن سکے، یہ تدبر و تفکر کے لئے کہ مطالب و معانی پر صرف نظر رہے، تو جب ترتیل کا مطلب تجوید ہوا تو ضرور ہوا کہ اس کو سیکھے اور صحیح پڑھے کیونکہ اس کے صحیح پڑھنے کی تاکید قرآن حکیم کی مذکورہ بالا آیت میں موجود ہے۔ اسی کو شرح جزری میں ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں: ”والّاخذ بالتّجوید حتم لازم من لم یجود القرآن آثم“ اور تجوید کا سیکھنا اور اختیار کرنا واجب و لازم ہے... الخ۔ اور بعد میں فرماتے ہیں جس نے قرآن کو تجوید سے نہ پڑھا گنہگار ہے۔ اتنی تقریر سے تجوید کے سیکھنے کی اہمیت بتلا دی، اب میں اپنے اصل مقصود کی طرف عود کرتا ہوں، میں حرف ضاد کے ادا کرنے کا طریقہ بتانا چاہتا ہوں کہ ضاد کو کس طرح پڑھنا چاہئے، ضادی مخرج جس کو شرح جزری میں بیان

کرتے: ”والضاد من حافظه اذ وليا الأضر اس من أيسر او يمنها۔“ زبان کے دونوں کنارے میں سے ایک طرف کنارہ خواہ داہنا ہو یا بایاں اور دونوں طرف ڈاڑھ میں سے چاہے داہنی ہو یا بائیں کی جڑ سے نکلتا ہے۔ ضاد مجملہ مگر بائیں سے اکثر نکالتے ہیں اور یہ آسان ہے بنسبت داہنے کے بعد اور ڈاڑھ سے مراد اوپر کی ڈاڑھ ہے اور جب تم اس کو اپنے مخرج سے ادا کرو گے تو ضرور اس کی مشابہت قیاساً بالظاہر ہوگی دال کے ساتھ نہیں، تو جب مشابہت ظاہر کے ساتھ ہوئی تو پھر جان کر دال ادا کرنا کیا یہ صحیح ہے؟ اب میں نماز کے مسئلے کی طرف جاتا ہوں، اگر کوئی قراءت کا نماز میں مخرج کا لحاظ نہ کرے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں چاہے عہداً ہو یا عذراً، تو اس کو حضرت تھانویؒ ”رفع التضاد عن احکام الضاد“ کے ستمے میں فرماتے ہیں (یہ کتاب دیکھنے کے قابل ہے اس میں متقدمین و متاخرین کے اقوال و فی زمانہ کے اعتبار سے کیا فتویٰ ہے حرف ضاد کے مسئلے میں) فرماتے ہیں جو شخص الٹھ نہ ہو (الٹھ کا مطلب یہ ہے کہ جو صحیح پڑھنے پر قادر نہ ہو) لیکن اس وقت کسی حرف کے صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو وہ بھی الٹھ ہے پس ہر چند کہ صحیح مختار قول یہی ہے کہ الٹھ کی امامت غیر الٹھ کے پیچھے جائز نہ ہو جو حرف کو صحیح ادا نہ کرتا ہو مگر اس وقت ضرورت کی وجہ سے امام فضلی کے قول پر فتویٰ دینے کو جی چاہتا ہے خصوصاً حرف ضاد کے مسئلے میں کیونکہ عام طور پر قراءت تک اس کو غلط پڑھتے ہیں لہذا قاری کی اقتداء غیر قاری کے پیچھے درست ہے، البتہ ایسے شخص کے پیچھے صحیح نہیں جو بحالت موجودہ تصحیح حرف پر قادر ہے، مگر غفلت یا بے توجہی یا رعایت عوام کی وجہ سے کسی حرف کو مثلاً ضاد کو اعلیٰ مخرج سے نہیں نکالتا کیونکہ وہ بحکم الٹھ کے نہیں بلکہ عہد غلط پڑھنے والا ہے، واللہ اعلم۔ تو میرا مقصد بالافتویٰ سے ثابت ہو گیا کہ آج جو لوگ حرف ضاد تمام شرائط اور مخرج سے جب ادا کرتا ہے اور صحیح ادا کرتا ہے مشابہ بالظاہر تو اس پر بھی لوگ اعتراض کرتے ہیں تو یہ غلط ہے، میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ اگر تمہیں اعتراض کرنا ملا تو صرف سورہ فاتحہ میں ہی ملا اور کوئی جگہ نہیں؟ کیا حرف ضاد سورہ فاتحہ ہی میں ہے کسی اور جگہ نہیں؟ پہلے تم اردو زبان میں دیکھو کہ تم رمضان کو ”رمضان“ کیوں نہیں کہتے؟ اور ”بعض“ کو ”بعد“ کیوں نہیں کہتے؟ وغیرہ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ضاد ظاء کے مشابہ ہوگا اور یہ بات بالاتفاق ہے، اگر کوئی شخص یہ جان بوجھ کر دال پڑھے گا تو بالاتفاق نماز درست نہ ہوگی، نہ امام کی اور نہ مقتدیوں کی۔ اگر امام کو ادا کرنے کی قدرت نہ ہو یا اس کو آتا نہیں ہو، تو اس کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی پھر جو حرف ضاد کو صحیح پڑھتا ہے اس کو چھیڑتے کیوں ہو اور اعتراض کیوں کرتے ہو؟ اگر تمہیں مسئلہ معلوم نہ ہو تو علمائے کرام سے دریافت کر لو، مگر اعتراض مت کرو۔ اور کسی کو مت کہو کہ حرف ضاد کو دال کے مشابہ پڑھے، اور امام کو چاہئے کہ اگر وہ حرف ضاد کو مع جمیع شرائط کے ادا کرتا ہو تو عوام کی رعایت یا عزت کی خاطر ہرگز دال کے مشابہ نہ پڑھے، اگر پڑھے گا تو گنہگار ہوگا، اور تمام کی نماز بھی نہ ہوگی اور گنہگار بھی ہوگا، اب دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم کو فہم سلیم عطا فرمائے۔ سوال ختم شد۔

یہ ایک مضمون ہے، صاحب مضمون نے تصحیح کرانے کے لئے لندن سے حضرت مدظلہم کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ تصحیح کے بعد وہاں کے رسالے ”فاران“ میں شائع کیا جائے۔ احقر نے اس کا مطالعہ کیا، مضمون علمی اعتبار سے ٹھیک ہے، لیکن زبان صاف نہیں، عربی عبارات کی نقل بھی صاف نہیں، متعدد مقامات پر پڑھی نہیں جاتیں۔ مضمون حرفِ ضاد کے بارے میں ہے، بعض جگہوں پر احقر نے لفظی اصلاح کی ہے۔

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۱/۸/۳۰ھ

(فتویٰ نمبر ۱۰۸۶/۲۲ ج)

مکرمی السلام علیکم!

مختلف امراض، ضعفِ عمر کے ساتھ ضعفِ بصر، ان وجوہ سے طویل تحریر دیکھنے سے عاجز ہوں، اپنے لڑکے مولوی محمد رفیع سلمہ کو دیکھنے کے لئے دیا، جو آج کل دارالعلوم میں فتویٰ کی خدمت انجام دے رہے ہیں، ان کے تاثرات پرچے پر لکھے ہوئے ہیں، مجھے بھی اعتماد ہے کہ ان کے تاثرات صحیح ہوں گے۔

ایک ضروری بات یہ عرض کرتا ہوں کہ حرفِ ضاد کا قضیہ جب رسالوں، اخباروں میں آتا ہے تو عموماً مسلمانوں میں بحث و مناظرہ اور خلاف و جدال کا بازار گرم کر دیتا ہے، اگر یہ مسئلہ پہلے سے اس ملک میں چھترا ہوا نہ ہو اور بہت زیادہ لوگ اس بحث میں پڑے ہوئے نہ ہوں تو اس کو ”فاران“ میں طبع کرانا مناسب نہیں ہوگا، الگ کتاب کی صورت میں شائع کرنے سے وہ خطرہ نہیں ہوگا۔

والسلام

بندہ محمد شفیع

۱۳۹۱/۹/۲۲ھ

”الف“ اور ”ہمزہ“ میں فرق

سوال (۴۰۹):- ”لفظ“ الف“ کو ”ہمزہ“ کیوں پڑھاتے ہیں؟ حالانکہ ہر ایک کی ذات الگ

ہے، جس نے ”الف“ کو ”ہمزہ“ نہیں پڑھا کیا وہ گنہگار ہے؟

جواب:- ”الف“ کے اوپر زبر، زیر اور پیش نہ ہو تو اس کو ”الف“ کہتے ہیں، اور اگر زبر، زیر اور

پیش ہو تو اس کو اس لئے ”ہمزہ“ کہتے ہیں کہ اس وقت اس کا مخرج بدل جاتا ہے اور اس کی آواز حلق سے نکلتی ہے، لیکن قرآن شریف پڑھنے میں اگر ”الف“ کو اس کے مخرج سے نکالیں، ”ہمزہ“ کو اس کے مخرج سے

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۱/۱۱/۲۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۲/۲۲ د)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

”ض“ کا صحیح مخرج

سوال (۴۱۲): - کراچی کی مساجد میں اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ امام مسجد صحیح العتیدہ ہے، اور کراچی کے معروف دینی درس گاہ سے فارغ التحصیل ہے، مگر نماز میں قراءت کے دوران سورۃ فاتحہ میں ضالین کی ض کو ”ذ“ سے ادا کرتے ہیں، اور اسی کو درست قرار دیتے ہیں، اور ساتھ ہی فرض نمازوں کے بعد پابندی سے باجماعت دُعا بالجہر کرتے ہیں اور اسے درست جانتے ہیں، اس بارے میں صحیح بات کیا ہے؟

جواب: - حرف ”ض“ کو صرف ”ذ“ کی طرح ادا کرنا صحیح نہیں بلکہ اس کی آواز حرف ”ظ“ کے مشابہ ہے۔ اور نماز کے بعد جہر کے ساتھ یا جہر کے بغیر دُعا کرنا جائز ہے، تاہم جہر کے بغیر دُعا کرنا افضل ہے۔

واللہ اعلم

اصغر علی

(فتویٰ نمبر ۱۳۱/۷۷۷ الف)

جواب صحیح ہے اور حرف ”ض“ نہ بعینہ دال ہے، نہ بعینہ ظاء ہے، یہ ایک مستقل حرف ہے، اس کے صحیح مخرج سے ادا کرنا لازم ہے، البتہ اس کی آواز دال کے بجائے ظاء کے زیادہ مشابہ ہے۔^(۱)

محمد رفیع عثمانی

۱۹/۱۱/۱۴۰۶ھ

”مَجِيدٌ“ اور ”اللّٰهُمَّ“ کو ملا کر کس طرح پڑھا جائے گا؟

سوال (۴۱۳): - کتاب نسخہ صحیحہ ”دلائل الخیرات“ مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب کراچی کے صفحہ ۵۱ پر نوٹ میں تحریر ہے کہ ”اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ صَلِّ“ اگر ”اللّٰهُمَّ“ کے پہلے جو لفظ ہے اس پر وقف کرے تو ”اللّٰهُمَّ“ زبر الف پر پڑھے اور جو وقف نہ کرے تو بدون زبر الف ملا کے پڑھے، اسی طرح ”مجید-اللّٰهُمَّ“ بدون وقف کے ”اللّٰهُمَّ“ ساتھ زبر الف کے پڑھنا غلط ہے، یہ قاعدہ تمام کتاب میں یاد رکھنا چاہئے۔

جواب: - اس صورت میں ”مجید“ پر وقف کرنے کی صورت میں ”اللّٰهُمَّ“ کے الف پر زبر پڑھے، الف پر زبر پڑھنا درست نہیں ہے، اور وصل یعنی ملا کر پڑھنے میں الف ساقط ہو جائے گا اس پر زبر یا

(۱) ”جمال القرآن“ از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، چوتھا حصہ، مخرج نمبر ۸۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: الإقتصاد فی الضاد از قاری رحیم اللہ بکھوری، سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد از قاری محمد شریف صاحب۔

زیر پڑھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، البتہ قاعدے کا تقاضا یہ ہے کہ اگر وصل کرے تو ”مَجِيدُنَ الثَّهْمَ“
پڑھے۔^(۱)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

ھ ۱۳۹۲ / ۱ / ۲۵

محمد رفیع غفرلہ

ھ ۱۳۹۲ / ۱ / ۱۴

(فتویٰ نمبر ۱۱۵ / ۲۳ الف)

لوگوں کو خوش کرنے کے لئے غلط قرآن پڑھنا جائز نہیں

سوال (۴۱۳):- ”ضاد“ پڑھنے سے اکثر حضرات ناراض ہیں، ”دعاؤ“ پڑھنے سے خوش
ہوتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:- محض لوگوں کو خوش کرنے کے لئے ضاد کو قصداً ”دعاؤ“ پڑھنا جائز نہیں، سخت گناہ ہے،
عمومِ بلویٰ قرار دینے سے بھی جائز نہیں ہوگا۔

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

ھ ۱۳۹۱ / ۱۱ / ۱۲

(فتویٰ نمبر ۱۳۳۵ / ۲۶ د)



(۱) ملاحظہ فرمائیے: المرشد فی مسائل التجوید والوقف، از قاری اظہار احمد نقوی، فصل: اجتماع ساکنین ص: ۳۰۲ اور فوائد
مکیہ، از قاری عبدالرحمن کئی، عنوان: اجتماع ساکنین کے بیان میں ص: ۳۰۔

﴿ کتاب ما یتعلّق بالحديث و السنة ﴾

(حدیث اور سنت کے بیان میں)

”اطلبوا العلم ولو كان بالصحین“ کا صحیح مفہوم اور اس حدیث کی سند کی

تحقیق نیز کیا اس حدیث سے چین کی عظمت پر استدلال کرنا صحیح ہے؟

سوال (۴۱۵):- آج کل ایک گروہ ملک چین کی عظمت ظاہر کرنے کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی اس حدیث کو منسوب کرتا ہے، پاکستان میں یہی گروہ اس حدیث کو اپنے جلسوں میں جلی حروف کے ساتھ بیئر کے طور پر آویزاں کرتا ہے، حدیث یہ ہے: ”اطلبوا العلم ولو كان بالصحین“ یہ حدیث کس درجے کی ہے؟ قدسی، صحیح، موضوع، ضعیف، ناقابل حجت، باطل یا دیگر اقسام حدیث؟ نیز احادیث کی کوئی کتب میں صحیح اسناد کے ساتھ درج ہے؟ کیا اس حدیث کا انکار کرنے والا منکر حدیث میں شمار ہوگا؟ یا تائید کرنے والا گمراہ ہے؟

جواب:- اس حدیث کو تمام محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، بلکہ متعدد ائمہ حدیث مثلاً علامہ

ابن الجوزیؒ اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے تو اسے احادیث موضوعہ (من گھڑت حدیثوں) میں شمار کیا ہے۔^(۱) ابن حبان اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ”باطل لا اصل له“^(۲) (یعنی یہ حدیث باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں) لہذا اگر کوئی شخص اس حدیث کے ثبوت کا انکار کر دے تو وہ منکرین حدیث میں شمار کیوں ہوگا، جبکہ یہ حدیث ہی نہیں۔ اس حدیث کے بارے میں محدثین کی مندرجہ بالا آراء اور اس کی سندوں پر بحث مندرجہ ذیل کتب حدیث میں مل سکتی ہے:-

۱- الموضوعات للشوکانی، باب فضائل العلم۔

۲- اللالی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة للسيوطی ص: ۱۹۳۔

۳- تذکرة الموضوعات، کتاب العلم، باب فضل العالم العامل علی العابد۔

یہ تو اس حدیث کی سند کی بحث ہوئی، لیکن فی الجملہ اگر اس مضمون کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے تو اس سے علم کی فضیلت تو ثابت ہوتی ہے، چین کی فضیلت کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتی، بلکہ چین کے علم مطلوب

(۱) مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: مسند البزار، رقم الحدیث: ۹۵، مسند ابی بکر الصدیق۔ و شعب الإیمان للمہدی رقم

الحدیث: ۱۶۱۲، السبع عشر من شعب الإیمان وهو باب فی طلب العلم۔ و فیض القدیر ج: ۱ ص: ۲۹۳۔

(۲) مقاصد الحسنة، حرف الهمزة ج: ۱ ص: ۳۵، و كشف الخفاء ج: ۱ ص: ۱۳۸۔

سے بعید ہونے کی طرف اشارہ نکلتا ہے، جو ہر زبان دان سمجھ سکتا ہے۔ کیونکہ مفہوم ان الفاظ کا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ”تم علم حاصل کرو اگرچہ وہ چین ہی میں ملے“ یعنی اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ علم حاصل کرنے کے لئے چین جیسے دُور دراز مقام کا سفر کرنا ضروری ہے تو بعد مسافت کے باعث تحصیل علم کو ترک نہ کرو، اور طویل سے طویل سفر بھی کرنا پڑے تو علم کی خاطر اسے برداشت کرو۔^(۱) ”اطلبوا العلم ولو بالصّین“ کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ ”علم چین میں ملے گا، تم وہاں کا سفر کرو“ اور یہ بات ہر وہ شخص جانتا ہے جو عربی زبان سے ادنیٰ مناسبت بھی رکھتا ہو۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی غفرلہ

(فتویٰ نمبر ۷۸۹/۲۱ الف)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

کیا یہ حدیث ثابت ہے کہ ”اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے پاس گیا اور بغیر کچھ کھائے پیئے واپس آگیا تو اس نے مردے سے ملاقات کی؟“

سوال (۴۱۶):- ایک صاحب نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: (مفہوم) اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان سے ملاقات کو گیا اور بغیر کچھ کھائے پیئے واپس ہو گیا تو گویا اس نے مردے سے ملاقات کی۔ اس پر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ حضور! ہم میں سے اکثر غریب ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ: ایک کھجور یا دو گھونٹ پانی پلا سکتے ہیں۔ کیا یہ روایت صحیح ہے؟

جواب:- اس مضمون کی حدیث کتب حدیث میں کہیں نہیں ملی، جو صاحب یہ حدیث بیان کرتے ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ اس کا حوالہ پیش کریں، وہ حوالہ پیش کر دیں تو پھر بتایا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث کس درجے کی ہے؟ اور اگر ان صاحب کو حوالہ معلوم نہ ہو تو انہیں حدیث بیان نہیں کرنی چاہئے، جب تک یہ علم نہ ہو جائے کہ یہ واقعی حدیث ہے اسے حدیث بتا کر بیان کرنا جائز نہیں۔ واللہ اعلم

۱۳۹۱/۲/۲۲ھ

(فتویٰ نمبر ۷۸۵/۲۲ الف)

کیا انسان کے مدفن کی مٹی اس کے خیر میں شامل ہوتی ہے؟

سوال (۴۱۷):- سنا گیا ہے کہ انسان کے مدفن سے فرشتے بحکم رب مٹی لاتے ہیں تب انسان

کی پیدائش ہوتی ہے، اور جس جگہ سے ہوتی ہے ٹھیک اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے۔

جواب:- تفسیر قرطبی (ج: ۶ ص: ۳۸۷) میں ہے: "وقد روى ابو نعيم الحافظ في كتابه

عن مرة عن ابن مسعود رضي الله عنه ان الهلك الموكل بالرحم يأخذ النطفة فيضعها على كفه الى قوله يأخذ التراب الذي يدفن في بقعته ويعجن به نطفته فذلك قوله تعالى: "مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ" واخرجه عن ابى هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من مولود إلا وقد ذرَّ عليه تراب حفرته۔"

یعنی حافظ ابو نعیمؒ نے اپنی کتاب میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرشتہ عورت کی رحم پر مقرر ہے، وہ نطفہ لے کر اپنے ہاتھ پر رکھتا ہے اور جس جگہ اس کا دفن ہونا مقدر ہو اس جگہ کی ذرا سی مٹی لے کر نطفے کو گوندھتا ہے۔ ابو نعیمؒ ہی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کے اوپر اس کی قبر کی کچھ مٹی چھڑکی جاتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی غفرلہ

۳/۳/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۳۶۵/۲۲ الف)

کیا یہ حدیث ثابت ہے کہ "بعض لوگ میری امت میں
اس طرح کے ہوں گے جیسے یہود... الخ"؟

سوال (۴۱۸):- اس حدیث کے بارے میں کیا ارشاد ہے کہ بعض لوگ میری امت میں اس طرح کے ہوں گے جیسے یہود، اگر انہوں نے اپنی ماں سے زنا کیا تو یہ بھی کریں گے، اور اگر انہوں نے بہن سے نکاح کیا تو یہ بھی کر کے رہیں گے۔ براہ کرم حدیث کے الفاظ سے مطلع کریں۔

جواب:- مشکوٰۃ شریف میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں:-

عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى

أُمَّتِي كَمَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوُ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّىٰ إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى

أُمَّهُ عِلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ۔ (مشکوٰۃ شریف ص: ۳۰۰) (۱)

یعنی عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کو

ویسا ہی پیش آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کو پیش آیا تھا، حتیٰ کہ اگر بنی اسرائیل میں کسی نے اپنی ماں سے علانیہ زنا کیا ہوگا تو میری اُمت میں بھی (کوئی نہ کوئی) ایسا شخص ہوگا جو یہ حرکت کرے گا۔ واللہ اعلم

محمد رفیع

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

۲۰/۹/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۲۴۸/۲۲ ج)

جو امام یہ حدیث بیان کرے کہ ”اللہ تعالیٰ نماز پڑھتے ہیں“ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم، نیز اس حدیث کی تحقیق

سوال (۳۱۹):- ایک امام صاحب نے تقریر میں یہ حدیث بیان کی معراج آپ تشریف لے گئے اور عرش پر پہنچے تو حضور پر کپکپی طاری ہوگئی، فوراً ایک آواز آئی جو کہ ابو بکرؓ کی آواز سے مشابہ تھی، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم توقف فرمائیے آپ کا رب نماز پڑھ رہا ہے، جس پر حضرتؐ خوش ہونے کہ میرا رب نماز پڑھ رہا ہے۔ یہ حدیث ایمان کو متزلزل کرنے والی ہے، اور کئی سوال کو جنم دیتی ہے، مثلاً ۱- اللہ پاک کا جسم ہونا، ۲- خدا جو کہ مسجود ہے کا ساجد ہونا، ۳- رب سے بڑھ کر کوئی ذات ہے جس کی نماز رب پڑھ رہا ہے وغیرہ۔

کیا اس حدیث کا ثبوت ہے؟ اور ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے؟

جواب:- اس مضمون کی کوئی حدیث نظر سے نہیں گزری، مضمون کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں کہ

نصوص شرعیہ کے خلاف ہے، جو سوالات آپ نے لکھے ہیں اس مضمون سے وہ پیدا ہونے لازمی ہیں۔ ان امام صاحب کو تنہائی میں نرمی سے سمجھانا چاہئے کہ اس قسم کی غیر مستند باتیں بیان کرنے سے پرہیز کریں، اگر وہ اپنے گناہ سے باز آجائیں تو ان کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہوگی، ورنہ مکروہ تحریمی ہوگی، لیکن تنہا نماز پڑھنے کے مقابلے میں بحالت مجبوری انہی کے پیچھے نماز پڑھیں۔^(۱) واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

۲۸/۹/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۲۸۸/۲۲ ج)

جس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف

جھوٹ کی نسبت کی گئی ہے اس کا صحیح مفہوم

سوال (۳۲۰):- بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین مرتبہ جھوٹ

بولے، ان امور کا جواب عنایت فرمائیں۔^(۱)

جواب :- حدیث میں جن واقعات کو ”جھوٹ“ سے تعبیر کیا گیا ہے، وہاں جھوٹ سے مراد ”توریہ“ ہے، جو جائز ہے، حقیقی جھوٹ مراد نہیں، چونکہ یہ تینوں واقعات سورۃ جھوٹ معلوم ہوتے تھے اس لئے جھوٹ سے مجازاً تعبیر فرمایا، تفصیل کے لئے دیکھئے معارف القرآن میں متعلقہ آیات کی تفسیر (سورۃ الانبیاء، رکوع ۵)۔^(۲)

واللہ اعلم

مخدّر فیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۸/۱۱/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۱۷۳۰/۲۳ ح)

داڑھی منڈوانے والے کے بارے میں وعید پر مشتمل ایک حدیث کی تحقیق

سوال (۴۲۱) :- ایک صاحب سے مندرجہ ذیل احادیث سنیں، جو شخص سات اتوار متواتر شبہ بنائے گا عرش سے ایک تلواریں اترے گی اور اس کا سر قلم کر دے گی۔

جواب :- اعلانیہ داڑھی منڈانا اگرچہ سخت گناہ ہے،^(۳) اور علانیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی خلاف ورزی ہے، جو سخت بے غیرتی کی بات ہے، مگر جو بات اس سلسلے میں سوال میں ذکر کی گئی ہے حدیث میں وہ ثابت نہیں۔

واللہ اعلم

۹/۹/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۸۶/۲۳ ز)

کیا یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جمعہ کی فضیلت رمضان سے زیادہ ہے؟

سوال (۴۲۲) :- جمعہ کے دن کی فضیلت تمام دنوں سے زیادہ ہے حتیٰ کہ رمضان شریف سے بھی زیادہ، بندہ ان احادیث کی صحت معلوم کرنا چاہتا ہے۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: ”وَأَشْهَدُ اللّٰهُ بِإِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً“ (النساء)۔

وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، فصل من فضائل ابراہیم الخلیل صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) نیز لا حظ فرمائیے: فتح الباری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: ”وَأَشْهَدُ اللّٰهُ... الخ۔

وشرح النووی علی صحیح مسلم، کتاب الفضائل، فصل من فضائل ابراہیم... الخ۔

ومرقاة المفاتیح، کتاب صفة القيامة... الخ باب الحوض والشفاعة۔

(۳) ولذا یحرم علی الرجل قطع لحيته... الخ۔ رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیعة، ج: ۶ ص: ۷۰۷، سعید۔

جواب :- یہ بات بھی سچ نہیں کہ جمعہ کی فضیلت رمضان سے زیادہ ہے۔ واللہ اعلم

۹۹۹، ۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۸۶/۲۳۰۲)

”جو شخص مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پڑھے اس کے لئے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم پر شفاعت واجب ہوگی“ کیا یہ بات حدیث سے ثابت ہے؟

سوال (۴۲۳) :- مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چالیس نمازیں ادا کرنے کے متعلق جو یہ

مشہور ہے کہ ان نمازوں کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شفاعت واجب ہوگی، کسی حدیث سے ثابت ہے؟ یا کسی بزرگ کا کشف ہے؟ پھر یہ نمازیں تو اتر کے ساتھ جماعت کے ساتھ ادا کرنی ضروری ہیں یا بیچ میں اگر کوئی نماز مسجد میں ادا نہ کر سکے، یا کوئی نماز ادا تو کی لیکن جماعت کے ساتھ ادا نہیں کی تو کیا ایسی نمازوں کا بھی شمار ہوگا یا نہیں؟

جواب :- حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں :-

عن انس مرفوعاً: مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِي أَرْبَعِينَ صَلَوةً لَا تَفُوتُهُ صَلَوةٌ كُتِبَ لَهُ

بِرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَبِرَاءَةٌ مِنَ الْعَذَابِ وَبِرَاءَةٌ مِنَ الْيَفَاقِ۔

(۱)

(جمع الفوائد، ج ۱، ص ۲۰۲، بحوالہ مسند احمد واللاوسط للطبرانی)۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں اس طرح

پڑھیں کہ کوئی نماز فوت نہ ہو، اس کے لئے آگ سے براءت (یعنی حفاظت) اور عذاب سے براءت اور نفاق سے براءت لکھ دی جاتی ہے۔ علامہ پیشی نے ”مجمع الزوائد“ میں اس حدیث کے رجال کی توثیق کی ہے (مجمع الزوائد ج ۳: ص ۸)۔ (۲)

حدیث کے لفظ ”لَا تَفُوتُهُ صَلَوةً“ (یعنی کوئی نماز فوت نہ ہو) اس سے دو باتیں معلوم ہوتیں،

ایک یہ کہ چالیس نمازوں سے مراد فرض نمازیں ہیں، کیونکہ فوت فرض نمازیں ہی ہو سکتی ہیں نفل نماز فوت نہیں ہوتی، کیونکہ اس کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ چالیس نمازیں مسلسل ہونی چاہئیں، درمیان میں کوئی نماز مسجد نبوی میں پڑھنے سے رہ گئی، کہیں اور پڑھی تو اس خاص فضیلت کا وعدہ نہیں، اور بظاہر نماز باجماعت ہی مراد ہے کیونکہ احادیث میں جب فرض نماز مسجد میں پڑھنے کا ذکر مطلقاً آتا

(۱) ایضاً فی مسند احمد، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ رقم الحدیث، ۱۲۱۴۳ و المعجم الاوسط للطبرانی رقم

الحدیث ۵۶۰۲، باب المیم۔

(۲) باب فیمن صلی اربعین صلاۃ۔

ہے تو اُس سے مراد نماز باجماعت ہی ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے کیا بعید ہے کہ جس کی جماعت کسی عذر کے باعث رہ گئی ہو اُس کو بھی یہ فضیلت عطا فرمادیں۔

اور وجوب شفاعت کی حدیث نماز سے متعلق نہیں، اُس کے الفاظ یہ ہیں:-

فَمَنْ صَبَرَ عَلَى لَأَوَانِهَا وَشِدَّتِهَا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(قال النہشی رواد البزار ورجاله رجال الصحیح ج: ۲ ص: ۳۰۶)

یعنی جو شخص مدینہ کی شدت اور تنگی معاش پر صبر کرے گا میں اُس کے لئے قیامت کے دن شفاعت کرنے والا یا گواہی دینے والا ہوں گا۔

وجوب شفاعت کے بارے میں ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں:-

عن سبعة الأسلمية أنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من استطاع منكم أن يموت بالمدينة فليمت فإنه لا يموت بها أحدٌ إلا كنت له شفيعاً أو شهيداً يوم القيامة۔ (رواه الطبرانی في الكبير ورجاله رجال الصحیح، خلا عبد الله بن عكرمة وقد ذكره ابن أبي حاتم وروى عنه جماعة ولم يتكلم فيه أحدٌ بسوء قاله النہشی في مجمع الزوائد ج: ۲ ص: ۳۰۶)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو مدینہ میں مر سکے اُسے چاہئے کہ مدینہ میں مرے، اس لئے کہ جو شخص بھی یہاں مرے گا میں قیامت کے دن اُس کے لئے شفاعت کرنے والا یا گواہی دینے والا ہوں گا۔ یہ سب احادیث قوی سند سے ثابت ہیں۔

واللہ اعلم

۱۰/۲/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۹۰/۲۵ ب)

اپنے نام کے ساتھ ”قریشی“ لکھنا؟

سوال (۴۲۳):- میں ایک برادری کا فرد ہوں، اس زمانے میں برادریوں کو اچھی نظر سے نہیں

دیکھا جاتا، میں اپنے نام کے ساتھ ”قریشی“ لکھنا چاہتا ہوں، شرعی نقطہ نگاہ سے ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب:- اگر آپ نسب کے اعتبار سے قریشی نہیں ہیں تو خود کو ”قریشی“ لکھنا حرام ہے، حدیث

میں اپنا نسب بدل کر ظاہر کرنے کی سخت ممانعت اور لعنت آئی ہے،^(۱) لوگ آپ کی برادری کو اگر اچھا نہیں سمجھتے

تو پروا نہ کیجئے، اللہ کے نزدیک سب سے معزز و مکرم وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو،^(۲) تقویٰ اختیار کیجئے

(۱) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ومن ادّعی الی غیر أبیہ او ائمتھی الی غیر موالیہ فعلیہ لعنة الله و الملائكة و الناس أجمعین، لا یقبل الله منه یوم القيامة صرفاً ولا عدلاً (فی صحیح مسلم، کتاب العتق، باب تحریم التولی العتق غیر موالیہ)۔

.. و کذا فی سنن أبی داود، کتاب الأدب، باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیہ ج: ۲ ص: ۶۶۔

(۲) قل فی القرآن المجید: سورة الحجرات ۱۳ "إِنَّا کَرَّمْنَاکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تَقْوٰی"۔

اللہ کے نزدیک معزز و مکرم ہو جانا بندے کے لئے کافی ہے۔

واللہ اعلم

۱۱/۱۱/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۳۳۳/۲۵ ز)

کیا آخری بدھ کو کام کرنے سے روزی کی برکت ختم ہو جاتی ہے؟

سوال (۴۲۵):- آخری چہار شنبہ کو کام کرنے سے روزی کی برکت ختم ہو جاتی ہے، عام لوگوں

کا خیال ہے اور یہ کہ ایک راج کام کر رہا تھا، حضور کا گزر ہوا، آخری بدھ کا دن تھا، آپ نے کام کرنے سے منع فرمایا اور اُس کی اجرت بھی ادا کی، دوبارہ جب آنحضرت صلعم تشریف لائے تو وہ راج بدستور کام کر رہا تھا جس کی وجہ سے ان لوگوں کے کام میں برکت نہیں ہوتی۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب:- یہ روایت بے اصل اور اصول شریعت کے خلاف ہے، ایسی کوئی روایت حدیث میں

نظر سے نہیں گزری، اس کے برخلاف احادیث بکثرت ہیں کہ نحوست کوئی چیز نہیں^(۱)، اور نحوست کا عقیدہ مشرکانہ عقیدہ ہے۔

بلکہ بدھ آخری ہو یا کوئی اور ہو، بدھ کو جو کام شروع کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے پورا فرمادیتے ہیں،

اس مضمون کی روایت "تعلیم المتعلم" میں علامہ زرنوچی نے صاحب بدایہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

واللہ اعلم

۲۲/۲/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۶/۲۵ ب)

حدیث "المرء مع من أحبَّ وله ما اكتسب" کی صحیح تشریح

سوال (۴۲۶):- کیا دنیا میں جس آدمی کے ساتھ محبت تھی، قیامت میں بھی اُس کے ساتھ

ہوگا؟ میں ایک حدیث تحریر کرتا ہوں وہ حدیث یہ ہے: "المرء مع من أحبَّ وله ما اكتسب" اُس سے معلوم ہوا کہ جو جس کے ساتھ محبت کرتا ہے خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز اُس کا بدلہ ملے گا اور اس کا محبوب اس کے ساتھ ہوگا۔

جواب:- حدیث "المرء مع من أحبَّ" کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی کے اعمال و اخلاق پسند

کرتا ہے عادیۃً ویسے ہی اعمال و اخلاق اس کے بھی ہو جاتے ہیں، لہذا آخرت میں اُن کا حشر ایک جیسا ہوگا،

(۱) والفاظہ: عبدالمہمب عن ابیہ عن جددہ عن حماد بن ابی حماد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا شوم. وان ینک شوم ففی الفرس والمرفق والمکین (المعجم الکبیر للظہیرانی رقم الحدیث ۵۵۵۵، ج ۵ ص: ۳۶۲)۔

وکذا فی جامع الترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی الشوم۔

(۲) سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء ان المرء مع من أحبَّ، ج ۲ ص ۶۳۔

اگر وہ اعمال و اخلاق اچھے تھے تو دونوں جنت میں جائیں گے اور فی الجملہ ساتھ ہوں گے، اور اگر وہ اعمال و اخلاق ناجائز تھے تو دونوں عذاب میں مبتلا ہوں گے، اس صورت میں اگرچہ دونوں ساتھ ہوں گے مگر یہ ساتھ ہونا ان کو مفید نہ ہوگا، ایک دوسرے کے کام نہ آسکے گا، بلکہ اپنے عذاب کی بے چینی میں دوسرے کا ہوش ہی نہ ہوگا، ہاں گاہے گاہے ایک دوسرے کو ملامت کیا کریں گے کہ میں تیری وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوا۔ واللہ اعلم

۱۳۹۳ھ/۲۲/۲

(فتویٰ نمبر ۲۳۶/۲۵ ب)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث لکھنے سے منع فرمایا؟

سوال (۴۲۷):- کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث لکھنے سے منع فرمایا تھا؟

جواب :- ابتدائے اسلام میں جب تک قرآن شریف کا مجاز اسلوب لوگوں کے دلوں میں ممیز ہو کر راسخ نہیں ہوا تھا اس وقت اگر قرآن و حدیث ایک ہی چیز پر لکھے جاتے تو شدید خطرہ تھا کہ لوگ حدیث کو قرآن سمجھ بیٹھیں، اس لئے آپ نے یکجا قرآن و حدیث کو لکھنے کی ممانعت فرمادی تھی۔ ترمذی کی جس حدیث میں حدیث لکھنے کی ممانعت کا ذکر ہے اس کا یہی مطلب ہے، پھر جب لوگوں میں قرآن شریف کا اسلوب خوب ممیز ہو گیا اور قرآن و حدیث کے باہم متلبس ہو جانے کا خطرہ نہ رہا تو آپ نے دونوں کو ساتھ لکھنے کی اجازت بھی مرحمت فرمادی۔^(۱) چنانچہ ہر قل قیصر روم کے نام جو خط آپ نے لکھوایا اس میں قرآن کریم کی آیت اور حدیث ایک ساتھ لکھی ہوئی ہے (یہ خط بخاری شریف میں موجود ہے)۔^(۲)

غرض حدیث لکھنے کی ممانعت علی الاطلاق کبھی بھی نہیں ہوئی، روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ پورے عہد رسالت میں احادیث کی کتابت صحابہ کرامؓ آپ کی اجازت سے کرتے رہے ہیں، لکھنے کی صرف ایک خاص صورت جو اوپر ذکر کی گئی تھوڑے عرصے تک ممنوع رہی، پھر یہ ممانعت بھی منسوخ ہو گئی۔ اس مسئلے کی تفصیل مدلل مطلوب ہو تو ماہنامہ ”البلاغ“ کی جلد اول میں میرا مقالہ مطالعہ کیا جائے جو تقریباً چھ سات قسطوں میں شائع ہوا تھا۔

واللہ اعلم

۱۳۹۳ھ/۱۰/۱۹

(فتویٰ نمبر ۲۳۷/۲۵ ز)

(۱) المرء مع من أحب أي يحشر مع محبوبه ويكون رفيقاً لمطلوبه قال تعالى: "وَمَنْ يُضِعْ يَدَهُ إِلَى الْوَسْوَكَ فَلَا يُبَلِّغْكُمْ إِلَيْهِمْ" الآية، وظاهر الحديث العموم الشامل للصالح والطالح۔ اھ (مراقبة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الحب في الله۔ الخ)۔

(۲) هكذا في فتح الباري، كتاب العلم، باب كتابة العلم ج: ۱ ص: ۱۸۱ والمراقبة۔ خطبة الكتاب ج: ۱ ص: ۳۵۔

(۳) صحيح البخاري، بدء الوحي ج: ۱ ص: ۵۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ملک الموت کے واقعے والی حدیث کی تحقیق

سوال (۴۲۸):- موسیٰ علیہ السلام اور ملک الموت کے واقعے والی حدیث کیا صحیح ہے؟

جواب:- یہ حدیث صحیح مسلم ج: ۲ ص: ۲۶۷ "باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام"

میں مذکور ہے اور صحیح ہے۔ حدیث کے الفاظ بعینہ یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: جاء ملك الموت إلى موسى عليه السلام فقال له: ارجع ربك قال فطم موسى عليه السلام عين ملك الموت ففقاها، قال: فارجع الملك إلى الله تعالى فقال: إنك أرسلتني إلى عبد لك لا يريد الموت، وقد فقا عيني، قال: فرد الله إليه عينه وقال: ارجع إلى عبدى فقل الحياة تزيد فإنت كنت تريد الحياة فضع يدك على متن ثور فما توارت يدك من شعرة فإنت تعيش بها سنة، قال: ثم مه؟ قال: ثم تموت، قال: فالآن من قريب-^(۱)

والله اعلم

۱۳۹۳/۸/۲۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۶۳۳/۲۵ د)

ایک امام صاحب کی بیان کی گئی حدیث میں غلطیوں کی نشاندہی

سوال (۴۲۹):- مسجد کے امام صاحب نے حائضہ عورت کے سلسلے میں مؤذن صاحب کو بتایا

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے، آپ نے کسی عورت کو دیکھا جو آپ کو اچھی معلوم ہوئی، تو آپ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے، انہوں نے فرمایا کہ: میں حائضہ ہوں، تو آپ نے ران اور گھٹنے کے مڑنے کی جگہ خواہش پوری کی۔ مؤذن صاحب نے یہ بات امام صاحب کے خلاف مختلف لوگوں سے بطور تشہیر کہی، کسی نے کہا امام نے غلط کہا، کسی نے کہا کہ حضور کی شان میں گستاخی کی، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہئے۔ مشکوٰۃ شریف جلد دوم ۲۹۷۳ بیان کی تھی، نام میں حضرت سودۃ کی جگہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام لیا گیا، وہ اس غلطی پر شرمندہ بھی ہے، ایسے امام کا کیا حکم ہے؟

(۴۳۰) ۲- امام صاحب کو اپنی اس غلطی پر توبہ کرنا چاہئے تو کس طرح؟

(۴۳۱) ۳- اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۴۳۲) ۴- محض شر کے لئے یا مناصحت کے طور پر اس کا تذکرہ کی تشہیر کرنے والوں پر بھی کوئی

دینی الزام عائد ہوتا ہے؟

(۱) یہ حدیث الفاظ کے لحاظ سے صحیح ہے، لیکن اس میں بعض احادیث الانبیاء، باب وفاة موسیٰ، میں بھی موجود ہے۔

جواب :- امام صاحب مذکور سے حدیث بیان کرنے میں کئی غلطیاں ہوئی ہیں، ایک یہ کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی بجائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام لیا، حالانکہ مشکوٰۃ شریف کی حدیث نمبر ۲۹۷۳ میں واقعہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ دوسری غلطی یہ ہوئی کہ مشکوٰۃ شریف کی حدیث نمبر ۵۰۱، ۵۱۰ کا مضمون بھی حدیث اول کے مضمون کے ساتھ گڈمڈ کر دیا۔ تیسری غلطی یہ ہوئی کہ حدیث نمبر ۵۰۱ و حدیث نمبر ۵۱۰ کا مضمون بھی صحیح نقل نہیں ہوا، کیونکہ حدیث نمبر ۵۰۱ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حالت حیض میں ہوتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے علم دیتے پس میں تہبند باندھ لیتی تھی، پھر آپ میرے ساتھ مل کر لیٹ جاتے تھے۔ اور حدیث نمبر ۵۱۰ کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حالت حیض میں بھی اپنی بیوی کے ساتھ کس حد تک اپنی حاجت پوری کر سکتا ہوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ: عورت کو تہبند بند ہوا دو پھر اس کے اوپر سے اپنی حاجت پوری کر لو۔ بہر حال ان دونوں حدیثوں میں یہ کہیں ذکر نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ران اور گھٹنے کے مڑنے کی جگہ.... الخ۔

خلاصہ یہ کہ امام مذکور سے روایت حدیث میں تین غلطیاں ہوئی ہیں، ان کو اس پر توبہ استغفار کرنا لازم ہے، اور آئندہ روایت حدیث میں پوری احتیاط کریں، اب آپ کے سوالات کا جواب نمبر وار درج کیا جاتا ہے :-

۱- توبہ و استغفار ہی اس کا کفارہ ہے، توبہ سے بڑے سے بڑا گناہ بلکہ کفر بھی معاف ہو جاتا ہے، اس غلطی کا کوئی تاوان لازم نہیں۔

۲- توبہ یہ ہے کہ اس غلطی کو غلط سمجھے، دل سے نادم ہو اور آئندہ پوری احتیاط کا عزم کرے، بس یہی توبہ ہے۔

۳- اس غلطی کی وجہ سے اُس کی امامت میں کوئی فرق نہیں آیا، اس کے پیچھے بلا کراہت نماز جائز ہے، کیونکہ یہ غلطی جبکہ اُن کا بیان ہے بھول سے ہوئی ہے، اور بھول چوک سے جو غلطی ہو وہ گناہ اور معصیت نہیں، البتہ روایت حدیث میں جو احتیاط ان کو کرنی چاہئے تھی وہ نہیں ہوئی اس لئے توبہ کرنی چاہئے، توبہ کرنے کے بعد بے احتیاطی کا گناہ بھی ختم ہو جائے گا۔ بڑے بڑے محدثین سے بھی بعض حدیثوں کی روایت میں نادانستہ غلطی ہوئی تو انہوں نے غلطی سے رُجوع اور توبہ کر لی، اور امت نے ان کے رُجوع کو کافی سمجھا ہے۔

۴- شر پھیلانے یا مخالفت کے لئے کسی مسلمان کی بھول چوک کی تشہیر کرنا اور اُسے بدنام کرنا

ہرگز جائز نہیں،^(۱) مسلمانوں کے درمیان ہنگامہ آرائی اور تفرقہ پھیلا نا گناہ کبیرہ ہے، خاص طور سے جس شخص سے کوئی گناہ قصداً بھی ہو گیا ہو پھر وہ اُس گناہ سے توبہ کر لے تو توبہ سے چونکہ وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے،^(۲) اب اُس گناہ پر اُسے عار و لانا بھی جائز نہیں، حدیث شریف میں ہے کہ ایسے شخص کو جو شخص عار و لاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی اُسی گناہ میں مبتلا فرما دیتا ہے،^(۳) العیاذ باللہ۔

واللہ اعلم

۱۸/۷/۱۴۰۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۱۶۶ / ۳۳ ج)

جن احادیث میں خلیفۃ اللہ المہدی کا ذکر ہے کیا وہ

معتبر احادیث ہیں؟ نیز اس سے کیا مراد ہے؟

سوال (۳۳۳):- صحاح ستہ کی احادیث میں خلیفۃ اللہ المہدی سے کیا مراد ہے؟ کیا احادیث صحیح ہیں یا غیر معتبر؟ جبکہ بخاری و مسلم شریف اور مؤطا امام مالک میں یہ حدیث نہیں ہے، یا مہدی اولاد فاطمہ سے ہوگا؟

جواب:- خلیفۃ اللہ المہدی کی صراحت اگرچہ صحیحین میں نہیں، مگر دوسری کتب حدیث مثلاً ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک حاکم وغیرہ میں جو روایات اس سلسلے کی آئی ہیں^(۴) ان کے مجموعے کو غیر معتبر نہیں کہا جاسکتا۔ علامہ سیوطی نے ایک مستقل رسالہ ”العرف الوردی فی اخبار المہدی“ میں اس کی بہت سی احادیث جمع فرمادی ہیں، یہ رسالہ علامہ سیوطی کی کتاب الحاوی کا جزء بن کر شائع ہوا ہے، حضرت مولانا ورشاد کشمیری کی تالیف ”التصریح بما تواتر فی نزول المسیح“ کا ترجمہ و تشریح احقر نے اردو

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة" (صحيح البخاري، كتاب المظالم والقصاص، باب لا يظلم المسلم المسلم... إلخ ج: ۱، ص: ۳۳۰)۔

(۲) سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب ذكر التوبة: "لنائب من الذنب كمن لا ذنب له" (سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب ذكر التوبة)۔

(۳) والفاظه "من عثر أخاه بذنب لم يمت حتى يعمله" (جامع الترمذی، ابواب الزهد ج: ۲، ص: ۷۷)۔

(۴) چنانچہ سنن ابی داؤد میں ”کتاب المہدی“ اور جامع الترمذی کے ابواب الفتن میں ”باب ماجاء فی المہدی“ کا عنوان قائم کر کے مختلف احادیث ذکر کی گئی ہیں، مذکور بالا دو کتابوں اور دیگر کتب کی چند احادیث ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:-

فی سنن ابی داؤد عن أم سلمة قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: المہدی من عترتی من ولد فاطمة۔ (رقم الحدیث: ۳۷۳۵)۔

... وفی جامع الترمذی عن أبی سعید الخدری قال: خشینا أن يكون بعد نبینا حدث فسالنا نبی الله صلى الله عليه وسلم فقال إن فی أمتی المہدی یخرج یعیش خمساً أو سبعاً أو تسعاً۔ (الحدیث)۔

فی مسند أحمد عن ثوبان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا رایتم الرايات السود قد جاءت من غیر ابن فاطمہ فلیقوا فیها خلیفۃ الله المہدی۔ (رقم الحدیث: ۶۱۳۵۳)۔

... وکذا فی سنن ابن ماجه رقم الحدیث: ۴۰۷۴ وکذا فی المستدرک للحاکم رقم الحدیث: ۸۵۲۱۔

میں بنام "علامات قیامت اور نزول مسیح" کیا ہے، یہ کتاب اردو میں مکتبہ دارالعلوم سے شائع ہوئی ہے، اس میں بھی کئی حدیثیں امام مہدی کے متعلق ہیں۔

واللہ اعلم

۱۸/۲/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۳۷۱/۲۶)

بخاری شریف کی ایک حدیث کو غلط کہنے والے شخص کا کیا حکم ہے؟

سوال (۴۳۴):- ایک شخص بخاری کی اس روایت: "عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

العبد إذا وضع فی قبره وتولّی وذهب أصحابه حتی إنه لیسمع قرع نعالمهم... الخ" (کتاب الجنائز، باب المیت) کو غلط کہہ دے اور ایک مکمل جماعت اس کی تائید کرتی ہو، اس غلط کہنے والے شخص کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

جواب:- جو شخص یہ جاننے کے باوجود کسی حدیث کا انکار کرے کہ وہ بخاری شریف میں موجود

ہے، ایسا شخص سخت گناہگار اور گمراہ ہے، فوراً توبہ و استغفار کرے، اور جب تک توبہ نہ کرے اس سے دوستانہ

تعلقات منقطع رکھے جائیں۔

واللہ اعلم

۲۳/۲/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۳۳۳/۲۶ الف)



﴿کتاب الذکر والدعاء﴾

(ذکر و دعائے متعلق احکام)

وَسَاوِسَ سے بچنے کے لئے چند دُعائیں

سوال (۴۳۵):- کوئی دُعا وغیرہ ایسی کہ ان شکوک و شبہات و ہم اور احساس کے لئے ہو سوچنے کی عادت ہوگئی ہے، کام سے پہلے سوچتا ہوں کہ کرنا چاہئے یا نہ، اس طرح قوتِ ارادی کمزور ہے، اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ میری غلطیوں کو دور کر دے۔

جواب:- یاد رکھئے کہ ماضی میں جو گناہ ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے کے مطابق توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں^(۱)، اب جبکہ توبہ کر چکے ہیں تو ان گناہوں کی فکر و دل و دماغ سے نکال دیجئے، وہ معاف ہو چکے۔ جو وسوسے آپ نے لکھے ہیں ان سے بچنے کے لئے مندرجہ ذیل دُعائیں پڑھا کریں:-

نمبر ۱- ہر نماز کے بعد داہنا ہاتھ سر پر رکھ کر تین بار یہ دُعا پڑھیں:-

اَللّٰهُمَّ اَذْهَبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحُزْنَ۔ (یعنی اے اللہ! میرے فکر و غم کو دور کر دے)

نمبر ۲- ہر نماز کے بعد یہ دُعا کیا کریں:-

رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیْطَانِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔

(اے اللہ میرے پروردگار! میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور

اس بات سے بھی تیری پناہ کا طالب ہوں کہ شیطان میرے پاس آئیں۔)

نمبر ۳- ہر نماز کے بعد عموماً اور رات کو سوتے وقت خصوصاً آیۃ الکرسی اور قل اعوذ برب الفلق اور

قل اعوذ برب الناس پڑھ کر جسم پر دم کر لیا کریں۔ واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع غفرلہ

الجواب صحیح

۱۳۹۰/۱۲/۲۱ھ

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

(فتویٰ نمبر ۶۳۶/۲۱ الف)

(۱) قال تعالى: وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ۝ (الفرقان)۔

وقال تعالى: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَعْلٰنْ اَنْفُسِكُمْ لَا تَقُوْا مِنْ بَرٍّ اَحْسَنَ اَلَّذِيْنَ اِنْ اَللّٰهُ يَغْفِرْ لَكَ ذَنْبًا يَّجِيْعًا (النمر: ۵۳)۔

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن العبد إذا اعترف ثم تاب تاب الله عليه" متفق عليه (المشکوٰۃ، باب الإستغفار والتوبة ج ۱ ص: ۲۰۳)۔

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا؟

سوال (۴۳۶): - قبر پر میت کو ثواب پہنچانے کے لئے ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا کیسا ہے؟

جواب :- جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ ہاتھ نہ اٹھائے جائیں اور نہ اجتماعی طور پر قبر پر دُعا

کرنے کا التزام کیا جائے۔^(۲)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی غفرلہ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

۱۳۹۰/۱۲/۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۱۳۷/۲۱ الف)

مردوں اور عورتوں کا ذکر بالجہر

سوال (۴۳۷): - ذکر بالجہر عورتوں کے لئے جائز ہے یا ناجائز؟

جواب :- ذکر بالجہر عورتوں کے لئے تو مطلقاً باتفاق ناجائز ہے، اسی لئے عورت کی آذان وغیرہ

کو شریعت نے جائز نہیں قرار دیا، کتاب شرح ہدایہ میں ہے: والمرأة منہیة عن رفع الصوت؛ لأن فی

صوتها فتنة ولذا جعل النبي صلى الله عليه وسلم التسبيح للرجال والتصفيق للنساء۔ الهداية، باب

الآذان۔^(۳) اور مردوں کے لئے ذکر جہر میں علماء کا اختلاف ہے، لیکن صحیح اور زیادہ محتاط قول اس بارے میں وہ

ہے جو صاحب فتویٰ خیر یہ نے فرمایا ہے کہ اس مسئلے میں روایات حدیث مختلف ہیں، بعض سے ذکر جہر کی

(۱) قالت عائشة: ألا أخبرتكم عنی وعن رسول الله صلى الله عليه وسلم: قننا: بلى، قالت: لما كانت ليلتي التي كان النبي صلى الله عليه وسلم فيها عندى انقلب فوضع رداءه... (إلى قولها)... فجعلت درعى فى راسى واختمرت وتغنعت إزارى ثم انطلقت على أثره حتى جاء البقيع فقام فأطل القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات... الحديث (صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب الذهاب إلى زيارة القبور)۔

وقال العلامة النووي فى شرحه تحت هذا الحديث:

وقولها: جاء البقيع فأطل القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات (فيه استحباب اطالة الدعاء، وتكريره ورفع اليدين فيه وفيه ان الدعاء القائم اكمل من دعاء الجالس فى القبور)۔

(۲) فإذا بلغ المقبرة يدخله نعليه ثم يقف مستدير القبلة مستقبلاً لوجه الميت ويقول: السلام عليكم يا أهل القبور۔ يغفر الله لنا ولكم، انتم لنا سنن ونحن بالأثر۔ كذا فى الغرائب وإذا أراد الدعاء، يقوم مستقبلاً القبلة كذا فى خزائن الفتاوى۔ (الهندية، كتاب الكراهية، الباب السادس عشر فى زيارة القبور... الخ ج: ۵ ص: ۳۵۰، رشديه)۔

..... تيز دیکھئے: امداد الاحکام ج: ۱ ص: ۳۱۸، ۳۱۷۔

(۳) وصرح فى النوازل بأن نعمة المرأة عورة... ولهذا قال صلى الله عليه وسلم: "التسبيح للرجال والتصفيق للنساء" فلا يجوز ان يسمعها الرجل ومشى عليه المصنف فى الكافي وقال ولا تلبى جهرًا لأن صوتها عورة ومشى عليه صاحب المحيط فى باب الآذان... (إلى قوله)... وفى شرح المنية الاشبه ان صوتها ليس بعورة وإنما يودى إلى الفتنة كما علق به صاحب الهداية وغيره فى مسألة التسبيح ولعلهن إنما مئّعن من رفع الصوت بالتسبيح فى الصلاة لهذا المعنى... الخ (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة ج: ۳ ص: ۶۶)۔

اولیت معلوم ہوتی ہے اور بعض سے ذکرِ خفی کی۔ لیکن ان روایات میں تطبیق اس طرح کی گئی ہے کہ ذکرِ جبر کا حکم مختلف اشخاص اور احوال کے لئے مختلف ہے، پس جہاں ریا کا خطرہ ہو یا نمازیوں یا سونے والوں کو تکلیف ہوتی ہے وہاں ذکرِ خفی کیا جائے، اور جہاں ایسا کوئی مانع نہ ہو وہاں ذکرِ جبر افضل ہے؛ لہٰذا اکثر فائدتہ إلى السامعين ویوقظ قلب الذاکر یتجمع ہملہ إلى الفکر ویصرف سمعہ إلىہ والنوم ویزید النشاط۔ صرح العلامة الشامی من کتاب الحظر والإباحة فی رد المحتار۔^(۱) واللہ اعلم

ممد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

۱۳۹۱/۳/۲۲ھ

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۴۲۶/۲۲ الف)

جامع دُرود شریف

سوال (۴۳۸):- ”اللہم صل علی محمد بن النبی الاُمّی وآلہ واصحابہ وسلّم“،

۲- ”صلی اللہ علی النبی الاُمّی“، ۳- ”اللہم صل علی محمد بن النبی الاُمّی وآلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلّم بعدد کل معلوم“ یہ دُرود کس کس وقت پڑھے جائیں؟

جواب:- ان میں سے تیسرا دُرود شریف پڑھ لیا جائے^(۲) تو پہلے اور دوسرے کی ضرورت نہیں،

اس لئے پس اب تیسرا ہی دُرود شریف پڑھا کریں، دن رات میں جس وقت پابندی آسان ہو وہی وقت مقرر کر لیں اور اس وقت کی پابندی کریں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۱۳۹۱/۷/۱۳ھ

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۸۸۷/۲۲ ب)

دُرود شریف بے وضو بھی پڑھا جاسکتا ہے

سوال (۴۳۹):- ”کیا دُرود شریف بے وضو بھی پڑھ سکتے ہیں؟“

جواب:- دُرود شریف بے وضو بھی پڑھ سکتے ہیں اور حالتِ حیض میں بھی، حالتِ حیض میں

(۱) وأولیٰ منه القول بتقدیم الإخفاء علی الجہر فیما إذا خیف الریاء أو کان فی الجہر تشویش علی نحو مصل أو نائم أو قاری أو مشغل بعلم شرعی وبتقدیم الجہر علی الإخفاء فیما إذا خلا عن ذلك وکان فیہ قصد تعلیم جاہل — اہ (روح المعانی، تفسیر سورة الأعراف ج: ۴ ص: ۲۰۸)۔

(۲) وابن مرددیه عن ابن معود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: إذا صلیتم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم: فأحسنوا الصلاة علیہ فإنکم لا تدون لعل ذلك یعرض علیہ . الخ (روح المعانی، تفسیر سورة الأحزاب آیت: ۵۶ ج: ۱ ص: ۲۱۴)۔

قرآن شریف یا اس کی کوئی سورت پڑھنا جائز نہیں۔^(۱)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

واللہ اعلم

محمد رفیع عفا اللہ عنہ

۱۳/۷/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۸۸۷/۲۲ ب)

زیارت و خانقاہ پر سلام کرنا؟

سوال (۳۳۰): - زیارت و خانقاہ پر سلام کرنا، دُعا کرنا کہاں تک صحیح ہے؟ آیا یہ بزرگ جو دنیا

سے رخصت ہو گئے مدد کر سکتے ہیں؟

جواب: - مسلمان مردوں کو سلام کرنا سنت سے ثابت ہے،^(۲) اور کسی بزرگ کے مزار کے پاس

اس خیال سے دُعا کرنا کہ اس متبرک مقام کی برکت سے شاید دُعا زیادہ قبول ہو جائے، اللہ کے سوا کوئی کسی کی حقیقی مدد نہیں کر سکتا، جو کچھ مانگیں اللہ سے مانگیں، کسی مزدے سے مانگا۔ مانز نہیں۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳/۸/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۹۶۳/۲۲ ب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ ”ص“ لکھنا کافی نہیں

نیز ”محمد صدیق“ وغیرہ نام پر ”ص“ لکھنا ثابت نہیں

سوال (۳۳۱): - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے بعد لفظ ”ص“ (محمد) لکھ دیتے ہیں،

حالانکہ دُرود پڑھنے کا حکم ہے، کیا جائز ہے؟ جس کا نام ”محمد صدیق“ ہوتا ہے وہ لفظ ”محمد“ پر ”صاد“ لکھ دیتا ہے، کیا جائز ہے؟

جواب: - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ ”صاد“ لکھنا کافی نہیں، بلکہ ”صلی اللہ

علیہ وسلم“ پورا لکھنا ضروری ہے، صرف ”صلعم“ لکھنا بھی کافی نہیں ہے۔ دوسرے لوگوں کے نام مثلاً

(۱) ومنها حرمة قراءة القرآن: لا تقرأ الحائض والنفساء والجنب شيئاً من القرآن الخ۔ (الہندیۃ، کتاب الطہارۃ، الفصل الرابع فی احکام الحيض۔ الخ ج: ۱ ص: ۳۸)۔

... ولا يجوز للجنب قراءة القرآن ويجوز له الذكر والتسبيح والدعاء۔ الخ (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الطہارۃ ج: ۱ ص: ۱)۔

(۲) ”عن ابن عباس قال: مر رسول الله صلى الله عليه وسلم بقبور المدينة فأقبل عليه بوجههم وقال: السلام عليكم يا أهل القبور، يغفر الله لنا ولكم، انتم سلفنا ونحن بالأثر۔“ (جامع الترمذی، ابواب الجنائز، باب ما يقول البرجل إذا دخل المقابر ج: ۱ ص: ۲۰۳)۔

”محمد صدیق“ یا ”محمد رفیق“ وغیرہ پر ”صاد“ لگانا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں اور بے فائدہ ہے، نہیں لگانا چاہئے۔^(۱)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۲۲/۱۱/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۷۱۳/۲۲ د)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

بغیر وضو کے ذکر کرنا؟

سوال (۴۴۲):- اللہ کا ذکر بغیر وضو کے کر سکتے ہیں یا اس میں بھی حرج واقع ہوگا؟

جواب:- ہر ذکر بغیر وضو کے کیا جاسکتا ہے مگر قرآن کریم کو بغیر وضو چھونا جائز نہیں، چھوئے بغیر

تلاوت بھی بغیر وضو کے جائز ہے۔^(۲)

محمد رفیع عثمانی

(فتویٰ نمبر ۱۵۸/۲۲ د)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

حضرت حوا کے نام کے ساتھ ”علیہ الصلوٰۃ والسلام“ کہنا؟

سوال (۴۴۳):- لفظ اماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثبوت ہے یا نہیں؟

جواب:- ”علیہ الصلوٰۃ والسلام“ کا کلمہ صرف انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے مخصوص ہے،^(۳)

(۱) ولا یصل علی غیر الانبیاء والملائکۃ إلا بطریق التبع ... ذکر البیری من الحنفیۃ من صلی علی غیرہم اثم وکرہو الصحیح — اھ (روح المعانی ج: ۱ ص: ۱۲۲، تفسیر سورة الأحزاب)۔

... قولہ: (وکذا لا یصل علی احد) ای استقلالاً، اما تبعاً کقولہ: اللہم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ، جاز۔ خانیۃ۔ والمراد غیر الملائکۃ، اما ہم فیجوز علیہم استقلالاً قال فی الغرائب والسلام یجوز عن الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحديث ”صلی اللہ علی آل ابی اوفی“ الصلاة حقہ، فله ان یصلی علی غیرہ ابتداء، اما الغیر فلا — اھ (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، مسائل شتی)۔

(۲) قال اللہ تعالیٰ: لَا تَسُبُّواْ اِلٰهًا نَحْنُ نُسَبِّحُہٗ بِحَمْدِہٖ یَوْمَ الْقِيٰمَةِ (الزمر)۔

(حلبی کبیر، مطلب فی اصح القولین ص: ۵۸، ۶۰)۔

... (وکذا لا یصل علی احد) لا یجوز من المصحف إلا بغلافه والدمع إلا بصرفه للمحدث ایضاً لما تقدم من الدلیل لانه غیر طاهر .. (إلی قولہ) .. (وتکرہ قراءة القرآن للمحدث ظاهراً) ای علی ظهر لسانہ حفظاً بالإجماع وروی اصحاب السنن عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج من الغلاء فیکرؤنا القرآن ویأکل معنا اللحم وكان لا یحجبه او لا یحجزہ عن قراءة القرآن شیء لیس الجنابة — اھ (حلبی کبیر، مطلب فی اصح القولین ص: ۵۸، ۶۰)۔

... ولا یجوز للمحدث والجنب من المصحف إلا بغلافه ولا یجوز للجنب قراءة القرآن ویجوز له الذکر والتسبیح والدعاء — اھ (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الطہرۃ ج: ۱ ص: ۱)۔

(۳) روح المعانی، تفسیر سورة الأحزاب ج: ۱ ص: ۱۲۲

وصم عن ابن عباس انه قال: لا تنبغی الصلاة من أحد علی أحد إلا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وفي رواية عنه ما اعلم الصلاة تنبغی علی أحد من أحد إلا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولكن یدعی للمسلمین والمسلمات بالإستغفار — اھ۔

وفي البحر الرائق، مسائل شتی ج: ۸ ص: ۵۵۵

(ولا یصلی علی غیر الانبیاء والملائکۃ إلا بطریق التبع) لأن فی الصلاة من التعظیم ما لیس فی غیرها من الدعوات وهي زیادة الرحمة والتقرب من اللہ تعالیٰ ... الخ (البحر الرائق، کتاب الحظر والإباحۃ، مسائل شتی ج: ۸ ص: ۵۵۵)۔

غیر نبی کے لئے یہ کلمہ بولنا یا لکھنا سنت سے ثابت نہیں۔ اور چونکہ حضرت حوٰ نبی نہیں تھیں لہذا ان کے نام کے ساتھ بھی یہ کلمہ لکھنا یا بولنا نہیں چاہئے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۱/۱۱/۱۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۳۳/۲۲ د)

جواب صحیح ہے، اور بعض حضرات نے لفظ ”سلام“ کو غیر انبیاء کے لئے بھی جائز کہا ہے، غیر انبیاء کے لئے صرف ”صلوٰۃ“ کو ممنوع کہا ہے، بہر حال احتیاط اس میں ہے کہ انبیاء کے سوا کسی کے لئے یہ لفظ استعمال نہ کریں۔

بندہ محمد شفیع

۱۳۹۱/۱۱/۱۵ھ

رات کو ڈرنے سے بچنے کے لئے اور سکونِ قلب کے لئے دُعا

سوال (۴۴۴): مکرم و محترم جناب مفتی صاحب، السلام علیکم، میری طبیعت خراب ہے، برابر علاج کرایا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوتا، رات کو ڈر بہت لگتا ہے، سوتے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کسی نے دبا دیا ہو۔ نماز، قرآن پڑھتا ہوں مگر جب بھی سکون نہیں ملتا، طبیعت پر وحشت، گھبراہٹ بہت ہوتی ہے، دل میں شیطانی وساوس بہت آتے ہیں۔

جواب:- پنج وقتہ نماز اذان ہوتے ہی پابندی سے پڑھا کریں، روزانہ جتنی تلاوت پابندی سے کر سکیں اُس کی مقدار مقرر کر لیں اور اس کی پابندی کریں، ہر نماز کے بعد سکونِ قلب کی دُعا کریں اور سورۃ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور چاروں قل ہر نماز کے بعد پڑھ کر جسم پر دم کر لیا کریں، نیز رات کو سوتے وقت بھی یہ سورتیں اور آیات پڑھ کر دم کر لیا کریں، ان شاء اللہ پریشانی ختم ہو جائے گی۔ پاکی اور وضو کا خاص اہتمام رکھیں، گناہوں سے پرہیز کریں، اگر پھر بھی یہ صورت حال باقی رہے اور قلب کو سکون نہ ہو تو کسی حکیم سے علاج کرائیے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۱/۱۲/۳۰ھ

(فتویٰ نمبر ۲۳/۵ الف)

جواب صحیح ہے، میں بھی دُعا کرتا ہوں حق تعالیٰ عافیت و سکون عطا فرماوے۔

بندہ محمد شفیع

یکم محرم ۱۳۹۲ھ

۱۔ شادی کے لئے وظیفہ

۲۔ بچوں کی نماز پڑھنے کے لئے وظیفہ

سوال (۴۴۵): محترم مفتی صاحب، السلام علیکم۔

۱۔ گزارش ہے کہ میرے چار بچے ہیں، بڑی لڑکی ہے جس کی عمر ۲ سال ہے، اب تک شادی نہیں ہوئی ہے، ایم اے ہے، انگلش اخبار میں لکھتی ہے، ہم لوگ سید ہیں، مہربانی فرما کر کوئی دعا بتائیں پڑھنے کے لئے کہ لڑکی کی شادی ہو جائے۔

۲۔ میرے میاں کی کئی سال سے نوکری چھوٹ گئی ہے، سب بچے اور گھر والے تیز مزاج ہو گئے ہیں، چھوٹی چھوٹی بات پر سخت کامی سے ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں، میں چاہتی ہوں سب بھائی بہن مل کر رہیں، ایک دوسرے کا خیال کریں، نماز پڑھیں، میں نے چاروں بچوں کو نماز کی تاکید کی بلکہ عادت بھی ڈالی، اب سب تساہل کرنے لگے ہیں، مجھ کو اس بات کا افسوس ہے، آپ ہم لوگوں کو کچھ پڑھنے کو بتائیے تاکہ گھر میں جھگڑا وغیرہ نہ ہو اور سب نماز پڑھیں، قرآن شریف پڑھیں، مہربانی ہوگی۔

جواب:۔ لڑکی کی شادی کے لئے اللہ تعالیٰ سے بکثرت دعا کیا کریں، اولاد کے حق میں ماں باپ کی دعا قبول ہوتی ہے^(۱)، مناسب رشتے کی تلاش بھی جاری رکھیں، نیز یہ دعا ہر نماز کے بعد کیا کریں:۔

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لَنَا شَانَنَا كُلَّهُ

وَلَا تَكِلْنَا اِلَى اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ

اور صبح کی نماز کے بعد اس کو چالیس مرتبہ پڑھا کریں، ان شاء اللہ ہر حاجت اور مراد کے لئے مفید ہوگی۔ نیز چلتے پھرتے جتنا ہو سکے یہ دعا بکثرت پڑھا کریں:۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ

۲۔ اوپر جو دعائیں لکھی گئی ہیں وہ اس مقصد کے لئے بھی مفید ہوں گی، نیز نماز کے بعد اس مقصد کے لئے اردو میں بھی دعا کیا کریں خاص طور پر یہ دعا بھی کیا کریں:۔

(۱) عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ثلاث دعوات مستجابات، دعوة المظلوم ودعوة المسافر ودعوة الوالد علی ولده" (جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب ما ذکر فی دعوة المسافر ج: ۲ ص: ۱۸۴)۔
... وقال فی حاشیة الترمذی للشیخ المحدث احمد علی السہارنفوری ج: ۲ ص: ۱۸۴۔
قوله: "علی ولده" ولم یذكر الوالدۃ لأن حقیقۃ اکثر فدعائہ اُولی بالإجابۃ۔

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ

اور گھروالوں کو خوش خلقی، دین داری اور نماز کی پابندی کی تلقین بھی نرمی اور محبت کے ساتھ جاری رکھیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۲ھ / ۱۱ / ۲

الجواب صحیح

بند و محمد شفیق

(فتویٰ نمبر ۲۶ / ۲۳ الف)

جو الفاظ حدیث سے ثابت نہ ہوں دُعاؤں میں

ان الفاظ کا اضافہ کرنا؟

سوال (۴۴۶) :- زید بعد نماز فرض یہ دُعا پڑھتا ہے: ۱- ”اللھم انت السلام ومنک السلام

والیک یرجع السلام حمینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام تبارک وتعالیت یا ذا الجلال والإکرام“

بکرنے کسی کو مصیبت و پریشانی کے وقت یہ دُعا پڑھنے کو بتائی ہے: ۲- ”یا اللھ، یا رحمن، یا رحیم، یا حی

یا قیوم برحمتک استغیث“ اور کسی خدشے اور خطرے کے وقت یہ ۳- ”حبسنا اللھ ونعم الوکیل نعم

المولی ونعم النصیر“ لیکن خالد کہتا ہے کہ دُعا ”۱، ۲“ میں الفاظ خط کشیدہ اس موقع کی مسنون دُعا میں

إضافہ ہیں، اس لئے صرف مسنون و ماثور الفاظ پر اکتفا کرنا چاہئے، اس میں اضافہ کرنا ٹھیک نہیں۔ دُعا

نمبر ۳ کے متعلق بھی وہ کہتا ہے کہ اس موقع کے جو الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں ان میں

”نعم المولی ونعم النصیر“ کسی روایت سے منقول نہیں، البتہ ایک روایت میں ”علی اللھ توکلنا“ وارد

ہیں، اس لئے سوائے ان کے کسی اور لفظ کا اضافہ ٹھیک نہیں۔ بخلاف اس کے رشید کہتا ہے کہ تینوں دُعاؤں

کو زید و بکر کے بتائے ہوئے الفاظ پڑھنے میں ادعیہ مسنونہ میں کوئی اضافہ نہیں آتا اور ان میں کسی قسم کا

مضائقہ نہیں۔

جواب :- مذکورہ تینوں دُعاؤں میں جو الفاظ لکھے گئے ہیں ان کا پڑھنا بلا کراہت جائز ہے،

بشرطیکہ ان الفاظ کو ضروری نہ سمجھے اور جو الفاظ حدیث سے ثابت نہیں ان کو ثابت بالحدیث نہ کہے، جواز کی

وجہ یہ ہے کہ دُعا مانگنے کے لئے الفاظ ماثورہ کی پابندی ضروری نہیں، اسی لئے عربی کے علاوہ دوسری زبانوں

میں بھی دُعا بلا کراہت جائز ہے، البتہ جس مقصود کی درخواست اللہ تعالیٰ سے کرنی ہے اُس کو ادا کرنے کے

لئے ادعیہ ماثورہ مل جائیں تو بلاشبہ ادعیہ ماثورہ زیادہ باعث برکت ہیں۔^(۱)

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

۱۶/۳/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۲۸۶/۲۳ ب)

مرؤہ فاتحہ خوانی بدعت ہے

سوال (۴۴۷):- میں نے کتابوں میں دیکھا ہے کہ تعزیت ایک ہی دفعہ ہوتی ہے اور زبان سے ہوتی ہے، نماز جنازہ اور دفن کرنے کے بعد عامانگہ کے بعد جو یہ رواج ہے کہ گھروں میں یا داروں میں بیٹھ کر تین یا پانچ دن تک فاتحہ خوانی کرتے ہیں، مجھے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور میں یہ فاتحہ خوانی ترک کئے ہوں۔
جواب:- ایک جگہ لوگوں کو جمع کر کے قرآن ختم کرنا کوئی ضروری نہیں، ہر شخص جس جگہ چاہے، جتنا چاہے قرآن کریم پڑھ کر ایصالِ ثواب کر سکتا ہے، لیکن الگ الگ پڑھنے میں لوگ سستی کرتے ہیں، اس لئے جمع ہو کر ختم قرآن کرنے میں بھی مضائقہ نہیں۔
واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۲۹/۲/۱۳۹۲ھ

سوال:- السلام علیکم، سوال پر نظر ثانی فرمائیں، مجھے اُس کے جواب میں شبہ ہے۔

جواب:- سوال پر مکرر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ سوال کا تعلق ختم قرآن سے نہیں بلکہ مرؤہ فاتحہ خوانی سے ہے جو تعزیت کے وقت کی جاتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مرؤہ فاتحہ خوانی قرآن و سنت اور تعامل صحابہ سے ثابت نہیں اور اس کا التزام بدعت و واجب ترک ہے۔^(۲)
واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

۱۶/۳/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۳۳۹/۲۳ ب)

(۱) وأوّل ما قيل في الحكمة في رده صلى الله عليه وسلم على من قال "الرسول" بدل "النبي" أن الفاظ الأذكار توقيفية ولها خصائص وأسرار لا يدخلها القياس فتجب المحافظة على اللفظ الذي ورد به، وهذا اختيار المازري، قال فيقتصر فيه على اللفظ الوارد بحروفه وقد يتعلق الجزاء بتلك الحروف ولعله أوحى إليه بهذه الكلمات فيتعين أداؤها بحروفه اهـ (فتح الباري، كتاب الدعوات ج: ۱ ص: ۱۱۲)۔

..... قوله: "فقلت: وبرسولك الذي أرسلت... الخ" إنما بدل البراء لفظ الرسول موضع النبي لزيادة في الرسالة نسبة النبوة وإنما ورد عليه ذلك: لأن الصيغة التي دعا بها النبي صلى الله عليه وسلم أقرب إلى الإجابة وإن كان الدعاء جائزاً مستجاباً بما شاء اهـ (الكوكب الدرر، كتاب الدعوات ج: ۲ ص: ۳۷)۔

(۲) ويستحب أن يقال لصاحب التعزية غفر الله تعالى لميتك وتجاوز عنه وتغمده برحمته ووزقك الضبر على مصيبتك وأجرت على موته... (إلى قوله)... ولا بأس لأهل المصيبة أن يجنسوا في البيت..... (بآل القلعة ص: ۶)

سنتوں کے بعد بہ ہیئت اجتماعی دُعا کرنا ثابت نہیں

سوال (۴۴۸):- دُعا سنتوں کے بعد بہ ہیئت اجتماعی سنت ہے یا مستحب یا بدعت؟

جواب :- فرض نماز کے بعد دُعا کرنا خواہ منفرد ہو یا امام ہو یا مقتدی، مستحب ہے واجب یا سنت مؤکدہ نہیں، اور سنتوں کے بعد انفراداً تو مستحب ہے اور بہ ہیئت جماعت کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ تفصیل کے لئے رسالہ ”احکام دُعا“ مصنفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم کا مطالعہ مفید ہوگا۔

واللہ اعلم

۱۱/۱۰/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۲۱/۲۳ د)

گناہوں کی معافی کے لئے وظیفہ

سوال (۴۴۹):- آپ مجھ کو کوئی ایسا وظیفہ بتائیے جس سے میرے گناہ معاف ہو جائیں، اللہ

کا شکر ہے نماز پانچوں وقت پڑھتا ہوں۔

جواب :- دن میں ایک وقت مقرر کر لیں اس وقت روزانہ سو بار استغفار پڑھا کریں، اور

جب بھی کوئی گناہ ہو جائے فوراً توبہ کر لیا کریں کہ: ”اے اللہ! تو مجھے معاف کر دے، میں بہت شرمندہ ہوں، گنہگار ہوں“ اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم کر لیا کریں، اس طرح توبہ کرنے سے گناہ کبیرہ بھی معاف ہو جاتا ہے، البتہ بندوں کے حقوق جب تک بندے خود معاف نہ کریں معاف نہیں ہوتے۔^(۱) واللہ اعلم

۱۲/۸/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۰۱۸/۲۳ د)

دُعا سے پہلے دُرود شریف پڑھتے وقت ہاتھ اٹھانا؟

سوال (۴۵۰):- دُعا مانگتے وقت دیکھنے میں آیا ہے کہ دُعا شروع کرنے سے پہلے جو دُرود

(۱) ترمذی (مکرّم)..... أو فی المسجد ثلاثۃ آیام والنّاس یأتونہم ویعزّونہم ویکرّمہ الجلوس علی باب الدار وما یصنع فی بلاد العرب من فرش البسط والقیام علی قوارب الطرق من أقبح القبائح الخ: الہندیۃ، کتاب الجنائز وما یقتضی بذلک مسائل التعلیۃ... الخ ج ۱ ص ۱۶۵۔

ویکرّمہ الجلوس علی باب الدار للتعلیۃ لأنہ عمل اہل الجاہلیۃ وقد نہی عنہ، وما یصنع فی بلاد العرب من فرش البسط والقیام علی قوارب الطرق من أقبح القبائح الخ رد المحتار، کتاب الجنائز، مطلب فی کراۃ الضیافۃ من اہل المیت ج ۲ ص ۷۴، سعید۔

(۱) عن عبد اللہ بن مسعود قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ“ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الاستغفار والتوبۃ)۔

والمراد بالاستغفار التوبۃ بالنّدامۃ والإقلاع والعزم علی أن لا یعود إلّہ أبداً وأن یتدارک الحقوق إن کانت هناك... الخ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، باب التطوُّع ج ۳ ص ۴۷۴)۔

پڑھا جاتا ہے لوگ اس دُرود پڑھنے کے بعد جو ہاتھ اٹھاتے ہیں صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب :- دُعا سے پہلے جو دُرود شریف پڑھا جاتا ہے وہ بھی دُعا ہے، اس لئے دُرود اور دُعا دونوں ہاتھ اٹھا کر پڑھے جائیں، مگر ہاتھ اٹھانا مستحب ہے،^(۱) کوئی اگر دُرود کے بعد ہاتھ اٹھاتا ہو تو گناہ یہ بھی نہیں۔

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۴۱۳/۲۴ ج)

نماز جنازہ کے بعد دُعا کرنا؟

سوال (۴۵۱) :- بعد نماز جنازہ کے دُعا کیا مانگی جائے؟ کئی لوگ منع کرتے ہیں، کئی لوگ رخصت دیتے ہیں، منع کرنے والے کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنازے کو جلدی قبرستان روانہ کیا جائے۔ جو رخصت دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں کیا، اس لئے مانگنے میں کیا مضائقہ ہے؟

جواب :- نماز جنازہ خود دُعا ہے، اور اس کا بنیادی مقصد ہی میت کے لئے دُعا ہے مغفرت ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرامؓ سے کہیں ثابت نہیں کہ نماز جنازہ کے بعد فوراً اجتماعی طور پر دُعا کا معمول رہا ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ کے بعد دُعا کرنے سے جو منع نہیں کیا اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ دُعا مباح ہوتی مگر شی مباح کا التزام اور ایسا اہتمام کہ تارک پر تکیر کی جائے بدعت ہے، اور ایسی صورت میں اس مباح کا ترک لازم ہے، اس لئے نماز جنازہ کے بعد بہ ہیئت اجتماع دُعا جائز نہیں۔^(۲)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۲۶/۴/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۵۹۰/۲۴ ج)

(۱) دُعا میں ہاتھ اٹھانا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ مشکوٰۃ، کتاب الدعوات ج: ۱ ص: ۱۹۶ میں ہے:-

عن السائب بن یزید عن أبیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دعا رفع یدیه مع وجہہ یمینہ۔
اور دُعا سے پہلے دُرود شریف پڑھنا قبولیت دُعا کا باعث ہے:-

وقال العلامة الشامی کتاب الصلاة، قبیل مطلب فی ان الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم هل تُردُّ أم لا، ج: ۲ ص: ۲۸۲: نفی شرح المجمع لمصنفه ان قدیم الصلاة عنہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الدعاء اقرب إلی الإجابة... (إلی قوله).
وذكر فی الفصل الأول من دلائل الخیرات قال ابو سلیمان الدارانی: من أراد ان يسأل الله حاجته فليكثر بالصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم يسأل الله حاجته. وليختم بالصلاة عنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فإن الله يقبل الصلاتين. وهو اكرم من ان یدع ما بينهما اهـ۔

(۲) ولا يدعوا للمیت بعد صلوة الجنزة لأنہ يشبه الزیادة فی صلوة الجنزة (المرفقة، باب المشی بالجنزة والصلاة علیها ج: ۲ ص: ۳۱۹)۔
... لا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنائز لأنه دعا مرة لأن أكثرها دعاء (البرزازية، کتاب الجنائز، قبیل "نوع آخر" ج: ۱ ص: ۸۰)۔
... لا يقوم بالدعاء... (إلی قوله)... لأجل المیت بعد صلوة الجنزة وقبلها (خلاصة الفتاوى، الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز ج: ۱ ص: ۲۲۵)۔

”حسبی اللہ“ النح کب پڑھنا بہتر ہے؟

سوال (۴۵۲):- ”حسبی اللہ“ النح حضرت عثمانی نے صبح و شام پڑھنے کو حاشیہ میں لکھا ہے، اور

حضرت مفتی صاحب نے بعد نماز صبح و شام لکھا ہے، بہتر کون ہے؟

جواب:- علامہ عثمانی اور حضرت مفتی صاحب کے کلام میں کوئی تضاد نہیں، فرق صرف اتنا ہے

کہ حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے یہ صراحت بھی کر دی ہے کہ ”حسبی اللہ“ النح صبح اور مغرب کی نماز کے بعد پڑھا جائے گا، اور علامہ عثمانی نے نماز کے بعد کی نہ صراحت کی نہ اس کا انکار کیا، لہذا آپ نماز کے بعد ہی پڑھا کریں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

۱۱/۱۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۷۰۲/۲۳ ج)

مسجد میں اکیلے یا حلقہ بنا کر ذکر جہری کرنا؟

سوال (۴۵۳):- مسجدوں میں ذکر بالجہر (یعنی بلند آواز سے) اکیلے یا مل کر (حلقہ کی شکل

میں) کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے یا مکروہ ہے؟

جواب:- مسجد میں اس طرح ذکر بالجہر کہ جس سے نماز پڑھنے والے کا دھیان بٹے یا معتکفین

کی نیند میں خلل ہو یا دوسرے ذکر کرنے والے کو الجھن ہو، درست نہیں، اس قسم کی کوئی خرابی لازم نہ آتی ہو تو بایکراہت جائز ہے، مگر چونکہ عموماً یہ خرابیاں آج کل ضرور لازم آتی ہیں، لوگ حدود کی پابندی نہیں کرتے اس لئے جہر اذکر نہ کیا جائے۔^(۱)

واللہ اعلم

۲۶/۷/۱۳۹۳ھ

دُرود و سلام کا جامع ایک دُرود شریف

سوال (۴۵۴):- حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود و سلام کس طرح پہنچایا جاتا ہے؟ جس

طرح دُرود شریف سو، دوسو، پانچ سو بار پڑھا جاتا ہے اسی طرح سلام بھی پڑھا جاتا ہے؟

جواب:- ایک دُرود شریف یہاں لکھا جاتا ہے جو دُرود و سلام دونوں پر مشتمل ہے: ”اَللّٰهُمَّ صَلِّ

(۱) واولیٰ منہ القول بتقدیم الإخفاء علی الجہر فیما إذا خفف الریاء أو کان فی الجہر تشویش علی نحو مصطلح أو نانم أو قاری أو مشتغل بعلم شرعی... الخ (روح المعانی، تفسیر سورة الأعراف آیت: ۵۵، ج: ۴، ص: ۲۰۸)۔

.. وفی حاشیة الحموی عن الإمام الشعرائی: أجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها، إلا ان یشوش جہرهم علی نانم أو مصطلح أو قاری الخ (رد المحتار، کتاب الصلاة، مطلب فی رفع الصوت بالذکر، ج: ۴، ص: ۵۲۵)۔

عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ“ اسے پورا پڑھ لیا کریں تو سلام علیحدہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۳/۸/۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۲۰۱/۲۳ و)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

خطبہ جمعہ کی اذان کے بعد دعا کرنا؟

سوال (۳۵۵):- جمعہ میں خطبے کی اذان کے بعد دعا مانگنی چاہئے یا نہیں؟

جواب:- زبان سے جائز نہیں، دلِ دل میں جائز ہے، فقی الشامی ج: ۱ ص: ۵۵۰ کذا لک

إذا ذكر النبي صلى الله عليه وسلم لا يجوز أن يصلوا عليه بالجهر بل بالقلب وعليه الفتوى۔^(۱)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۳/۸/۱۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۲۲۹/۲۳ و)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

ذکر جہری کی شرائط، نیز لاؤڈ اسپیکر پر ذکر کرنا؟

سوال (۳۵۶):- ۱- ہم ذکر لاؤڈ اسپیکر سے کرتے ہیں، کیا ایسا ذکر جائز ہے؟

(۳۵۷):- ۲- اگر ایسا ذکر جائز ہے تو رات کے کس وقت تک جائز ہے؟

(۳۵۸):- ۳- بعض راتوں کو جیسے عید میلاد النبی یا شبِ برات میں تمام رات ذکر بذریعہ

لاؤڈ اسپیکر سے جائز ہے ایک گاؤں میں یا نہیں؟

جواب:- ذکر اگر جہرا ہی کرنا ہو تو مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے:-

۱- ریا اور لوگوں کو دکھانا مقصود نہ ہو۔

(۱) وعلى هذا قال ابوحنيفة: إن سماع الخطبة أفضل من الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم فينبغي أن يستمع ولا يصلي عليه عند سماع اسمه في الخطبة لما أن إحراز فضيلة الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم مما يمكن في كل وقت، وإحراز ثواب سماع الخطبة يختص بهذه الحالة، فكان السماع أفضل۔ وروى عن أبي يوسف: أنه ينبغي أن يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم في نفسه عند سماع اسمه، لأن ذلك مما لا يشتغله عن سماع الخطبة فكان إحراز الفضيلتين أحق.... الخ (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في صلوة الجمعة، محظورات الخطبة ج: ۱ ص: ۵۹۴)۔

۲- کسی نماز پڑھنے والے یا ذکر کرنے والے یا سونے والے کی نماز اور ذکر اور نیند میں خلل نہ آتا ہو۔^(۱)
اور لاؤڈ اسپیکر پر رات کو ذکر کرنے میں ان شرائط میں ضرور خلل واقع ہوگا، اس لئے لاؤڈ اسپیکر پر ذکر نہ کریں، ویسے بھی ذکر جہری میں افضل یہ ہے کہ بہت بلند آواز سے نہ ہو، لقولہ تعالیٰ: "وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتُ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا" (سورۃ بنی اسرائیل) شب براءت وغیرہ ہر رات کا یہی حکم ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت پر تو کوئی خصوصی عبادت قرآن و سنت اور تعامل صحابہ میں منقول ہی نہیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۲۳/۸/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۲۸۷/۲۳ د)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

ہر فرض نماز کے بعد امام کا بلند آواز سے دُعا کرنا؟

سوال (۴۵۹):- ہر فرض نماز کے بعد امام بلند آواز سے دُعا کرے اور مقتدی آمین آمین کہیں، تو کیا یہ بدعت ہے یا سنت؟

جواب:- فرض نماز کے بعد اجتماعی طور پر دُعا کرنا احادیث سے ثابت ہے، ہاں دُعا میں اصل حکم یہ ہے کہ آہستہ مانگی جائے، مگر مقتدیوں کی تعلیم کی غرض سے بلند آواز سے مانگنا بھی جائز ہے، حدیث میں اس کی بھی بعض مثالیں موجود ہیں،^(۲) ہاں بلند آواز سے مانگنے کو واجب یا ضروری سمجھنا بدعت ہے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۰/۱/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۷۸/۲۵ الف)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(۱) الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، مطلب فی رفع الصوت بالذكر

و یحرم فیہ (المجدد) السؤال ... (إلی قوله) ... ورفع صوت بذكر ... الخ۔

وقال العلامة الشامي تحته:

(قوله ورفع صوت بذكر ... الخ) وفي الفتاوى الخيرية من الكراهية والاستحسان: جاء في الحديث ما يقتضي طلب الجهر به نحو وإن ذكرني في صلاة ذكرته في صلاة خير منهم رواه الشيخان، وهناك احاديث اقتضت طلب الإسرار، والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، كما جمع بذلك بين احاديث الجهر والإخفاء بالقراءة ولا يعارض ذلك حديث "خير الذكر الخفي" لأنه حيث خيف الرياء أو تأذى المصلين أو القيام فبين خلا ما ذكر ... (إلی قوله) . وفي حاشية الحموي عن الإمام الشعراني: أجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصلي أو قارئ ... الخ۔

(۲) "أملی علی المغيرة بن شعبه فی کتاب إلی معاوية أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی ذبر کئی صلاة مكتوبة: لا إله إلا الله وحده لا شریک له، له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدير، اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجحيم منك الجحيم" (صحيح البخاري، باب الذكر بعد الصلاة)۔ (إلی الخ)

نماز فجر کے بعد جہراً دُعا کرنا؟

سوال (۴۶۰):- ہماری مسجد کے امام صاحب ہر روز صبح کو بعد نماز فجر زور سے دُعا بہت لمبی تمام قرآنی و دیگر دُعا نہیں کرتے ہیں، اور مقتدی حضرات بھی زور سے آمین کہتے ہیں، باقی نمازیوں کی نماز میں خلل ہوتا ہے، کیا ان کا یہ طریقہ خلاف شریعت نہیں ہے؟

جواب:- دُعا کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ آہستہ مانگے، عام معمول آہستہ ہی دُعا مانگنے کا ہونا چاہئے، البتہ لوگوں کو دُعا کی تلقین و تعلیم کے لئے کبھی کبھی اتنی زور سے دُعا کرانا بھی جائز ہے کہ جو مقتدی اُس کے ساتھ شریک تھے وہ سن لیں۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳۹۴/۱۲/۲۶ھ

مستقل مزاجی اور ذہنی آسودگی کا وظیفہ

سوال (۴۶۱):- ذہنی آسودگی، مستقل مزاجی اور ذہنی ٹھہراؤ کے لئے براہ کرم کوئی وظیفہ بتائیں، میں نفسیاتی مریض بن گیا ہوں، جس کی وجہ سے زبان میں کافی لکنت ہو گئی ہے، کبھی حد سے زیادہ احساس کمتری، اور کبھی حد سے زیادہ احساس برتری میں مبتلا ہو جاتا ہوں، کبھی ذہنی توازن اعتماد پر آ جاتا ہے تو ذہنی آسودگی، قلب میں راحت اور دل و دماغ صراطِ مستقیم پر چلتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

جواب:- ان امراض کے ازالے کے لئے ہر نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے الحاج و زاری کے ساتھ دُعا کیا کریں، دُعا سب سے بہتر وظیفہ ہے، نماز باجماعت اور روزانہ تھوڑی بہت تلاوت کی پابندی کریں، اور اُٹھتے بیٹھتے جتنا ممکن ہو "حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ" پڑھا کریں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۱۳۹۴/۱۲/۲۷ھ

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۲۵/۲۰۳ ب)

(بقیہ حاشیہ فی مژشتہ).....

فتح الباری تحتہ: ج ۲۰ ص ۲۱۹

والمختار أن الإمام والباوم یخفیان الذکر إلا إن احتاج إلى التعلیم اء۔

یبدء الإمام جہراً التعلیم القوم ویخافته القوم إذا تعلم القوم ویخافت هو ایضاً وإن جہراً فہو بدعة۔ والبزازیة، کتاب

الصلوة، باب الحادی عشر فی القراءة ج: ۴ ص: ۴۲۔

(۱) ملاحظہ فرمائیے: گزشتہ صفحہ کا حاشیہ۔

تمام پریشانیوں کے حل کے لئے سب سے زیادہ مفید کام

سوال (۴۶۲):- میرا بڑا لڑکا اختر راشد جس کی عمر اٹھارہ سال ہے، ہم نے بچوں کو دینی اور دنیوی دونوں تعلیم دلوائی، لڑکے نے فرسٹ کلاس سے میٹرک پاس کیا، ہم لوگ مشرقی پاکستان ضلع زیلگور میں رہتے تھے، یہاں آکر ایسی سوسائٹی ملی ہے کہ مذہب سے پھرنے لگا ہے، دو سال سے پڑھنا بھی چھوڑ دیا ہے، کوئی وظیفہ اس کے لئے بتائیں۔

میری چھوٹی لڑکی جس کی عمر ۱۶ سال ہے، اپنے رشتہ داروں میں ایک لڑکے سے اس کی شادی کی ہے، ایک سال تک میرے ساتھ رہی، ماد ڈیڑھ ماہ سے سسرال میں رہ رہی ہے، ہر طرح کی تکلیف سے دوچار ہے، بچہ نہ ہونے کا طعنہ ساس سردیتے ہیں، کوئی ایسا عمل بتائیں کہ جلد بچہ ہو جائے اور میاں بیوی میں محبت ہو جائے۔

جواب:- تمام پریشانیوں کے حل کے لئے اپنی امکانی کوشش کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ مفید اور مؤثر چیز دُعا ہے، جتنے زیادہ اجتنام سے دُعا کی جائے گی اتنی ہی مفید و مؤثر ہوگی، نماز وقت پر پابندی کے ساتھ پڑھئے، ہر نماز فرض کے بعد اللہ تعالیٰ سے سب حاجتوں کے پورا ہونے اور سب پریشانیوں سے نجات کی دُعا کیجئے، دُعا سے پہلے اور آخر میں دُرود شریف پڑھئے، دُعا الحاج و زاری کے ساتھ یکسوئی سے ہونی چاہئے، کھانے پینے میں اگر حرام مال آتا ہو تو دُعا قبول نہیں ہوتی، ہر حرام سے اجتناب کیجئے، ان شاء اللہ دُعا میں قبول ہوں گی، دُعا مانگنے کے آداب و احکام کے لئے حضرت مفتی صاحب مدظلہم کا رسالہ ”احکام دُعا“ کا مطالعہ مفید ہوگا، بعض خاص خاص حاجتوں کے لئے خاص خاص دُعا میں احادیث میں آئی ہیں، ان کے لئے حضرت مفتی صاحب مدظلہم کا رسالہ ”ذکر اللہ“ یا حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”اعمال قرآنی“ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۲/۷ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵۶/۲۵ ب)

سورہ یسین پڑھنے کا ایک خاص طریقہ؟

سوال (۴۶۳):- ایک آدمی نے مجھے ایک وظیفہ بتایا تھا، وہ یہ کہ سورہ یسین پڑھی جاوے اور ہر لفظ ”یسین“ کے بعد اذان پڑھا کریں، میں سحری کے وقت یہ پڑھتا ہوں، اس کے پڑھنے میں بہت وقت محسوس ہوتی ہے، کیا میرا یہ عمل شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟

جواب:- وظیفے کا یہ خاص طریقہ سنت سے ثابت نہیں، ہاں اسے سنت یا مستحب سمجھے بغیر محض

جائز سمجھتے ہوئے اگر کوئی پڑھ لے تو گناہ نہیں، اور تلاوت اور ذکر کا ثواب بھی مل جائے گا، اس خاص طریقے کو سنت یا مستحب سمجھ کر کرے گا تو بدعت اور گناہ ہوگا۔

اور بہتر یہ ہے کہ جو اذکار اور ان کے جو طریقے سنت سے ثابت ہیں انہی کو اختیار کیا جائے، انہی میں سب سے زیادہ خیر و برکت اور ثواب ہے۔

واللہ اعلم

۱۳/۲/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۳۰۷/۲۵ ب)

دُرود شریف کے چند کلمات؟

سوال (۴۶۴):- ”صل علی محمد، صل علی بشیر، صل علی شفیعنا“ وغیرہ وغیرہ

پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:- دُرود شریف کے ان الفاظ میں کوئی نا جائز بات نہیں، لیکن دُرود شریف کے جو الفاظ

احادیث میں آئے ہیں اُن کا پڑھنا زیادہ ثواب اور باعثِ خیر و برکت ہے، اور سب سے زیادہ ثواب اُس دُرود شریف میں ہے جو نماز کے قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

۲۲/۳/۱۳۹۴ھ

تراویح کی ہر چار رکعت یا بیس رکعت کے بعد اجتماعی دُعا مانگنا؟

سوال (۴۶۵):- مشرقی پاکستان اور بہار کے علاقوں میں بلا تخصیص دیوبندی و بریلوی تراویح

کی نماز میں ہر چوتھی رکعت پر ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے کا دستور دیکھا، اور کہیں اکٹھے بیس رکعت پر دُعا مانگنے کا، مگر شہر گجرات میں کچھ علماء نے اس کو بدعت قرار دیا ہے۔

جواب:- تراویح کی ہر چوتھی رکعت پر ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا کسی روایت میں نظر سے نہیں گزرا،

اپنے بزرگوں کا عمل بھی اس پر نہیں، اور وتر و نفل کے بعد بھی اجتماعی دُعا کسی روایت سے ثابت نہیں^(۲)، اور بیس رکعت ختم ہونے پر اجتماعی دُعا ہاتھ اٹھا کر کرنے کا معمول اپنے بزرگوں کا رہا ہے، اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ

(۱) افضل الصیغہ و افضل العبارات علی السبوطی قال النہم صل علی محمد وعلی آل محمد... الخ۔ رد المحتار، مقدمۃ مطلب افضل صیغ الصلاۃ... الخ۔

..... قوله ”والأفضل ان يقول اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد... (إلی قوله)... انک جمیع مجید“ قال الشافعی وائصحاب: والأفضل فی صفة الصلاۃ ان يقول اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد إلی آخره اهـ (المجموع شرح المہذب للإمام النووي، باب صفة الصلاۃ ج: ۲ ص: ۶۶۶)۔

(۲) فیجلس بین کل ترویحتین مقدار ترویحة) ولس المراد حقيقة الجلوس بل المراد الإنتظار وهو مغیر فیہ إن شاء جلس ساکتاً وإن شاء هلل أو سجع أو قرأ... الخ (حلبی کبیر، فصل فی الترویحة: ص: ۴۰۴ سہیل اکہمی لاہور)۔

قرآن شریف کی تلاوت کے بعد قبولیت دعا کی زیادہ امید ہوتی ہے، مگر اس کو ضروری سمجھنا یا واجب کا درجہ دینا بدعت ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳۹۴/۱۲/۲۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۸۴۹/۲۵ ج ۲)

فرائض کے بعد دعا جہراً کی جائے یا سرّاً؟

سوال (۴۶۶):- دُعا بعد الفرائض بالسر ہو یا بالجہر؟ اور شرعاً افضل کیا ہے؟ اگر دُعا بالجہر مانگی جائے تو اس صورت میں کراہت ہوگی؟ اور اس وعید ”ادعوا ربکم تضرعاً وخفیة“ کا مرتکب تو نہ ہوگا؟ ہمارے یہاں لوگ دُعا بالسر کے لئے تیار نہیں۔ فرائض کے بعد یہ بیت اجتماعی دعا ثابت ہے یا نہیں؟ یا اور کسی موقع پر اور وہ بھی جہراً؟ قرآن وحدیث کے دلائل دے کر تشریف فرمائیں۔

جواب:- فرض نماز کے بعد دُعا بہ بیت اجتماعی سنت سے ثابت ہے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے رسالے ”احکام دعا“ میں اس کے دلائل دیکھے جاسکتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ یہ دُعا سرّاً کی جائے، امام کو جہراً پر مجبور کرنا جائز نہیں، وہ نہ مانے تو محض اس بناء پر اسے برطرف کرنا بھی درست نہیں، البتہ تعلیم کی خاطر اگر کبھی تبھی امام جہراً دُعا کر دیا کرے تو اس میں بھی کوئی کراہت نہیں۔^(۲)

واللہ اعلم

۱۳۹۴/۱۲/۲۶ھ

(فتویٰ نمبر ۲۷۲۵/۲۵ ج ۲)

عیدین میں دُعا نماز کے بعد یا خطبے کے بعد؟

سوال (۴۶۷):- دُعا بعد صلوٰۃ عید کے بارے میں مختلف دستور دیکھے، بعض جگہ نماز کے بعد، بعض جگہ خطبے کے بعد مصلے پر واپس آکر دُعا مانگتے ہیں۔

جواب:- اس مسئلے میں کوئی صریح روایت نظر سے نہیں گزری، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے خطبات الاحکام کے حاشیہ پر نماز کے بعد اجتماعی دعا کو ترجیح دی ہے کیونکہ نماز کے بعد دعا کی قبولیت کا خصوصی وقت ہے، خطبے کے بعد دعا کا ثبوت کسی دلیل سے نہیں ملتا۔^(۳)

واللہ اعلم

۱۳۹۴/۱۲/۲۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۸۴۹/۲۵ ج ۲)

(۱) قولہ: لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً ینصرف عن یسارہ قال الطیبی وفیہ ابن امیر اصراً علی امرئ مندوب وجعلہ عزمًا ولم یعمل بالترخصۃ فقد اصاب منه الشیطان من الإضلال فکیف من اصراً علی بدعة او منکر... الخ المرقاة، کتاب الصلوٰۃ، باب الدعاء فی التشہد ج: ۳ ص: ۲۵۲، ۲۵۳۔

..... اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لئے بلا حظ فرمائیں: امداد الاحکام کتاب الصلوٰۃ، فصل فی التراتب ج: ۱ ص: ۱۲۳، ۱۲۴۔

(۲) قد مرّ بتخریجہ تحت عنوان ”فرض نماز کے بعد امام کا بلند آواز سے دُعا کرنے کا حکم“۔

(۳) امداد الفتاویٰ ج: ۱ ص: ۲۰۲ تا ۲۰۶، وفتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج: ۵ ص: ۱۶۰۔

دُعائیں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کا وسیلہ اختیار کرنا؟

سوال (۴۶۸):- دعائیں انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ اختیار کرنا ہم نے اپنے اکابرین سے دیکھا

ہے جو کہ علمائے دیوبند سے منسلک رہے ہیں، اس اعتراض کا شافی و کافی جواب عنایت فرمائیں۔

جواب:- ثبوت جواز کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں، کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے،

ناجائز ثابت کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے زندہ کے وسیلے کا

جواز تو ثابت ہوتا ہے، میت کے وسیلے کے جواز و عدم جواز سے یہ روایت ساکت ہے، لہذا عدم جواز پر اس

کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۱۲/۲۲ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۲۸۳۹ ج)

اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا حکم

سوال (۴۶۹):- آج کل عام لوگ اذان پڑھنے کے بعد دعا کرتے ہیں مع ہاتھ اٹھانے،

حدیث شریف میں دعائے وسیلہ آیا ہے کیا رفع یدین بھی آیا ہے؟

جواب:- اذان کے بعد دعا کرنا جس میں وسیلے کی دعا بھی ہے مسنون ہے، مگر ہاتھ اٹھانا

کسی حدیث میں خاص اس موقع کے لئے نظر سے نہیں گزرا، تاہم کوئی ہاتھ اٹھا کر دعا کرے تب بھی مضائقہ

نہیں، مگر ہاتھ اٹھانے کو ضروری یا اس خاص موقع کے لئے مسنون نہ سمجھے۔^(۲)

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۱۱/۲۱ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۲۸۳۹ ج)

(۱) عن ابی اُمَامَۃَ بنِ سَہْلِ بنِ حَنِیْفٍ عن عَمْرِو عَثْمَانَ بنِ حَنِیْفٍ ان رجلاً کان یختلف إلی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حاجة لہ، فکان عثمان لا ینتفت إلیہ ولا ینظر فی حاجتہ، فلقی ابن حنیف فشکی ذلک إلیہ، فقال لہ عثمان بن حنیف: انت المیضاة فتوضا ثم انت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل: اللہم انی اسألتک واتوجه إلیک بنبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمة... الخ۔ (المعجم الكبير للطبرانی رقم الحديث: ۸۲۲۲)۔

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:-

والتفصیل فی المسئلة التوسل بالمخلوق لہ تفاسیر ثلاثہ: الاول دعاء واستغاثۃ کفعل المشرکین وهو حرام إجماعاً اھ۔ والثانی طلب الدعاء منہ ولهذا جائز فہم یمن یمن کلہ الدعاء منہ ولم یثبت فی المیت بدلیل فیختص هذا المعنی بالیحي۔ والثالث دعاء اللہ ببرکۃ هذا المخلوق المقبول ولهذا قد جوزه الجمهور۔ (مجموع رسائل توشیح بحوالہ دارالفتاویٰ ج ۲: ص ۸۳۵) اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: امداد الاحکام ج ۱: ص ۱۳۳، ۱۳۴، وتکملة فتح المبین، تحت حدیث الغفر ج ۵: ص ۲۶۴، ۲۶۵۔

(۲) عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول "اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول۔ ثم صلو علی فہ من صلی علی صلی اللہ علیہ بیعا عشرًا، ثم سلوا اللہ فی الوسيلة فہنھا منزلة فی الجنة لا تنبغی إلا لعبد من عباد اللہ وأرجوا ان اکون انا هو، فمن سأل لی الوسيلة حلت علیہ الشفاعۃ۔" (صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعہ، الخ ج ۱ ص ۱۶۱)۔

(۳) وكذا فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، کتاب الصلوۃ، باب الاذان ج ۲ ص ۵۰۔

”الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ“ دُرود ہے یا نہیں؟

سوال (۴۷۰):- ”الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ یا حبیب اللہ“ دُرود ہے یا نہیں؟

جواب:- ”الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ یا حبیب اللہ“ دُرود و سلام دونوں کا مجموعہ ہے، مگر

چونکہ اس میں صیغہ خطاب و ندا مذکور ہے، اس لئے یہ روضہ اقدس پر خاضری کے وقت پڑھا جاتا ہے، باقی مواقع پر وہ دُرود شریف سب سے افضل ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔^(۱) واللہ اعلم

۱۳۹۳/۸/۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۲۴/۲۵/۵)

”اعمالِ قرآنی“ عملیات سیکھنے کے لئے مفید ہے

سوال (۴۷۱):- میں قرآنی عملیات سیکھنا چاہتا ہوں، آپ کے پاس اس سلسلے میں کوئی

کتاب ہے؟

جواب:- ”اعمالِ قرآنی“ (تالیف حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی) کا مطالعہ کیجئے،

یہ کتاب شاید اس پتے سے مل جائے۔ مکتبہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴۔

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۸/۲۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۹۳۴/۲۵/۵)

”مناجاتِ مقبول“ کی دُعا ”وَبِالْأَسْمَاءِ الثَّمَانِيَةِ الْمَكْتُوبَةِ... الخ“

میں آٹھ اسماء سے کون سے اسماء مراد ہیں؟

سوال (۴۷۲):- ”مناجاتِ مقبول“ منزل جمعہ ”من کتابک وبِالْأَسْمَاءِ الثَّمَانِيَةِ الْمَكْتُوبَةِ

علی قرن الشمس“ وہ آٹھ نام در یافت طلب ہیں اور ۹۹ نام حفظ ہیں وہ نام ان ہی میں ہیں یا اور ہیں؟

جواب:- ”مناجاتِ مقبول“ کے حاشیہ پر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم نے

ان آٹھ ناموں کی کچھ تفصیل درج فرمائی ہے، جو ذیل میں بعینہ نقل کی جاتی ہے:-

”شاید یہ اسمائے ثمانیہ وہ ہوں جن کو شیخ عبد الوہاب شعرانی نے یواخت میں اسمائے حسنی کی مفصل

بحث کے بعد مستقل باب میں علیحدہ کر کے بیان کیا ہے، اور وہ یہ ہیں: الحی، العالم، القادر، البرید، السمع،

البصیر، المتکلم، الباقی۔ الیواخت الجواہر بحث نمبر ۱۶ میں ان اسمائے عظمیٰ کی تفصیل بھی مذکور ہے۔ محمد شفیع

(حاشیہ مناجاتِ مقبول ص: ۹۱ منزل یوم الجمعة)۔“

(۱) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان ”دُرود شریف کے چند کلمات کا حکم“۔

یہ عبارت ”مناجات مقبول“ عربی مترجم کے حاشیہ پر درج ہے، جو ”ادارۃ المعارف کراچی“ سے شائع ہوئی ہے۔

واللہ اعلم

۱۸/۲/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶/۳۶۸)

کسی بزرگ کے مزار پر اس کے وسیلے سے دُعا مانگنا؟

سوال (۳۷۳):- ایک شخص نے مزار پر کھڑے ہو کر یوں دُعا مانگی: ”اے اللہ! اپنے فضل سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اور ابن صاحب قبر کے واسطے سے میری فلاں حاجت روائی فرما۔“

واللہ اعلم

جواب:- اس طرح دُعا مانگنا جائز ہے۔^(۱)

۲۱/۲/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶/۳۱۸ الف)

کیا کوئی شخص انتقال کے بعد بھی کسی کے لئے دُعا کر سکتا ہے؟

سوال (۳۷۴):- کیا کوئی شخص وصال کے بعد بھی کسی کے لئے دُعا کر سکتے ہیں؟ ان میں پیغمبر، صحابہ، اولیاء شامل ہیں۔

جواب:- اللہ تعالیٰ چاہے تو مردوں کو بھی دُعا کرنے کی قدرت دے سکتے ہیں، مگر کسی خاص مردے کے بارے میں یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی قدرت دی ہے یا نہیں؟

واللہ اعلم

۲۱/۲/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶/۳۱۸ الف)

سحر کا اثر دُور کرنے کے لئے وظیفہ

سوال (۳۷۵):- اگر کسی پر جادو کا اثر ہو جائے یا جادو کا شبہ ہو تو کیا کیا جائے؟

جواب:- اگر کسی پر سحر کا اثر ہو یا اثر ہو جانے کا اندیشہ ہو، گیارہ مرتبہ صبح کو بعد نماز چاروں قل اور الحمد شریف پڑھ کر پانی پر دم کر دیں اور عشاء تک اس میں سے تھوڑا تھوڑا وقفے وقفے سے پلاتے رہیں، اور اس کے لئے باقاعدہ عامل سے بھی رُجوع کریں۔

واللہ اعلم

۲۸/۲/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶/۳۷۰ الف)

(۱) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان ”دُعائیں انبیاء و اولیاء کے وسیلے اختیار کرنے کا حکم“۔

روحانی یا جسمانی امراض کے لئے قرآنی آیات سے دَم اور تعویذ کرنا؟

سوال (۴۷۶):- زید کہتا ہے کہ کسی بیماری روحانی یا جسمانی کے لئے قرآنی آیات سے جھاڑ پھونک اور تعویذات کرنا شرعاً جائز نہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرامؓ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، لہذا یہ سب شعبہ بازی اور دھوکا ہے۔

جواب:- زید غلط کہتا ہے، کتب حدیث مثلاً مسلم شریف وغیرہ میں صحیح احادیث کثیرہ زید کی تردید کے لئے کافی ہیں، مثلاً دیکھئے مسلم شریف جلد ثانی، باب الطب والمرض والرقی سے باب استحباب وضع یدہ علی موضع الالم مع الدعاء تک (از ص: ۲۱۹ تا ص: ۲۲۳ ج: ۲)۔^(۱) واللہ اعلم

۱۳۹۵/۷/۲۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۸۷/۲۶ د)

کیا جنات وغیرہ کا اثر انسانوں پر ہوتا ہے؟

سوال (۴۷۷):- زید کہتا ہے کہ جنات وغیرہ کا اثر بھی ایک شعبہ بازی ہے، جنات کا انسانوں پر آنا بالکل من گھڑت بات ہے کیونکہ قرونِ اولیٰ میں ایسی کوئی دلیل نہیں ملتی، اور جنات کا عمل کرنے والے سب شعبہ باز اور شیطان ہیں۔

جواب:- زید کی یہ بات بھی بلا دلیل ہے اور غلط ہے۔^(۲) واللہ اعلم

۱۳۹۵/۷/۲۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۸۷/۲۶ د)

۱، فی صحیح مسلم، استحباب وضع یدہ علی موضع الالم مع الدعاء وقم الحدیث ۴۰۶۲

عن عثمان بن ابی العاص الثقفی انه شکا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجعاً یجده فی جسمہ فشدُّ اسْم فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ضَعْ یدَکَ عَلَی الَّذِی تَأَلَمُ مِنْ جَسَدِکَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلَاثًا وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقَدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاوِرُ۔

وفی صحیح مسلم ایضاً باب رقیۃ المریض بالمعوذات والنفس، وقم الحدیث ۴۰۶۵

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا مرض أحدٌ من أهلہ نَفَثَ علیہ بالمعوذات فلَمَّا مرض مرضہ الَّذِی مات فیہ جعلتُ النَّفْثَ علیہ وامسحہ بید نَفْثَہ لِأَنِّہَا کانت اعظم بركة من یدِی۔

۲، والجنون الحاصل بالمس قد یقع احياناً ولہ عند أهل الحاذقین امراض یمر فونہ بھا، وقد یدخل فی بعض الاجزاء علی بعض کیفیات ریح متعفن فتلقت بہ روح خبیثۃ تناسب فیحدث الجنون ایضاً علی اتم وجہ وربما استولی ذلک البخار علی الحواس وعطلھا واستقلت تلك الروح الخبیثۃ بالتصرف فتتکلم وتبطل وتسمی بآلات ذلک الشخص الَّذِی قامت بہ من غیر شعور للشخص بشئ من ذلک اصلاً، وهذا کالمشاهد المحسوس الَّذِی یکاد بعد منکرہ مکابراً منکرًا للمشاهدات اھ الروح المعانی، سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۵ ج ۲ ص ۳۷۴۔

قنوتِ نازلہ پڑھنے کا حکم

سوال (۴۷۸):- ملک و ملت کی موجودہ بحرانی اور مخدوش حالت کے پیش نظر ہماری مسجد کے امام صاحب نے دو چار روز سے نمازِ فجر میں قنوتِ نازلہ پڑھنی شروع کی ہے، انتظامیہ کے ارکان سمیت مسجد کے تمام نمازی حضرات امام صاحب موصوف کے اس عمل سے قطعی طور پر مطمئن ہیں، لیکن ایک مقتدی کو اعتراض ہے کہ موجودہ حالات میں قنوتِ نازلہ پڑھنے کا جواز نہیں، شرعاً ان حالات میں قنوتِ نازلہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب:- موجودہ حالات میں بلاشبہ قنوتِ نازلہ پڑھنا بہتر ہے، فقہائے کرام نے ایسے حالات میں قنوتِ نازلہ پڑھنا تحریر فرمایا ہے۔

واللہ اعلم

بندہ عبدالرؤف سکھروی

۲۴/۴/۱۳۹۷ھ

(فتویٰ نمبر ۴۱۳/۲۸ ب)

جواب صحیح ہے، آفات و مصائب اور فتنے کے وقت فقہائے کرام نے قنوتِ نازلہ پڑھنے کی تصریح

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

فرمائی ہے۔^(۱)

۲۴/۴/۱۳۹۷ھ

کیا دُرود شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں؟

سوال (۴۷۹):- جب دُرود شریف پڑھا جاتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں یا فرشتے دُرود لے کر وہاں پہنچتا ہے؟

جواب:- روضہ اقدس پر حاضر ہو کر دُرود و سلام عرض کیا جاتا ہے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں، اور کسی جگہ جو دُرود پڑھا جاتا ہے وہ فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں۔^(۲)

واللہ اعلم

۲۵/۱۱/۱۳۹۷ھ

(فتویٰ نمبر ۱۴۳۱/۲۸ ج)

(۱) قولہ (فیقننت الإمام فی الجہریۃ) یوافقه ما فی البحر والشرئلالیۃ عن شرح النقایۃ عن الغایۃ: وإن نزل بالسنن من نازلۃ قننت الإمام فی صلاۃ الجہر وهو قول الثوری وأحمد اہ وکذا ما فی شرح الشیخ إسماعیل عن البیاض: إذا وقعت نازلۃ قننت الإمام فی الصلاۃ الجہریۃ اہ (رد المحتار، مطلب فی القنوت النازلۃ ج ۲، ص ۵۴۱، ۵۴۲)۔

... وقد روی عن الصدیق رضی اللہ عنہ أنه قننت عند محاربة الصحابة مسیمة وعند محاربة أهل الكتاب وكذلك قننت غیر الخ (فتح القدیر، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الوتر ج ۱، ص ۴۴۴)۔

(۲) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "من صلی علی عند قبری سمعته، ومن صلی علی نائباً أبلغته۔" (شعب الإيمان للبیہقی رقم الحدیث: ۱۵۴۲)۔

بعض اکابر کی طرف سے نمازوں کے بعد دعا کو

بدعت کہنے کی وضاحت

سوال (۴۸۰):- منہ و منالہکرم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خدا کرے آپ مع جمیع متعلقین خیریت سے ہوں۔

گزشتہ دنوں ملتان خیر المدارس میں ختم بخاری شریف کے موقع پر منہ و منالہکرم حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم تشریف لائے تھے، میں بھی بغرض زیارت و ملاقات ملتان گیا تھا، لیکن کوشش بسیار کے باوجود صرف زیارت ہی ہوئی، ملاقات نہ ہو سکی، یہ بھی غنیمت ہے۔ بہر کیف ایک بات جناب سے دریافت کرنی ہے، وہ یہ ہے کہ کراچی میں مولانا رشید احمد صاحب یہ کون صاحب ہیں؟ نام تو یہ اپنی تقاریر میں حضرت حکیم الامت حضرت مجدد الملت تھا نوئی رحمۃ اللہ علیہ کا لیتے ہیں اور کچھ مسائل ایسے چھیڑ بیٹھے ہیں جو جمہور علماء کے ذوق کے خلاف ہیں، ہم نے اپنی عمر میں کتابیں اگرچہ زیادہ نہیں دیکھیں لیکن ایسے حضرات کو ضرور دیکھا ہے جن کا علم و عمل مسلم تھا، ان کے پیچھے نمازیں بھی پڑھی ہیں، ان کا عمل ہمارے سامنے ہے، ملتان خیر المدارس میں وفاق المدارس کا اجلاس تھا، آپ کے والد محترم اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے، ان کی معیت میں کئی نمازیں پڑھیں، صبح کی نماز مولانا بنوریؒ نے پڑھائی، پورے ملک کا نچوڑ فحول علمائے کرام موجود تھے، انہوں نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا بھی کی، لیکن مذکور الصدر مولانا رشید احمد صاحب نمازوں کے بعد دعا کو بدعت فرماتے ہیں، اچھی خاصی تشویش ہے، براؤ کرم اس کی وضاحت فرماویں۔ شہر رمضان برکتوں کا مہینہ جاری ہے برادر محترم حضرت حافظ صاحب کے لئے اور ہمارے لئے خصوصی دعا فرماویں، اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ عاطفت ہمارے سروں پر تادیر قائم و دائم رکھے۔

جواب:- علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحمد اللہ یہاں خیریت ہے، آپ کی خیر و عافیت کے لئے دعا گو ہوں۔

عرصہ دراز کے بعد گرامی نامہ باعث مسرت ہوا، میں ایک ماہ کے طویل سفر میں تھا، جواب میں اس لئے تاخیر ہوئی۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم میرے نہایت محسن و مشفق استاذ ہیں، ہم دونوں بھائیوں نے دارالعلوم کراچی میں حضرت مدظلہم سے بخاری شریف اور منطق و علم ہیئت کی اہم کتابیں

بجہ اللہ پڑھی ہیں، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں دارالعلوم سے مستغنی ہو کر الگ دینی ادارہ قائم فرمالیا تھا، نہایت تبصر عالم دین اور جامع معقولات و منقولات ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے علوم و فیوض سے ہمیں مالا مال رکھے، آمین۔

لیکن دُعا بعد الصلوٰۃ کے مذکورہ مسئلے میں ہمارے بزرگوں کا جو عمل تھا ہمارا عمل بھی بجہ اللہ اسی پر ہے، اور احادیث کی روشنی میں ہے۔ حضرت مدظلہم کو غالباً وہ احادیث نہیں پہنچی ہیں، یا ان میں کوئی ضعف پایا ہوگا جو ہمارے بزرگوں کے نزدیک (ضعف) معتبر نہیں تھا۔

واللہ اعلم

نمبر ۱۰/۱۲۱/۱۴۲۱ھ



﴿کتاب ما يتعلق بالتصوف والسلوك﴾

(تصوف و سلوک کے بارے میں)

فصل فی البیعة (بیعت کے بیان میں)

تصوّف شریعت کا ایک اہم حصہ ہے

سوال (۴۸۱):- عرض یہ ہے کہ زمانہ ماضی و حال میں اہل اللہ نے تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کے لئے جو مخصوص ذرائع تجویز کر رکھے ہیں اور تصوّف کے عنوان سے مختلف سلسلے وجود میں آئے ہیں، نیز ذکیر الہی کے جو مقرر طریقے اور شکلیں ان حضرات نے اپنے ہاں تربیت پانے والوں کو تلقین فرما رکھی ہیں، جن میں کلمہ طیبہ اور ذکر اسم ذات جہر کے ساتھ اپنی ”ضربی“ صورت میں بھی شامل ہے، قرآن و سنت کی روشنی میں یہ کہاں تک درست اور جائز ہے؟ اگر یہ ذکر انفرادی یا اجتماعی طور پر مسجد میں صاحب ارشاد کی موجودگی میں جہر کے ساتھ ہو جبکہ کسی دوسرے کی نماز میں ہرگز مخل نہ ہو، کہاں تک درست ہے؟

کیا اس سلسلے اور ان کے معروف طرق کو جو کہ اہل اللہ نے احسانی کیفیت کے حصول کے لئے بطور وسیلہ اور ذریعہ کے اختیار فرماتے ہیں بدعت کہا جاسکتا ہے؟

جواب:- طریقت و تصوّف کوئی نئی چیز نہیں ہے، بلکہ اتنی پرانی ہے جتنا اسلام پرانا ہے، اور یہ شریعت کا ایک اہم شعبہ ہے اور اکثر سلاسل کا ثبوت بواسطہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

تصوّف کی ضرورت قرآن و حدیث اور فقہ سے ثابت ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ احکام شریعت دو قسم پر ہیں، ۱- ظاہر سے متعلق، ۲- باطن سے متعلق۔ اعمال باطنہ کا وجود قرآن و حدیث سے ثابت ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے: ”وَذَرُوا ظَاهِرَ الْاِلَهِمَّ وَبَاطِنَهُ“^(۱) ظاہری گناہ اور باطنی گناہ چھوڑ دو۔

اس کے علاوہ حسد، کبر، ریا، حب مال، حب جاہ، بغض وغیرہ جیسے رذائل، اور شکر، صبر، توکل، خوف، محبت وغیرہ جیسی صفات حمیدہ۔ اول کے علاج اور ثانی کے حاصل کرنے کے طریقے قرآن کریم اور احادیث میں بہت کثرت سے مذکور ہیں۔ نیز تصوّف احسان کا نام ہے جو کہ حدیث جبرائیل میں ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے:-

ان تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك۔^(۱)

احسان نام ہے اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کامل خشوع و خضوع سے ادا کرو اور اس طرح عبادت کرو جس سے ظاہر ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اور اگر یہ کیفیت حاصل نہ ہو تو کم از کم یہ خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوت بڑی قوی تھی، اور آسمانی بجلی سے بھی زیادہ طاقتور تھی، اس لئے ریاضت و مجاہدہ کی اتنی ضرورت نہیں پڑتی تھی، جو شخص بھی اخلاص سے مجلس میں حاضری دیتا اس کے قلب پر ایسا اثر ہوتا کہ اس کی زندگی کی کاپلٹ جاتی، اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد ویسی روحانی طاقت کسی کی نہیں، نیز صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے سے جتنا زمانہ دور ہو جاتا ہے روحانی اور قلبی صفائی میں کمی ہوتی جا رہی ہے اور میل بڑھتا اور جمنا جا رہا ہے۔ اس لئے اب ریاضت و مجاہدہ کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے، اس لئے حضرات مشائخ ذکر جہری و سری، پاس انفاس، مراقبہ اور محاسبہ، چلہ کشی، قلت طعام، قلت منام و مقال وغیرہ جیسے مجاہدات حسب حال مرید حسب ضرورت کرواتے ہیں اور یہ امور بدعت نہیں ہیں، بلکہ مأمور بہا ہیں، اس کی نظیر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جہاد کے لئے تلوار، تیرکمان وغیرہ کافی کرتا ہے، کلاشنکوف، راکٹ اور ہوائی جہاز وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں آتا، آج اگر ہم یوں کہیں کہ شرعی جہاد صرف تلوار سے ہوگا، کلاشنکوف، راکٹ وغیرہ سے بدعت ہے، تو ہر آدمی اس کو بیوقوفی کہے گا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے: ”وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ“ (الآیۃ)۔^(۲) مقصود جہاد سے اعلائے کلمۃ الحق ہے، جیسے بھی حاصل ہو، اسی طرح مقصود احسان ہے جس طرح بھی حاصل ہو بشرطیکہ وہ طریقہ قرآن و حدیث کے کسی حکم سے متصادم نہ ہو۔

حاصل یہ ہے کہ مشائخ حقہ جو مرید سے مجاہدات وغیرہ کرواتے ہیں شرعاً بطور علاج صحیح ہیں، ان کو بدعت کہنا کسی طرح درست نہیں بشرطیکہ ان کو بالذات مقصود نہ سمجھا جائے۔ اور ذکر بالجہر جائز ہے بشرطیکہ ریا کا اندیشہ نہ ہو، اور سونے والوں کے آرام میں خلل نہ پڑتا ہو اور نمازیوں کی تشویش کا سبب نہ بنے۔^(۳)

واللہ اعلم

محمد خالد

(فتویٰ نمبر ۳۱/۳۰ الف)

(۱) صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب سوال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الإیمان، وصحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب معرفة الإیمان والإسلام والقدرة، وباب الإیمان ما هو وبيان خصاله، وباب الإسلام ما هو وبيان خصاله۔

(۲) الأنفال آیت: ۶۰۔

(۳) أجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أو قارئ۔ (رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا، فروع الفضل المساجد ج ۱، ص ۶۱۰)۔

جواب صحیح ہے، اور سوال میں مسجد میں جس خاص طریقہ ذکر کے متعلق دریافت کیا گیا ہے، اس طریقے پر مسجد میں ذکر کرنے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس سے مسجد میں کسی جھگڑے اور نزاع و جدال کی نوبت نہ آئے، اگر اس کا خطرہ ہو تو مسجد میں یہ طریقہ اختیار نہ کیا جائے۔ واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

کسی پیر کا مرید ہونا واجب ہے یا سنت یا مستحب یا مباح؟

سوال (۴۸۲):- کسی پیر کا مرید ہونا واجب ہے یا سنت یا مستحب یا مباح؟

جواب:- سلوک اور اصلاح باطن کے لئے کسی قبیح سنت اور کامل کی صحبت اختیار کرنا تو از روئے نص قرآنی واجب ہے، ارشاد ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ“ (التوبة) یعنی (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو) اور تجربہ بھی اس پر شاہد ہے کہ کوئی کمال مقصود (عادت) بغیر استاد کے حاصل نہیں ہوتا، البتہ بیعت کرنا (کسی پیر کا مرید ہونا) واجب نہیں، سنت ہے، اور بہت باعث برکت ہے، بشرطیکہ پیر و مرید میں وہ شرائط موجود ہوں جو اس طریق کے کالمین نے تحریر کی ہیں، تفصیل مطلوب ہو تو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”قصد السبیل“ کا مطالعہ کیا جائے، پیر میں جن صفات کا ہونا ضروری ہے ان کا بیان بھی اس میں موجود ہے۔ (۱) واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

(فتویٰ نمبر ۱۷۰/۲۱ الف)

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

کیا نسبت حاصل کرنے کے لئے بیعت ہونا ضروری ہے؟

سوال (۴۸۳):- میں فقیر احمد گل صاحب نقشبندی کا مرید ہوں، اُن سے بالکل مطمئن ہوں، مجھے علمائے دیوبند سے جس طرح محبت ہے اسی طرح حاجی امداد اللہ مہاجر کی صاحب سے بھی محبت ہے کیونکہ مولانا تھانویؒ کی کتب میں اُن کی بہت تعریف پڑھی ہے، اگر ایک وقت میں یہ جائز ہو کہ دو پیر سے

(۱) قال الله تعالى: ”قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا“ وَ”قَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا“ (سورة الشمس)

وبالجملة فالتصوف عبادة عن عبادة الظاهر والباطن، أما عبادة الظاهر فبالأعمال الصالحة وأما عبادة الباطن فبذكر الله وترك الركون إلى ما سواه وتحليته بالأخلاق الحميدة وتطهيره عن أنجاس الأخلاق الذميمة وكان يتبر ذلك لتسلف بمجرد انصبة.... ولا يتبر ذلك إلا بالمجاهدة على يد شيخ كامل قد جاهد نفسه وخالف هواه وتخلّى عن الأخلاق الذميمة وتحلى بالأخلاق الحميدة ومن ظن من نفسه أنه يظفر بذلك بمجرد العلم ودرس الكتاب فقد ضلّ ضلالاً بعيداً، فكما أن العلم بالتعلم من العلماء كذلك الخلق بالتخلق على يد العرفاء۔ (إعلاء السنن، كتاب الأدب والتصوف وباب الزهد ج: ۱ ص: ۴۴۹، ۴۵۳، طبع إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)۔

..... اعلم أن البيعة سنة وليست بواجبة لأن الناس بايعوا النبي صلى الله عليه وسلم ولم يدل دليل على تأميم تاركها ولم ينكر أحد من الأئمة على تاركها كان كالأجماع على أنها ليست بواجبة (القول الجميل مع شرح شفاء العليل ص: ۱۸)۔

مرید ہوسکوں تو آپ مجھے اپنے سلسلے میں مرید کر لیں۔

(۳۸۴) ۲- اگر مرید ہونا جائز نہیں تو کچھ پڑھنے کو بتادیں۔

جواب :- نسبت حاصل کرنے کے لئے باضابطہ بیعت کرنا شرط نہیں، اُن سے اتباع اور محبت کا تعلق رکھنے سے بھی نسبت حاصل ہو سکتی ہے۔

۲- پڑھنے کے لئے اپنے موجودہ شیخ (پیر صاحب) سے مشورہ فرمائیں۔ والسلام

یہ سب جوابات حضرت مفتی صاحب مدظلہم^(۱) کے ارشاد پر لکھے گئے ہیں۔

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۰/۸/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۳۱/۲۵ و)

کیا کسی پیر کا مرید بنے بغیر عبادت قبول نہیں ہوتی؟

سوال (۳۸۵) :- ہمارے خاندان کے افراد کا یقین ہے کہ بغیر کسی پیر کا مرید بنے کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی، کہاں تک صحیح ہے؟ اور بہت کوشش کرتا ہوں کہ کوئی پیر ملے لیکن ملتا نہیں۔

جواب :- عبادت اگر ان شرائط و فرائض و واجبات و سنن کے مطابق ادا کی جائے جو فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں تو عبادت بلاشبہ ادا ہو جاتی ہے، یعنی اس عبادت کے ترک کے گناہ سے انسان بچ جاتا ہے اور فریضہ ساقط ہو جاتا ہے۔ رہا اس عبادت کا قبول ہونا یعنی آخرت میں اس کا ثواب ملنا، یہ انسان کے خلوص نیت اور خشوع و خضوع پر منحصر ہے۔ اگر یہ باتیں بھی عبادت میں حاصل ہو جائیں تو اس کا مقبول عند اللہ ہونا بھی قرآنی وعدوں کی بنا پر یقینی ہے۔^(۲) لیکن خلوص نیت اور خشوع و خضوع قابل اعتماد حد تک عادت کسی تابع سنت اور مشفق و حاذق بزرگ کی تربیت و رہنمائی کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، اس لئے ایسے بزرگ کی تربیت و رہنمائی حاصل کرنا نہایت ضروری ہے، اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا ضروری نہیں، البتہ مستحب اور بہت سے برکات و ثمرات کا سبب ہے۔ رہا ایسے بزرگ کا ملنا تو مسلسل جستجو کے بعد اس کا مل جانا یقینی ہے، فکر اور ہمت کے ساتھ تلاش شرط ہے، کم از کم اتنی تلاش تو کرنی چاہئے جتنی آنکھ کا آپریشن

(۱) یعنی حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ، جس وقت یہ فتویٰ لکھا تھا اس وقت حضرت مفتی صاحب قدس سرہ حیات تھے، اس لئے ان کے نام کے ساتھ مدظلہم لکھا گیا۔ ۱۲

(۲) قال اللہ تعالیٰ: "وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ" (البینۃ آیت ۵)۔

.. فی تفسیر القرطبی تحتہ: (مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ) اى العبادة ومنه قوله تعالى: "قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ" (۵) "وفى هذا دليل على وجوب النية فى العبادات فإن الإخلاص من عمل القلب وهو الذى يراد به وجه الله تعالى لا غيره۔

کرانے کے لئے ماہر اور تجربہ کار ڈاکٹر کی کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں آپ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا مختصر رسالہ ”تسہیل قصد السبیل“ مطالعہ فرمائیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۱۳۹۱/۸/۲۳ھ

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۹۶۳/۲۲ ب)

پاکستان میں کامل پیر طریقت اور قابل بیعت کون کون بزرگ ہیں؟

سوال (۳۸۶): - پاکستان میں پیر طریقت کامل کون ہے؟ اور قابل بیعت کون کون؟

جواب :- نام بنام لکھنا تو مشکل ہے، جو حضرات حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی یا حضرت مولانا مدنی صاحب رحمہما اللہ کے خلیفہ ہیں یا ان کے خلفاء کے خلیفہ (مجاز بیعت) ہیں ان سے بیعت ہو جانے سے ان شاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا، بشرطیکہ طلب صادق ہو۔

کسی سے بیعت ہونے سے قبل بہتر ہے کہ مندرجہ ذیل دور سالے مطالعہ کر لیں ”آداب الشیخ والمرید“ مصنفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم، اور ”قصد السبیل“ مصنفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، ان رسالوں سے بیعت کی حقیقت اور شرائط و آداب معلوم ہوں گے، اور پیر میں جن صفات کا ہونا ضروری ہے وہ معلوم ہو جائیں گی۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۱۳۹۲/۳/۱۵ھ

محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۳۷۲/۲۳ ب)

۱- ایک سلسلے میں بیعت کے بعد دوسرے سلسلے میں بیعت ہونا؟

۲- اگر کسی مخصوص وظیفے سے کوئی تکلیف ہو تو کیا کرے؟

سوال (۳۸۷): ۱- جب کوئی شخص مثلاً نقشبندیہ طریقے پر بیعت ہو اور وہ سلسلہ طے کر پائے تو

دوسرا طریقہ طے کرنے کے لئے دوسرے پیر سے بیعت کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۳۸۸) ۲- وظیفہ ”اللہ، اللہ“ کرتا ہوں، سارا جسم گرم ہو جاتا ہے اور دماغ بالکل جلنے لگتا ہے،

اس وقت کیا کیا جائے؟

جواب: ۱- ایک طریقے میں اگر اللہ تعالیٰ نے رذائل کا ازالہ اور فضائل کا اکتساب کرا دیا ہے اور

صوفیائے کرام کی اصطلاحی نسبت حاصل ہو چکی ہے تو اب کسی دوسرے طریق کی طرف رجوع کرنا فضول بلکہ مضر ہے۔

۲- اس وقت اس وظیفے میں کمی کر دیں اور دُرود شریف کی کثرت کریں۔ واللہ اعلم

۱۰/۱۰/۱۳۹۶ھ

(فتویٰ نمبر ۲۳۷۰/۲۷)

ایک سے زائد اشخاص سے ایک وقت میں مرید ہونا درست نہیں

سوال (۴۸۹):- ایک آدمی کتنے پیر سے مرید ہو سکتا ہے؟ جبکہ پہلے پیر سے مطمئن ہو۔

جواب:- ایک وقت میں ایک سے زائد اشخاص کا مرید ہونا درست نہیں۔ واللہ اعلم

۱۰/۸/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۳۱/۲۵)

خلاف شریعت امور کے مرتکب پیر سے کس طرح علیحدگی

اختیار کی جائے؟

سوال (۴۹۰):- قریباً دس سال ہوئے میں یہاں ایک مقامی پیر سے بیعت ہوں، چند سال

سے مجھے خلیفہ و مجاز بھی بنایا ہوا ہے، لیکن کچھ عرصے سے وہ قومیت اور صوبائیت کے رجحانات کا شکار ہو گئے ہیں، ان کے ہم نشین ایسے لوگ ہیں جو ان کی تعریف کرتے رہتے ہیں جو ملک کے ٹکڑے کرنے کے درپے ہیں، وہ تبلیغی جماعت (جس کا مرکز رائے ونڈ ہے) کے بھی ایک اہم رکن ہیں، مشرقی پاکستان کی ہم سے علیحدگی میں اس جماعت نے اہم کام کیا، ہندوؤں کے ایماء پر وہ ہمارے خلاف نفرت پھیلاتے رہے، یہ بندہ ناچیز ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان بحیثیت ایک تبلیغی جماعت کے رکن کے گیا ہوا تھا، میں نے خود مولوی عبدالعزیز لکھنوی امیر جماعت تبلیغ مشرقی پاکستان اور اس کے رفقاء پاکستان دشمنی کے مظاہرے اور کارروائیاں اپنے کانوں سے سنیں اور دیکھیں، اس کی تفصیل علیحدہ خط میں بھیج چکا ہوں، مذکورہ بالا پیر سے نجات حاصل کروں، میں نہیں چاہتا کہ بحیثیت مرید کچھ گستاخی کروں اور علیحدگی کے بعد ان کے سیاسی رجحانات اور خطرناک عزائم کی نشاندہی کرتا ہوں، کیا اس طرز عمل سے کوئی دینی نقصان تو نہیں ہوگا؟

جواب:- صوبائیت اور وطنی ولسانی قومیت کا نظریہ شرعاً باطل اور دین سے متصادم ہے، (۱) مواقع

(۱) قال عمرو سمعت جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال: كنا في غزاة، قال سفيان مرة في الجيش فكسره رجل من المهاجرين رجلاً من الأنصار، فقال الأنصاري: يا للأنصار! وقال المهاجري: يا للمهاجرين، فسمع ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: ما بال دعوى الجاهلية، قالوا: يا رسول الله! كسره رجل من المهاجرين رجلاً من الأنصار، فقال: دعوها فإنها منتنة (صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب قوله سواء عليهم استغفرت لهم، الخ)۔

ضرورت میں اس کی تردید بھی کرنی چاہئے، لیکن ان پیر صاحب کے ساتھ کوئی بے ادبی اور گستاخی سے پرہیز کریں، اور اس غلط نظریے کی تردید کسی کا نام لئے بغیر کرتے رہیں، کبھی کبھی پیر صاحب کی خدمت میں بھی جاتے رہیں، آپ کے نہ جانے سے وہ ناراض نہ ہوں تو جانا چھوڑ دیں۔

تبلیغی جماعت کا بحیثیت جماعت یہ نظریہ نہیں ہے، بعض افراد نے یہ غلط نظریہ اپنایا ہے تو اس کی ذمہ داری جماعت پر ڈالنا ٹھیک نہیں۔

واللہ اعلم

۱۷/۱۱/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۲۵۹۹ ز)

کیا ایمان پر بیعت کی سنت منسوخ ہو چکی ہے؟

سوال (۴۹۱): - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جو صحابہ کرام ایمان لاتے تھے تو نبی سے ایمان لانے کا بیعت کرتے تھے، خواتین بھی پانی میں ہاتھ ڈال کر بیعت کرتی تھیں، کیا بیعت کی سنت منسوخ ہے یا آج بھی سنت ہے؟ ابو بکر، عمر، عثمان و علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایمان لانے پر کسی سے کوئی بیعت لی ہے؟

جواب: - منسوخ نہ ہونے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں، جب ثابت شدہ سنت کے منسوخ ہونے کی دلیل موجود نہیں تو یہی اُس کے منسوخ نہ ہونے کے لئے کافی ہے، دلیل کی ضرورت منسوخ ہونے کے لئے ہوتی ہے۔

پس چونکہ بیعت منسوخ ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں لہذا اس سنت کو منسوخ نہیں کہہ سکتے۔

واللہ اعلم

۱۲/۱۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۲۷۵۸ ح)

کیا بیعت کا ارادہ کر کے کسی شیخ کے پاس جانے سے بیعت ہو جاتی ہے؟

سوال (۴۹۲): - ایک آدمی کسی ولی اللہ کے پاس بیعت کے لئے جاتا ہے، جب بھی گیا تو بیعت نہ ہو سکی، مگر اُس آدمی نے (جس کو وہ مرشد کی حیثیت آج بھی دیتا ہے) مریدوں جیسے افعال شروع کر دیئے، کیا اُس کی بیعت شریعت کی رو سے ہو گئی یا نہیں؟ وہ ولی وفات پا چکا ہے، اگر بیعت نہ ہوئی ہو تو تجدید بیعت کی کوشش کرے کیونکہ بیعت روحانی ظاہری تربیت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

جواب: - بیعت کا محض ارادہ کرنے یا بیعت کے ارادے سے جانے سے بیعت نہیں ہوئی، کسی

اور تبع سنت سے بیعت کر لیں جو کسی ماہر شیخ و مرشد کی طرف سے بیعت کرنے کا اجازت یافتہ ہو۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ بیعت ہونا بہت باعث برکت ہے، مگر واجب نہیں^(۱)، مگر اصلاح نفس واجب اور فرض عین ہے جو کسی شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

واللہ اعلم

۱۹/۱۱/۱۳۹۶ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵۸۰/۲۷ ج ۲)

انتقال کے بعد کسی بزرگ سے بیعت ہونا ممکن نہیں

سوال (۴۹۳):- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے پر کہ بیعت ہونا خاندان کے ایک بزرگ سے جن کا وصال ہو چکا ہو صحیح ہے یا نہیں؟

جواب :- یہ ممکن نہیں ہے۔

واللہ اعلم

۱۶/۶/۱۴۰۵ھ

(فتویٰ نمبر ۹۷۵/۳۶ ج ۳)

جو شخص خلاف شرع افعال کا مرتکب ہو اور نامحرم عورتوں

سے بے پردہ ملتا ہو اس کو امام اور پیر بنانا؟

سوال (۴۹۴):- موجودہ اندھی پیر پرستی کے خلاف فتویٰ صادر فرمائیں۔ کراچی میں چند گندم نما جو فروش پر جو بظاہر بزرگوں کا لبادہ پہنے، ریش دراز، سفید پگڑی، ہاتھوں میں عصا لے کر لوگوں کی توجہ کا سبب بنے ہوئے ہیں، کراچی ایک وسیع میدان ہے جہاں نو دوولتے لوگوں کی کمی نہیں، جو اپنے ناجائز کمائی کے عذاب سے بچنے کے لئے اپنے کئے پر پردہ ڈالنے کے لئے تعویذ، گنڈوں کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔

تعویذات کی بدولت چند زنان خانوں میں رسائی حاصل کر لی ہے اور کئی گھروں میں وہ بیلاروک ٹوک داخل ہو جاتے ہیں، دن بھر وہاں بیٹھے رہتے ہیں، نہ نماز باجماعت کی فکر، نہ ذکر و اذکار کا خیال، نہ صبح کے وقت تلاوت قرآن، اور یہ عورتوں کو بھی مرید بناتے ہیں، ان کی ناز برداری میں لوگ خوب داد و دہش کرتی ہیں، میں اس سلسلے میں چھوٹا سا کتابچہ چھپوا کر چند آیات اور فتاویٰ کے حوالے سے اس بدعت کا سد باب کرنا چاہتا ہوں، جواب کا منتظر۔

جواب :- جو شخص خلاف شریعت افعال کا مرتکب ہو، نامحرم عورتوں سے بے پردہ ملتا جلتا ہو، فرائض و واجبات کا تارک ہو، شرعاً فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، اسے پیر یا مقتدا بنانا

(۱) اعلم ان البيعة سنة، ليست واجبة..... ولم يدل دليل على تأميم تركها ولم ينكر أحد من الأئمة كان كالأجماع على انها ليست بواجبة القول الجميل مع شرح شفاء الغليل ص: ۱۸۔

(۲) ويكره إمامة عبد... وانعراي وفسق واعلمی۔ (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة ج: ۱ ص: ۵۶۳۔)

گمراہی اور ناجائز ہے۔

تعویذ گنڈے اگر مشرک نہ افعال و اقوال پر مشتمل ہوں تو حرام ہیں، اور ایسے شخص کے کافر ہو جانے کا اندیشہ قوی ہے، اور اگر مشرک نہ افعال و اقوال پر مشتمل نہ ہوں بلکہ ان میں قرآن و سنت میں آئے ہوئے اعمال ہوں اور امداد صرف اللہ جل شانہ سے طلب کی گئی ہو تو بلا کراہت جائز ہیں۔^(۱) واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۱۳۹۳/۱۲/۲۳ھ

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۲۳/۲۵ الف)

اسلامی احکام کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے

کس بزرگ کو نمونہ سمجھا جائے؟

سوال (۴۹۵):- میں اسلامی زندگی گزارنا چاہتا ہوں، لیکن جو تصویر یا جو خاکہ اسلامی زندگی کا میرے ذہن میں بسایا گیا ہے یا بس گیا ہے آج کل اُس کی عملی شکل مجھے کہیں دکھائی نہیں دیتی، میں چاہتا ہوں کہ کوئی نمونہ یا کوئی مثال سامنے موجود ہو جس کو دیکھ کر میں بھی ویسی زندگی گزاروں، کسی ایسی ہستی کا پتہ بتائیں جو شریعت کا مکمل نمونہ ہو۔

جواب:- اسلام کے صحیح طریقے پر زندگی کو ڈھالنے کا طریقہ جو قرآن و سنت اور تعامل صحابہؓ سے ثابت ہے یہ ہے کہ کسی تتبع سنت شخص کی صحبت میں رہے جو باضابطہ پورا عالم دین بھی ہو تو بہتر ہے، ورنہ کم از کم ضروری مسائل دینیہ سے واقف ہو، اور جو مسائل وہ نہ جانتا ہو عمل کے لئے علمائے کرام سے پوچھ لیتا ہو۔ نیز لوگوں کی دینی تربیت کا ملکہ بھی اُس میں ہو، لیکن اُس شخص کا گناہوں اور لغزشوں سے بالکلیہ پاک اور معصوم ہونا ضروری نہیں، معصوم صرف انبیائے کرام ہوتے ہیں، مذکورہ بالا معیار پر آپ تلاش کریں گے تو ایسے حضرات مل جائیں گے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض خلفاء بحمد اللہ پاکستان میں اب بھی حیات ہیں، ان سے یا ان کے خلفاء سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں، اور جب تک یہ ممکن نہ ہو اُس وقت تک جو شخص آپ کو دین کے اعتبار سے اپنے سے بہتر نظر آئے اُس سے تعلقات بڑھائیے اس سے بھی فائدہ ہوگا۔

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۶/۱۸ھ

(فتویٰ نمبر ۱۴۳۳/۲۶ ج)

(۱) فتیبین بهذا ان التمانم المحرمة لا علاقة بها بالتعویذ المكتوبة المشتملة على آیات من القرآن أو شيء من الذكر فانما مباحة عند جماهير الفقهاء بل إستحبها بعض العلماء إذا كانت بأذکار مأثورة. كما نقل عنهم الشوكاني في النبل۔ (تكملة فتح الملهم، كتاب الطب، باب رقية المريضة بالتعوذات والنفث ج: ۴ ص ۳۱۸، مكتبة دارالعلوم کراچی)۔

فصل فی الرؤیا (خواب سے متعلق احکام)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دیکھے گئے
ایک خواب کا حکم

سوال (۴۹۶):- اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کو دوزخ میں گرتے ہوئے پکڑا، کیا یہ خواب حق ہو سکتا ہے؟

جواب:- اگر یہ خواب سچا بھی ہو تو یقیناً اس کی تعبیر وہ نہیں جو ظاہر میں نظر آیا ہے، تعبیر کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں، وہی خوب جاننے والے ہیں، اور اس خواب کا ذکر لوگوں کے سامنے ہرگز نہ کریں۔

واللہ اعلم

۱۳/۶/۱۳۹۸ھ

(فتویٰ نمبر ۶۰۱/۲۹ ب)

اگر کوئی خواب میں اپنے آپ کو حج کرتے ہوئے دیکھے؟

سوال (۴۹۷):- میں اکثر خواب میں نماز پڑھتی ہوں یا اس کی تیاری کرتی ہوں، قرآن پڑھتی ہوں، اکثر حج پر جانے کی تیاری کرتی ہوں، کبھی کبھی وہاں کی گلیوں میں بھی گھومتی ہوں، ایک مرتبہ عزفات میں بیٹھے چنے جو آسمان سے برسے تھے وہ اٹھائے، اس کی تعبیر بتائیں۔

جواب:- تعبیر کافن ہمیں نہیں آتا، بظاہر یہ سب خواب بہت مبارک معلوم ہوتے ہیں، اگر آپ پر حج فرض ہے اور حج نہیں کیا ہے تو جلد از جلد حج کر لیجئے، اگر حج آپ پر فرض نہیں یا فرض تھا مگر کچلکی ہیں تو اب دوسرا حج کرنے کی ضرورت نہیں۔

واللہ اعلم

۱۲/۱۲/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۸۷۴/۲۵ ج)

ایک مشہور خواب کے مضمون کا حکم

سوال (۴۹۸):- یہ پرچہ ہم کو ایک صاحب نے دیا تھا جو میں آپ کو بھیج رہا ہوں، اس پر روشنی ڈالئے۔ یہ وہی مطبوعہ خواب ہے جو عام طور سے عوام میں تقسیم ہوتا رہتا ہے کہ ایک بزرگ نے مدینہ میں حضور کو خواب میں دیکھا کہ فلاں سن میں قیامت آنے والی ہے، توبہ کا دروازہ بند ہونے والا ہے وغیرہ وغیرہ۔

جواب:- جو صاحب اس خواب کے مدعی ہیں ان کی تصدیق یا تکذیب کرنے کی ضرورت نہیں، اتنا جان لینا کافی ہے کہ نماز، نیک کام اور عورتوں کو پردہ تو بہر حال ضروری ہے، یہ تحریر جس نے نہیں پڑھی اور جس نے پڑھی سب کے لئے شریعت کا ایک ہی حکم ہے۔ اس تحریر کی وجہ سے کوئی نیا حکم ثابت نہیں ہو سکتا، اور بارہ خط اسی مضمون کے لکھنا بھی کسی پر واجب نہیں، نہ لکھنے والے کو دل میں کوئی خطرہ یا خوف محسوس نہیں کرنا چاہئے، اللہ پر بھروسہ رکھیں، شریعت نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے وہ کرتے رہیں، جن سے روکا ہے ان سے باز رہیں، جن چیزوں کا خوف یا شوق مرسلہ تحریر میں دلا یا گیا ہے شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔
واللہ اعلم

۱۵/۳/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۳/۲۶ الف)

اگر کسی نے خواب میں اپنے آپ کو کسی نبی علیہ السلام کی شکل میں دیکھا تو کیا اس کو بیان کرنا چاہئے؟

سوال (۴۹۹):- زید نے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ ایک واعظ ایک مسجد میں وعظ بیان کر رہا ہے، وہ واعظ اپنے متعلق فرمایا کہ میں موسیٰ ہوں اور زید کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ عیسیٰ ہیں، اور اس خواب کو بیان کر کے زید اپنے کو عیسیٰ ثابت کرنا چاہتا ہے۔

دوسرا خواب بیان کیا اُس میں اُس نے کہا کہ میں نے حضور کو اپنی شکل میں دیکھا ہے، اس زید کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:- اگر کسی نے ایسا خواب دیکھا ہے تو اس سے وہ شخص نبی نہیں بن گیا، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی شخص کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔ خواب دیکھنے والے کو چاہئے کہ عوام کے سامنے یہ خواب ہرگز بیان نہ کرے مگر خواب دیکھنا چونکہ غیر اختیاری ہے اس لئے صرف یہ خواب دیکھنے

کی وجہ سے اُس پر کوئی گناہ نہیں، ہاں خواب لوگوں کے سامنے بیان کرنے سے کوئی فتنہ پھیلا تو اس کا گناہ بیان کرنے والے پر ہوگا۔

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۲/۱۷ھ

(فتویٰ نمبر ۳۳۲/۲۵ ب)

ذکر کی مجلس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا اور

حاضرین مجلس سے بیعت کرنا حدیث سے ثابت نہیں

سوال (۵۰۰):- ذکر کی حالت میں نبی علیہ السلام کا ظہور ہونا اور حاضرین مجلس سے مصافحہ

کر کے بیعت لینا۔

جواب:- یہ سوال واضح نہیں ہے، اگر مراد ان چیزوں کی تصدیق کرانا ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ

مضمون کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

۱۳۹۱/۱۱/۲۶ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۸۲/۲۲ ج)

اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی کو

خواب میں دیکھے تو کیا واقعی اس نبی کو دیکھنا ہوگا؟

سوال (۵۰۱):- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی کو کوئی خواب میں دیکھے تو واقعی اسی

کو دیکھے گا یا نہیں؟

جواب:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی یا رسول کے بارے میں یہ بات

ثابت نہیں۔^(۱)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

۱۳۹۱/۸/۱۸ھ

(فتویٰ نمبر ۱۰۱۷/۲۲ ج)

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من زارني في المنام فقد زارني فإن الشيطان لا يتحمل بي - (جامع الأحاديث للسيوطي، قسم الأقوال، حرف الميم، حديث: ۲۲۲۱۹)۔

حالتِ بیداری میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کا دعویٰ کرنے والے کا حکم؟

سوال (۵۰۲):- ایک صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ بیداری میں دیکھا ہے، ان کا یہ دعویٰ حقیقت کیسا ہے؟ ایک موحد مسلمان کی اقتدا ان کے پیچھے جائز ہے؟

جواب:- اس شخص کی نہ تکذیب واجب ہے، نہ تصدیق۔ واللہ اعلم

۱۹/۳/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۲۲/۷۵ د)

خواب میں سورۃ الملک کی تلاوت کی تو اس کی تعبیر

سوال (۵۰۳):- میں نے خواب میں سورۃ ملک کی تلاوت کی ہے، اس کی تعبیر عنایت فرمائیں۔

جواب:- بظاہر اس طرف اشارہ ہے کہ سورۃ ملک کی تلاوت کو اپنا معمول بنائیں، حدیث میں سورۃ ملک کے بہت فضائل آئے ہیں اس کے پڑھنے کی برکت سے عذابِ قبر سے نجات ہوتی ہے،^(۱) بہتر ہے کہ رات کو سوتے وقت سورۃ الملک پڑھ لیا کریں۔

واللہ اعلم
محمد رفیع عثمانی عفی عنہ

الجواب صحیح

۱۲/۱۲/۱۳۹۰ھ

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

(فتویٰ نمبر ۱۱۳۴/۲۱ الف)

ایک خواب کے مضمون کے بیس خطوط لکھ کر تقسیم کرنے کا حکم نیز کیا اس کو مذاق سمجھنے والے کا نقصان ہوگا؟

سوال (۵۰۴):- ایک شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ قیامت آنے والی ہے، نیک کام کرو، نماز پڑھو، اور ایسے ۲۰ خطوط لکھ کر تقسیم کرو، اللہ پاک کی طرف سے بیس دن کے اندر اندر خوشی حاصل ہوگی۔ ایک شخص نے اس کو مذاق سمجھا، اس کا لڑکا فوت ہو گیا۔

(۱) عن ابن عباس قال: ضرب بعض أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم خيابة على قبر وهو لا يحسب أنه قبر فإذا فيه إنسان يقرأ سورة تبارك الذي بيده الملك حتى ختمها، فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فأخبره فقال النبي صلى الله عليه وسلم: هي المانعة هي المنجية تنجيه من عذاب القبر۔ (سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، فضل سورة الملک)۔

جواب :- خواب سے کوئی ایسا حکم ثابت نہیں ہو سکتا جو پہلے سے کسی دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو،^(۱) نیک کام کرنا اور نماز پڑھنا اور ان دونوں چیزوں کی تبلیغ کرنا بلاشبہ بہت اجر و ثواب کا کام ہے، اس کے لئے جتنی کوشش کوئی کر سکے کرنی چاہئے، لیکن اس مضمون کی بیس پر چیاں لکھنا واجب نہیں، نفع و ضرر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، ہمارے لئے وہ تعلیم کافی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں دی ہے، اس میں ایسی بیس پر چیاں لکھنے کا کوئی حکم نہیں، لہذا ایسی پر چیاں نہ لکھنے سے کوئی گناہ نہ ہوگا اور دنیا کا بھی نقصان نہیں ہوگا، اللہ پر بھروسہ رکھیں۔

واللہ اعلم

۱۰/۳/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۵۷۱/۲۶ الف)

محض خواب کی بنیاد پر کوئی شرعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا

سوال (۵۰۵) :- میرا مکان مسجد سے متصل ہے، میرے والد کا زیادہ تعلق امام مسجد کے ساتھ تھا، امام مسجد نے میرے والد کو خواب میں دیکھا کہ ایک پہاڑی پر بیٹھے ہوئے ہیں، نیچے جنت ہے، امام صاحب نے کہا کہ آپ جنت میں کیوں نہیں آجاتے، والد صاحب نے کہا کہ زندگی میں ایک غلطی ہو گئی ہے کہ سوا گرز زمین مسجد کی میرے مکان میں شامل ہو گئی ہے، اگر میری اولاد وہ زمین مسجد کو واپس کر دے تو میں جنت میں جاسکتا ہوں۔

جواب :- محض خواب کی بناء پر یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ مسجد کی سوا گرز زمین واقعی آپ کے مکان میں آگئی ہے، البتہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ خواب کے ذریعے کسی کو متنبہ کرتا ہے تاکہ وہ پوری احتیاط سے تحقیق کرے اور کوئی گناہ ہو تو گناہ سے بچ جائے، پس آپ پوری احتیاط کے ساتھ تحقیق کیجئے، اگر تحقیق سے واقعی ثابت ہو جائے کہ مسجد کی سوا گرز زمین آپ کے مکان میں آئی ہوئی ہے تو وہ زمین فوراً اپنے مکان سے الگ کر کے مسجد میں داخل کر دیجئے، اگر تحقیق سے ثابت ہو کہ مسجد کی زمین کا کوئی حصہ آپ کے مکان میں شامل نہیں تو آپ پر سوا گرز زمین مسجد میں داخل کرنا واجب نہیں، البتہ چونکہ تحقیق میں غلطی کا امکان ہے اس لئے احتیاطاً اتنی زمین مسجد میں داخل کر دیں تو بہتر ہے، اور اپنے والد کے لئے دعائے مغفرت بھی کریں اور ایصالِ ثواب بھی۔

واللہ اعلم

۱۹/۸/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۱۶۲۱/۲۵ و)

(۱) اتفقوا علی أن الإلهام لا يكون حجة في إثبات شيء من الأحكام على وجه يستغنى به عن الكتاب والسنة... (و كذلك الرواية في المنام) في عدم كونها من أسباب معرفة الأحكام (بريقة مجهودية في شرح طريقة محمدية، الباب الأول، الإعتصام بالكتاب والسنة، النوع الثاني في بيان البدع ج: ۱ ص: ۲۶۹)۔

حضرت خضر کے حوالے سے گوشت کا ٹکڑا لوگوں میں تقسیم کرنا،

اس کو بیماریوں سے شفا کا ذریعہ تصور کرنا؟

سوال (۵۰۶):- چند آیام سے میرے قصبے ہڈالی تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا میں ایک عورت نے ایک گوشت کا ٹکڑا بحوالہ حضرت خضر علیہ السلام لوگوں کے سامنے پیش کیا، اس میں چائے کا قہوہ ڈال کر لوگوں کو تقسیم کیا جاتا ہے، اور تمام امراض کے شفا کا ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں چالیس یوم متواتر گوشت کے ٹکڑے میں قہوہ ڈالنے کی وجہ سے ایک بے روح بچہ بن جاتا ہے، بچہ اگر کسی حاجت مند کو دیا جاتا ہے تاکہ یہ سلسلہ جاری رہے میں نے خود یہ مشاہدہ کیا ہے۔ براہ کرم مذکورہ بالا کہانی کی شرعی حیثیت واضح کی جائے۔

جواب:- شرعی حیثیت سے اس کی کوئی اصل نہیں، ہو سکتا ہے کہ کوئی شعبہ دغیرہ ہے، مسلمان کو اس سے اجتناب کرنا چاہئے، نیز اس کی حقیقت معلوم کرنے کی فکر میں بھی نہیں پڑنا چاہئے کہ فضول ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی غفرلہ

۲/۳/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۳۴۴/۲۲ الف)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

۲/۳/۱۳۹۱ھ



فصل فی المتفرقات (متفرق مسائل)

مجذوب اور مجنون میں فرق

سوال (۵۰۷):- عرصے سے ایک سوال ذہن میں آرہا ہے، مجذوب و مجنون میں علامتِ ممیزہ کیا ہے؟ اس علم کو غیر ضروری سمجھ کر ناتارباہوں مگر آج کے تقاضے نے استفسار پر مجبور ہی کر دیا، کچھ عرصہ قبل تک یہ خیال تھا کہ مجذوب حالتِ جذب میں بھی احکامِ شریعت کا اہتمام کرتا ہے اور وہ حدودِ الہیہ سے غافل نہیں ہوتا، مگر حضرت تھانوی قدس سرہ کی بعض تحریروں سے معلوم ہوا کہ بعض مجذوب نماز وغیرہ سے بھی آزاد رہتے ہیں، پس ایسے مجذوب کا مجنون سے امتیاز کیسے کیا جائے؟

جواب:- ”مجالس حکیم الامت“ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ نقل کیا گیا ہے جس میں اس مسئلے کی خوب وضاحت ہے، یہاں درج کیا جاتا ہے:-

حضرتؒ نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ مجذوب اور عام پاگل میں فرق پہچانا آسان کام نہیں، پس اس کو اہل نسبت اولیاء اللہ ہی پہچان سکتے ہیں، جس کو ایسے حضرات مجذوب قرار دیں وہ مجذوب ہے، ورنہ مجنون اور پاگل۔ اگرچہ اس کو کچھ کشفِ صحیح بھی ہو جاتا ہو کیونکہ مجنون کو بھی کشفِ صحیح ہو سکتا ہے۔ (مجالس حکیم الامت ص: ۱۷۸ مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم)۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۸/۹/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۶۰۵/۲۵ و)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

۱۸/۹/۱۳۹۲ھ

کیا اجتماعی طور پر ذکرِ جہری کرنا بدعت ہے؟

سوال (۵۰۸):- ایک آدمی اجتماعیت کے ساتھ ذکرِ خفی قلبی بطریقہ پاس انفاس اسم ذات کرتا ہے اور ساتھیوں کو کہتا ہے کہ پورے زور سے کرو تا کہ اسم ذات کی ضربِ دل پر پڑے اور اس سے انوار کی چنگاریاں اٹھیں، ظاہر ہے کہ جب زور سے کرتے ہیں تو قریب کے لوگ اس سانس کے ساتھ پڑھنے والی

ضرب کی آواز کو سنتے ہیں بعدہ وہ لطائف بدلو اتار رہتا ہے آخر میں سلطان الاذکار کرا کر پھر مراقبہ کراتا ہے، زور سے سانس کے ساتھ ذکر کرنے سے مراقبہ کے دوران بعض لوگوں کے سینے سے ہانڈی کے اُبلنے جیسی آواز بھی آتی ہے اُن سے پوچھا گیا تو وہ اس کو ذکر آ رہے سے تعبیر کرتے ہیں اور جواز کے لئے ”ضیاء القلوب“ ص: ۱۴ جناب حضرت اِمْدَادُ اللہ مہاجر مکیؒ پیش کرتے ہیں۔ ایک مولوی صاحب اس طریقہ کار ذکر کو اجتماعیت کے ساتھ بدعت کہتے ہیں۔ مسئلہ واضح فرمادیں کہ وہ ذکرین ذکر کرتے رہیں یا مولوی صاحب کے قول کے مطابق بدعت سمجھ کر چھوڑ دیں، وضاحت فرمادیں۔

نوٹ:- عملی طور پر زور حضرت مولانا محمد رفیع صاحب ذکر کر کے دکھلایا گیا تا کہ حکم میں سہولت رہے۔

جواب:- اگر کسی تتبع سنت شیخ کی ہدایات کے مطابق اس طرح ذکر کیا جائے جس طرح کہ سوال میں مذکور ہے تو مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ ایسا کرنے میں مضائقہ نہیں:-

- ۱- اجتماع یا حلقہ بنانے کو یا سانس سے ضرب لگانے کو اور اس پورے طریقے کو مقصود نہ سمجھے بلکہ مقصود تک پہنچنے اور دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ رکھنے کے لئے یا نفسانی ریاضت اور علاج کے طور پر کرے۔
- ۲- جو شخص اس خاص طریقے پر ذکر نہ کرتا ہو اُس کو نہ بُرا سمجھے، نہ عمل میں کوتاہی کرنے والا سمجھے۔
- ۳- اس خاص طریقے کو مسنون نہ سمجھے۔

۴- مسجد یا عام مقام پر نہ کیا جائے تاکہ لوگوں میں غلط فہمی اور تردد پیدا نہ ہو۔

مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ اگر یہ ذکر اجتماعاً بھی کیا جائے تو شرعاً کوئی مضائقہ نہیں، ان شرائط کے بغیر کرنے سے اس کو لوگ بالآخر بدعت بنا لیتے ہیں اور مولوی صاحب مذکور نے بھی اس کی ظاہری صورت ہی کی وجہ سے بدعت کہا ہوگا، کیونکہ یہ خاص طریقہ سنت سے ثابت نہیں ہے، اگرچہ مشق کے طور پر ایسا کرنا بدعت بھی نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳/۸/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۴۰۶/۲۴ و)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

۱۳/۸/۱۳۹۳ھ

امام صاحب کالاؤڈ اسپیکر پر تقریر کرنا جبکہ لوگ مسجد میں

نماز پڑھ رہے ہوں

سوال (۵۰۹):- ہماری مسجد میں امام صاحب بعد نماز فجر دُعا کے بعد کچھ احادیث بیان کرتے

ہیں، لاؤڈ اسپیکر سے اپنی پوری قوت گویائی سے تقریر کرتے ہیں، چند حضرات موجود ہوتے ہیں، مگر کافی لوگ جماعت کے بعد آتے ہیں جو صحن میں اپنی اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں، مگر نہ صرف مسجد میں کافی شور رہتا ہے بلکہ قرب وجوار میں مستورات اپنے گھروں میں اس وقت تک نماز ادا نہیں کر سکتیں جب تک یہ شور ختم نہ ہو۔ ایک حدیث سننے میں آئی کہ ایک مرتبہ مسجد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باواز بلند قرآن تلاوت فرما رہے تھے کہ جبریل امین وحی لائے کہ اے محمد! مسجد میں قرآن آہستہ پڑھو۔ تو معلوم کرنا یہ ہے کہ اس حدیث کی صحت اور پیش امام صاحب کا یہ عمل کہاں تک صحیح ہے؟

جواب:- صورت مسئلہ میں پیش امام صاحب کا یہ عمل صحیح نہیں، ایسے مواقع میں ان کو چاہئے کہ صرف اتنی بلند آواز سے کام لیں کہ حاضرین کے لئے کافی ہو، دوسرے لوگوں کے آرام اور نیند یا تلاوت و ذکر و نماز وغیرہ میں خلل واقع نہ ہو۔

اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر اللہ تعالیٰ جماعۃ فی المسجد
وغیرہا من غیر نکیر إلا ان یشوش جہرہم بالذکر علی نائم او قال او مصلّ
او قاری قرآن کما ہو مقرر فی کتاب الفقہ۔ (طحطاوی علی المراقی ص: ۱۷۴) (۱)

یہ حدیث جس کو آپ نے ذکر کیا، تلاش کے باوجود نہ مل سکی، البتہ ترمذی و ابوداؤد کے حوالے سے صاحب معارف القرآن حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ایک حدیث ذکر فرمائی ہے کہ ایک دفعہ تہجد کی نماز میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت آہستہ قراءت فرما رہے تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت زور سے قراءت فرما رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے اس کی وجہ دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ کسی قدر جبر سے پڑھا کرو، اور حضرت عمرؓ سے اس کی وجہ پوچھ کر فرمایا کہ کچھ پست آواز سے پڑھا کرو۔ (۲) مطلب یہ ہوا کہ قراءت قرآن اگر نماز میں ہو تب بھی نہ آواز کو زیادہ بلند کیا جائے اور نہ بالکل آہستہ پڑھا جائے، بلکہ درمیانی آواز سے پڑھا جائے۔ اسی طرح سورہ بنی اسرائیل کی آیت: ۱۱۰ میں یعنی ”وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ“ الخ میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ جبری نماز میں قراءت کو نہ زیادہ بلند آواز سے پڑھیں نہ بالکل پست آواز سے کہ مقتدی کو بھی سنائی نہ دے، بلکہ متوسط آواز سے پڑھیں، کیونکہ ضرورت تو درمیانہ آواز سے پوری ہو جاتی ہے۔ (معارف القرآن ج: ۵ ص: ۵۳۰)۔ واللہ اعلم

محمد عبد اللہ

(فتویٰ نمبر ۱۳۷۰/۳۷ ج)

(۱) نیز ملاحظہ فرمائیے: رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ منها، مطلب فی رفع الصوت بالذکر ج: ۱ ص: ۶۶۰ (طبع سعید)۔

(۲) مصنف عبدالرزاق، ج: ۲ ص: ۴۹۶ حدیث رقم: ۳۲۱۰۔

... المعجم الأوسط للطبرانی ج: ۱ ص: ۱۲، باب المیم من اسمہ (وغیرہما فی کثیر من کتاب الأحادیث)۔

جواب صحیح ہے، اور مذکورہ صورت میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا غیر ضروری ہونے کے باعث لوگوں کی ایذا رسانی بھی ہے، اور حدیث شریف کی بے ادبی بھی، لہذا اس موقع پر لاؤڈ اسپیکر سے اجتناب لازم ہے۔

واللہ اعلم
محمد رفیع عثمانی

کئی بار گناہ ہو جائے تو کیا ہر بار توبہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے؟

سوال (۵۱۰): - زید اور بکر میں ”توبہ“ کے متعلق بحث شروع ہوئی، زید کہتا ہے کہ گناہ کرنے کے بعد توبہ کرنا اور پھر دوبارہ گناہ کرنا ذہرا گناہ ہے، ایسے شخص سے تو وہ آدمی بہتر ہے جو گناہ کر کے توبہ نہیں کرتا۔ بکر کہتا ہے کہ انسان خطا کا پتلا ہے اور کمزور ہے، توبہ کرنے کے بعد اگر دوبارہ گناہ ہو جائے تو پھر توبہ کرے حتیٰ کہ جتنی دفعہ گناہ ہو تو صدقِ دل سے توبہ کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے ہیں۔ آپ قرآن و سنت کی روشنی میں فیصلہ کر دیں کہ کس کا موقف صحیح ہے؟

جواب: - بکر کا موقف صحیح ہے، حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی تعلیم دی ہے۔ (۱) زید کا موقف غلط ہے۔

واللہ اعلم

۱۴۰۳/۵/۲۷ھ

(فتویٰ نمبر ۹۱۰/۳۵ ب)

توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں

سوال (۵۱۱): - میں ایک گناہگار شخص ہوں، ایک سال ہو گیا کہ میں نے توبہ کر لی ہے، لیکن گناہ کرتے وقت مجھے اس کا علم تھا کہ عند اللہ اس گناہ کی سزا یہ ہے، اُس کی وہ ہے، علماء سے جو سنا اس پر عمل نہیں کیا، من مانی کیا، اُسناد صاحب کا کہنا کہ سمجھ دار سے گناہ ہو جائے تو اس کا معاف ہونا سخت ہے اور قضا اور کفارہ لازم ہے، تو اگر میں پانچ یا چھ سال کے روزے بیماری کے حالات میں کھائے اور ٹھیک ہونے کے بعد قضا نہ کی، اب کیسے قضا کروں؟ اور اُن روزوں کی قضا جسے میں قصد اُتوڑے ہیں، یا ایک ایک کا دو مہینہ کیسا ادا کروں؟ اسی طرح چوری کی بہت کی رات دن حرام کھانا میری عادت تھی، ایک چوری ایسی بھی ہے کہ دن کے وقت میں ایک دوسرا سا تھی بھی تھا، ہم دونوں نے سینٹھ کی بلڈنگ سے چوری کی، اور لواطت کی، جوا، غیبت، جھوٹ بولنا وغیرہ وغیرہ مشغلہ تھا، اب خدا کے واسطے مجھے کوئی راستہ بتائیے تاکہ وہی کروں، والدہ کہتی

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له۔ (سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة)۔
... إن الذنوب ولو تكررت مائة مرة بل ألفاً أو أكثر وتاب في كل مرة قبلت توبته أو تاب عن الجميع توبة واحدة صحت توبته۔ (فتح الباری لابن حجر، كتاب التوحيد، باب قول الله يريدون أن يبذلوا كلام الله)۔

ہے کہ صرف میری خدمت کر، اس کا جواب دیں خدا اُجروے گا۔

جواب :- گناہ کو گناہ جانتے ہوئے اور مسئلہ جانتے ہوئے بھی اگر کوئی گناہ کیا جائے تو وہ بھی توبہ

سے معاف ہو جاتا ہے، پس آپ نے جو گناہ کئے اگرچہ یہ جانتے ہوئے کئے کہ یہ سخت گناہ ہیں، حرام ہیں، اس کے باوجود اگر ان گناہوں سے آپ مکمل توبہ کر لیں گے تو یہ سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے رورہ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور دل میں پختہ عزم کر لے کہ آئندہ یہ گناہ ہرگز نہیں کروں گا۔ پھر ان گناہوں میں سے جن کی تلافی ممکن ہے ان کی تلافی میں ابھی سے لگ جائے، مثلاً دماغ پر زور ڈال کر یاد کریں کہ زیادہ سے زیادہ کتنی نمازیں اور کتنے روزے فوت ہوئے ہوں گے، دل جتنی جتنی تعداد کی گواہی دے اتنی اتنی تعداد اپنے پاس لکھ کر محفوظ کر لیں، اور روزانہ فوت شدہ کچھ نمازیں پابندی سے پڑھ لیا کریں۔ اسی طرح رمضان کے فوت شدہ روزے بھی، رمضان کے بعد قضا کرنا شروع کر دیں، اگر فی بی کے مرض کی وجہ سے اتنے روزے رکھنے کو ڈاکٹر منع کرتے ہوں تو صحت یاب ہونے تک انتظار کریں، اگر ڈاکٹروں کا ظن غالب اور خود آپ کا ظن غالب یہ ہو کہ خدا نخواستہ اس مرض سے مکمل شفا نہیں ہو سکتی اور آئندہ کبھی بھی آپ اتنے روزے نہیں رکھ سکتے تو روزوں کا فدیہ دے دیں، ایک روزے کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہے۔ جو روزے رمضان میں رکھ کر بغیر کسی عذر کے قصداً توڑ دیئے ان کا کفارہ بھی لازم ہوگا، ایسے جتنے روزے جتنے رمضانوں میں توڑے ہوں ان کی تفصیل لکھ کر ان کے کفارے کا مسئلہ بعد میں معلوم کر لیں۔ جتنے لوگوں کا جتنا مال چرا یا یا دھوکا دے کر حاصل کیا، سب اچھی طرح یاد کر کے اپنے پاس لکھ لیں، جتنی جتنی گنجائش ہو اس گنجائش کے مطابق تھوڑا تھوڑا یہ مال اس کے حق داروں کو ادا کرنا شروع کر دیں، یا ان سے معاف کرالیں، اگر انہوں نے معاف کر دیا تو ادا کرنا نہیں پڑے گا۔ اسی طرح جو امیں جتنا مال کسی سے جتنا وہ اس کو حسبِ گنجائش تھوڑا تھوڑا ادا کریں یا معاف کرالیں۔

ہاتھ یا لڑکے کے ساتھ گناہ تو بس اس کی توبہ اتنی کافی ہے کہ اس گناہ پر اللہ کے سامنے شرمندہ

ہو کر، رورہ کر معافی مانگے اور آئندہ کے لئے عزم کر لے کہ اس گناہ کے پاس بھی ہرگز نہیں جاؤں گا، اس طرح توبہ مکمل ہو جائے گی، اور توبہ مکمل ہو جانے پر توبہ ضرور قبول ہو جاتی ہے، بے فکر رہیں اس میں شک نہ کریں،^(۱) جو گناہ کئے ہیں ان کو بھلا دیں اور کسی سے ان کا ذکر ہرگز نہ کریں۔ واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۱۳۹۳/۹/۹ھ

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۱۸۹۱/۲۵ و)

(۱) کما ثبت من قوله تعالى: "إِنَّ اللَّهَ يُغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا" (الزمر: ۵۳)۔

وجاء فی الحدیث: التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔ (المعجم الكبير للطبرانی ج: ۱ ص: ۱۵۰ حدیث رقم: ۱۰۲۸۱)۔

اپنے پاؤں کے خاکے کے تلوے پر قرآنی آیت لکھنے والے شخص کا حکم

سوال (۵۱۲):- ایک شخص جو کہ پیری مریدی کرتا ہے اور ہاتھ پر کافی آدمیوں کو بیعت کر چکا ہے، اس نے اپنے داہنے پیر کا خاکہ کاغذ پر اُتر دیا اور اس خاکے میں تلوے کے مقام پر کلام پاک کی آیت تحریر کی، جو کہ سخت بے ادبی ہے، اور کلام پاک کا تمسخر اُڑایا۔ خاکے کے داہنے طرف چند دعائیہ آیات ہیں اور اپنے مریدین کو یہ ہدایت بھی تحریر کی طور پر کی کہ اس خاکے کو قبر میں سینے پر رکھیں تاکہ خیر و برکت ہو۔ اب خدارا اس مسئلے پر غور فرما کر بہ اعتبار شریعت فتویٰ صادر فرمائیں اور جو سزا ہو سکتی ہے قرآن کریم کی بے حرمتی کے سلسلے میں وہ بھی تحریر فرمائیں اور اس کا کیا کفارہ ہو سکتا ہے؟

جواب:- یہ سب کارروائی نہایت فتنج، جاہلانہ، گستاخانہ اور ناجائز ہے، اس شخص سے سب مسلمان پرہیز کریں، اگر ملک میں اسلامی قانون نافذ ہوتا تو اس کو سخت سزا دی جاتی، سزا صرف حکومت جاری کر سکتی ہے، عوام صرف اتنا کریں کہ اس شخص سے بچیں اور یہ شخص صدقِ دل سے توبہ و استغفار کرے، اس کے پیچھے لوگ نماز نہ پڑھیں، نہ اس سے بیعت کریں۔

واللہ اعلم

۱۲/۸/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۱۹۵/۲۳ و)

کنجوسی و کفایت شعاری اور فضول خرچی و سخاوت کے درمیان

فرق کو پہچاننے کا طریقہ

سوال (۵۱۳):- میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آتے رہتے ہیں، لہذا کچھ ایسے خیالات قلم بند کر کے ملاحظے کے لئے ارسال کر رہا ہوں۔

کنجوسی و کفایت شعاری اور فضول خرچی و سخاوت متضاد صفات ہیں، شاید ان کی کافی واضح تعریف موجود نہیں ہے، اس وجہ سے کبھی کبھی ان کی کیفیت مشتبہ ہوتی ہے کہ کفایت شعاری کی صورت میں کنجوسی کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے، اور سخاوت کی شکل میں فضول خرچی کی راہ نکل آتی ہے، اس لئے مذکورہ صفات کی امتیازی علامت کے طور پر قطعی حدِ فاصل غالباً اس قاعدہ کلیہ پر قائم ہو سکتی ہے کہ انسان کا ہر عمل انہی اصول میں یا تو خیر ہے یا شر، اس لئے کفایت شعاری یا سخاوت جیسے اعمالِ صالحہ کے لئے خیر کے اساسی اصول سے مطابقت رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ خیر کے اساسی اصول انصاف کے منافی عمل مثلاً حق تلفی کی موجودگی میں نہ تو سخاوت کا جواز پیدا ہوتا ہے نہ کفایت کا، یعنی حق تلفی کر کے کفایت یا سخاوت کرنے کو عملِ صالح قرار نہیں دیا جاسکتا۔

ایسے ہی کسی عمل کو صالح و غیر صالح کے معیار پر جانچنے کے لئے بھی ترجیحی اصول کا قاعدہ نہایت معتول معلوم ہوتا ہے کیونکہ بہتر کے حصول کی خاطر کمتر کو چھوڑ دینا تو قرین عقل امر ہے لیکن کمتر کے حصول کے لئے بہتر کو چھوڑنا خلاف عقل ہے اور چونکہ اخلاقی اقدار اور مادی اقدار کی درجہ بندی کی صورت میں اخلاقی اقدار کی فوقیت و برتری مسلمہ ہے اس وجہ سے اخلاقی مقاصد کی خاطر مادی مفاد کو قربان کر دینا درست ہے جبکہ مادی مفاد کے لئے اخلاقی مفاد کو نظر انداز کرنا درست ہے لہذا اس قاعدے کے مطابق وہی عمل صالح منظور ہوگا جو اسلامی اخلاق کے بنیادی حقائق سے بھی ہم آہنگ رہتا ہو اور وہ عمل غیر صالح قرار دیا جائے گا جو اسلامی اخلاق کے بنیادی اصولوں سے متصادم ہوتا ہو، والسلام۔

جواب :- کنجوسی شرعاً مذموم ہے اور کنفایت شعاری محمود، اسی طرح فضول خرچی مذموم ہے اور سخاوت محمود، کنجوسی اور کنفایت شعاری کا باہمی فرق الفاظ سے اس طرح سمجھ لینا کہ وہ تمام حالات اور جزئیات پر منطبق ہو جائے اور سمجھنے والے کو کوئی غلطی پیش نہ آئے بہت مشکل ہے۔ یہی حال فضول خرچی اور سخاوت کے باہمی فرق کا ہے، جب انسان دین کے عملی میدان میں قدم رکھتا ہے تو اس قسم کی اور بھی بہت چیزیں پیش آتی ہیں، مثلاً اللہ کی نعمت کا اظہار پسندیدہ چیز ہے مگر فخر اور ریا حرام ہے، اسی طرح تواضع اور انکساری ایک محمود اور ضروری صفت ہے مگر اپنے نفس کو ذلیل کرنا جائز نہیں، عزت نفس پسندیدہ خصلت ہے، مگر تکبر و عجب حرام ہے، یہ سب صفات اگرچہ اپنی اپنی جگہ واضح ہیں مگر کہاں ایک پسندیدہ صفت کی حدود ختم ہو کر اس کی مقابل مذموم صفت کی حدود شروع ہو جاتی ہیں اس کا اپنے اعمال میں ہر وقت فیصلہ کرنا مشکل کام ہے۔

اس مشکل کا اصل حل تو یہ ہے کہ کسی قبیح سنت عالم باعمل کی خدمت میں رہ کر ان صفات کی عملی تربیت حاصل کریں، وہ عالم ایسا ہونا چاہئے جو خود اللہ والوں کا تربیت یافتہ ہو اور تربیت دینے کی اہلیت اس میں ہو، اس تربیت سے طبیعت میں ایسا راسخ ملکہ پیدا ہو جائے گا کہ ہر موقع پر وہ صحیح فیصلہ کر کے عمل کر سکے گا۔ صحابہ کرامؓ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین اسی طرح سیکھا تھا اور آج تک دین سیکھنے کا یہی طریقہ کہیں استاذی شاگردی کی صورت میں اور کہیں پیری مریدی کی شکل میں چلا آتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ آپ کو اگر بریانی پکانے کا طریقہ زبانی یا تحریری طور پر بتا دیا جائے تو محض اس کی بنیاد پر آپ بریانی نہیں پکا سکتے، جب تک کسی ماہر سے عملی تربیت حاصل نہ کریں گے یہی ہوتا رہے گا کہ کھانا چاہیں گے دال اور ہو جائے گا دلیہ۔

یہ تو تھا آپ کی اس مشکل کا اصلی حل، لیکن آپ کی دریافت کردہ صفات کا باہمی فرق الفاظ میں بیان کر دینا بھی فائدے سے خالی نہیں، اس لئے وہ بھی لکھا جاتا ہے۔

کنجوسی یہ ہے کہ شریعت نے جن مواقع میں خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے ان میں قدرت کے

باوجود (یعنی شرعی عذر کے بغیر) خرچ سے رُکے۔ اور کفایت شعاری یہ ہے کہ ایسے خرچ سے باز رہے جس میں نہ دین کا فائدہ ہو نہ دنیا کا کوئی جائز فائدہ، اور اگر فائدہ دین یا دنیا کا ہو بھی مگر اُس کی وجہ سے دین یا دنیا کا بڑا فائدہ فوت ہو جائے یا دین یا دنیا کا کوئی نسبتاً بڑا ضرر لاحق ہو جائے، کنجوسی کی ضد سخاوت ہے، اور کفایت شعاری کی ضد فضول خرچی۔ مثلاً مہمان داری میں خرچ کرنا کارِ ثواب ہے، اور دنیا میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے مہمان کے دل میں آپ کی محبت و قربت پیدا ہوگی، لیکن اگر مہمان داری میں اپنی مالی گنجائش سے زیادہ خرچ کر ڈالا جس کے باعث آپ مقروض ہو گئے یا بیوی بچوں کے شرعی حقوق تلف ہو گئے تو آپ کا یہ فعل سخاوت کی حدود سے نکل کر فضول خرچی میں داخل ہو گیا، اور اگر ان خرابیوں سے بچتے ہوئے آپ نے مہمان داری کی تو یہ فعل سخاوت بھی ہے اور کفایت شعاری بھی، اور اگر مالی گنجائش کے باوجود اور ان خرابیوں کا خطرہ نہ ہونے کے باوجود آپ نے مہمان داری میں ایسی کوتاہی کی کہ مہمان کا اکرام آپ کی حسبِ حیثیت نہ ہو۔ گا تو یہ کنجوسی ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۶/۳

(فتویٰ نمبر ۱۳۱۶/۲۶ ج)

اپنے آپ کو کسی دربار یا خانقاہ کا ”کتا“ کہنا یا لکھنا؟

سوال (۵۱۳):- اثنائے گفتگو میں لوگ اپنے کو مختلف خانقاہوں سے اپنا تعلق جتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ”میں فلاں دربار کا کتا ہوں“ یا کسی خانقاہ میں کتبے کے نیچے لکھا ہوتا ہے: ”من جانب سگ دربار فلاں“ کیا ایسا کرنا مناسب ہے؟

جواب:- اپنے قصد و اختیار سے ایسا کرنا اچھا نہیں، البتہ جس پر محبت و عقیدت کا اتنا غلبہ ہو کہ

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۲/۳

(فتویٰ نمبر ۲۷۵/۲۶)

اسلام رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا

سوال (۵۱۵):- میری مثال ایک ایسے شخص کی سی ہے جو شرق کی سمت جانا چاہتا ہو اور وہی

اس کی اصل منزل ہو، لیکن وہ مغرب کی جانب سفر کر رہا ہو جبکہ وہ سمجھ بھی رہا ہو کہ میں غلط سمت میں سفر کر رہا ہوں۔ میرا مقصد دنیا نہیں دین ہے لیکن کبھی مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے اور بہت روتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ دنیا کی سجاوٹ بناوٹ اور اس کے حصول سے بچا کر دین پر چلنے والا بنا دے، کیونکہ دنیا

(۱) قال الله تعالى: "وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا" (الفرقان)۔

..... فی تفسیر القرطبی: قال ابن عباس: من منع من حق علیه فقد قتر. قاله مجاهد وابن زید وغيرهما۔

بقدر مقدر اور دین بقدر محنت، لیکن یہ روٹنا وقتی ہوتا ہے اور جب مسجد سے اٹھ کر گھر آتا ہوں اور وہی دنیا داری ہوتی ہے تو پھر دنیا میں لگ جاتا ہوں، دل چاہتا ہے کہ گھر بار، بہن بھائی کو چھوڑ کر فرار ہو جاؤں اور کسی تنہا جگہ یا دین دار لوگوں میں جا کر مل جاؤں، کیونکہ مجھ جیسے دنیا دار کے لئے میرے گھر، محلے اور فیکٹری اور اس سوسائٹی میں جس سے میرا سابقہ ہے دین پر چلنا مجھے بہت مشکل معلوم ہوتا ہے، کیا میرا ایسا کرنا صحیح ہوگا؟ دل چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو ختم کر لوں مگر حرام ہونے کے خیال پر ایسا کرنے پر خوف آتا ہے۔ شادی کے سلسلے میں میری رائے یہ ہے کہ اس وقت تک شادی نہ کروں جب تک مکمل دین پر عمل نہ کروں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ اپنے ساتھ اور کئی جانوں کو لے کر جہنم میں داخل ہوں، یعنی جب میں خود اس پر نہیں چل سکتا یا نہیں چلتا ہوں تو اپنے گھر اور بچوں کو کیسے چلاؤں گا؟ اس تصور سے شادی سے اجتناب کرنا کیسا ہے؟

جواب :- اسلام ترک دنیا اور رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا، ہر مسلمان اپنے عمل کا جواب دہ ہے، اگر کبھی گناہ ہو جائے تو مایوس نہ ہو، توبہ و استغفار کرے اس سے ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے، کسی کا حق مارا ہو تو وہ ادا کرے، گناہ کس سے نہیں ہوتا؟ گناہ سے تو صرف انبیائے کرام ہی معصوم ہیں، امتیوں کا کام تو یہ ہے کہ گناہ سے بچنے کی کوشش میں لگے رہیں، جب گناہ ہو جائے توبہ و استغفار کرے اور اس گناہ کو بھول جائے، دوسرے لوگ اگر شریعت کے خلاف عمل کرتے ہیں انہیں نرمی اور ہمدردی سے تبلیغ کر دیں، وہ نہ مانیں تو آپ کا فرض پورا ہو گیا، اب آپ پر ذمہ داری نہیں، یہی شریعت کا حکم ہے اس میں پریشانی کی کیا بات ہے، پھر خود کشی تو سخت حرام ہے اس کا تو کبھی ارادہ نہ کریں۔

دین پر مکمل طور سے چلنے کا دعویٰ کون کر سکتا ہے؟ آپ کا یہ خیال غلط ہے کہ دین پر مکمل طور سے چلنے سے پہلے شادی نہ کروں گا، شادی کرنا بھی تو دین ہی کا کام ہے، بیوی بچے آپ کی کوشش و تربیت کے باوجود راہ راست پر نہ آئے تو ان کا گناہ آپ پر نہ ہوگا، جو بات آپ نے لکھی ہے اس کی بنا پر شادی سے اجتناب کرنا درست نہیں۔

واللہ اعلم

۲۴/۳/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۲۴۳ ب)

کیا دنیا کا کاروبار ثواب کا کام بن سکتا ہے؟

سوال (۵۱۶) :- ہم چاہتے ہیں کہ دین کی کمائی زیادہ سے زیادہ کریں اور اہل و عیال کی وجہ سے دنیاوی کاروبار میں مصروف رہنا پڑتا ہے، تو ایسی صورت میں کوئی ایسا طریقہ ہے جس سے دنیاوی کام بھی

(۱) کہا جاء فی الحدیث لا رهبانۃ فی الإسلام۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ، کتاب النکاح ج: ۲ ص: ۳۷۰)

..... وفی شریعتنا العشرة افضل العزلة كما قال صلی اللہ علیہ وسلم: لا رهبانۃ فی الإسلام وقد بینا ان النکاح مشتمل علی مصالح حمة والمبوط للسرخسی، کتاب النکاح ج: ۵ ص: ۲۵۳۔

ہو اور دینی توجہ بھی رہے؟

جواب :- دنیاوی کاروبار اگر شریعت کے مطابق ہو اور اس میں اتنا انہماک نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ یا بندوں کے حقوق ترک ہونے لگیں تو وہ بھی ایک کارِ ثواب اور دین کی کھیتی ہے، البتہ ناجائز کاروبار سے مکمل اجتناب کیجئے، اور جائز اور ناجائز کے مسائل کا مطالعہ ”بہشتی زیور“ میں کرتے رہا کریں، ہفتے میں کم از کم ایک بار کسی متبع سنت عالم دین کی صحبت میں جا کر بیٹھا کریں جو کسی مستند بزرگ کی طرف سے مجازِ صحبت ہوں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۵/۸/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۰۰۲/۲۲ ج)

کیا کوئی ولی اپنی مرضی سے کرامت ظاہر کر سکتا ہے؟ نیز کیا وفات کے بعد کسی ولی کی کرامت ظاہر ہو سکتی ہے؟

سوال (۵۱۷) :- بعد وفات کسی ولی کی کرامت نہ کہ آثارِ کرامت ثابت ہے؟ کرامت کا ظہور کوئی ولی اپنی مرضی سے کر سکتا ہے؟

جواب :- کرامت کا ظہور کسی ولی یا بزرگ کے قبضہ قدرت میں نہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی کرامت کسی کی ظاہر نہیں ہو سکتی، البتہ اللہ تعالیٰ جس ولی یا بزرگ سے کرامت کا اظہار کرنا چاہے خواہ اُس ولی کی حیات میں ہو یا وفات کے بعد، اللہ اس پر بہر حال قادر ہے، اور اس میں کوئی عقلی یا شرعی استحالہ نہیں۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۱/۱۰/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۲۱/۲۳ و)

”کلیات امدادیہ“ کے بعض اشعار کی توجیہ

سوال (۵۱۸) :- چند اشعار ”کلیات امدادیہ“ میں درج ہیں، ان کا ظاہری مضمون خلافِ شرع

ہے، ان کی تاویل سے واقف فرماویں، یہ اشعار حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے ہیں :-

ہو آستانہ آپ کا امداد کی جبین

اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یا رسول اللہ

(گلزار معرفت ص: ۶)

(۱) ملاحظہ فرمائیے: مقدمہ کرامات امدادیہ مرتبہ مولانا انعام اللہ ص: ۵۰۔

دوڑ کر سر قدم پاک پر رکھ دوں اپنا
دھیان کس کو ادب و بے ادبی کا ہووے
ہوئی ایسے سنگم سے محبت
نہیں ہے اس میں اصلاً ہوئے رحمت
تڑپتا ہوں جس کے غم دن رات
خبر اس کو نہیں ہیہات ہیہات

جواب:- اشعار میں خیال آفرینی، تشبیہ، مجاز، استعارے اور کنایات کا استعمال بکثرت ہوتا ہے، ہر لفظ کو اُس کے حقیقی معنی میں استعمال نہیں کیا جاتا، بلکہ بسا اوقات اُس کے مجازی معنی مراد ہوتے ہیں، ان اشعار میں بھی یہی صورت ہے۔ مثلاً پہلے شعر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانے سے مراد مسجد نبوی ہے، متکلم مسجد نبوی میں سجدہ ریزی یعنی نماز پڑھنے کی تمنا کر رہا ہے۔ اسی طرح دوسرے شعر میں قدم پر سر رکھنے سے مراد غایت درجہ تعظیم و عقیدت و محبت کا اظہار ہے، حقیقتہً سر کو قدم پر رکھنا مراد نہیں، جیسے محاورے میں بکثرت کہا جاتا ہے کہ ”میں پچھلے ماہ قدم بوسی کر چکا ہوں، آئندہ ماہ پھر قدم بوسی کے لئے حاضر ہوں گا۔“ ظاہر ہے کہ اس جملے میں حقیقتہً پاؤں چومنا مراد نہیں بلکہ عقیدت مندانہ حاضری مراد ہے، اسی طرح شعر مذکور میں پاؤں پر سر رکھنے سے اس کے محاورے کے معنی مراد ہیں لفظی ترجمہ مراد نہیں، اور حاصل یہ ہے کہ متکلم غایت درجہ تعظیم و عقیدت مندی کے ساتھ اپنی حاضری کی تمنا کر رہا ہے۔

اور کبھی صوفیائے کرام اپنے اشعار میں خطاب محبوب مجازی کو کرتے ہیں اور اسی کے مناسب اُس کی صفات ذکر کرتے ہیں، پھر کسی خاص لفظ یا جملے سے نہیں بلکہ مجموعہ کلام سے ذہن محبوب حقیقی کی طرف منتقل کرتے ہیں، اس کو فن ”اعتبار“ کہا جاتا ہے۔ تیسرے شعر میں یہی صورت ہے کہ متکلم وغیرہ صفات محبوب مجازی کی ہیں، محبوب حقیقی کی یہ صفات مراد نہیں۔

تاہم اگر کسی کو ان جیسے اشعار کے پڑھنے سے انقباض ہوتا ہو یا تاویل صحیح سمجھ میں نہ آتی ہو تو اُسے اُن کے پڑھنے سے احتراز کرنا چاہئے، لیکن صاحب شعر جو کہ تبع شریعت ہو (جیسے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) اُس کے عقیدے کے متعلق ہرگز بدگمانی میں مبتلا نہ ہوں، کسی شعر کی اگر تاویل صحیح سمجھ میں نہ آئے تو سمجھنا ضروری نہیں، مگر بدگمانی سے بچنا بہر حال ضروری ہے۔ واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۹/۸/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۱۹۱/۲۵ و)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

۱۹/۸/۱۳۹۴ھ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے سفر حج اور روضہ اقدس پر حاضری کے ایک واقعے کی تحقیق

سوال (۵۱۹):- حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کا سفر حج اور چند اشعار مخصوص کاروضہ اطہر پر پڑھنے کا ارادہ، اور بادشاہ وقت کو حضور کی زیارت اور اشعار پیش کرنے والے کی طرف اشارہ، اور بادشاہ کا حضرت حاجی صاحب کو قید کرنا پھر بادشاہ کو زیارت میں حکم ہونا کہ ان کو کیوں قید کیا گیا؟ اگر وہ آکر اشعار پیش کرتے تو قبر نبوی سے ہاتھ مبارک کا باہر آنا جیسے مشہور ہے بحوالہ ”انوار مدینہ“ لاہور از رسائل مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپور۔ یہ مشہور عالم واقعہ اکثر کتب میں نامکمل ہے، کیا یہ واقعہ غلط ہے یا ہاتھ مبارک کا باہر آنا محال ہے؟

جواب:- حضرت حاجی صاحب کا یہ واقعہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہم نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اپنی کتاب ”فضائل ذرود شریف“ میں ص: ۱۱۸ میں نقل کیا ہے، ساتھ ہی یہ صراحت بھی فرمائی ہے کہ یہ واقعہ میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا اپنے والد صاحب سے زبانی سنا تھا۔

احقر محمد رفیع عرض کرتا ہے کہ میری خواہش تھی کہ کتابوں میں اس واقعے کو تلاش کروں مگر یہاں فوری ضرورت کے فتاویٰ اتنی کثرت سے آتے رہتے ہیں کہ اس کا موقع نہ مل سکا، موقع کے انتظار میں تاخیر جواب کا بھی مرتکب ہونا پڑا، تاہم اس واقعے کی تکذیب کی کوئی وجہ نہیں جبکہ شیخ الحدیث جیسے بزرگ محقق اپنے والد جیسے عظیم متقی عالم دین سے اس کی روایت کر رہے ہیں، اور شرعاً یا عقلاً بھی اس واقعے کی صداقت میں اشکال نہیں، کیونکہ دست مبارک کا باہر آنا محال نہیں، سید احمد رفاعی کا ایسا ہی ایک قصہ مشہور ہے، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہم نے ”فضائل حج“ میں یہ واقعہ علامہ سیوطی کی کتاب ”الحاوی“ سے نقل فرمایا ہے۔

واللہ اعلم

۱۸/۲/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۳۷۱/۲۶ الف)



﴿ کتاب حقوق المعاشرة ﴾

﴿ وآدابها ﴾

(معاشرت کے حقوق و آداب کے بارے میں)

پیر کی حمایت میں والد کو تکلیف پہنچانا حرام ہے

سوال (۵۲۰): - میری دو لڑکیاں ہیں اور دو نوایاں گھر میں موجود تھیں، وقوعہ کے روز ۱۱-۱۲ بجے کے درمیان چھوٹی لڑکی نے کرایہ نامہ ہاتھ میں لے کر غصے میں مجھے خطاب کیا کہ آپ نے اس میں پانی کا ذکر نہیں کیا جبکہ اُس میں وہ موجود تھا، میں نے کہا: تم پڑھ کر دیکھ لو اور جو خامی نظر آئے اُس کو درست کر لیا کرو، لیکن وہ تو آگ بگولہ ہو گئی، میں چار پائی پر بیٹھا لکھ رہا تھا، حملے کی غرض سے میری طرف بڑھی جبکہ نواسیوں نے مجھے پکڑ رکھا تھا، لیکن میری بیوی نے آکر خوب ہاتھ پلائے، یہ سب اُس پیر کی حمایت میں تھا، میں اس پر باہر چلا گیا، تو بڑی لڑکی اور نواسی گاڑی لے کر مجھ کو منت سماجت سے گھر واپس لے آئیں، چھوٹی لڑکی کو جنون سا ہے پیر کو شاید خدا سے زیادہ سمجھتی ہے۔ ایک عزیزہ نے بھی اُس کو سمجھایا کہ باپ کی اطاعت کے بغیر بخشش نہیں ہو سکتی۔

جواب:- چھوٹی لڑکی نے جو حرکت اپنے والد کے ساتھ کی وہ سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے، یہ ایسا گناہ ہے کہ جب تک والد ہی معاف نہ کرے، توبہ سے بھی معاف نہیں ہو سکتا۔ والد یا والدہ کو تکلیف پہنچانا، برا کہنا اور مارنا سخت حرام ہے۔^(۱) لڑکی پر لازم ہے کہ فوراً والد سے معافی مانگے، جب تک والد معاف نہ کر دیں چین سے نہ بیٹھے، اور آئندہ اُن کی خدمت اور اطاعت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرے، ورنہ سخت وبال کی مستحق ہوگی۔

شوہر کی نافرمانی اور ایذا رسانی یا اس کی شان میں گستاخی یہ سب سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہیں،^(۲) بیوی نے جو حرکت ناحق شوہر کے ساتھ کی یہ سخت گناہ کی مرتکب ہوئی، فوراً شوہر کو راضی کرے اور آئندہ اُس کی اطاعت میں کوتاہی نہ کرے، ورنہ سخت عذاب کی مستحق ہوگی۔ اس قسم کے گناہوں کا عذاب بسا اوقات دُنیا میں بھی آ جاتا ہے، اللہ سے پناہ مانگے، اور نام نہاد پیر سے فوراً کنارہ کش ہو جائے۔ جو شخص شریعت کا

(۱) عن انس بن مالك قال: ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم: الكبائر فقال: الاشرار بالله وقتل النفس وعقوق الوالدين الخ (صحيح البخاري، كتاب الادب، باب عقوق الوالدين من الكبائر)۔

(۲) عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاثة لا يقبل لهم صلوة ولا تصعد لهم حسنة: العبد الاثم حتى يرجع إلى مولاه فيضع يده في ايديهم، والمرأة الساخط عليها زوجها والسكران حتى يصحو (السنن الكبرى للبيهقي، ج: ۱، ص: ۳۸۹، صحيح ابن حبان، باب آداب الشرب)۔

... وحقه عليها ان تطيعه في كل مباح يأمرها به (البدل المختار، كتاب النكاح، باب القسم، ج: ۳، ص: ۲۰۸، سعيد)۔

پابند نہ ہو، نامحرم عورتوں سے بے پردہ ملتا ہو، فاسق اور گنہگار ہے، ایسا شخص پیر نہیں ہو سکتا، اس کا مرید ہونا سخت جہالت اور گمراہی ہے۔

واللہ اعلم

۱۳۹۲/۵/۵ھ

(فتویٰ نمبر ۸۹۶/۲۵ د)

کیا باپ، بیٹے کا خط کھول کر پڑھ سکتا ہے؟

سوال (۵۲۱):- میرے شوہر یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کیا باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ بیٹے کا خط

کھول کر باپ پڑھ لے؟

جواب:- اپنی اولاد کی مصلحت اور خیر خواہی کے لئے اگر باپ ایسا کرتا ہے تو جائز ہے، ورنہ

واللہ اعلم

جائز نہیں۔

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۱۳۹۲/۲/۷ھ

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

(فتویٰ نمبر ۲۵۲/۲۵ ب)

کیا والد کے کہنے پر بیوی کو طلاق دینا ضروری ہے؟

سوال (۵۲۲):- کیا باپ کو حق حاصل ہے کہ اپنے بیٹے کو کہے کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو

جبکہ بیوی کا کوئی قصور نہ ہو، کیا بغیر قصور کے بیٹا ماں باپ کے کہنے پر طلاق دے سکتا ہے؟

جواب:- اپنی اولاد کی مصلحت اور خیر خواہی کے لئے اگر باپ یہ بات کہے تو جائز ہے، رہی یہ

بات کہ باپ کے اس فرمان کی تعمیل لڑکوں کو کرنی چاہئے یا نہیں؟ تو اگر لڑکے کو ظن غالب یہ ہے کہ بیوی کو

طلاق دینے کے بعد حرام کاری میں مبتلا ہو جاؤں گا یا بیوی کی جدائی کے باعث کسی اور گناہ میں مبتلا ہو جاؤں

واللہ اعلم

(۱)

گاتب تو تعمیل نہیں کرنی چاہئے، ورنہ تعمیل کریں اور طلاق دے دیں۔

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۱۳۹۲/۲/۷ھ

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

(فتویٰ نمبر ۲۵۲/۲۵ ب)

والدین کو اذیت دینے والے سے تعلقات قطع کرنے کا حکم

سوال (۵۲۳):- نیاز احمد، محمد سعید دونوں بھائی ہیں، ان دونوں نے اپنے والدین کی اتنی بڑی

(۱) عزیز الفتاویٰ میوزیم مکمل ج: ۱ ص: ۱۷۳ (جواب سوال نمبر ۱۲۸)۔

نیز تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: رسالہ تعدیل حقوق الوالدین از حضرت مولانا شرف علی قہنوی قدس سرہ جو ہشتی گوہر کے آخر میں ملتی ہے۔

بے عزتی کی ہے کہ ایک جاہل آدمی اپنی بیوی کو بھی ایسی ذلت آمیز بات نہیں کہتا، جیسا کہ انہوں نے اپنے والدین کو کہا ہے، باپ کو بے ایمان، جھوٹا، سکھ، اور دیگر الٹی پلٹی باتوں سے نوازا، نیاز احمد بدوق لے کر باپ کو گولی مارنے دوڑا، پورے گاؤں والے ان واقعات سے آگاہ ہیں، مگر کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ان سے مراسم رکھتے ہیں۔

جواب :- یہ دونوں بھائی سخت حرام کے مرتکب ہوئے ہیں، ان پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی آہ و زاری کے ساتھ توبہ و استغفار کریں اور ماں باپ کو بھی جس طرح ممکن ہو راضی کریں، ورنہ سخت عذاب کے مستحق ہوں گے، اس گناہ کی سزا بسا اوقات دنیا میں بھی مل جاتی ہے، اُس سے ڈریں، اگر یہ دونوں بھائی توبہ نہ کریں یا والدین کو راضی نہ کریں تو ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات منقطع کر لئے جائیں، ایسے لوگوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنا جائز نہیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۹/۹/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۱۳۸۷/۲۳ ز)

والدین سے حسن سلوک بہر حال ضروری ہے

سوال (۵۲۴) :- والدین ضعیف العمر ہیں، یہ ایمان رکھتا ہوں کہ مجھے کتنا ہی ماؤی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے اُن کی دل آزاری نہ کروں گا۔ آٹھ سال قبل میری شادی کا پروگرام بنا، میں نے تعلیم کی وجہ سے شادی سے انکار کر دیا، شادی والے روز والد نے کہا کہ میں تیرا باپ ہوں اور اُن کی آنکھ سے آنسو نکل آئے۔ میں نے ان کی بات منظور کر کے شادی کر لی، اگرچہ میرے مستقبل کی قربانی کا معاملہ تھا، پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ بیوی کے پاس نہیں جاؤں گا، ایک روز تلاوت میں یہ آیت گزری کہ ”جس کو تم نقصان دہ سمجھتے ہو ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارے لئے مفید ہو“ میں نے اپنا فیصلہ بدل کر بیوی سے تعلقات بحال کر لئے اور پھر تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا، کاروبار شروع کیا اور جو کچھ دن بھر کمائی ہوتی ہے وہ والد صاحب کو حاضر کر دیتا ہوں۔ اس کے باوجود اباجی غیر مطمئن ہیں، عام حالات میں وہ نہایت شفیق ہوتے ہیں مگر جلالی کیفیت میں تخریب کار، کام چور، نافرمان، غدار خانہ قرار دیتے ہیں، اس کے علاوہ یہ حکم ہے کہ والدین کے سامنے اُف بھی نہ کیا کرو، اب دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا والدین سے غلط فیصلہ ہو سکتا ہے، اگر والدین اولاد کے لئے کوئی فیصلہ کریں اور وہ غلط ہو تو لڑکا اُس کو غلط کہنے کا حق رکھتا ہے یا کسی کا باپ ماں بن جانا اُس کے فرشتہ ہونے کی دلیل ہے؟

جواب :- ماں باپ گناہوں سے پاک اور معصوم نہیں ہوتے، صرف اس وجہ سے کہ وہ ماں باپ ہیں ان کے جھوٹ کو سچ نہیں کہا جاسکتا، لیکن بیٹے کو ان کا ادب و احترام ملحوظ رکھنا بہر حال ضروری ہے، اگر وہ ناجائز کام کا یا کسی حق دار کی حق تلفی کا حکم دیں تو اس حکم پر ہرگز عمل نہ کریں، مگر ان سے سخت کلامی بھی نہ کریں، یا تو خاموش رہیں اور عمل شریعت کے مطابق کریں، اگر اس پر وہ ناراض ہوں تو شرعاً آپ پر کوئی گناہ نہیں اور اس صورت میں آپ کو نافرمان بیٹا قرار نہیں دیا جائے گا، یا اگر اُمید ہو کہ آپ کی بات سے وہ ناراض نہیں ہوں گے تو نرمی اور ادب کے ساتھ شریعت کی بات ان کے گوش گزار کر دیں۔

اور باپ اگر کبھی غصے میں آپ کو بُرا بھلا کہیں تو بالکل صبر کر کے خاموش رہیں، سخت کلام کا جواب ہرگز سختی سے نہ دیں،^(۱) ایک وقت وہ سخت بات کرتے ہیں تو دوسرے وقت شفقت بھی کرتے ہیں، غصے میں ماں باپ بسا اوقات بیٹے کو غدار خانہ، یا کام چور وغیرہ بھی کہہ دیتے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ وہ دل میں بھی بیٹے کو غدار یا کام چور سمجھتے ہوں، محض غصہ نکالنے کے لئے ایسے الفاظ کہہ دیتے ہیں، جس پر صبر کرنے کے سوا چارہ نہیں اور صبر کا ثواب جنت ہے۔

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۱۶۶۰/۲۵ د)

والدہ اولاد سے اجازت لینے کی پابند نہیں

سوال (۵۲۵) :- ہم لوگ چھ سکے بھائی ہیں، ہماری والدہ صاحبہ ہم تین چھوٹے بھائیوں کے ساتھ رہ رہی ہیں، ہم والدہ صاحبہ کو خرچ کھانا وغیرہ دیتے ہیں، تین بڑے بھائی الگ رہ رہے ہیں وہ والدہ کو خرچ نہیں دیتے، والد صاحب وفات پا چکے ہیں۔

اب ہم تین چھوٹے بھائیوں کا والدہ کے ہمراہ کراچی رہنے کا ارادہ ہے لیکن بڑے بھائی والدہ کے کراچی رہنے پر ناراض ہیں، اور ساتھ رکھنے کی صورت میں خرچ بھی نہیں دیتے، کیا والدہ بڑے بیٹوں کی اجازت کے بغیر کراچی رہ سکتی ہیں؟

جواب :- والدہ اپنے بیٹوں کی اجازت کی پابند نہیں، جہاں رہنے میں وہ اپنی مصلحت سمجھیں، بیٹوں کی اجازت کے بغیر بھی رہ سکتی ہیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۲۸/۷/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۹۳/۴۴۴)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(۱) قال تعالى: وَطَعْنُكَ بِأَنْ لَا تُعْبِدَ إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتَ رَأَيْتُ بِرَأْسِكَ مَثَلَيْمًا ۚ إِنَّكَ أَكْبَرُ عَنِ الْعِلْمِ ۚ إِنَّكَ أَكْبَرُ عَنِ الْعِلْمِ ۚ وَطَعْنُكَ بِأَنْ لَا تُعْبِدَ إِلَّا اللَّهَ ۚ (نبي اسرائیل)۔

باپ اور بیٹے کی رائے میں اختلاف ہو تو شرعی حل کیا ہے؟

سوال (۵۲۶):- جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اُس دن سے آج تک میرے اور میرے والد صاحب کے خیالات میں ہمیشہ اختلاف رہا ہے، اس صورت میں میری اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت اور پرورش، شادی بیاہ وغیرہ کے تمام امور میری مرضی سے ہوں یا بچے کے دادا یعنی میرے والد صاحب کی مرضی سے ہوں؟ اس کا شرعی جواب غنایت فرمایا جائے۔

جواب:- باپ اور دادا میں سے جس کی بات شریعت کے خلاف ہو اُس کی بات نہیں مانی جائے گی، جس کی بات شریعت کے موافق ہو اُس کی مانی جائے، اور اگر دونوں کی بات شریعت کے موافق ہو تو باپ کا حق مقدم ہے، باپ کی بات مانی جائے گی۔ نکاح، تعلیم و تربیت وغیرہ سب امور میں یہی حکم ہے، مگر بیٹے کو چاہئے کہ وہ جہاں تک ہو سکے اپنے باپ کو راضی رکھے اُن کے مقابلے پر ضد نہ کرے بشرطیکہ باپ (دادا) کی بات شریعت کے خلاف نہ ہو۔

واللہ اعلم

۲۸/۱۲/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۲۸۱۳ ح)

والدہ دوسری شادی کر لے تو بھی اس کے ساتھ

حسن سلوک ضروری ہے

سوال (۵۲۷):- میرے والد صاحب کا انتقال میری پیدائش سے دو ماہ قبل ہی ہو گیا تھا، مجھ سے دو بڑے بھائی اور دو بہنیں ہیں، والد صاحب کے انتقال کے وقت میری ماں کی عمر تقریباً ۲۷-۲۸ سال رہی ہوگی، والد صاحب سرکاری ملازم تھے، اور انہوں نے کوئی اثاثہ یا جائیداد نہیں چھوڑی تھی۔ والدہ نے کچھ عرصے بعد نکاح ثانی کر لیا، ہم لوگوں کی پرورش پھوپھی صاحبہ نے کی، پھوپھی اور پھوپھی پھانے بہنوں کی شادیاں کر دیں، اور ہم بھائیوں کو تعلیم دلائی اور شادیاں بھی کیں۔ یہ پھوپھی ہی کی توجہ کا نتیجہ ہے کہ اللہ کے فضل سے ہم تینوں بھائی مالی طور پر آسودہ حال ہیں اور ہزاروں لاکھوں سے بہتر ہیں۔

میری ماں اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ رہتی تھیں، نکاح ثانی سے ان کے چار اولادیں ہوئیں، ہم لوگوں کے تعلقات ان کے دوسرے شوہر کی اولاد سے خوشگوار رہے، لیکن پچھلے ایک سال سے کچھ ایسی بات ہو گئی ہے کہ ہم لوگوں کو اپنی ماں کی دوسری اولاد سے تعلقات ختم کرنے پڑے، اس کی وجہ یہ تھی کہ میری ماں کے دوسرے شوہر سے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے، میری سب سے بڑی بہن جو کہ لندن میں رہتی ہیں انہوں نے ماں کی دوسری شادی سے جو اولاد ہوئی اس کے ساتھ ہمیشہ شفقت اور محبت کا سلوک رکھا، ماں کی دوسری

شادی سے جو بیٹی ہے وہ بھی شادی کے بعد لندن چلی گئی، اور وہاں میری بڑی بہن نے ان کا اور ان کے شوہر کا ہمیشہ بہت خیال رکھا۔

دو سال قبل ان لوگوں کے ذریعے میری بہن کی اکلوتی بیٹی کی شادی بھی لندن میں ایک پاکستانی نوجوان سے ہو گئی، چونکہ لڑکے کو میری ماں کی بیٹی اور داماد جانتے تھے اس لئے میری بہن نے زیادہ تحقیق نہیں کی، اور اعتماد کر کے شادی کر دی۔ شادی کے کچھ دنوں بعد میری بھانجی کے ساتھ اس کے شوہر کا رویہ خراب ہونا شروع ہو گیا، اور آہستہ آہستہ داماد نے اپنی ساس، سر کے ساتھ بھی خراب رویہ اختیار کیا، بعد میں معلوم ہوا کہ ان حالات کے پیدا کرنے میں ماں کی بیٹی داماد (جن کے ذریعے شادی ہوئی تھی) کا ہاتھ تھا، اور وہ لوگ لڑکے کو بھڑکاتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ لڑکا نہ صرف اپنی بیوی کے ساتھ برا سلوک کرے بلکہ اس کے والدین کے ساتھ بھی برا برتاؤ اور بدتمیزی کرے۔ جب دوسری بیٹی اور ان کے شوہر سے باز پرس کی گئی تو بجائے اس کے کہ وہ لوگ رویہ تبدیل کرتے انہوں نے لڑکے کو مزید بھڑکایا، اور علی الاعلان یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم لڑکی کو طلاق دلوا کر رہیں گے، اس کے علاوہ لڑکی پر بہتان لگانے سے بھی باز نہیں آئے۔ جب حالات زیادہ خراب ہو گئے تو ہم لوگوں نے فیصلہ کیا کہ ان تمام لوگوں یعنی والدہ کے نکاح ثانی سے جو اولاد ہے ان سے تعلقات ختم کر دیئے جائیں، چنانچہ خاموشی سے ہم لوگوں نے تمام تعلقات منقطع کر دیئے۔

میری ماں اپنی دوسری اولاد کے ساتھ رہتی تھیں اور چونکہ ہم لوگوں نے ان کی دوسری اولاد سے تعلقات ختم کر لئے اس لئے ان کے یہاں آنا جانا بھی بند کر دیا اور ماں کو یہ بتا دیا کہ ہم لوگ آپ سے ملنے آپ کے گھر نہیں آئیں گے، کیونکہ یہاں آنے سے بات بڑھتی رہے گی، اور ہم لوگ ان سے کوئی تعلقات رکھنا نہیں چاہتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میری ماں کی دوسری اولاد اپنی بہن اور بہنوئی کی طرف داری کر رہے تھے، ان حالات میں میرے خیال میں بہتر طریقہ یہ تھا کہ تعلقات ہی نہ رکھے جائیں، تو شاید میری بھانجی اور اس کے شوہر کی ازدواجی زندگی میں جو زہریہ لوگ گھول رہے ہیں اس میں کمی آجائے، اور واقعتاً ایسا ہی ہوا، میاں بیوی کے تعلقات میں نمایاں تبدیلی آئی ہے، گو میری ماں کے دوسرے داماد اب بھی یہ دھمکی دوسروں کے ذریعے پہنچاتے رہے ہیں کہ طلاق دلوا کر رہوں گا۔

ان تمام حالات کی اطلاع بڑی بہن نے تفصیل کے ساتھ لکھ کر ماں کو بھی دے دی، گو یہ اُمید تو نہیں تھی کہ وہ اپنی بیٹی اور داماد پر اثر انداز ہو کر ان کو ان گھٹیا حرکتوں سے روک سکیں گی، لیکن ایک گمان تھا کہ شاید ماں کے کہنے سے کچھ فرق پڑے۔ لیکن ہم سب بھائی بہنوں کو انتہائی دکھ پہنچا جب ماں نے اپنی دوسری اولاد کا ساتھ دیا اور کہا کہ لڑکی خود ہی ذمہ دار ہے، اس میں ان کی بیٹی کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ہم لوگوں نے اپنی

ماں سے کہا کہ اگر آپ ان لوگوں کو سمجھا نہیں سکتیں تو کم از کم آپ غیر جانب دار تو رہ سکتی ہیں، ہم لوگ بھی آپ کی اولاد ہیں اور آپ کو اس معاملے میں کم از کم غیر جانب دار رہنا چاہئے، لیکن اس کے باوجود وہ ان لوگوں کی حمایت کرتی ہیں اور ہر جگہ خاندان میں ان کی صفائی پیش کرتی ہیں۔

چونکہ ہم لوگوں نے اس گھر میں جہاں والدہ دوسری اولاد کے ساتھ رہتی ہیں جانا بند کر دیا (جب ماں سے ملنا ہوتا ہے تو میں ان کو جا کر اپنے گھر لے آتا ہوں، اس کے علاوہ فون پر بھی خیریت دریافت کر لیتا ہوں، ایک بھائی کبھی کبھی وہاں جا کر بھی ماں سے مل آتے ہیں) اس لئے وہ ہم سب سے بہت ناراض ہیں، ہم لوگوں نے ان کو بتا دیا کہ ہمیں آپ سے صرف یہ شکایت ہے کہ آپ نے ہم لوگوں کے مقابلے میں ان کی حمایت کی، جبکہ آپ کو غیر جانب دار رہنا چاہئے تھا۔ ہم لوگوں نے ماں سے کوئی بدتمیزی نہیں کی، لیکن وہ یہ چاہتی ہیں کہ ان تمام واقعات کے باوجود ہم لوگ ان کی دوسری اولاد سے اسی طرح ملتے رہیں جیسے کہ پہلے ملتے تھے، لیکن یہ ناممکن ہے۔

مفتی صاحب آپ سے یہ دریافت کرنا ہے کہ مذکورہ حالات میں آیا ہم لوگوں کا رویہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس بارے میں شرعاً ہمارا صحیح رویہ کیا ہونا چاہئے؟ اور یہ بھی بتلائیں کہ میری والدہ کا رویہ اس مسئلے میں مناسب ہے یا نہیں؟ اور آیا ان کو غیر جانب دار رہنا چاہئے یا نہیں؟ اور وہ ایک فریق کی بے جا حمایت کر رہی ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں؟

بلا تحقیق رشتہ دار سے تعلقات قطع کرنا جائز نہیں

(۵۲۸) ۲- میرے سب سے بڑے بھائی جن کو اللہ تعالیٰ نے بہت اعلیٰ مقام اور عہدہ بھی عطا کیا ہے، تقریباً ۲۵ سال سے ماں سے ملنا جلنا قطعی بند کر دیا ہے، ان کو ماں سے کچھ شکایتیں ہیں، ان میں سب سے اہم یہی معلوم ہوتی ہے کہ ماں نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر نکاح ثانی کر لیا، وہ ماں سے یہاں تک بے زار ہیں کہ آمنا سامنا ہو تو سلام بھی نہیں کرتے، بلکہ اکثر مضحکہ بھی اڑاتے ہیں۔ میرے بھائی ویسے بہت مذہبی انسان ہیں اور حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب مرحوم سے بیعت بھی ہیں، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ان کا رویہ ماں کے ساتھ نہایت نامناسب اور غلط ہے (یہ میرا خیال ہے) اور میرے دل میں ہمیشہ یہ خوف طاری رہتا ہے کہ کہیں ماں کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے اور اس کا اثر میرے بھائی پر پڑے۔ براؤ کرم آپ یہ بتلائیں کہ بھائی کا یہ رویہ کہاں تک صحیح ہے؟ گو بڑے بھائی حقوق اللہ تو پورے کرتے ہیں لیکن کیا ان کا یہ طرز عمل حقوق العباد کی خلاف ورزی نہیں ہے؟ اور کیا اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ کرے گا؟

جواب: ۱- جو واقعات آپ نے اوپر لکھے ہیں، ان کی روشنی میں آپ لوگوں کا رویہ اپنی ماں کے بارے میں تو درست ہے، لیکن ماں کی اولاد بھی اگر درست رویہ اختیار کر لے تو ان کے ساتھ سابقہ رویہ سے درگزر کرتے ہوئے ان کے ساتھ بھی تعلقات استوار کر لیں تو بہتر ہے، تاکہ آپ کی والدہ کی یہ خواہش بھی پوری ہو جائے کہ ”آپ لوگ ان کی دوسری اولاد کے ساتھ اسی طرح ملتے رہیں جیسے پہلے ملتے تھے“ لیکن اگر ماں کی اولاد اپنا رویہ درست نہ کرے تب بھی آپ کو ماں کی اولاد سے سلام و کلام بالکلیہ بند کرنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ سلام و کلام بند کرنا جائز نہیں۔

۲- آپ کے بھائی کا رویہ ہرگز صحیح نہیں ہے، کیونکہ نکاح ثانی کوئی جرم نہیں اور نہ ہی کوئی عیب کی بات ہے، لہذا اس کو معیوب سمجھ کر والدہ سے تعلقات ختم کر لینا ہرگز جائز نہیں، آپ کے بھائی کو چاہئے کہ وہ اپنے موجودہ رویہ سے باز آجائیں، والدہ کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کریں اور گزشتہ رویہ سے توبہ و استغفار کریں، ماں سے معافی مانگیں، ورنہ سخت گنہگار اور مجرم ہوں گے۔

واللہ اعلم

اصغر علی

(فتویٰ نمبر ۱۹۶/۳۸ الف)

جواب صحیح ہے، لیکن یاد رہے کہ ماں کی اولاد کے متعلق جو رائے آپ نے قائم کی ہے کہ انہی کی ریشہ دوانیوں سے آپ کی بھانجی کے ازدواجی تعلقات خراب ہوئے ہیں، وہ اگر تحقیق پر مبنی ہے تب تو آپ اس اولاد کے ساتھ یہ رویہ رکھنے میں اور والدہ سے شاکی ہونے میں حق بجانب ہیں، اور اگر تحقیق پر مبنی نہیں، محض سنی سنائی بات ہے تو آپ کو یہ رویہ تبدیل کرنا ضروری ہوگا۔^(۱)

دوسری بات یہ ملحوظ رکھنی ضروری ہے کہ والدہ کی اولاد کے ساتھ جو رویہ آپ نے مجبوراً اختیار کیا ہے، اس کے علاوہ کوئی اور ایسا کام یا کلام آپ کے لئے جائز نہ ہوگا جو والدہ کے لئے رنج و تکلیف کا باعث ہو۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

سوتیلی والدہ کو تکلیف دینا ہرگز جائز نہیں

سوال (۵۲۹):- صاحب اولاد بیوی کی اولاد نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم اپنی لاولد والدہ کی کسی دعوت و تقریب میں شریک نہ ہوں گے اور نہ ہی اُس کے گھر جائیں گے اور اُس کے یہاں کھانا کھائیں گے بوجہ غار یا دشمن و ضد کے۔ ان کے اس طرز عمل سے اُن کے والد کو بعض موقعوں پر سخت شرمندگی و ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کیا شرعاً اس شخص کی اولاد کا یہ طرز عمل جائز ہے یا نہیں؟

(۱) قال الله تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا (المحجرات: ۶)۔

جواب :- اس شخص کی اولاد کا یہ طرز عمل تین وجہ سے بالکل ناجائز ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ کسی مسلمان سے بھی اس قسم کے قطع تعلق کو حدیث میں منع فرمایا گیا ہے،^(۱) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ قطع رحمی ہے جسے احادیث میں حرام قرار دیا گیا ہے،^(۲) اور تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ باپ کی تکلیف کا سبب ہے جو جنس قرآن^(۳) حرام ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳/۱۲/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۲۷۸/۲۳ ب)

والدہ اور چچا کو گالی دینا سخت گناہ ہے

سوال (۵۳۰) :- عجب خان میرا بھتیجا ہے، اس نے اپنے بھائیوں کو کہا کہ تمہاری والدہ کی ایسی تپسی کی جائے، پھر اپنے چچا کو بھی گالی دی، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب :- عجب خان کا اپنی والدہ اور دوسرے رشتہ داروں کو مذکورہ بالا نازیبا الفاظ کہنا سخت گناہ ہے، خصوصاً والدہ کی شان میں ایسی بات کہنا تو اور بھی سخت گناہ ہے، عجب خان پر لازم ہے کہ فوراً ان سب رشتہ داروں اور والدہ سے معافی مانگے اور اللہ تعالیٰ سے بھی ندامت اور صدقِ دل کے ساتھ توبہ و استغفار کرے ورنہ سخت عذاب کا اندیشہ ہے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳/۱۲/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۲۵/۹ الف)

زندگی میں والد کی نافرمانی کی ہو تو اس کا ازالہ کیسے ہوگا؟

سوال (۵۳۱) :- میرے والد صاحب کا آج سے تقریباً ۲۰ دن پہلے انتقال ہو گیا، میں اپنے والد کا بہت زیادہ نافرمان تھا، حتیٰ کہ میں نے بعض دفعہ انہیں گالی بھی دی ہے، جس کا غم اب مجھے کھائے جا رہا ہے، میری صحت اور زندگی پر اس کا بُرا اثر پڑ رہا ہے، یہ نافرمانی کس طرح دھل سکتی ہے؟

(۱) لا یحل لمسلم أن ینحر أخاه فوق ثلاث لبال (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب الحجرة، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم النحر فوق ثلاث بلا عذر)۔

(۲) الأدب المفرد للبخاری، باب إثم قاطع الرحم، ج: ۱ ص: ۲۷: عن جابر بن مطعم أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا یدخل الجنة قاطع رحم۔

(۳) "وَقُلْ بَرُّنَا أَبْنَاءَ اللَّهِ نَحْبُدُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ فَاعِلُ الْأَعْمَالِ" (نبي اسرائیل)۔

جواب :- آپ سے یہ سخت گناہ ہوا ہے، اب اس کے دو علاج ہیں، ایک یہ کہ اللہ جل شانہ سے صدق دل کے ساتھ توبہ و استغفار کریں۔ دوسرا یہ کہ اپنے والد مرحوم کے لئے بکثرت دعائے مغفرت کرتے رہیں، روزانہ کچھ قرآن شریف کی تلاوت اور جب استطاعت ہو تو صدق و خیرات کر کے ان کی روح کو اس کا ثواب پہنچایا کریں۔ نیز ان کے رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک اور ادب و احترام کا معاملہ کریں۔^(۱) آپ کو والد مرحوم نے جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہو اور وہ کام ناجائز نہ ہوں تو وہ کام کر دیں، جن چیزوں سے منع کیا ہو اور وہ کام ثواب کا نہ ہو تو اس سے باز رہیں، اس طریقے سے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ اس گناہ کے وبال سے بچ جائیں گے، والدہ موجود ہوں تو ان کی خدمت اور دلداری کو غنیمت جانیں اور دل و جان سے انہیں ہمیشہ خوش رکھنے کی پوری کوشش عمر بھر کرتے رہیں، یہ خط محفوظ رکھیں اور کبھی کبھی اس کو پڑھ لیا کریں۔

واللہ اعلم

۲۶/۴/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۸۲۷/۲۵ د)

والد سے وصولی قرض کا مطالبہ جائز ہے

سوال (۵۳۲) :- ۱۰ نومبر ۱۹۵۹ء میں بندے نے دلالی کا کام شروع کیا، ملک کے دوسرے شہروں سے بیوپاری حضرات مجھے سوت، زرٹ سلک یارن، اسٹپیل یارن خریدنے کے آرڈر بذریعہ ٹیلیفون، تار، خط وغیرہ دیا کرتے ہیں، آرڈر صحابان سے خرید کر بینک بلیٹی کر دیا کرتا تھا، جو میرے بیوپاری حضرات کو بینک بلیٹی کرنے کے ۹۰/ = ۱ (ایک فیصد) چارج کر کے مال بھیجتے اور مجھ سے ۹۰/ = ۱۰ تا ۲۰/ فیصد تک بیعانہ لے کر مال بھیجتے، ان بیعانوں میں کبھی تمام رقم بیوپاریوں کی ہوتی اور کبھی میری، بلیٹی چھوٹ کر جب آتی تو بیعانہ کی رقم مجھے مل جاتی اور باقی رقم آرڈر کو مل جاتی، اگر پارٹی کا بیعانہ ہوتا تو ان کے حساب سے منہا ہو جاتا، ان آرڈر صحابان میں ایک میرے والد صاحب بھی اس کاروبار میں تھے یعنی وہ بھی ایک آرڈر صحابی تھے۔ اوائل میں فروری ۱۹۶۰ء کے اخیر تک مکمل مال والد صاحب کے ذریعے ہی بھیجاتا تھا، لیکن اوائل مارچ ۱۹۶۰ء میں انہوں نے میرا مال بھیجنا بند کر دیا، بندے نے مجبوراً دوسرے آرڈرٹیوں سے رجوع کیا، جنہوں نے چھ آنے سے نکل کر دینا شروع کیا، تو میں نے ان آرڈرٹیوں سے کاروبار کرنا شروع کر دیا لیکن مجھے یہ دکھ ہوتا کہ اگر والد صاحب کاروبار کرتے تو یہ نقصان ان کا نہ ہوتا، مگر میں مجبور تھا لیکن ایک ترکیب یہ

۱۱۔ عن مالک بن ربیعۃ الساعدی رضی اللہ عنہ قال: بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذ جاء رجل من بنی سلمۃ فقال: یا رسول اللہ! ہل بقی من بر ابوی شیء، ابرہما من بعد موتہما؟ فقال: نعم، الصلۃ عنیہما و الاستغفار لہما، و انفاذ عہودہما و اکرام ضدیقہما و صلۃ الرحم الذی لا رحم لک إلا من قبلہما۔ المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر و الصلۃ، حدیث: ۳۶۹، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، حدیث: ۵۱۲۲، سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب صل من کان نبوت یصل، حدیث: ۳۷۹۵۔

کی کہ دوسرے آڑھتیوں سے مال اٹھا کر والد صاحب کی دکان کے سامنے رکھ دیا کرتا تھا تا کہ اُن کے اندر ایک جذبہ ابھرے اور اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور ہو جائیں، میری یہ ترکیب بے حد کامیاب ہوئی اور والدہ کے ذریعے مجھے کھانے پر بلوا بھیجا، اثنائے کھانا والدہ نے کہا کہ تم والد صاحب سے لے کر کیوں مال نہیں بھیجتے، میں نے کہا کہ میں تو ابھی تیار ہوں، لیکن والد صاحب راضی نہیں، پھر والد صاحب راضی ہو گئے، اوپر کے تمام کام بینک کے کاغذات کی خانہ پُری، گودام سے مال اٹھانا، چیک وغیرہ دینا، مال نہ چھڑائے تو اس کی ذمہ داری میں لیتا ہوں، گویا ساری ذمہ داری میری ہوگی لہذا اب کمیشن آٹھ آنے لوں گا اور آٹھ آنے آپ کے ہوں گے، ابتداءً تو ناراض ہوئے پھر راضی ہو گئے، دوبارہ میں تندہی سے کام کرنے لگا، جب کمیشن کا مطالبہ کرتا تو والد صاحب کہتے کہ تمہارے حساب میں جمع کر لوں گا، اطمینان سے کام میں لگ گیا۔ ۱۹۶۲ء کے آخری سہ ماہ میں ایک پارٹی کی تحقیق حال کے لئے لاکل پور جانا پڑا، اُن کی غلط خبریں مل رہی تھیں، والد صاحب کو اطلاع دی کہ ان سے کام کرنا نقصان دہ ہوگا، لہذا ہاتھ کھینچ لیں، گوجرانوالہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ پارٹی کراچی والد صاحب کے پاس پہنچی ہوئی ہے، ٹیلیفون کر کے والد صاحب کو منع کیا کہ پارٹی مذکورہ کے ذمے مبلغ میں ہزار کی بلٹیاں بقایا ہیں اس میں صرف دو تین ہزار کا نقصان ہے، جب کراچی واپس آیا تو میرے والد صاحب کے منشی نے کہا کہ والد صاحب نے عبدالغنی صاحب کو (لاکل پور والے جس کے متعلق منع کیا تھا) تین لاکھ روپے کا مزید مال بھیج دیا، والد صاحب کو اس پر واشگاف الفاظ میں کہا کہ اس پارٹی کے مال پر نہ بیعانہ دوں گا اور نہ ہی اس کے پیچھے پیچھے مارا مارا پھروں گا۔ والد صاحب نے کہا میں تمہارا باپ ہوں نہ کہ تم میرے باپ ہو۔ بہر حال جس چیز کا خدشہ تھا وہی ہوا، آخر میں اُس نے بارہ ہزار روپے کا مال بغیر بلٹی آڈہ والوں سے مل کر اٹھالیا بلٹی نہ چھڑائی، والد صاحب کو ۱۹۶۳ء کے اوائل میں مقدمہ کرنا پڑا، بیعانہ کی صورت میں جو کہ دوسرے بیوپاریوں کے مال کی مد میں دیا تھا وہ تقریباً پچھتر ہزار تھے اور میرے کمیشن کے دو لاکھ روپے تھے، وہ بھی والد صاحب کے پاس تھے، ان روپوں کا مطالبہ کیا، والد صاحب نے کہا کہ دیکھتے نہیں کہ میرے ساتھ کیا بقی ہے؟ میں نے چھ سات ماہ انتظار کیا، لیکن وہ رقم مجھے نہ ملی، پرانے کام سے دل برداشتہ ہو گیا، والد صاحب سے کہا کہ کچھ تو دے دیجئے لیکن اُن کا ایک ہی جواب تھا کہ جب ہاتھ کھلے گا تب دوں گا۔ میرا سب روپیہ والد صاحب کے پاس تھا، مجبوراً والدہ سے ستائیس سو اور بڑی ہمشیرہ سے اور بارہ سو روپے اپنی بیوی سے ادھار لئے اور کاروبار کے لئے لاکل پور چلا گیا، وہاں رکشہ کے پرزوں کی پرچون اور معمولی دکان ڈال لی، دال روٹی اچھی بھلی نکل آتی تھی، والدین نے پھر مجبور کیا کہ کراچی چلے آؤ، کراچی چلا آیا۔ ادھار کی رقموں میں سے صرف والدہ کی رقم رہ گئی تھی جو انہوں نے معاف کر دی تھی، کراچی آ کر پھر اپنے پیسوں کا والد صاحب سے مطالبہ کیا، والد صاحب نے کہا کہ مقدمے کا فیصلہ ہو جانے تو دے دوں گا۔

کاروبار ۱۹۵۹ء سے علیحدہ تھا، مجھے علم نہ تھا کہ والد صاحب کے پاس کیا ہے کیا نہیں، ۱۹۶۷ء میں اُن کے مقدمے کا فیصلہ ہوا، مخالف نے ہائی کورٹ میں اپیل کر دی، میرا مطالبہ پھر ذب گیا، میں نے کراچی آکر دکان بنائی اس دوران والد صاحب کے ذمے انکم ٹیکس کے تقریباً اُنتالیس ہزار روپے ہو گئے، جو میں نے ادا کئے، اب میرا مطالبہ ۲۷۵۰۰۰ سے بڑھ کر ۲۸۹۰۰۰ روپے ہو گیا، مقدمے کے فیصلے تک یہی سمجھتا رہا کہ اُن کے پاس رقم نہیں ہے، لیکن جب شریعت کی زد میں ہمیں اپنی کمائی ہوئی جائیداد بانٹی اور خالی زمین جو کہ انہوں نے میری دونوں ہمشیرگان کو بھی دی، اس پر اپنے خرچہ (اپنی رقم) سے بلڈنگ بنانی شروع کی، تو میرا مطالبہ زور پکڑتا گیا، جب وہ بن گئی تو ہمشیرگان نے مروجہ دستور کے برخلاف کرایہ پردے دی، اُن کو بھی میرے مطالبے کا علم تھا، عزیز واقارب کہتے کہ بڑی بیٹی کو والد صاحب نے ۶۰۰۰۰ روپے اور چھوٹی بیٹی کو ۸۰۰۰۰ روپے دیا ہے، مکان بنانے میں، جب میں نے اس حوالے سے بات کی تو والد صاحب فرماتے ہیں کہ اسلام میں باپ اپنے بیٹے کو سات مرتبہ لوٹ لے تو وہ اُف نہ کرے۔ ہم دو بھائی اور دو بہنیں ہیں، میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کیا کروں، اب وہ بیمار ہیں، وہ ہر ملنے جلنے والے سے کہتے ہیں کہ چھوٹی بیٹی پر ۵۰۰۰۰ ہے اور بڑی بیٹی کے ذمے ۴۰۰۰۰ ہیں، جب میں وفات پا جاؤں تو میری ہر چیز شریعت کی زد سے تقسیم کر دی جائے۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ میرا قرضہ تو ادا کریں، تو وہ کہتے ہیں جب ٹھیک ہو جاؤں گا تو پائی پائی ادا کر دوں گا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ لوگوں سے یہ بھی تو کہیں کہ شفیق کو اتنی رقم دینی ہے۔ ایک دو روز میں اسپتال سے زور بصحت ہو کر نکل آئیں گے۔ میں نے مکمل کوائف سے آپ کو آگاہ فرما دیا ہے، احکامات خداوندی اس سلسلے میں کیا ہیں؟ میری بہنوں نے والد صاحب کی رضامندی کے بغیر رقم روک رکھی ہے، میری بہنیں نہ ہی مجبور ہیں اور نہ ہی بے کس، اپنی بیٹی کی شادی میں بڑی ہمشیرہ نے ۱۵۰۰۰۰ روپے خرچ کئے ہیں، بیٹیوں پر دامادوں کے ذمے والد صاحب دباؤ نہیں ڈال رہے ہیں، اُن آیات قرآنی سے آگاہ فرمائیں تاکہ اُن کا ترجمہ والد صاحب کو سنا سکوں تاکہ وہ میرا حق ادا کر دیں۔ فقط والسلام۔

جواب :- جب آپ کے اور والد صاحب کے درمیان طے ہو گیا تھا کہ آپ کا کمیشن ۱/۲ ہو گا تو

جب سے اس معاملے کے مطابق آپ نے کام شروع کیا اُس وقت سے جب تک کام کرتے رہے اس طے شدہ معاملے کے مطابق کمیشن آپ کا حق ہے، اُس کی جتنی رقم بنتی ہو وہ ادا کرنا آپ کے والد صاحب پر لازم ہے، اور بیعہ کی صورت میں جو رقمیں آپ نے اُن کے پاس جمع کرائی تھیں وہ بھی آپ کے والد صاحب پر واجب الادا ہیں، نیز والد صاحب کی طرف سے جو رقم آپ نے اُن کے کہنے پر یا اُن کی اجازت سے انکم ٹیکس میں ادا کی وہ بھی آپ کے والد صاحب پر واجب الادا ہے، اس میں جتنی رقم انہوں نے آپ کو دے دی اُس کے علاوہ باقی رقم آپ کا حق ہے، ادب و احترام کے ساتھ آپ مطالبہ کر سکتے ہیں۔

جہاں اسلام میں یہ تعلیم ہے کہ ماں باپ کے سامنے اولاد اُف نہ کرے، یہ بھی تاکید ہے کہ ماں باپ اولاد کے ساتھ نا انصافی نہ کریں، ورنہ سخت گناہگار ہوں گے، آپ کے والد صاحب کو لازم ہے کہ جلد از جلد آپ کی رقم اداء کریں، پھر جو مال و جائیداد وغیرہ بچے اپنی سب اولاد میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو سب میں مساوی تقسیم کریں، اپنی زندگی میں تقسیم کرنا اُن پر واجب نہیں، مگر تقسیم کریں تو لڑکے اور لڑکی کو مساوی دیں،^(۱) کسی بیشی کرنے سے نا انصافی کرنے والے ہوں گے، لیکن اگر نا انصافی کر کے کسی کو زیادہ اور کسی کو کم اپنے مرضی وفات سے پہلے دے دیا اور جس کو دیا اُس نے اُس پر قبضہ کر لیا تو جس کو جتنا ملا وہ اُس کا مالک ہو جائے گا، باقی وارثوں کا اس میں حق نہیں ہوگا، آپ کے والد صاحب کی ملکیت سے بھی وہ خارج ہو جائے گا، آپ کی رقم واجب الاداء کی ادائیگی سے پہلے اگر خدانخواستہ والد صاحب کا انتقال ہو گیا، تو اُس وقت جتنا مال و جائیداد اُن کی ملکیت میں ہوگا اس میں سے تجھیں و تکفیلین کے متوسط مصارف مطابق سنت نکالنے کے بعد سب سے پہلے تمام قرضے جو والد صاحب کے ذمے تھے اداء کئے جائیں گے، آپ کا قرضہ بھی اگر ثابت ہو گیا تو ادا کیا جائے گا، پھر کچھ بچا تو باقی جو مال بچے اُس کے ایک تہائی حصے کی حد تک ایسی وصیت پر عمل کیا جائے گا جو انہوں نے کسی غیر وارث کے حق میں کی ہو، پھر جو مال بچے وہ سب وارثوں میں شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا، آپ کو بھی اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح (یعنی بہن سے دو گنا) حصہ ملے گا، کیونکہ زندگی میں تقسیم کریں تو لڑکے اور لڑکی کو مساوی دینا چاہئے اور انتقال کے بعد میراث تقسیم ہو تو لڑکے کو لڑکی سے دو گنا ملتا ہے۔

واللہ اعلم

۱۱/۱۱/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۲۵۱۱ ز)

۱۔ والد کی اجازت کے بغیر کاروبار کرنا کب جائز ہے؟

۲۔ جسمانی معذوری کی صورت میں بیوی سے حقوق

معاف کرانا؟

سوال (۵۳۳): محترم و مکرم جناب مفتی صاحب، السلام علیکم۔

خیریت بخیریت، میری عمر تقریباً ۳۰ سال ہے، دونوں ہاتھ پاؤں سے معذور ہوں، چند ماہ قبل شادی ہوئی ہے، اسکول سے آٹھ جماعت پاس ہوں، اسکول سے فارغ ہو کر قرآن پاک حفظ کیا، میرے

(۱) فتاویٰ بینہم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیہ الفتویٰ (الدر المختار، کتاب الہیۃ، ج: ۵، ص: ۲۹۶، سعید)۔
..... فی الرد تحته: (قوله علیہ الفتویٰ) ای علی قول ابی یوسف من ان التنصیف بین الذکر والانثی افضل من الثلث الذی
هو قول محمد، نیز ملاحظہ فرمائیے: خلاصۃ الفتاویٰ ج: ۴، ص: ۳۰۰۔

والد صاحب پٹواری ہیں، حفظ کے بعد والد صاحب سے مزید تعلیم کے لئے کہا مگر وہ نہ مانے، پھر عرض کیا کہ مجھے پٹرول پمپ بنوادیں تاکہ میں خود جلال کمائی سے اپنی ضروریات پوری کر سکوں مگر وہ اس بات کو بھی نہ مانے، اس وقت پٹرول پمپ پر تقریباً ستر اسی ہزار خرچ ہوتے تھے۔ اب والد صاحب کہتے ہیں کہ میں تمہیں سائنیکل وغیرہ پر کسی عالم صاحب کے پاس لے جایا کروں گا کچھ دیر وہاں ٹھہر کر علم دین حاصل کرنا، پھر تمہیں واپس لے آیا کروں گا۔ میرے خیال میں اس طرح علم دین تو حاصل نہ ہو سکے گا البتہ پریشانی اور مشکلات میں کچھ اور اضافہ ہو جائے گا، والد صاحب صرف یہ چاہتے ہیں کہ میں پڑھائی کی مصروفیت کی وجہ سے دوسری کوئی بات نہ سوچ سکوں، مگر مجھ پر مستقبل کی پریشانی اس طرح سوار ہے کہ نماز میں بھی ذہن پریشان رہتا ہے کیونکہ اس وقت بھی میں اپنے آپ کو والدین اور معاشرے پر ایک بوجھ سمجھتا ہوں، اور چاہتا ہوں کہ اگر کسی دوسرے کا سہارا نہ بن سکوں تو کم از کم خود کسی پر بوجھ نہ ہوں۔ والد صاحب سے جو زمین وراثت میں ملنے کا امکان ہے وہ پانچ ایکڑ سے زیادہ نہیں ہے، اگر کوئی صاحب خود بھی اتنی زمین کاشت کرے تو شاید اس کی ضروریات بھی پوری نہ ہو سکیں اور میں خود کاشت سے بھی معذور ہوں۔ اور شاید چند سال بعد وہ زمین بھی نیم زدہ ہو کر ختم ہو جائے، خاندان میں کوئی ایسا فرد بھی نہیں ہے جس کے بارے میں یہ خیال کیا جاسکے کہ والد صاحب کے بعد وہ میری کفالت کرے گا، اور نہ ہی میرا ضمیر مجھے اس کی اجازت دیتا ہے، اب والد صاحب نے فرمایا ہے کہ ایک سال بعد تمہارے متعلق کچھ سوچا جائے گا، اور اس وقت حالات یہ ہوں گے کہ آٹھ یا دس ہزار میرے چھوٹے بھائی اور بہن کی شادی پر خرچ ہو چکے ہوں گے، اور دس ہزار کے قریب چھوٹے بھائی کے غیر ملک جانے پر خرچ ہو جائے گا، اور تقریباً پانچ یا چھ ہزار کے والد صاحب پہلے مقروض ہیں، اس طرح ایک سال بعد والد صاحب تقریباً تیس ہزار کے مقروض ہوں گے، اور مجھے پھر توکل کرنے کی نصیحت کریں گے۔ توکل ان کے نزدیک یہ ہے کہ انسان کچھ بھی نہ کرے، اور میرے نزدیک انسان اپنی طاقت سے جو کچھ کر سکتا ہے وہ خود کرے اور جو کچھ اس کی طاقت سے باہر ہے وہ خدا تعالیٰ کے سپرد کر دے، یہ توکل ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ جب تک کاروبار کی کوئی معقول صورت نہیں بنتی بیوی سے اس کے حقوق معاف کرالوں تاکہ میری طرح میری اولاد بھی دوسروں کے رحم و کرم پر نہ ہو، کیا شرعی طور پر یہ جائز ہے؟ اگر میں والد صاحب کی رضا مندی کے بغیر کوئی کاروبار قرض وغیرہ لے کر شروع کر لوں تو شریعت کے قانون میں گناہگار تو نہ ہوں گا؟ کیا ایک سال انتظار کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اس سے پہلے کئی دفعہ خود کشی کا ارادہ کر چکا ہوں مگر اس خیال سے عمل نہیں کیا کہ یہ صورت حرام ہے، شاید کبھی حالات سے اتنا مجبور ہو جاؤں کہ اس بات کی بھی پروا نہ رہے۔ فقط والسلام

جواب :- عزیز محترم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ بغور پڑھا، آپ کے حالات معلوم ہو کر دل کو دکھ ہوا، مگر ساتھ ہی یہ احساس اس دکھ پر غالب آ گیا کہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے، یہاں کی تکلیف و راحت اور غم و مسرت بھی بالکل عارضی ہے، راحت آخرت کی ہے، جو کبھی فنا نہیں ہوگی، اور اپنی جو جسمانی معذوری آپ نے نکھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محض عارضی آزمائش ہے، اس کا اجر و ثواب جو آخرت میں ملنے والا ہے وہ غیر فانی اور وہم و گمان سے بالاتر ہے، نہایت عظیم الشان ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ کسی مسلمان کو اگر کاشا بھی لگتا ہے یا اس کے ہاتھ سے کوئی چیز گر گئی اسے زمین سے اٹھانے میں جو ذرا سی تکلیف ہوتی ہے مسلمان کو اس کا بھی ثواب ملتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں^(۱)۔ تو جب اتنی ذرا سی تکلیف پر یہ بشارت ہے تو جس طرح کی شدید جسمانی معذوری میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار مصلحتوں سے مبتلا کیا ہے اس پر اللہ رب العالمین کی داد و ہمش کا کیا حال ہوگا۔ اس کا تصور کیجئے اور اس کا مقابلہ اپنی موجودہ تکلیف سے کیجئے تو آخرت کے ثواب کے مقابلے میں یہ تکلیف آپ کو بیچ نظر آئے گی، لیکن تکلیف پر اجر و ثواب کے لئے شرط یہ ہے کہ بندہ اس پر صبر کرے، صبر کا مطلب یہ نہیں کہ اپنی تکلیف کا ذکر کسی سے نہ کرے، نہ یہ مطلب ہے کہ اس تکلیف کو دور کرنے کی کوشش نہ کرے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ تکلیف سے گھبرا کر اس سے بچنے کی کوئی ایسی تدبیر نہ کرے جو شریعت کے خلاف ہو، اللہ تعالیٰ کی شکایت دل سے نہ لائے، آپ یہ تصور رکھئے کہ یہ تکلیف بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہے جس میں بے شمار مصلحتیں ہیں، اگرچہ مجھے ان مصلحتوں کا علم نہیں اور اس تکلیف کا بہت عظیم الشان اجر و ثواب ملنے والا ہے۔

ایک بات یہ بھی غور کرنے اور عبرت حاصل کرنے کی ہے کہ اس دنیا میں کچھ نہ کچھ تکلیف اور پریشانی و غم تو ہر ایک ہی کو رہتا ہے، کسی کو کم، کسی کو زیادہ، لیکن عین تکلیف کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کے کتنے بے شمار بندے پُر رہتے ہیں، آپ غور کریں کتنے بے شمار انسان دنیا میں آپ سے بھی زیادہ تکلیف میں ہیں، اللہ نے ان تکلیفوں سے محفوظ رکھا ہے اس پر بھی شکر ادا کرنا چاہئے۔

رہا خود کشی کا معاملہ تو یہ سوچنے کہ کیا یہ تکلیف سے بچنے کا راستہ ہے؟ یہ تو ایک چھوٹی اور عارضی تکلیف کے عوض ایسی ناقابل برداشت تکلیف مول لینا ہے جس کی طویل مدت کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا، کیا دنیا کی تکلیف کے عوض آخرت کی بالکل ناقابل برداشت تکلیف مول لینا یہ مسئلہ کا کوئی حل ہے؟ حل سوائے اس کے نہیں کہ اللہ نے جو نعمتیں عین اس معذوری کی حالت میں عطا فرما رکھی ہیں ان کا شکر کیا جائے،

(۱) فی صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب اشد الناس بلاء، الانبیاء، ثم الاول فالاول، حدیث ۵۹۴۸۔

وفی صحیح المسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ من مرض او نحو ذلک۔

بخاری شریف کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ما من مسلم یصیبہ اذی شوكة فما فوقها، الا کفر اللہ بہا سیناتہ کما تحت الشجرة ورقها۔ مسلم شریف کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ما من مسلم یشاک شوكة فما فوقها الا کتبت له بها درجة ومحیت عنه بها خطیئة۔

اور جو معذوری آپ کو ہے اس پر صبر کر کے اللہ پر بھروسہ کیا جائے اور اسی سے اس کا حل اور اجر و ثواب مانگا جائے، یہ شعر یاد رکھئے کہ :-

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے

مر کے بھی چھین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

آپ نے جو حالات تحریر کئے ہیں ان میں اگر آپ کوئی کاروبار شروع کر دیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ والد صاحب کی رضا مندی حاصل کر لی جائے لیکن اگر وہ اجازت نہ دیں اور اپنے معاشی مسائل کا کوئی اور حل آپ کو نہ ملے تو ان کی اجازت کے بغیر بھی کاروبار کر سکتے ہیں، مگر صرف اتنا لیں جتنا آپ کو ادا کرنے کا یقین ہو، ایسا قرضہ نہ لیں جس کی ادائیگی بہ ظاہر ممکن نہ ہو۔

بیوی سے اس کے حقوق معاف کرانے سے آپ کی مراد اگر اسے طلاق دینا ہے، تو احقر آپ کو اس کا مشورہ نہیں دیتا، بیوی اللہ جل شانہ کی بڑی نعمت ہے، خصوصاً معذوری کی حالت میں، اس لئے آپ اسے طلاق نہ دیں بلکہ اس کے حقوق کی ادائیگی اگر پوری طرح نہیں ہوتی اپنی معذوری بتا کر اس کی معافی اس سے چاہ لیں، اگر وہ طلاق لینے پر اصرار کرتی ہو تو والد صاحب سے مشورہ کر کے عمل فرمائیں۔

ضبط ولادت کی تدبیر پر عمل کرنے کی آپ کے لئے گنجائش ہے، مگر یاد رکھئے کہ جس بچے کو اللہ پیدا کرنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا، اور بچوں کا رازق اللہ ہے، ماں باپ رازق نہیں، جو پیدا کرے گا وہی رزق بھی پہنچائے گا۔

والسلام

۲۴/۱/۱۴۰۰ھ

(فتویٰ نمبر ۹۰/۳۱ الف)

والدین کے خلاف شریعت حکم کو ماننا جائز نہیں

سوال (۵۳۴):- والدین کا حکم اگر سنت کے خلاف ہو تو ایسے حکم کے بارے میں شرعی حکم

کیا ہے؟

جواب:- والدین کا جو حکم شریعت کے خلاف ہو تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں^(۱)، نرمی سے

واللہ اعلم

اپنا عذر پیش کر دیں۔

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۲۴/۸/۱۳۹۳ھ

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۳۸۴/۲۳ د)

والد کے حکم پر قطع تعلقی کرنا جائز نہیں

سوال (۵۳۵):- زید کے چند لڑکے ہیں، جن میں چار برسر روزگار ہیں، زید نے بخوشی انہیں مروج طریقے پر علیحدہ کر دیا ہے، اُن سے ماہانہ یا سالانہ جو خرچہ لگا رکھا ہے وہ، واداکرتے ہیں، عزت و تکریم میں کوتاہی نہیں کرتے، ان لڑکوں میں سے ایک لڑکے کے سسرال والوں سے معمولی بات پر اختلاف ہے، زید چاروں لڑکوں پر دباؤ ڈالتا ہے کہ تم لوگ اُن سے ماننا جلنا، شادی و غمی میں شریک ہونا ترک کر دو۔ تین لڑکے اس پر عمل کرتے ہیں، وہ لڑکا جس کی سسرال ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے اس کی اجازت دیجئے کہ میں ترکِ تعلیق نہ کروں کیونکہ یہ نامناسب سی بات ہے کہ ان کی لڑکی ہمارے گھر ہے، انہیں اختلاف کرنے کی اس طرح سزا نہ دی جائے، تینوں لڑکے بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم تینوں آپ کی بات پر عمل کرتے ہیں لیکن چوتھے بھائی کو جس کی سسرال ہے اُسے ملنے جلنے کی اجازت دیں، لیکن زید کہتا ہے کہ اگر چوتھا بھائی ترکِ تعلیق نہ کرے تو تم تینوں بھائی چوتھے بھائی سے ترکِ تعلیق کر لو، کیا زید کا اس طرح اصرار کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب:- صورتِ مذکورہ میں زید کی ضد بے جا ہے، لڑکے کی سسرال پر زید کے حکم کی تعمیل واجب نہ تھی، اگر انہوں نے اپنی کسی مصلحت سے انکار کر دیا تو اُن کو حق تھا، زید کو اس پر برا فروختہ نہیں ہونا چاہئے، کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ سلام و کلام بند کرنا جائز نہیں^(۱)، چونکہ زید کا حکم شریعت کے خلاف ہے اس لئے اولاد پر اس کی تعمیل واجب نہیں^(۲)، البتہ اگر زید کا اصرار ہی ہے تو بہت زیادہ غیر ضروری میل ملاپ لڑکے کی سسرال سے نہ رکھیں اور جس لڑکے کی سسرال ہے وہ سسرال کے حقوق ادا کرتا رہے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۳ھ / ۲۳ / ۷

(فتویٰ نمبر ۱۵۷۲ / ۵۲۴)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(۱) كما جاء في الحديث: لا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاثة أيام (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عنه من التي سدوا التدابير، حديث رقم: ۶۰۶۵؛ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الهجر فوق ثلاثة بلا عذر حديث: ۶۶۹۹)۔

(۲) كما جاء في الحديث: لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق۔ (ملاحظہ فرمائیے: مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۵، ص: ۷۴۷، المعجم الأوسط للطبرانی، باب العين، من اسمه علي، حديث: ۳۰۶۲ ج: ۹، ص: ۱۱۷)۔

۱۔ منکرِ حدیث بھائی کے ساتھ تعلقات کس حد تک رکھنا چاہئے؟

۲۔ اس کے مرنے پر اس کے کفن و دفن کا معاملہ کس طرح کرنا چاہئے؟

سوال (۵۳۶) :- احقر کے بھائی اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں، دوسرے لفظ میں منکرِ حدیث ہیں، تین نمازیں، ۱۰/۱ زکوٰۃ، اذان غیر قرآنی ہے، وغیرہ۔ حضرت حاجی عبدالسلام ہوشیار پوری صاحب مرحوم کی معیت میں بعض بزرگوں سے ملاقات مقدر ہوئی تو حاجی صاحب مرحوم نے میرا تعارف اس طرح کرایا کہ اس کا بھائی منکرِ حدیث ہے۔ ان بزرگوں نے نصیحت یہی کی کہ قطعِ تعلق مت کیجو، ان بزرگوں میں حضرت مفتی محمد شفیعؒ، حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ اور مولانا محمد انورؒ شامل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان سے مذہبی طور پر کچھ بھی مشترک نہیں ہے، اس صورت میں ان کے جنازے میں شمولیت کس طرح ہے؟ جبکہ گزشتہ دنوں ان کی ایک بچی کی شادی کے موقع پر محلے کے مولوی صاحب نے نکاح پڑھانے سے انکار کر دیا تھا، پھر ایک دوست مولوی صاحب نے نکاح پڑھا دیا تھا کہ بچوں کو باپ اور دادا کے مذہب سے کوئی تعلق نہیں، ان کی تقریبات خانگی میں ہم شامل ہوتے ہیں وہ ہمارے ہاں شامل ہوتے ہیں، اور وہ اپنے عقیدے میں اتنے پکے ہیں کہ اصلاح ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور ہے، کیونکہ وہ اپنے مذہب کے داعی ہیں، زندگی اور موت یقینی ہے، دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں انہیں موت نہ آئے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اگر ضرورت پیش آئے تو کیا کروں؟

جواب :- تعلق قطع نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے ساتھ میل جول رکھ کر اصلاح کی کوشش کریں، لیکن اگر وہ اس نوبت کو پہنچ گئے ہوں کہ اصلاح ممکن نہیں رہی تو ان سے تعلق قطع کرنا بھی درست ہے۔^(۱) باقی رہی یہ بات کہ اگر ان کی موت آجائے تو کیا کیا جائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی نعش کو غسل دیں اور کفن دیں اور دفن کر دیں، لیکن یہ غسل، کفن اور دفن مسنون طریقے پر نہیں ہوگا۔ بلکہ غسل کے لئے اس پر ایسے پانی بہا دیا جائے جیسے ناپاک کپڑے سے گندگی دور کرنے کے لئے بہایا جاتا ہے، اور کفن کے لئے اسے کسی کپڑے میں لپیٹ دیں اور دفن کرنے کے لئے گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیں، یعنی لحد نہیں بنائی جائے، بلکہ جس طرح مردار جانور کو گڑھے میں پھینک کر اوپر مٹی ڈال دی جاتی ہے، بس اسی طرح سے گڑھے میں پھینک کر مٹی ڈال دیں۔

(۱) فیض القدیر، حرف الہمزہ ج: ۳ ص: ۵ (لا یحل لمسلم ان یمجر اخاه) فی الاسلام (فوق ثلاث) من الأيام إلا لمصلحة دینیة۔

... انظر أيضًا التبر لشرح الجامع الصغير للمناوی، حرف القاف ج: ۲ ص: ۴۷۷۔

وان مات الكافر وله ولي مسلم يغسله ويكفنه ويدفنه ولكن يغسل غسل الثوب النجس ويلف في خرقة ويحفر حفيرة من غير مراعاة سنة التكفين واللمد ولا يوضع فيه بل يلتقي^(۱)۔ كذا في الهداية (عالمگیری ج: ۱ ص: ۱۶۰)۔

واللہ اعلم

اصغر علی

(فتویٰ نمبر ۱۰۸/۳۷ الف)

جواب صحیح ہے، اور زندگی میں بھی ان کے ساتھ زیادہ خلا ملانہ رکھیں، بقدر ضرورت تعلق رکھنے کی گنجائش ہے۔

محمد رفیع عثمانی

دوالگ مسلک رکھنے والے بھائیوں کا آپس میں میل جول رکھنے کا حکم

سوال (۵۳۷) :- دو سگے بھائی ایک ان میں اہل حدیث ہے دوسرا دیوبندی۔ جو بھائی اہل حدیث ہے وہ طلاق کا مسئلہ، آمین کا زور سے کہنا، اور دوسری باتیں جو ان کے یہاں ہے اس مسلک پر قائم ہے۔ دوسرا دیوبندی بھائی دیوبندی خیالات کو مانتا ہے۔ کیا یہ دونوں بھائی آپس میں مل جل کر رہ سکتے ہیں؟ ایک دوسرے کے گھر کا کھانا کھا سکتے ہیں؟ ایک محفل میں شریک ہو سکتے ہیں؟ لیکن دین، آپس کے دکھ درد میں شریک ہو سکتے ہیں؟

جواب :- یہ دونوں بھائی اگرچہ الگ الگ مسلک پر عامل ہیں مگر ان کا آپس میں بھائیوں کی طرح رہنا اور جو باتیں سوال میں پوچھی گئی ہیں سب جائز ہیں، بلکہ اسی طرح آپس میں رہنا چاہئے کیونکہ دونوں مسلمان ہیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۵/۲/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۲۲۷/۲۳ ب)

شوہر سے بدسلوکی جائز نہیں

سوال (۵۳۸) :- کیا حکم ہے اس عورت کے متعلق جو اپنے خاوند کو ایسے لفظ استعمال کرے یعنی عورت بد زبان ہے، بات بات پر لڑنے جھگڑنے والی ہو، اور جب بار بار عورت یہ بولے جا جو اپنے خاندان میں سے نمازی، تہجد گزار ہو لے، تو خاوند اس پر جواب دے کہ کیا دو خاوند کرنے کے بعد تیسرا اور چاہئے؟ تو عورت جواب دے کہ میں پہلے دونوں کی اور جو تیسرا ہو گا ان کی بیٹھ پر یعنی لنڈ پر پیشاب کرتی ہوں۔ اور پھر

(۱) انظر أيضًا تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق، باب الجنائز، كيفية صلاة الجنائز ج: ۳ ص: ۲۰۳۔

العناية شرح الهداية، باب الجنائز، فصل في الصلوة على الميت ج: ۳ ص: ۸۱۔

اگر خاوند بولے کہ تم نے میرے والدین کو برا بھلا کہتی رہتی ہو، تو اس پر جواب ملے جیسے تیری ماں کتنی تھی ویسے تم بھی کہتے ہو، اور جو زبان میں آئے بولے، تو کیا ایسی عورت کو نکاح میں اور گھر میں رکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:- کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر سے بلاوجہ بدکلامی اور زبان درازی کرے، حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جن کی اللہ تعالیٰ نہ نماز قبول کرتا ہے اور نہ کوئی دوسری نیکی، ان میں وہ عورت بھی داخل ہے جس کا شوہر اس سے ناراض ہو (مشکوٰۃ ج: ۲، ص: ۲۸۳)۔^(۱)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں شوہروں کی رفعتِ شان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ: اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرنے کی گنجائش ہوتی تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں (مشکوٰۃ ج: ۲، ص: ۲۸۱)۔^(۲)

مندرجہ بالا احادیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شوہر سے برا رویہ رکھنا یا اسے گالی گلوچ دینا انتہائی درجے کا اپنے آپ کو نقصان دینی پہنچانا ہے، لہذا اس سے مکمل پرہیز کرنا چاہئے، نیز عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنی ان حرکات سے توبہ و استغفار کرے اور شوہر سے بھی معاف کروائے، شوہر کو بھی چاہئے کہ وہ نرمی اور اخلاقِ حسنہ سے پیش آئے، اس کے بعد ان شاء اللہ بیوی مکمل اطاعت شعار بن جائے گی۔ بہر کیف شوہر اگر اس کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے تو رکھ سکتا ہے۔

واللہ اعلم

محمد طاہر

(فتویٰ نمبر ۲۹۹/۳۸ الف)

جواب صحیح ہے، اور عورت کے مذکورہ الفاظ کے باوجود نکاح قائم ہے۔ محمد رفیع عثمانی

شوہر کی زندگی میں بیوی کے اس پر کتنے حقوق ہیں؟

سوال (۵۳۹):- مسلم بیوی کو مسلم شوہر کی حیات میں اُس کے نام کی کسی زمین، مکان، دکان یا دوسری غیر منقولہ جائیداد میں کوئی شرعی یا قانونی حق خواہ وراثت کے اعتبار سے یا قبضے کی صورت میں یا کسی اور نوعیت سے بیوی کو کوئی حق پہنچتا ہے؟

جواب:- بیوی کو شوہر کی املاک میں صرف چار قسم کے حقوق ہو سکتے ہیں، ایک حق مہر ہے، اگر

(۱) نیز ملاحظہ فرمائیے: شعب الإيمان للبيهقي، الباب الستون في حقوق الأولاد والأهلين۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ثلاث لا يقبل لهم صلاة ولا تصعد لهم حسنة العبد الأبق حتى يرجع إلى مواليه فبضع يده في أيديهم والمرأة الساعط عليها زوجها والسكران حتى يصحو۔

(۲) نیز ملاحظہ فرمائیے: مصنف ابن أبي شيبة ج: ۲، ص: ۴۰۹، المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلة، فی روایات عبد اللہ بن عمرو حدیث رقم: ۷۳۳۴، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: لو كنت امرأة أحدنا أن يسجد لأحدٍ أمرت المرأة أن تسجد لزوجها۔

مہر معجل ہے تو بیوی کو ہر وقت اُس کے مطالبے کا حق ہے، اور مؤجل ہے تو آپس کا نکاح ختم ہونے یا شوہر کے انتقال ہونے سے پہلے اُس کا مطالبہ نہیں کر سکتی^(۱)، نیز اگر مہر کوئی معین چیز مثلاً کوئی خاص مکان یا زمین یا مثلاً کوئی خاص الماری یا سامان مقرر ہو تو مہر کے طور پر صرف اسی کا مطالبہ کر سکتی ہے اس کے بدلے کسی اور چیز کا مطالبہ نہیں کر سکتی، ہاں اگر وہ معین چیز شوہر کے پاس ہلاک ہو گئی ہے تو قیمت کا مطالبہ کر سکتی ہے، کسی اور متعین سامان کا مطالبہ نہیں کر سکتی، اور اگر کوئی معین چیز مہر میں مقرر نہیں ہوئی تھی بلکہ مطلقاً روپے یا سونا یا چاندی یا کوئی اور غیر معین چیز مقرر ہوئی تھی تو جو چیز جتنی مقرر ہوئی تھی اُسی کا مطالبہ کر سکتی ہے اور چیز کا نہیں۔

دوسرا حق نفقہ ہے، یعنی کھانا کپڑا حسبِ حیثیت^(۲)۔

تیسرا حق رہائش کا ہے کہ کم از کم ایک ایسا کمرہ جس میں وہ اس طرح رہائش کر سکے کہ شوہر اور بچوں کے علاوہ کوئی اور اُس کمرے میں رہائش کا شریک نہ ہو، مگر یہ حق صرف رہائش کا ہے، اُس کمرے کی ملکیت کا مطالبہ نہیں کر سکتی^(۳)۔

چوتھا حق یہ ہے کہ شوہر کے مرض و وفات میں شوہر اگر اپنی املاک کے مجموعے کے ایک تہائی سے زیادہ کا ہبہ یا وصیت کسی کو کرنے لگے تو میراث میں جتنا حصہ بیوی کا ہے اُس کے تناسب سے اپنے حصے کی حد تک ہبہ اور وصیت کو روک سکتی ہے، ایک تہائی کے اندر اندر شوہر ہبہ اور وصیت بیوی کی اجازت کے بغیر بھی کر سکتا ہے، اور حالتِ صحت میں شوہر اپنی تمام املاک میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے عورت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۴۵۱/۴۴ ج)

اولاد کا والد کی زندگی میں اس کی جائیداد میں کوئی حق نہیں

سوال (۵۴۰): - اولاد نابالغ یا بالغ بیٹا ہو یا بیٹی کو اس کے سلیم باپ کی زندگی میں اُس کے مکان، دکان یا غیر منقولہ جائیداد میں کوئی شرعی و قانونی حق کسی صورت میں پہنچتا ہے؟

(۱) ولہا منعه من الوطء ودو عیہ والسفر بہا ولو بعد الوطء وخلوة رفیتہما لأخذ ما بین تعجلہ من المہر کلہ او بعضہ.....

إلا التاجیل لطلاق أو موت الخ (تنویر الأبصار مع شرح الدر المختار، باب المہر: ج ۲ ص ۱۴۳، سعید)۔

لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے جب مہر کی ادائیگی کے لئے کوئی مدت مقرر نہ کی گئی ہو، اگر مدت مقرر ہو مثلاً ایک سال تو اس مدت کے پورا ہونے پر مہر کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے، نیز اگر مدت مقرر نہ ہو لیکن باہمی رخصت پیدا ہو جائے تو بھی قبل الطلاق اولاد و نفقات مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔

(۲) ونفقة الغير علی الغير تحب بالنسب ثلاثاً: زوجیہ وقرابة وملک..... فتجب للزوجة علی زوجها (الدر المختار، کتاب

النکاح، باب النفقة، ج ۲ ص ۵۷۲، سعید)۔

(۳) وكذا تجب لها السكنی فی بیت خالی عن اہلہ واهلہا بقدر حالہما (بحوالہ بالا ج ۳ ص ۵۹۹)۔

جواب :- نابالغ کے مصارف باپ کے ذمے ہیں^(۱)، باپ کی کسی معین چیز یا رقم کے مطالبے کا حق باپ کی زندگی میں نہ بالغ اولاد کو ہے اور نہ نابالغ اولاد کو، اور بالغ لڑکے جو کمانے کی قدرت نہیں رکھتے ان کے مصارف بھی باپ کے ذمے ہیں۔^(۲) بلکہ نابالغ اولاد کے ہوتے ہوئے باپ کو اپنے ایک تہائی مال سے زائد کا ہبہ یا وصیت نابالغ اولاد کی اجازت سے بھی جائز نہیں^(۳)، ہاں اگر بالغ اولاد اور بیوی اور دیگر بالغ وارث اجازت دے دیں تو اپنے اپنے حصہ میراث میں دینے کی اجازت دے سکتے ہیں، نابالغ اولاد کے حصے میں سے دینا جائز نہ ہوگا۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۳ھ / ۲۰۱۳ء

(فتویٰ نمبر ۵۱/۲۳ ج ۱)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

میاں بیوی کے مزاج میں موافقت نہ ہو تو کیا کرے؟

سوال (۵۳۱) :- میں نے ایک لڑکی کے ساتھ شادی کر لیا، لیکن لڑکی میرے مزاج کے موافق نہیں ہے بلکہ بالکل مخالف ہے۔

جواب :- اول تو آپ کو ایسی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں کہ آپ کے دل میں اس کی محبت اور دلچسپی پیدا ہو، سب سے پہلی تدبیر تو یہ ہے کہ دعا کریں۔ دوسری یہ کہ بیوی کو تاکید کریں کہ وہ اپنی آرائش کا آپ کے لئے خاص اہتمام کیا کرے۔ تیسری یہ کہ اُس میں جو خوبیاں ہوں اس کا تصور کر لیا کریں، اور اس پر اللہ کا شکر کیا کریں۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ اس کی نعمتوں پر جب شکر ادا کیا جاتا ہے تو نعمتیں زائد کر دی جاتی ہیں، شوہر کی اطاعت، خدمت، وفاداری، عصمت و عفت، سلیقہ مندی اور خلوص و محبت ایسی صفات ہیں کہ جس عورت میں یہ موجود ہیں اسے ظاہری حسن و جمال سے مستغنی کر دیتی ہیں، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بیوی نہایت حسین و جمیل لیکن مذکورہ بالا صفات سے خالی ہوتی ہے، آپ یہ سوچیں کہ اس بیوی کو چھوڑ دیا تو کیا یہ یقینی بات ہے کہ دوسری بیوی جو اس سے ہر اعتبار سے بہتر ہو ضرور مل ہی جائے گی؟ مذکورہ بالا تدابیر سے بھی آپ کو اس سے دلچسپی اور محبت نہ پیدا ہو تو آپ کو شرعاً اختیار ہے کہ اللہ پر بھروسہ کر کے اس کو صرف ایک

(۱) وجوب النفقة بأنواعها على الحر لطفه الفقير (تنوير الألبصار مع شرح الدر المختار، باب النفقة، ج ۳ ص ۶۶۲ - سعید)

(۲) وكذا يجب لولد الكبير العاجز عن الكسب كائناً مطلقاً وبحواله بالا ج ۳ ص ۶۱۴۔

(۳) کیونکہ جن حالات میں نابالغ کا نقصان ہو ان میں ان کی اجازت معتبر نہیں، کما فی الہدایۃ: لانه حذر محض، فلم یؤجل له کتاب

طلاق دے دیں، زیادہ ہرگز نہ دیں، اور طلاق ایسے زمانے میں دیں جبکہ اسے حیض نہ آ رہا ہو، اور حیض ختم اور طلاق دینے کے درمیان اس سے مباشرت نہ کریں^(۱)، جب آپ طلاق دینے کا فیصلہ کر لیں تو طلاق دینے سے پہلے طلاق کے ضروری مسائل ہم سے یا کسی معتبر عالم سے ضرور معلوم کر لیں، ورنہ سخت پریشانیاں پیدا ہو جاتی ہیں، نیز طلاق دینے سے پہلے بہتر ہے کہ اپنے ہمدرد مخلصین سے بھی مشورہ کر لیں۔ واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی غفرلہ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

۱۳/۳/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۷/۲۲ الف)

شوہر کو اس کے حق سے محروم کرنے والی عورت سخت گناہگار ہے

سوال (۵۴۲):- زید نے بارہ سال پہلے جب اس کے پانچ چھوٹے چھوٹے بچے تھے اپنی بیوی کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کی، اس کے بعد سے بیوی نے اپنے نفس کا اختیار زید سے چھین لیا اور خود سپردگی جو زن و شوہر کے درمیان نکاح کا بنیادی نکتہ ہے اس سے زید کو محروم کر دیا۔ یہ بات نہیں کہ کسی بیماری یا شرعی عذر کی بنا پر عورت حقوق زوجیت کی ادائیگی سے قاصر ہے، بلکہ محض ضد اور زبردستی کے تحت زید کو اس کے حق سے محروم کر رکھا ہے۔ بچے اب جوان ہو چکے ہیں اور کھل کر زید اپنا حق تسلیم کرانے میں شرمندگی محسوس کرتا ہے، ہزاروں باتیں اور سینکڑوں راز ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا اظہار تخلیہ کا محتاج ہوتا ہے، مگر بیوی زید کو ایسے تخلیہ کی اجازت نہیں دیتی، ان حالات میں کیا زید کا نکاح اس بیوی سے قائم ہے یا نکاح فسخ ہو گیا ہے؟

جواب:- ان حالات میں زید کا اس کی بیوی سے نکاح قائم ہے، نکاح فسخ نہیں ہوا۔ واللہ اعلم

اصغر علی

(فتویٰ نمبر ۱۹۳/۳۸ الف)

جواب صحیح ہے، لیکن بیوی اپنے اس عمل کے باعث سخت گناہگار ہے، اسے فوراً اس عمل سے باز آ جانا اور توبہ و استغفار کرنا لازم ہے، حدیث میں ایسی عورت کے لئے سخت وعید آئی ہے^(۲)۔ واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

(۱) تطليقها واحدة في طهر لا وطئ فيه وتركتها حتى تمضي عدتها، أحسن (كنز الدقائق) كتاب البطلاق، ج: ۱ ص: ۱۳۶۔
مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

(۲) عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاثة لا تقبل لهم صلوة ولا تصعد لهم حسنة: العبد الأبق حتى يرجع إلى مواليه فيضع يده في أيديهم، والمرأة الساخط عليها زوجها والسكران حتى يصحوا۔ (السنن الكبرى للمبيهقي، ج: ۱ ص: ۳۸۹، أيضًا في صحيح ابن حبان، باب آداب الشرب، حديث: ۵۳۳۵)۔

..... وقال النبي صلى الله عليه وسلم: والذي نفسي بيده لا تؤدي المرأة حق ربها حتى تؤدي حق زوجها (موارد الظمان، باب في حق الزوج على الزوجة، ج: ۱ ص: ۳۱۳)۔

شوہر کو بلا ضرورت تکلیف پہنچانا حرام ہے

سوال (۵۴۳): - جناب ڈاکٹر حاجی نور محمد صاحب نے بائیس صفحوں پر سوال نامہ مرتب فرما کر استفتاء کے لئے روانہ کیا ہے، جس میں انہوں نے بیوی کی بد مزاجی، نافرمانی، بد سلوکی اور نافرمان برداری کی لمبی داستان لکھی ہے، جواب میں بھی اس کا تذکرہ آگیا ہے، نیز موصوف نے ایک قسم کھائی تھی جو بعینہ انہی کے لفظوں میں درج کیا جا رہا ہے۔

بیگم صاحبہ کی عمر شادی کے وقت ۷۱ سال تھی، اس وقت ۷۲ سال ہے، دماغی اور جسمانی طور پر ٹھیک ہیں، حال ہی میں گورنمنٹ نے مجھے مزید تعلیم کے لئے کراچی بھیجا، اس پر وہ ناراض ہے، وہ کہتی ہے کہ تمہارے پاس ایم بی بی ایس کی جو ڈگری ہے وہ بھی چھن جائے تاکہ تم بھی میری طرح جاہل بن جاؤ، سامان روک لیا، خود کشی کی دھمکیاں دیں، کراچی آیا تو بچے یاد آنے لگے، حیدر آباد گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بیگم کی سختی کی وجہ سے بچے سب میرے ساتھ میری چار پائی پر سوتے تھے، لہذا میں نے بیوی سے کہا کہ میں کراچی میں اکیلے رہتا ہوں بچے یاد آتے ہیں تم بھی چلو، بڑی مشکلوں سے راضی ہوئی، کچھ دنوں کے بعد کہنے لگی کہ گھر میں تکلیف ہے، سوئی گیس نہیں ہے، لکڑی گراں ہے، مٹی کا تیل نہیں ملتا ہے لہذا میں یہاں نہیں رہتی، میں نے اُن سے کہا کہ میں تم سے کب نجات حاصل کروں گا، نہ تم مجھے دوسری شادی کی اجازت دیتی ہو اور نہ میں تمہیں طلاق دینا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا کہ میں حمل سے ہو گئی ہوں، اور میں جس بات سے بچنا چاہتی تھی کہ بچہ نہ ہو، آخر وہی ہوا، حمل گرا دوں گی، میں نے منع کیا کہ شرعاً ایسا کرنا بڑا گناہ ہے۔

انہوں نے کہا کہ میں نے تو یہ سمجھ کر شادی کی تھی کہ میاں بیوی آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں گے اور یہ دھوکا بازی مجھے اچھی نہیں لگتی یا تو تم اس چھری سے کاٹ دو یا پھر مجھے بہن بنالو، یہ کہہ کر خوب زور زور سے رونے لگی، میں ڈر کی وجہ سے کہ محلے والے کیا کہیں گے جان چھڑانے کے لئے یہ کہا کہ آج کے بعد اگر آپ سے رُجوع ہوں تو اپنی بہن سے ہوں، انہوں نے کہا قسم کھاؤ، اور میں نے خدا کی قسم کھالی۔

اس قسم کی تفصیل کے بعد انہوں نے موجودہ بچوں کی پرورش کے سلسلے میں بھی پوچھا ہے کہ اُن کی پرورش کا کون حق دار ہے، نیز موصوف کا ایک مکان ہے جو بیوی کے نام خریدا تھا، کیا وہ بیوی کی ملکیت ہوگی؟ مہر کی کیا صورت ہوگی؟

جواب :- سوال میں بیوی کا جو حال لکھا ہے کہ شوہر کی نافرمانی کرتی ہے، زبان درازی کرتی ہے اور شوہر سے اچھی طرح پیش نہیں آتی، بچوں کو کوستی ہے اور بچوں کے ہونے پر اللہ تعالیٰ سے نازیبا الفاظ میں شکایت کرتی ہے، بچوں کی راحت و آرام کا خیال نہیں کرتی، ناراض ہو کر شوہر کے گھر سے چلی جاتی ہے

اور شوہر کو جماع کرنے سے منع کرتی ہے، یہ سب باتیں سخت ناجائز اور حرام ہیں، عورت فوراً توبہ و استغفار کرے اور شوہر سے اپنی غلطیاں معاف کرائے ورنہ سخت عذاب کی مستحق ہوگی۔^(۱)

اور شوہر کو بچوں کے آرام اور تربیت کی فکر ہونا تو ٹھیک ہے، مگر اس فکر میں رہنا ٹھیک نہیں کہ لوگ میرے بیوی بچوں کو دیکھ کر یہ نہ سمجھیں گے کہ یہ ڈاکٹر کے بیوی بچے ہیں، لوگوں کا سمجھنا کیا ضروری ہے، ضرورت کی چیز یہ ہے کہ شوہر بیوی بچے آرام سے رہیں اور ان کی تربیت ٹھیک ہو، لوگوں کے سمجھنے نہ سمجھنے کی فکر بے کار بات ہے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۱۲/۱/۱۳۹۳ھ

بندہ محمد شفیع

(فتاویٰ نمبر ۱۰۲/۲۵ الف)

بہو، سر کو پریشان کرے تو بیٹے کی ذمہ داری کیا ہے؟

سوال (۵۴۴): - زید کا لڑکا بکر جس کی شادی ۱۹۳۸ء میں ہوئی تھی، اس کی بیوی کا انتقال

۱۹۷۰ء میں ہو گیا، بکر کا دوسرا نکاح ۱۵ نومبر ۱۹۷۰ء میں ہوا، دوسری بیوی مطلقہ ہے جس نے اپنے شوہر سے خلع لیا تھا چونکہ وہ بے پردہ اور آزاد طبیعت کی تھی پہلے شوہر کو یہ پسند نہ تھا حتیٰ کہ بکر کی بیوی کے بڑے بھائی کو بھی پسند نہ تھا لیکن اس نے اپنی من مانی۔

۲- دوسری بیوی کے آنے کے بعد بکر، زید کا کوئی خیال نہیں کرتا، حالانکہ زید ۷-۸ سال سے گردے، پتھری، موتیابند، سانس اور ریڑھ کی ہڈی میں درد، بلڈ پریشر، داہنے گھٹنے میں درد وغیرہ وغیرہ میں مبتلا ہے، علاج جاری ہے۔

۳- دوسری بیوی چونکہ آزاد طبیعت تھی، اس لئے بکر کے یہاں آنے کے بعد بھی اس کی عادت وہی رہی، مختلف لوگوں سے ملنا جلنا جاری رہا، اسی اثناء میں ایک صاحب ان سے ملنے آئے شوہر کی موجودگی میں، اس پر ایک دن زید نے بکر کی دوسری بیوی کی والدہ سے پوچھا کہ ان سے کیا رشتہ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ رشتہ تو کوئی نہیں ہے صرف اس لئے کہ ان کے لڑکے کی شادی کرائی تھی، اسی دوران عید آگئی، عید پر وہ آئے اور شوہر کی موجودگی میں انہوں نے مبلغ پانچ ہزار روپیہ دوسری بیوی کو دیا، اس نے کہا رہنے دیجئے، آپ ہمیشہ دیتے ہی رہتے ہیں مگر وہ اصرار کر کے اس نے دے دیا، جب زید نے زیادہ ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو ان کا آنا بند ہو گیا۔

۴- طویل عرصے تک زید اکیلا بیماری کی حالت میں رہا، بکر صبح و شام آتا کچھ منگوا پالا دیتے تھے، ان

(۱) ملاحظہ فرمائیے: نثریہ مسئلہ کا حاشیہ۔

کی حرکتوں پر کئی مرتبہ بکر اور اس کی بیوی کو زید نے گالیاں دیں۔

۵- زید کی عمر اس وقت ۷۳-۷۴ سال ہے، کمزور و ناتواں ہے، بکر کو زید کا رسمی خیال ہے اور رسمی بات چیت ہے، جبکہ بکر کی بیوی سے بات چیت نہیں ہے، زید بکر سے بیوی کے متعلق اگر کوئی شکایت کرتا ہے تو یقین نہیں کرتا، اور اگر بیوی کوئی شکایت کرتی ہے تو یقین کر لیتا ہے۔

۶- کمپونڈر بغیر آواز دینے اندر آ جاتا ہے، اور اس کے کمرے میں انجکشن لگایا بکر کی موجودگی میں، زید نے اس کمزوری کی طرف توجہ دلائی تو زید کو کہتی ہے کہ اس قدر ماروں گی جو یاد کرے گا اور جیل بھیجا دوں گی۔

۷- دھوبی سے کہا کہ بغیر آواز دینے اندر آ جایا کرو جبکہ وہ اس طرح آنے سے خود شرماتا ہے۔

۸- زید ایک روز وضو کرتے وقت زور سے کلمہ وغیرہ پڑھ رہا تھا تو بکر کی بیوی نے کہا: پاگل ہو گیا ہے۔

۹- سہیلی کے شوہر سے سہیلی کی موجودگی میں ہمسی مذاق کرتی ہے اور سینہ کھلا ہوا ہوتا ہے۔

۱۰- عرصے سے زید اس بیماری کے باوجود خود کھانا پکاتا ہے اور جو سامان بکر سے منگاتا اس کی قیمت دیتا ہے، ان سب حالات کے پیش نظر زید نے بکر سے کہا بیوی کو طلاق دے دو، بکر نے کہا ہرگز نہ ہوگا، بدنامی ہوگی، چار سال سے یہ صورت حال درپیش ہے، بکر کا کیا فرض ہے؟

جواب:- بکر کی بیوی کا جو سلوک زید کے ساتھ سوال میں بیان کیا گیا ہے سخت ظلم اور حرام ہے، بکر کی بیوی پر لازم ہے کہ وہ زید سے معافی مانگے، بکر پر بھی لازم ہے کہ اپنی بیوی کی تربیت کرے، اگر اس کی بیوی زید کی خدمت نہیں کرتی تو کم از کم ظلم سے باز رہے، اگر بکر اس ظلم سے قدرت کے باوجود اپنی بیوی کو نہیں روکے گا تو سخت حرام کا مرتکب اور ظالم ہوگا،^(۱) نیز بکر پر لازم ہے کہ اپنے باپ کی خود خدمت کرے یا کسی ملازم وغیرہ کو اس کام پر مقرر کرے، اور زید کا فرض یہ ہے کہ اگر اس کے حقوق بیٹا یا اس کی بیوی ادا نہیں کرتے تو صبر کرے، اپنی طرف سے کوئی زیادتی ان پر نہ کرے، گالیاں دینے سے بہر حال اجتناب لازم ہے، دنیا کی زندگی چند روزہ ہے، آخرت کی تیاری میں لگا رہے، اصلی زندگی وہیں شروع ہوگی، بیٹے کو طلاق دینے پر مجبور نہیں کرنا چاہئے۔

واللہ اعلم

۲۵/۱۰/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۲۴۲/۲۵ ز)

(۱) کما فی الحدیث: من رای منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ وإن لم یستطع فیلسانہ وإن لم یستطع فیلقبہ وذلک اضعف الإیمان۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الإیمان۔ باب کون النہی عن المنکر من الإیمان۔ حدیث رقم ۷۸) و فی شرح البخاری للبطل ج: ۱۹ ص: ۱۲ من رای منکرًا من سلطانہ فلو اوجب علیہ ان ینکرہ۔

بیوی کے بارے میں محض غلط شبہ ہو تو کیا کرے؟

سوال (۵۳۵):- اگر کسی کو اپنی بیوی کے متعلق یہ شبہ ہو جائے کہ بیوی کے تعلقات خسر سے ناجائز ہیں ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

جواب:- صرف شک کی بنیاد پر بدگمانی درست نہیں، البتہ احتیاطاً رہائش میں ایسی صورت کر لیں کہ بیوی کا خسر سے رابطہ نہ ہو سکے، اور تنہائی میں ملاقات نہ ہو سکے، اس بات کا کسی سے تذکرہ بھی نہ کریں۔

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۲/۶ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵۳/۲۶)

بیوی کی تربیت کرنے کا طریقہ

سوال (۵۳۶):- خاوند اپنی اہلیہ کو کسی منکر سے روکنے کے لئے کیا طریقہ استعمال کرے؟ خاوند کے والد کہتے ہیں کہ کسی کام سے بیوی کو منع کرو، منع کرنے کے بعد پھر بھی کرے تو خاموش ہو جاؤ، کیا خاوند کو یہ حق نہیں ہے کہ اپنی اہلیہ کو سختی سے کسی منکر سے روکے، اگر پھر بھی نہ مانے تو خاوند عند اللہ بڑی الذمہ ہوگا یا نہیں؟

جواب:- خاوند کے والد کا یہ کہنا کہ تم اپنے کام سے کام رکھو، اپنی اہلیہ کو کسی بات سے منع کرو اور وہ پھر بھی کرے تو تمہارا کام ہے کہ خاموش ہو جاؤ، صحیح نہیں بلکہ ہر انسان پر فرض ہے کہ اپنے اہل و عیال کو گناہوں سے روکے، قرآن حکیم میں ارشاد ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اقْوُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا“^(۱) یعنی اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے: ”الرجل راع على اهل بيته وهو مسئول عن رعيتته“ (الحديث مشكوة ص: ۳۲۰)^(۲) یعنی ہر شخص اپنے اہل و عیال کا نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا یعنی یہ سوال ہوگا کہ ان کو شریعت پر ڈالنے کی کوشش کی تھی یا نہیں؟ خاوند کے والدین کو تو چاہئے یہ تھا کہ عورت اگر خاوند کی بات نہ مانے تو اسے ماننے کی تلقین کریں، عورت کو تلقین کرنے کے بجائے خاوند کو روکنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ بہر حال خاوند کو شرعاً اختیار ہے کہ بیوی کو قلم وغیرہ دیکھنے اور خلاف شرع کام کرنے سے روکے، والدین اگر خاوند کو روکیں اور

(۱) سورة التحريم آیت ۶۔

(۲) فی روح المعانی تحت هذه الآية: ووقاية الأهل بحملهم على ذلك بالنصح والتأديب. وروى ان عمر قال حين نزلت يا رسول الله انقضي أنفسنا فكيف لنا بأهليتنا؟ فقال عليه الصلوة والسلام: تنهون عن ما نهاكم الله عنه وتأمروهن بما أمركم الله به فيكون ذلك وقاية بينهن وبين الذنوب۔

(۲) صحيح البخاري. كتاب الأحكام، باب قول الله تعالى اطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم، صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الإمام العادل رقم الحديث ۱۸۲۹۔ اس کے علاوہ احادیث کی متعدد کتابوں میں یہ حدیث مذکور ہے۔

بیوی کی حمایت کریں گے تو بیوی کے خلاف شرع کام کرنے کی صورت میں والدین بھی گناہ میں شریک ہوں گے، اس لئے ان کو بیوی کی حمایت ترک کر دینی چاہئے۔
واللہ اعلم

محمد عبدالغفار اراکانی عفا اللہ عنہ

۱/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳/۲۶ الف)

جواب صحیح ہے، مگر یاد رہے کہ بیوی کی تربیت، تحمل، بردباری، اور حکمت و تدبیر سے کریں، ایسی سختی نہ کریں جس سے وہ ضد پر آجائے۔

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱/۱۳۹۵ھ

میاں بیوی میں بہتر تعلقات کے لئے مفید کتابیں

سوال (۵۴۷):- کوئی اردو کی ایسی دینی کتاب بہشتی زیور کے علاوہ بھی ہے جو میاں بیوی کی جملہ کیفیات کی شرعی کیفیت بتائے تاکہ غلطیوں سے محفوظ رہا جاسکے؟

جواب:- دو کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں ”مسلمان خاوند“، ”مسلمان بیوی“ یہ دونوں کتابیں اس پتے سے مل جائیں گی۔ پتہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۳۔^(۱)

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۲۲/۲/۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۳۱۲/۲۳ ب)

شوہر سے بدکلامی کرنے والی عورت کا حکم

سوال (۵۴۸):- جو عورت خاوند کے ساتھ بدکلامی کے ساتھ پیش آئے تو خاوند کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:- خاوند سے بدکلامی گناہ ہے، اگر عورت مسلمان ہے تو شوہر اسے نصیحت کرے، نہ مانے تو صبر کرے یا طلاق دیدے۔^(۲)

واللہ اعلم

۲۲/۲/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۷۹۸/۲۵)

(۱) ان دونوں کتابوں کے مصنف مولانا محمد ابراہیم انصاری ہیں، اس کے علاوہ اس موضوع پر ”محکمۃ الزہراء“ اور ”تجلیۃ المؤمنین“ کا مطالعہ بھی مفید ہے۔

(۲) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رجلاً قال: یا رسول اللہ! ان عندی بنت عم لی جمیلة وانی لا أقدر ید لا ھن، قال: طلقھا، قال: لا أقصر عنھا، قال: فامسکھا اذاً حسن المینقی، کتاب النکاح، باب ما یستدل بہ علی قصر الایۃ، سنن النسائی، کتاب النکاح، باب تزویج الزانیۃ۔

شوہر کا مال اس کی اجازت کے بغیر کسی کو دینا جائز نہیں

سوال (۵۴۹):- جو عورت بغیر خاوند کی اجازت روپیہ پیسہ کسی کو دے اور چیزیں بھی دے اور خاوند کو نہ بتائے اور خاوند سے پوشیدہ رکھے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:- شوہر کا مال اس کی اجازت کے بغیر ناحق طور پر کسی کو دینا حرام ہے۔ واللہ اعلم

۲۲/۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۷۹۸/۲۵)

کیا عورت گھر کے خرچ سے بچا کر کسی کی مدد کر سکتی ہے؟

سوال (۵۵۰):- ایک خاتون اپنے گھر کے خرچ سے کچھ روپے بچا کر کسی عزیز کو بوقت ضرورت بدد کے طور پر دیتی ہے، اس کا خاوند اس کو کوئی جیب خرچ نہیں دیتا، تقریباً تین ہزار روپے اس کی ماہوار آمدنی ہے، وہ حسبِ منشاء جس کو چاہتا ہے دیتا ہے، وہ اپنے خاوند کو اس بچت کی کوئی خبر نہیں دیتی، اگر وہ ایسا کرے تو بچت نہیں ہو سکتی، کیا اس خاتون کا یہ فعل جائز ہے؟

جواب:- خرچ کے لئے جو رقم شوہر اپنی بیوی کو دیتا ہے اگر اس کا مالک وہ بیوی کو بنا دیتا ہے کہ جس طرح چاہے خرچ کرے اور جس کو چاہے دے تب تو یہ خاتون اس عزیز کو بھی اس رقم میں سے دے سکتی ہے، خصوصی اجازت کی ضرورت نہیں۔ اور اگر صرف گھر کے خرچ کے لئے دیتا ہے تو جائز نہیں، البتہ ایک صورت میں گنجائش ہے اور وہ یہ کہ شوہر پر بیوی کا جو مناسب نفقہ واجب ہے وہ شوہر پورا نہیں دیتا تو عورت شوہر کے مال میں سے اپنے حق کی حد تک اس کی اطلاع کئے بغیر لے سکتی ہے^(۱)، اس کے علاوہ کوئی صورت جواز کی نہیں الا یہ کہ شوہر ہی اجازت دیدے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۲۲/۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۹۶/۲۴ ب)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی عفا اللہ عنہ

شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے جانا جائز نہیں

سوال (۵۵۱):- مقصود اس سے جب میری شادی ہوئی تو اس وقت میں لاہور تھا، میرے والد عبد الغنی صاحب کو دھوکا دیا گیا کہ لڑکی کنواری ہے، اچھی ہے، اپنے لڑکے سے شادی کر لو، شادی کے بعد پہلی

(۱) جاءت هند إلى النبي صلى الله عليه وسلم ثم قالت: يا رسول الله! إن أبا سفيان رجلاً ممسكاً فنهى علي حرجاً أن أنفق على عياله من ماله بغير إذنه فقال النبي صلى الله عليه وسلم: لا حرج عليك أن تنفقي عليهم بالمعروف (صحيح مسلم، كتاب الأقضية، باب قضية هند)۔

رات ہی مجھے اپنی بیوی پر شک ہوا، صبح میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ لڑکی کنواری ہی نہیں حاملہ تھی، اُس کا بچہ ضائع کر کر لیاقت خوجہ سے شادی کر دی گئی، جب اُسے علم ہوا تو اُس نے شوہر چھوڑ کر دیا، آخر ان لوگوں نے اپنے چھوٹی لڑکی کی شادی لیاقت کے چھوٹے بھائی سے کر دی، پھر بھی لیاقت نے طلاق دے دی۔ اور مجھے چکر میں ڈال کر مجھ سے شادی کر دی، مجھے جب علم ہوا تو میں بھی چھوڑنے کو تیار ہو گیا، میرے اور مقتوداں کے والدین نے خدا و رسول کا واسطہ دیا، میں رکھنے پر تیار ہو گیا، اُس سے ایک لڑکی بنی ہوئی، اس کے بعد مقتوداں کے ماں باپ میری بیوی اور بچی کو میری عدم موجودگی میں لے گئے، اب وہ نہیں بھیجتے اور کہتے ہیں جو کچھ کر سکو کر لو، مجھے خطرہ ہے کہ میری بچی کو ہلاک نہ کر دیں، اُس کے ماں باپ حرام کھاتے ہیں، نکاح نامے میں مقتوداں کو کنواری اور نو جوان لکھوایا ہے، میرے ساتھ بہت بڑا دھوکا ہوا ہے، میری زندگی تباہ ہو گئی ہے، اب مجھ پر اور میری بیوی پر شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:- صورت مذکورہ میں اب تک آپ کی بیوی آپ کے نکاح میں ہے، آپ کی اجازت کے بغیر جو وہ آپ کے گھر سے گئی یہ سخت گناہ کیا۔ اُس پر واجب ہے کہ فوراً اپنے شوہر کے گھر واپس آئے، اگر واپس نہیں آتی تو آپ کو اختیار ہے کہ قانونی چارہ جوئی کریں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۷/۱۲/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۷۹۴/۲۴۰)

شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا سفر کرنا جائز نہیں

سوال (۵۵۲): ۱- میری بیوی بلا حکم، خلاف منشا بعض لوگوں کے مکر و فریب میں آکر پاکستانی چلی گئی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

۲- میں نے بیوی کو اس کے بھاگ جانے کے بعد بھی راہِ راست پر لانے کی بذریعہ رجسٹری اور آدمی بھیج کر کوشش کی مگر وہ راہِ راست پر نہیں آئی، اس کی پوری ذمہ داری کس پر ہے؟

جواب: ۱- شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کو پاکستان جانا جائز نہ تھا، ایسا کر کے اس نے گناہ کیا ہے، اور شوہر کا حق تلف کیا، اُسے فوراً اپنے شوہر کو راضی کرنا چاہئے اور اس کے پاس واپس چلا جانا چاہئے ورنہ سخت گناہ میں مبتلا رہے گی۔^(۲)

(۱) لا تخرج إلا بإذنہ لقيام النکاح بينهما فلم ينقطع حقه عنها۔ تبیین الحقائق۔ کتاب الطلاق، فصل فی الاحداد ج ۱۔ ص: ۲۵۱۔

(۲) وحقه علیہا ان تطیعہ فی کل مباح یا مریا بہ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب القسم، ج ۳، ص: ۲۰۸، سعید) فی الرد تحتہ (قوله فی کل مباح) ظاهرہ اذ عند الامر به یکون واجبا علیہا کأمر السلطان الرعیة به۔

۲۔ شرعاً اس گناہ کی ذمہ داری آپ کی بیوی پر ہے، اور اگر کسی نے اس کو ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے

یا بہکایا ہے تو وہ بھی سخت گنہگار ہے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۲۵/۹/۱۳۹۱ھ

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۲۸۳/۲۲ د)

شرعاً بیوی پر کپڑے دھونے اور صفائی وغیرہ کی ذمہ داری نہیں

سوال (۵۵۳): - دو بیویوں میں سے ایک سے صفائی کپڑے وغیرہ کا کام لینا اور دوسری سے باقی کاروبار لینا یہ جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ بظاہر ظلم معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے ذمے تھوڑا کام سپرد کر دینا اور کسی کے ذمے زیادہ کام۔

جواب: - دونوں میں سے کسی بیوی پر بھی شرعاً ان کاموں کی ذمہ داری نہیں^(۱)، ہاں وہ اپنی خوشی سے کر دیں تو انہیں بہت ثواب ہوگا، دونوں میں جو بیوی جو کام خوشی سے کر دے وہ لینا جائز ہے، اُس سے زائد جبراً لینا جائز نہیں۔

واللہ اعلم

۲۶/۵/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۲۳۳/۲۶ ج)

تین طلاقیں دینے کے بعد اکٹھے رہنے والے میاں بیوی سے قطع تعلق

سوال (۵۵۵): - ایک عورت کو تین مرتبہ طلاق ہو چکی، اسٹامپ کاغذ پر چار گواہ کے سامنے، اب وہ دونوں پھر ایک ساتھ رہتے ہیں میاں بیوی کی طرح، بڑی کوشش کے بعد بھی ان کو اس کی پروا نہیں، اور نہ وہ حلالہ کرتے ہیں نہ کچھ کرتے ہیں، تو ایسی حالت میں اُن کے گھر کا کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: - یہ مرد و عورت سخت حرام کاری کے مرتکب ہو رہے ہیں، جب تک ان کا یہ حال ہے اُن سے دوستانہ تعلقات منقطع کر لئے جائیں۔^(۲)

(۱) (امتنعہ المرأة من الضحن والغبر) (ان كانت ممن لا تخدم) او كان بيا عنه (فله ان يأتها بطعام مباحاً وبلاً) بان كانت ممن تخدم نفسها او تقدر على ذلك (لا) يجب عليه ولا يجوز لها اخذ الأجرة على ذلك لوجوبه ديانة (فتاوى الأئمة مع شرحه الحد المختار - كتاب النكاح - باب النفقة ج ۳ ص ۵۷۹ - عینہ۔)

.. وفي الرد تحتہ (قوله لوجوبه عليها ديانة) فتفتلي به ولكن لا تجبر عليه ان أبت بدائع۔

(۲) إذا خاف من مكالمه أحد ومواصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل عليه مضرة في دنياه يجوز له معانته، والحذر منه، فرب هجر جميل خير من مخالطة مؤذية (حاشية السندی علی ابن عیاض، المقدمة، باب اجتناب البدع والجدل حدیث ۴۵)۔

نوٹ :- ماں باپ کو بھی ان سے قریبی تعلقات منقطع کر لینے چاہئیں۔ واللہ اعلم

۱۳/۷/۱۳۹۸ھ

(فتویٰ نمبر ۷۷۴/۲۹ ب)

بیوی کی حرام کاری پر رضا مندی بھی حرام ہے

سوال (۵۵۶) :- زید نے بکر کی منکوحہ ہندہ کو اُس کی رضا و رغبت سے اغوا کیا، دو سال کی کشمکش کے بعد زید نے ہندہ کے شوہر بکر کے سامنے دو متبادل صورتیں پیش کیں، اول یہ کہ ہندہ کو بکر زید سے واپس لے کر اپنے پاس رکھ لے، ورنہ ہندہ کا شوہر بکر، ہندہ کو مناسب رقم زید سے لے کر تین طلاق دے کر آزاد کر دے تاکہ دونوں پاکیزہ زندگی بسر کریں۔ لیکن ہندہ کا شوہر بکر ان دونوں صورتوں کو قبول نہ کر کے ہندہ کو سزا معلق رکھنا چاہتا ہے اور زید فعل مذموم سے تائب ہو کر اس معاملے کو نمٹانا چاہتا ہے، ان متذکرہ بالا امور کی روشنی میں زید اور بکر کی شرکت مسلمانوں کی اجتماعی عبادات، نماز، روزہ، فاقہ خوانی وغیرہ میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- صورت مذکورہ میں زید مغوی اور ہندہ سخت حرام و گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہیں، جب تک وہ موجودہ زندگی کو ترک نہ کریں گے اور اپنے اس شدید جرم سے صدقِ دل کے ساتھ توبہ و استغفار نہ کریں گے سخت گناہ میں مبتلا رہیں گے، وہ رور و کر فوراً توبہ کریں اور الگ الگ ہو جائیں، بکر کو جو بیوی کی روش سے سخت اذیت پہنچی اُس کی معافی بکر سے مانگیں۔

بکر اگر اپنی اس بدکار بیوی کو اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا تو اُسے چاہئے کہ طلاق دیدے یا خلع کرے، تاکہ بیوی بدکاری سے بچے اور زید یا کسی اور شخص کے نکاح میں عفت کی زندگی گزار سکے۔ اگرچہ بیوی کا جرم بہت شدید ہے، لیکن اب جبکہ وہ گناہ سے باز رہنا چاہتی ہے بکر نے اُسے نہ اپنے پاس رکھنا نہ طلاق دی اور نہ خلع کیا اور وہ پھر گناہ کی مرتکب ہوئی تو عورت تو گناہگار ہوگی ہی، بکر کو بھی گناہ ہوگا۔

اب تک زید اور ہندہ ہی مجرم تھے، بکر کا کوئی قصور نہیں تھا، لیکن بکر نے اب اگر طلاق نہ دی نہ خلع کیا اور نہ بیوی کو اپنے پاس رکھا تو وہ بھی جرم میں شریک ہو جائے گا، مگر اس کا جرم زید اور ہندہ کے جرم سے کم درجے کا ہوگا۔ اجتماعی عبادات اور نماز میں ہر مسلمان کی شرکت جائز بلکہ واجب ہے خواہ وہ کتنا ہی گنہگار ہو۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۰/۱۱/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۹۰/۴۵ الف)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

نافرمان اولاد کی اصلاح کیسے کرے؟

سوال (۵۵۷): - اگر کسی شخص کا بیٹا نافرمان ہو اور والد کا کہنا نہیں مانتا اور غیر شرعی کام کرتا ہو، مثلاً نماز نہیں پڑھتا اور جو بازی کرتا ہے وغیرہ وغیرہ، اور والد اس کو اپنے مال سے جدا بھی نہیں کر سکتا کہ اس کو اپنا حصہ دیدے کیونکہ پھر وہ زیادہ نقصانات کرتے ہیں اور لوگوں کو لوٹتے ہیں اور نقصان سب والد پر آ جاتا ہے، اور والد کا اپنے بیٹے پر کنٹرول بھی ہے کہ اس کو تکلیف دے یا اس کو جیل میں ڈالے تو ایسی صورت میں والد اپنے بیٹے کے ساتھ کیا کرے؟

جواب: - پہلے تو والد کو چاہئے کہ بیٹے کو خوب نرمی اور سختی دونوں طریقوں سے سمجھائے اور خدا کا خوف دلائے، نیز جن لوگوں کی بات کا اثر بیٹا قبول کرتا ہو ان سے نصیحت کرائے، پھر بھی نہ مانے تو اس سے کہہ دے کہ اگر تو نے یہ جرائم نہ چھوڑے تو میں اپنے گھر میں تجھ کو نہ رکھوں گا، پھر نہ مانے تو باپ کو اختیار ہے کہ اس کو اپنے گھر میں اپنے ساتھ رہنے دے، اگر بول چال بند کر دینے سے اصلاح کی توقع ہو تو بول چال بند کر دے، (۱) البتہ اپنی میراث سے اس بیٹے کو محروم نہیں کر سکتا۔

واللہ اعلم

۱۳۹۱/۲/۲۲ھ

(فتویٰ نمبر ۲۷۲/۲۲ الف)

بچے کی ابتدائی تعلیم کے لئے مفید مشورہ

سوال (۵۵۸): - میرا خیال ہے کہ میں اپنے لڑکے کو دینی تعلیم دلاؤں، پہلے پرائمری تک پڑھالوں اس میں قرآن مجید پڑھ لے گا اس کے بعد کسی دینی مدرسے میں داخل کر دوں گا۔ آپ سے مشورہ لینا چاہتا ہوں کہ آپ کے دارالعلوم میں کس قدر تعلیم حاصل کرنے کے بعد داخل کیا جائے؟

جواب: - پہلے قرآن شریف کم از کم ناظرہ ختم کرالیں تجوید کے ساتھ پڑھانے کا انتظام کریں، ساتھ ہی ضروری دینی مسائل و عقائد اور حکایات بھی تھوڑی تھوڑی پڑھاتے رہیں، ہو سکے تو پرائمری کی تعلیم بھی ساتھ جاری رکھیں، جب قرآن شریف ناظرہ ختم ہو جائے اور پرائمری کی ۵ جماعتیں بھی پاس کر لے تو دارالعلوم میں یا کسی اور قریبی مدرسے میں درس نظامی کے لئے داخل کر دیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۱۳۹۲/۳/۲۲ھ

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۳۱۸/۲۳ ب)

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: تربیت الاولاد فی الاسلام (اردو ترجمہ) قسم ثالث، فصل اول، بچے کی تربیت میں مؤثر وسائل

روضہ اقدس پر چادر چڑھانے کا عقیدہ رکھنے والے شخص کا حکم

سوال (۵۵۹):- جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ مزار مبارک حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چادریں چڑھائی جاتی ہیں، اور وہ اس عقیدے پر اٹل ہے تو ایسے شخص سے اذروئے شریعت تعلق رکھنا کیسا ہے؟

جواب:- اس شخص سے تعلقات رکھے جاسکتے ہیں، اگرچہ اس کا یہ کہنا غلط ہے۔ واللہ اعلم
الجواب شیخ
محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۲۶/۲/۱۳۹۲ھ

بندہ محمد شنیع

(فتویٰ نمبر ۳۰۸/۲۳ ب)

قاتل کی مالی امداد کب کی جاسکتی ہے؟

سوال (۵۶۰):- آج سے تقریباً چھ سال پہلے سٹی شیر علی (عرف عبدول) نے گوجرانہ کراچی میں مقتول رستم کی لڑکی سے شادی کی تھی، کچھ عرصہ بعد سر اور داماد میں رنجش پیدا ہو گئی، رستم نے اپنی لڑکی کو جو کہ شیر علی کی منکوحہ تھی اپنے گھر روک لیا، اس معاملے میں جھگڑا اس قدر بڑھا کہ رستم اپنے داماد علی شیر کے ہاتھ قتل ہو گیا، ایک پڑوسی اسلام الدین نے علی شیر کو پکڑنا چاہا وہ بھی اس کے ہاتھوں قتل ہو گیا، علی شیر ملزم کو پولیس نے اس کے لاپتہ ہو جانے کی وجہ سے منور قرار دیا، تقریباً تین سال کے بعد پولیس نے ملزم کو گرفتار کر لیا اور تعزیرات پاکستان کے مطابق ایک سال قید بامشقت اور سزائے موت دی گئی۔

اب ملزم اور مقتول کے وارثوں میں صلح صفائی ہو چکی ہے، مقتول کے لواحقین نے قاتل علی شیر کو معاف کر دیا ہے، قاتل کا باپ قوم کے پاس مالی امداد کے لئے آیا ہے تاکہ اپیل کے ذریعہ قاتل کو چھڑایا جائے، حدیث شریف میں ہے کہ ظالم کی مدد نہ کرو، کیا ہم لوگ قاتل کے باپ بدرالدین کی مالی مدد کر سکتے ہیں؟ جبکہ مقتول کے لواحقین نے معاف بھی کر دیا ہے اور ہماری یہ امداد کا رثا اب شمار ہو گیا نہیں؟

جواب:- اگر علی شیر کے باپ نے قتل میں اپنے بیٹے کی مدد نہیں کی تو یہ ظلم باپ کا نہیں ہے۔

اگر مقتولین کے سب اولیاء نے قاتل کو معاف کر دیا ہے اور اس کو وہ جیل سے چھڑانے پر راضی ہیں تو علی شیر کی مالی امداد جیل سے چھڑانے اور عدالت کی پیروی کرنے کے لئے کی جاسکتی ہے^(۱)، اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں، ادا کرنے والوں کو ثواب ہوگا۔

واللہ اعلم

۱۷/۱۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۳۳۰/۲۵ ب)

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ... إن المسئلة لا تصلح إلا للثلاثة لذي فقر مُدقع أو لذي غرم مفضّع أو لذي هم موجه (سنن أبي داود، كتاب الزكوة، باب ما تجوز فيه المسئلة، سنن ابن ماجه، ابواب التجارات، باب بيع المزينة)۔

جھوٹی قسم کھانے والے سے دوستانہ تعلقات قطع کرنا

سوال (۵۶۱):- مسماۃ مہرجان جس کی عمر بیس بائیس برس تھی، وہ اپنی رضامندی کے ساتھ حوالدار نذر محمد خان کے ساتھ پشاور چھاؤنی چلی گئی تھی اور وہاں مجسٹریٹ اوّل کے سامنے اپنی رضامندی سے نکاح کی درخواست دی اور وہاں سے اجازت حاصل کر کے مورخہ ۱۸/۱۰/۱۹۶۷ء کو حوالدار نذر محمد خان سے نکاح کیا، نکاح خواں جناب مولوی سعید عبداللہ شاہ تھے جنہوں نے نکاح کی شہادت آزاد کشمیر پلندری کی عدالت میں آکر دی تھی، اس کے بعد مسماۃ مہرجان کے وارثوں نے مہرجان کی واپسی کے لئے ایک جعلی نکاح نامہ بنوایا، جعلی نکاح کے پرست کی رو سے پولیس میں مہرجان پلندری تھانے میں حاضر ہوئی، تو اُس نے باپ کے گھر جانے سے انکار کر دیا، تو ایک دوسرے آدمی کے سپرد ہوئی، چنانچہ وہاں سے گلزار ولد حیدر ایک پارٹی کے ذریعے مسماۃ مہرجان کو پکڑ کر بے پتہ جگہ لے گیا، جعلی نکاح نامہ محمد ایوب ولد محمد علی کا بنایا گیا تھا، جو اُس وقت کہیں فوج میں ملازم تھا، عرصہ پانچ چھ سال کے بعد گلزار مسماۃ مہرجان کو اپنے گھر لے آیا اور بیوی بنا کر رکھے ہوئے ہے اور دو بچے بھی مہرجان کے ساتھ ہیں، ایسے زانی شخص کے لئے کیا حکم ہے؟ اور ایسے مسلمان کے یہاں کھانا پینا کر سکتے ہیں؟ اس کی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟ مہرجان کا شوہر حوالدار نذر محمد زندہ ہے، جن لوگوں نے جعلی نکاح نامے میں جھوٹی گواہی دی ہے اور جھوٹا نکاح نامہ بنایا ہے کیا وہ اس کے اہل ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر کھاپی سکیں؟ علاقے کے مسلمان آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔

جواب:- اگر گلزار ولد حیدر نے دوسرے کی منکوحہ کو اپنے پاس بیوی کی طرح رکھا ہے تو یہ سب حرام کاری ہوئی، اس پر لازم ہے کہ خود اس عورت سے الگ ہو جائے اور اللہ سے توبہ و استغفار کرے، کیونکہ یہ شخص فاسق ہو چکا ہے، اگر یہ اس عورت کو الگ نہیں کرتا تو سب مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے دوستانہ تعلقات منقطع کر لیں، نہ اس کی دعوت کھائیں، نہ اس کو دعوت میں بلائیں، جنازے کی نماز میں اس کو شریک ہونے سے نہ روکیں، جن لوگوں نے جعلی نکاح کا ڈھونگ رچایا وہ سخت حرام اور گناہ کبیرہ کے مرتکب اور فاسق ہو گئے، اگر یہ توبہ نہ کریں تو ان سے بھی دوستانہ تعلقات منقطع کر لینے چاہئیں^(۱)۔ جھوٹی گواہی دینا بھی سخت گناہ کبیرہ ہے، احادیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں^(۲)، اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ زانی، زانیہ اور

(۱) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان ”تین ظالمین دینے کے بعد اکٹھے رہنے والے مریاں بیوی سے قطع تعلقی کرنے کا حکم:-“

(۲) عن انس بن مالک قال: ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکبائر أو سئل عن الکبائر فقال: الشرک باللہ وقتل النفس

وعقوق الوالدین، فقال: الا انہنکم باکبر الکبائر؟ قال: قول الزور أو قال: شهادة الزور، صحیح البخاری۔ کتاب الأدب، باب

عقوق الوالدین من الکبائر حدیث رقم: ۵۹۷۷۔

.... قال شعبی اکثر ظنی أنّه قال: شهادة الزور۔ وایضاً فی صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بین الکبائر واکبرها حدیث

جھوٹی گواہی دینے والوں کو سزا دے، مگر سزا دینے کا اختیار حکومت کے علاوہ کسی اور کو نہیں۔ واللہ اعلم

۱۷/۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۳۶/۲۵ ب)

جھوٹی قسم کھانے والے سے دوستانہ تعلقات منقطع کئے جاسکتے ہیں

سوال (۵۶۲):- زید نے بکر پر رقبہ بیع کیا، بکر کو شفعہ کا خطرہ تھا کہ زید کا کوئی وارث شفعہ نہ کر دے، تو بکر نے اس رقبہ پر اپنا قبضہ بطور مزارع پٹواری سے درج کرا لیا، جو بھٹو صاحب نے قانون نافذ کیا تھا کہ کوئی وارث یارگشت مزارع پر شفعہ نہیں کر سکتا، اس لئے بکر نے مزارع درج کرا لیا، حالانکہ یہ بالکل فرضی امر پر مبنی ہے، بکر پر زید کے وارث یارگشت یعنی حقیقی چچا نے شفعہ دائر کر دیا، اس اثنا میں عدالت نے شفعہ کنندہ سے پوچھا کہ تیرا فیصلہ قرآن مجید پر کیا جاوے تو منظور ہے؟ تو شفعہ کنندہ نے کہا کہ قرآن مجید سے بالاتر کوئی عدالت نہیں ہے، اس لئے مجھے منظور ہے، اس وقت شفعہ کنندہ رمضان کے روزے سے تھا، جب بکر سے دریافت ہوا کہ تم حلف اٹھاؤ گے تو اس نے حلف دینا تسلیم کر لیا، قرآن مجید لایا گیا اور بکر سے ہاتھ رکھوا کر بھری عدالت میں حلف لیا گیا جو بالکل ہی جھوٹ پر حلف اٹھایا گیا تھا اور بکر چری، شرابی، بے نمازی اور نہایت بدکردار آدمی ہے، صوم و صلوٰۃ سے بالکل منحرف ہے، شرعاً اس آدمی کے ساتھ اخوت اسلامی کا برتاؤ کیا جاسکتا ہے؟ ان عیوب کے علم کے باوجود جو لوگ ان سے تعاون رکھتے ہیں ان کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:- اگر بکر نے واقعی جھوٹی قسم کھائی ہے اور جو گناہ سوال میں اس کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ واقعی ان کا مرتکب ہے تو جب تک وہ اپنے ان گناہوں سے صدقِ دل کے ساتھ توبہ نہ کرے اور ان گناہوں سے باز نہ آئے اُس سے دوستانہ تعلقات منقطع کر لینے چاہئیں۔^(۱) واللہ اعلم

۲۰/۱/۱۳۹۸ھ

(فتویٰ نمبر ۲۹/۶۷ الف)

تارکِ نماز اور تاش کھیلنے والے سے قطع تعلق؟

سوال (۵۶۳):- تارکِ صلوٰۃ بیچ گاندہ جمعہ، بیٹھ کر تاش کھیلتا رہے، نماز کو نہ جائے شرعاً ایسے

شخص کا کیا حکم ہے؟

(۱) وإذا خاف من مكالمة احدٍ ومواصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل عليه مضرة في دنياه يجوز له مجانبة والحد من قرب

هجر جميل خير من مخالطة مؤذية (حاشية السندی علی ابن ماجہ، المقدمة، باب اجتناب البدع والجدل، حدیث رقم: ۴۵)۔

... نیز! حظ فرمایئے: مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ینہی عنہ من التہاجر والتقاطع، الفصل

الاول، اور التمهید لابن عبد البر ۶۱ ص: ۱۲۷۔

جواب :- اگر ایسا شخص جس کے سدھرنے کی اُمید ہو تو اس سے سب مکملے والے دوستانہ تعلقات منقطع کر لیں تاکہ وہ سدھر جائے۔
واللہ اعلم

عبد الغفار راکانی

۱۳۹۳/۱۲/۲۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۸۸۳/۱۵ ح)

جواب صحیح ہے، مگر تعلقات منقطع کرنے سے پہلے اُسے تنہائی میں نرمی سے سمجھایا جائے تاکہ تعلقات منقطع کرنے کی نوبت نہ آئے۔

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۳/۱۲/۲۷ھ

کن لوگوں سے دوستی کرنا منع ہے؟

سوال (۵۶۳) :- میں میڈیکل کالج کا ایک نوجوان طالب علم ہوں، لیکن کچھ دنوں سے ایک پریشانی میں مبتلا ہو گیا ہوں، وہ یہ کہ قرآن شریف یا کسی حدیث شریف میں ایسے انسانوں کا ذکر آیا ہے جن کے ساتھ بولنا یا دوستی رکھنا گناہ ہے، اور ان کے ساتھ بولنا دوستی رکھنا اللہ نے منع کیا ہے تو میں ایسے انسانوں سے اپنا تعلق ختم کر دوں۔

جواب :- قرآن حکیم کی متعدد آیات میں کافروں کے ساتھ دوستی کرنا منع فرمایا ہے، کیونکہ وہ اللہ کے دشمن ہیں اور اللہ کا دشمن ہمارا دوست نہیں ہو سکتا، ایک آیت قرآنیہ ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكَافِرَ أَوْلِيَاءَ" (سورہ مائدہ رکوع نمبر ۵)^(۱) لہذا کافروں کے ساتھ دوستی جائز نہیں، اسی طرح ایسے شخص سے دوستی بھی ممنوع ہے جس کی دوستی اور صحبت سے اپنے دین کے نقصان کا خطرہ ہو،^(۲) البتہ خرید و فروخت وغیرہ معاملات اور سیاسی معاہدات شرعی حدود کی رعایت کے ساتھ اُن سے کئے جاسکتے ہیں، بشرطیکہ اُن معاہدات سے مسلمانوں اور ملک یا دین کو نقصان نہ پہنچتا ہو۔

اور کسی سے مطلقاً بولنے کی ممانعت کہ ہمیشہ کے لئے اُس سے بولنا ممنوع ہو قرآن و حدیث میں

(۱) آیت: ۵۷ ترجمہ: اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب ملی چکی ہے (مراد یہود و نصاریٰ) جو ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی کیلئے بنا رکھا ہے، ان کو اور اسی طرح دوسرے کفار کو دوست مت بنانا۔ (خامدہ تفسیر از معارف القرآن ج: ۳ ص: ۱۷۰)۔

(۲) کما جاء في الحديث: المرء علي دين خليله فلينظر أحدكم من يخالل۔ (المستدرک علی الصحيحین، کتاب البیوع والصلۃ، باب اما حدیث عبداللہ بن عمرو، حدیث رقم: ۷۲۴۷۔ ومسند احمد بن حنبل فی مسند ابی ہریرۃ ج: ۱ ص: ۲۸۰ حدیث: ۸۲۳۹)

... وفي عمدة القاری: کتاب البیوع، باب ذکر الحجام ج: ۱ ص: ۲۳۱ وفيه النهی عن مجالسة من يتأذى بمجالسته كالمفتن والخائن في الباطل والندب إلى من ينال بمجالسته الخیر من ذکر الله الخ۔

ایسا حکم نہیں ہے، البتہ نامحرم عورت سے بلا حاجت براہ راست بات کرنا ممنوع ہے،^(۱) نیز کوئی ایسے گناہ میں مبتلا ہو کہ اس کو راہ راست پر لانے کے لئے اُس سے بات چیت بند کرنے میں اُمید ہو کہ وہ راہ راست پر آجائے گا تو اس مصلحت سے اُس سے بات چیت بند کر دینا بھی جائز ہے، البتہ کسی بھی مسلمان کے ایسے حقوق جو بحیثیت مسلمان اُس کو حاصل ہیں وہ کسی حال ترک نہیں کئے جائیں گے خواہ وہ کیسا ہی گنہگار مسلمان ہو، مثلاً سلام کا جواب، بیمار پُرسی، جنازے میں شرکت وغیرہ۔

واللہ اعلم بالصواب
محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

۲۴/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۲۰/۲۴ ج)

کون سے حقوق ادا کرنا ضروری ہیں؟

سوال (۵۶۵):- بعض امور بلکہ بے شمار امور میں مجھے یہ شک اور وہم ہے کہ نہ معلوم میری زندگی میں کس کس کے کتنے حق مجھ پر ہوں گے ایسی صورت میں میری بخشش ہوگی یا نہیں؟

جواب:- جن کا حق یقینی طور پر یاد آجائے ادا کر دیں یا اُس سے معاف کرا لیں، محض شک اور وہم کا کوئی اعتبار نہیں، شک اور وہم سے کوئی چیز واجب نہیں ہوتی، تسلی کے لئے اسی جملے کو یاد رکھیں اور اللہ کی رحمت پر ہمیشہ بھروسہ رکھیں۔

واللہ اعلم

۶/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۶۸۳/۲۵ د)

شیعہ مذہب اختیار کرنے والے سے تعلقات رکھنا؟

سوال (۵۶۶):- ایک شخص حنفی المذہب چھوڑ کر مذہب شیعہ اختیار کر لیتا ہے، شخص مذکور کی برادری جو اہل سنت حنفی العقیدہ ہیں، یہ لوگ نسبی و سببی رشتے کی بنا پر اپنی تقریبات میں دعوت دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:- گنجائش ہے، مگر ان سے قریبی تعلقات نہیں رکھنے چاہئیں۔^(۲) واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۳۲۷/۲۵ ب)

(۱) يجوز للنساء المخاطبة بالأجانب عند الضرورة لكن مع تغليظ القول (أحكام القرآن للشيخ ابن باز: ۲ ص ۳۱۶، أدلة القرآن، کراچی)۔

(۲) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان: ”جھوٹی قسم کھانے والے سے تعلقات منقطع کئے جاسکتے ہیں۔“

ایک فرض کو چھوڑنے سے دوسرا ادا کیا ہوا فرض باطل نہ ہوگا

سوال (۵۶۷):- اگر کوئی شخص نماز پڑھتا ہو لیکن حقوق العباد ادا نہ کرتا ہو لوگوں پر تنقید کرتا ہو

لیکن خود اس کے گھر میں یہ عمل سرزد ہو رہا ہو تو اس کا نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:- نماز بھی فرض ہے، حقوق العباد کی ادائیگی بھی فرض ہے، ان میں سے جس فرض کو

چھوڑے گا اس کا گناہ ہوگا، اور جس فرض کو ادا کرے گا اس کا ثواب ہوگا، ایک فرض کو چھوڑنے سے اداء کیا

واللہ اعلم

ہوا فرض کا عدم نہیں ہوگا۔

۳/۳۳۹ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۳۳۵)

دامی زانی کے ساتھ تعلقات رکھنا؟

سوال (۵۶۸):- دامی زانی کے ساتھ کھانا پینا کیسا ہے؟

جواب:- ایسے شخص کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنا جائز نہیں، احیاناً کبھی اتفاق سے اس کے

واللہ اعلم

ساتھ کھانا کھالیا تو اس کے کھانے کو حرام نہ کہیں گے۔^(۱)

۲۶/۹/۱۳۵۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵/۱۹۸۳ و)

جو حقوق معاف کروانے یا ادا کرنے کے لئے تیار نہ ہو، اس کا حکم

سوال (۵۶۹):- حقوق العباد معاف کروانے سے یا ادا کرنے سے جو شخص انکاری ہو اس کے

لئے شریعت میں متبادل طریقہ کیا ہے؟

واللہ اعلم

جواب:- کوئی متبادل طریقہ نہیں، عذاب کا مستحق ہوگا۔

(فتویٰ نمبر ۲۵/۵۰۰)

اعلانیہ طور پر غیر شرعی رسومات کرنے والے سے قطع تعلق کرنا؟

سوال (۵۷۰):- جو شخص دغوی اسلام کا کرے اور اپنی شادی غمی میں تمام غیر شرعی رسومات

اعلانیہ باوجود منع کرنے کے کرے، اور سمجھانے کے پھر اعلانیہ چیلنج کر کے اور مانعین کو قتل کی دھمکیاں دے

اور تمام بے ہودہ بکواس جو دشمن اسلام کی عادت ہے، کرے اور یہ کہے کہ: ”ہم تمام غیر اسلامی رسومات

اعلانیہ کریں گے کون ہم کو روکنے والا ہے؟ جو روکنے یا منع کرنے یا سمجھانے آئے گا اسے قتل کر دیا جائے گا“

ان حالات میں باقی اہل دین اور اہل بستی کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

(۱) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان: ”جھوٹی قسم کھانے والے سے تعلقات منقطع کئے جاسکتے ہیں“۔

جواب :- جب تک یہ شخص اپنے ان ناجائز اقوال و افعال سے باز نہ آئے اُس وقت تک اس شخص سے برادری کے سب لوگ دوستانہ تعلقات منقطع کر لیں، مگر اس سے کچھ بُر دباہر، معزز لوگ اس کو تنہائی میں نرمی اور ہمدردی سے سمجھائیں، پھر بھی نہ مانے تو دوستانہ تعلقات منقطع کر لیں، قتل و قتال ہرگز نہ کریں، اس کے یہاں کسی تقریب میں بھی شریک نہ ہوں۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۶/۲۰ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۶۲/۲۶ ج)

عہد شکنی اور غیر شرعی رُسومات کرنے والوں کا حکم

سوال (۵۷۱):- تقریباً پندرہ سال ہوئے ہیں کہ گاؤں والوں نے مسجد کے ایک اجتماع میں بروز جمعہ یہ عہد کیا تھا کہ آئندہ ہم کوئی غیر شرعی رسم شادیوں میں قطعاً نہیں کریں گے نہ کرنے دیں گے، اور ان رُسومات کو جو کرے گا اُس کی شادی میں نہ شریک ہوں گے، خواہ کتنا ہی قریب کیوں نہ ہو۔ اس پر ۹۹ فیصد مسلمان پابند تھے اور اب بھی ہیں، چند شر پسند عناصر نے برادری کے معززین کے منع کرنے اور سمجھانے کے باوجود عہد شکنی کی، اور تمام غیر شرعی رُسومات کیں، جس میں برادری کے معززین نے شرکت نہیں کی، اور بائیکاٹ کیا، آپ ان کی عہد شکنی کا شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

جواب :- جن لوگوں نے یہ عہد شکنی کی وہ دو گناہوں کے مرتکب ہوئے، ایک عہد شکنی اور دوسرے ان ناجائز رسموں کو زندہ کرنا، ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جائے جو نمبر ۱ میں ذکر کیا گیا،^(۲) قتل و فساد سے پرہیز کریں۔

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۶/۲۰ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۶۲/۲۶ ج)

کسی کے گھر داخل ہونے کے لئے کتنی اجازت کافی ہے؟

سوال (۵۷۲):- کسی کے گھر میں داخلے کے لئے اجازت طلب کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، کسی کے کمرے میں داخلے پر بھی وہی حکم ہے؟ افسر کے کمرے میں داخلے کے لئے پہلے اجازت لینا ضروری ہے، جبکہ افسر نے کبھی بھی نہیں کہا کہ اجازت لے کر داخل ہوا کرو، دورازہ بھی غموماً افسر کے کمرے کا کھلا رہتا

(۱) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان ”جھوٹی قسم کھانے والے سے تعلقات منقطع کئے جاسکتے ہیں“۔

(۲) نمبر ۱ میں بتایا گیا طریقہ :- ”جب تک یہ ان ناجائز افعال و اقوال سے باز نہ آئیں، اس وقت تک اس شخص سے برادری کے سب لوگ دوستانہ تعلقات منقطع کر دیں، مگر ان میں سے کچھ بُر دباہر، معزز لوگ ان کو تنہائی میں نرمی اور ہمدردی سے سمجھائیں پھر بھی نہ مانیں تو دوستانہ تعلقات قطع کر لیں، قتل و قتال ہرگز نہ کریں۔“ یہ طریقہ گزشتہ جواب میں مذکور ہے، سبائل نے دو سوال کئے تھے، گزشتہ سوال نمبر ۱ تھا اور

یہ نمبر ۲ ہے۔ ۱۲ اخبار غفرلہ

ہے، افسر کے کمروں میں داخلے کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب :- کسی کا گھر ہو یا کمرہ، اس میں بغیر اجازت داخل ہونا جائز نہیں^(۱)۔ لیکن اجازت کی دو قسمیں ہیں، ایک صراحۃً ایک دلالتاً، صراحۃً تو یہ ہے کہ آپ زبان سے اجازت طلب کریں اور وہ زبان سے کہیں کہ آجائیے، اور دلالتاً یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت فلاں شخص کا اس نیت سے کمرہ کھول کر یا اندر سے چٹخنی نہ لگا کر بیٹھنا ایک عملی اجازت ہے، اور شرعاً داخل ہونے کے لئے یہ عملی اجازت کافی ہے۔ پس دفتر کا کمرہ ہو یا افسر کا کمرہ اگر اندر سے اس کو چٹخنی لگی ہوئی نہیں ہے اور دفتر والے اور افسر آپ کو کمرے میں بلا اجازت داخل ہونے سے منع نہیں کرتے اور ان کو ناگوار بھی نہیں ہوتا تو صراحۃً اجازت لئے بغیر آپ کمرے میں جا سکتے ہیں، عملی اجازت کافی ہے۔

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۶/۱۸ھ

(فتویٰ نمبر ۸۷۶/۲۳۳)

اپنی بیوی اجنبی کے حوالے کرنے والے سے قطع تعلق

سوال (۵۷۳) :- زید نے اپنی موجودگی میں اپنی منکوحہ بیوی کو بکر کے حوالے کر دیا، شرعاً اس

پر کیا حکم صادر ہوتا ہے؟

جواب :- زید کا اپنی بیوی کو بکر کے حوالے کر دینے سے وہ بکر کی بیوی نہیں بن گئی، وہ عورت اب بھی زید کی بیوی ہے، لیکن زید نے اس بے غیرتی کا مظاہرہ کر کے سخت حرام کا ارتکاب کیا ہے، اگر بائیکاٹ سے اس کے سدھرنے اور راہِ راست پر آنے کی اُمید ہے تو اس سے بائیکاٹ بھی جائز ہے۔ واللہ اعلم

محمد عبدالغفار اراکانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۳/۱۱/۹ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵۱۵/۲۵ ز)

جواب صحیح ہے، اور جب تک زید راہِ راست پر نہ آئے اور اپنی اس حرکت سے توبہ نہ کرے اس

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

سے دوستانہ تعلقات منقطع رکھے جائیں۔^(۲)

۱۳۹۳/۱۱/۹ھ



(۱) قال اللہ تعالیٰ: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَبِّحُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا" (النور: ۲)

... وفي احکام القرآن للجصاص تحت هذه الآية: إن الله خصص الناس بال منازل، وسترهم فيها عن الأبصار وملكهم

الإستمتاع بها على الإنفراد وحجز على الخلق أن يطلعوا فيها من خارج أو يكسوها بغير إذن أربابها۔

(۲) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان "تمن طلاق دینے کے بعد ایکٹے رہنے والے میاں بیوی سے قطع تعلق کرنے کا حکم"۔

﴿ کتاب التاریخ والسير

والمناقب ﴾

(تاریخ اور سیر و مناقب کے بارے میں)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان سے متعلق خاموشی ضروری ہے

سوال (۵۷۴):- زید نے ایک حدیث سنی ہے جس کا مضمون یہ ہے کسی شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے والدین شرک کی حالت میں انتقال کر چکے ہیں، ان کا کیا انجام ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہیں، یہ سن کر افسردہ ہو گئے، ان کو مغموم دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ: میرے والدین کا بھی یہی حال ہے، یہ حدیث سن کر ایک شخص نے کہا کہ: مجھے اس حدیث کا تو علم نہیں البتہ یہ معلوم ہے کہ وہ معذب نہیں ہوں گے اور والدین موحداور مؤمن تھے، ان کا معاملہ خدا کے پاس ہے، ہمیں کچھ نہ کہنا چاہئے۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اس کے متعلق وضاحت فرمائیں۔

جواب:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں محققین علمائے کرام کا قول یہ ہے کہ سکوت کیا جائے، اللہ جیسا معاملہ ان کے ساتھ کرنا چاہے گا کرے گا، آخرت میں ان کے ساتھ جو معاملہ ہوگا اس کے بارے میں ہم کوئی حکم نہیں لگا سکتے۔ مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ اس قسم کے مسائل میں اپنا اور دوسروں کا وقت خرچ نہ کریں، کیونکہ آخرت میں ہم سے ہمارے اعمال کا حساب کتاب ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے اعمال و عقائد کا سوال ہم سے نہیں ہوگا۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

بندہ محمد عاشق الہی عفا اللہ عنہ

۱۱/۱۱/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۵۴/۲۲ الف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا انتقال اور تدفین کہاں ہوئی؟

سوال (۵۷۵):- اخبار روزنامہ ”اعلان“ کراچی جلد ۱۷، اتوار ۱۲ صفر ۱۳۹۸ھ، ۲۲ جنوری

(۱) یقال بعض العلماء التوقف فی الباب هو الأسلم وهو کلام حسن۔ (عون المعبود فی شرح سنن أبی داود، کتاب السنۃ، باب

فی تدفین المشرکین، ج: ۱۰ ص: ۲۳۶)

..... مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: شرح النووی علی صحیحہ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان ان من مات علی الکفر فهو فی النار۔

۱۹۷۸ء شمارہ ۲۲ میں خبر شائع ہوئی ہے جس کا کچھ حصہ یہ ہے کہ: ”مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلے میں کی جانے والی کھدائی کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب کا جسم مبارک اور دیگر چھ صحابہ کرامؓ کے جسم مبارک بھی اپنی حالت میں پائے گئے جنہیں جنت البقیع میں دفن دیا گیا“ کیا ایسی بات یقینی ہے اور حضرت عبد اللہ کا جسم مبارک کونسی علامت سے پہچانا گیا؟ کیا حضرت عبد اللہ کی قبر مدینہ میں تھی یا نہیں؟ آزر اؤ کرم تفصیل سے جواب تحریر فرما کر مطلع کریں تاکہ تسلی رہے۔

جواب:- یہ اخبار حق کو اس سوال ہی سے معلوم ہوئی، کسی قابل اعتماد ذریعے سے معلوم نہیں ہو سکی، لہذا اس خبر کی تصدیق یا تکذیب نہیں کی جاسکتی، جب اصل واقعہ ہی کسی مستند ذریعے سے معلوم نہیں تو یہ بھی نہیں معلوم ہو سکتا کہ لوگوں نے کیسے یہ فیصلہ کیا کہ یہ جسم کس کا ہے؟ سیرت حلبیہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبد اللہ کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوا، اور عبد اللہ کی تنہیال بنی النجار کے ایک شخص ”الزبجہ“ کے گھر ہی ان کو دفن کیا گیا تھا (ج: ۱ ص: ۳۸۰)۔
واللہ اعلم

۱۳/۳/۱۳۹۸ھ

(فتویٰ نمبر ۲۸۸/۲۹ الف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کا انتقال کفر پر ہوا

سوال (۵۷۶):- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا مسلمان تھے یا غیر مسلمان؟

جواب:- ابوطالب کا انتقال حالت کفر پر ہوا ہے، وہ مسلمان ہو کر نہیں مرے۔ (دلائل کے لئے

دیکھئے: سیرت المصطفیٰ، از مولانا ادیس صاحب کاندھلوی)۔^(۱)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

۸/۱۱/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۷۳۰/۲۳ ج)

معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

انبیائے کرام کو نماز پڑھائی تھی

سوال (۵۷۷):- بیت المقدس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کو نماز پڑھائی

ہے یا نہیں؟

(۱) نیز ملاحظہ فرمائیے: آیت کریمہ: ”إِنَّمَا تَقْوَىٰ مِنْ مَّا حَبِطَتْ“ الخ (القسم: ۵۶) کے تحت تفسیر طبرنی، تفسیر ابن کثیر اور اردو میں تفسیر معارف القرآن میں ذکر کردہ تفصیل۔

جواب :- روایات میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس میں انبیائے کرام کو

نماز پڑھائی ہے۔

معراج والی حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے، مشکوٰۃ میں مسلم شریف کے حوالے سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے اس میں معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "فحانت الصلوة فأممتهم" (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۳۰)۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۸/۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۲۳/۲۵ د)

کیا جنت میں آدم علیہ السلام کی اولاد تھی؟

سوال (۵۷۸):- "سیارہ ڈائجسٹ" قرآن نمبر حصہ سوم کے صفحہ ۳۲۱ پر مندرجہ ذیل عبارت

لکھی ہے :-

"حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت حوا خدا تعالیٰ کی بخشی ہوئی جاگیر بہشت میں رہتے تھے، انہوں نے شجرہ ممنوعہ کو چکھ لیا، عصیٰ آدم ربہ کی غلطی میں پکڑے گئے، فی الفور اُن سے بہشت چھین لی گئی اور انہیں نیچے اتار دیا گیا، نہ صرف آدم و حوا ہی بہشت سے نکالے گئے بلکہ اُن کی اولاد بھی جو بہشت میں تھی بن باسی ہو گئی۔"

کیا حضرت آدم علیہ السلام کی بہشت میں کوئی اولاد تھی؟ اس کے ثبوت میں قرآن یا کسی حدیث صحیحہ سے حوالہ نقل کر کے ممنون فرمائیں گے۔

جواب :- بہشت میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، شاید مضمون

نکار کی مراد اولاد کی وہ ارواح ہیں جو آئندہ دنیا میں مجسم شکل میں پیدا ہونے والی تھیں اور وادی عرقات میں انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی شکل میں نکال کر اُن سے "عہد اُلت" لیا گیا تھا۔^(۲)

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۸/۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۱۵۷/۲۳ د)

(۱) نیز ملاحظہ فرمائیے: صحیحہ مسلم، کتاب الایمان، باب فی ذکر المسیح بن مریم حدیث: ۴۳۸۹، جامع الکبیر للسیوطی،

حرف اللام، حدیث: ۳۲۶۔

(۲) البد المنشور تحت الآیة: "اَلَا تُبَرِّكُہُمْ" (سورۃ الاعراف، آیت: ۸۰) أخرجه عبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ عن ابن عباس فی الآیة قال: مسح اللہ ظہر آدم وهو بیطن نعمان، واد إلى جنب عرفة، فأخرج منه کل نسمة هو خالقها إلى یوم القیامة ثم أخذ علیہم الميثاق وتلا أن یقولوا یوم القیمة..... وأخرجه ابو الشیخ عن عبد الکریم بن ابی امیة قال: أخرجوا من ظہره مثل طریق النمل (ج: ۳ ص ۵۹۹)۔

کیا زمزم کا کنواں عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خریدا تھا؟

سوال (۵۷۹): - زمزم کا کنواں کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خریدا تھا؟

جواب: - اس کی کوئی دلیل یا روایت نظر سے نہیں گزری، بظاہر بے اصل بات ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۷/۱۰/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۲۳۰/۲۲۵ ج)

یزید حق پر تھا یا حضرت حسینؑ؟

سوال (۵۸۰): - یزید حق پر تھا یا کہ امام حسینؑ؟

جواب: - حضرت حسین رضی اللہ عنہ حق پر تھے، دلائل کے لئے کتاب تاریخ کی مراجعت

واللہ اعلم

کی جائے۔^(۲)

۱۲/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۳۹۹/۲۵ ج)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کو چائٹا مارنے کا واقعہ

سوال (۵۸۱): - حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کس طرح وارد ہوئی؟ ایک صاحب یوں

فرماتے ہیں کہ جب ملک الموت حضرت موسیٰ کے پاس روح قبض کرنے کے لئے آئے تو آپ نے اُن کو ایک چائٹا مارا جس سے ملک الموت کی ایک آنکھ پھوٹ گئی، کیا یہ واقعی صحیح ہے؟

جواب: - چائٹا مارنے کا قصہ قرآن شریف میں تو مذکور نہیں، البتہ احادیث میں موجود ہے،

حوالہ تلاش کرنے اور دیکھنے کا وقت نہیں ہے،^(۳) اور عوام کو ایسے مسائل میں اپنا وقت بھی خرچ نہیں کرنا چاہئے

جس کا سوال اُن سے آخرت میں نہیں ہوگا۔ ہم سے آخرت میں یہ سوال نہیں ہوگا کہ یہ واقعہ ہوا تھا یا نہیں؟

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۱۸/۳/۱۳۹۲ھ

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۳۹۲/۲۳ ب)

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ روایت فرمائی: صحیح البخاری، کتاب المصافاة، باب فی الشرب، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۱۶۸، صحیح ابن حبان، باب نفقة عثمان بن عفان فی جمیع العسرة حدیث ۷۰۴۳۔

(۲) ملاحظہ فرمائیے: البدایہ والنہایہ لابن کثیر کے متعلق جسے کا ترجمہ بعنوان ”شہید کربلا“ مترجم مولانا ہدایت اللہ مدنی، نیز ملاحظہ فرمائیے: شہادت حسینؑ، طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

(۳) اس حدیث کے لئے ملاحظہ فرمائیے: صحیح البخاری، کتاب حدیث الانبیاء، باب وفاة موسیٰ علیہ السلام، حدیث رقم ۳۶۰۷ اور صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل موسیٰ علیہ السلام حدیث: ۲۹۹۷۔

کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ شین کو سین پڑھتے تھے؟

سوال (۵۸۲): کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ شین معجمہ کو سین مہملہ پڑھتے تھے؟

جواب: یہ بات غلط مشہور ہوئی ہے، حدیث سین بلال عند اللہ شین قال ابن کثیر لیس

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۳ھ / ۶/۲۳

(فتویٰ نمبر ۸۹۱/۲۴ ج)

(۱)

لہ اصل (الموضوعات الکبیر ص: ۳۲)۔

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

حضرت امیر معاویہؓ بلاشبہ صحابی ہیں

سوال (۵۸۳): حضرت امیر معاویہؓ اصحاب رسول میں شامل ہیں یا نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے عمار بن یاسر کے متعلق فرمایا کہ ان کو باغی گروہ شہید کرے گا، جبکہ حضرت عمار بن یاسر کے گروہ نے شہید کیا، اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند کو انہوں نے قتل کر کے گدھوں کی کھال میں ڈال کر جلا دیا۔

جواب: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بلاشبہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہیں،^(۲)

اور حضرت عمار بن یاسرؓ کے واقعے سے زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو قتل کرنے والا گروہ نفس الامر میں باغی تھا، مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد اور فقیہ تھے، اور مجتہد کے اجتہاد میں خطا ہو سکتی ہے، جس پر اسے کوئی گناہ نہیں ہوتا بلکہ اجتہاد کرنے کا ثواب بہر حال ملتا ہے۔ لہذا اس واقعے سے ان کو صحابہ کی فہرست سے نکال دینا کسی طرح درست نہیں، اس کی پوری تفصیل و تحقیق و دلائل کے لئے دیکھئے مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی کتاب ”حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق“۔

اور حضرت ابو بکرؓ کے فرزند کا یہ واقعہ آپ کو کس کتاب میں ملا ہے؟ مفصل حوالہ اور مستند روایت

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۳ھ / ۱۱/۸

(فتویٰ نمبر ۱۷۳۰/۲۴ ج)

پیش کی جائے تو بات آگے چلے گی۔

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(۱) نیز ملاحظہ فرمائیے: تذکرۃ الموضوعات، حرف الشین المعجمة ج: ۱ ص: ۱۰۱، کشف الخفاء، حرف الشین المهملة ج: ۲ ص: ۵۰۵۔

(۲) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہ صرف جلیل القدر صحابی ہیں بلکہ انہیں ”کاتبِ وحی“ ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے، (ملاحظہ فرمائیے: فتاویٰ

الباری شرح صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن ج: ۱ ص: ۱۹۴ تحت حدیث رقم: ۴۶۰۰)۔

صحابہ کرامؓ نے تدفین سے پہلے خلافت کا مسئلہ کیوں حل کیا؟

سوال (۵۸۴):- ایک دفعہ ہمارے گاؤں میں اعتراض کیا جا رہا ہے کہ خلفائے ثلاثہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے میں شریک نہیں ہوئے وہ خلافت کی کوشش میں رہے، جنازے کی امامت کس طرح ہوئی؟ اور اقتدار کس طرح منتقل ہوا؟ ہمارے گاؤں میں یہ فرقہ کافی تعداد میں ہے اور عید غدیر اور حدیث کا ذکر تحریر فرمائیں۔

جواب:- جنازے کی مفصل کیفیت سیرت کی کتابوں میں مفصل موجود ہے وہاں دیکھ لیا جائے، اتنی بات یہاں لکھی جاتی ہے کہ خلافت کے مسئلے کو حل کرنا اُس وقت تمام صحابہ کرامؓ نے نماز جنازہ اور تدفین پر مقدم سمجھا، کیونکہ خلاف کا مسئلہ حل نہ ہونے کی صورت میں امت میں سخت انتشار کا شدید اندیشہ تھا، اس مسئلے کے حل کرنے کی اس اہمیت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اختلاف نہیں فرمایا، ورنہ اگر وہ نماز جنازہ اور تدفین کو مسئلہ خلافت کے حل ہونے سے مقدم سمجھتے تو وہ نماز جنازہ پڑھ کر تدفین کر سکتے تھے، کیونکہ وہ خلفائے اربعہ میں سب سے زیادہ قرینی رشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رکھتے تھے، آپ کے عم زاد تھے، اس کے باوجود نماز جنازہ اور تدفین کو مؤخر کرنا اس کی دلیل ہے کہ اس مسئلے میں حضرت علیؓ کا موقف بھی وہی تھا جو باقی ائمہ ثلاثہ اور دیگر صحابہ کرامؓ کا تھا۔

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۱۲/۲۴ھ

(فتویٰ نمبر ۲۸۴۸/۲۵ ج)

آخرت میں یزید کا حشر کیا ہوگا؟

سوال (۵۸۵):- حضرت امیر معاویہؓ کے فرزند کا حشر روز محشر کیا ہوگا؟

جواب:- ہر مسلمان خواہ کتنا ہی گنہگار ہو بالآخر جنت میں داخل ہوگا، نیکوکار مسلمان شروع ہی سے جنت میں داخل ہو جائیں گے، اور گنہگار مسلمانوں نے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کی اور اللہ نے معاف بھی نہ کیا ہو تو وہ گنہگاروں کی سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخل ہوں گے، اور یزید کا کفر ثابت نہیں ہوا، لہذا وہ بھی مذکورہ ضابطے میں داخل ہے، جو گناہ اس نے کیا اللہ کو اختیار ہے اس کو معاف کر دے یا اُس کی سزا دے۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳۹۳/۱۱/۸ھ

(فتویٰ نمبر ۱۷۳۰/۲۴ ج)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

۱۴۰۰ھ کے محرم سے چودھویں صدی کا اختتام ہوا

سوال (۵۸۶):- جناب مفتی صاحب، السلام علیکم

محرم کا ماہ شروع ہوا ہے یہ چودھویں صدی میں ہے یا پندرھویں صدی میں ہے؟ اس کا مفصل جواب دیں کیونکہ ذہنوں میں اختلاف رائے ہے۔

جواب :- یہ چودھویں صدی کا آخری سال ہے، اگلے ماہ محرم سے پندرھویں صدی کا پہلا سال

والسلام

شروع ہوگا۔

۳/۲/۱۴۰۰ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۳/۳۱ الف)

تاریخ کی مستند کتب

سوال (۵۸۷):- کوئی ایسی کتاب فرمائیں کہ جس میں شہدائے کرام من الصحابة والتابعین

ومن بعدہم کی شہادت کے صحیح اور تفصیلی حالات درج ہوں اور وہ کتاب ملتی بھی ہو۔

جواب :- ایسی کوئی کتاب تو نظر میں نہیں جس میں صرف شہدائے کرام کی شہادت کے

واقعات ہوں، تاریخ اسلام کی کتابوں میں یہ واقعات متفرق طور پر بیان ہوئے ہیں، ان کتابوں کے

مطالعے سے یہ واقعات بھی علم میں آجائیں گے، تاریخ اسلام کی ایک کتاب مولانا اکبر خان نجیب آبادی

نے تین جلدوں میں لکھی ہے جو نفیس اکیڈمی کراچی نے شائع کی ہے، شاید اس کے مطالعے سے آپ کا

مقصد کسی درجے میں حاصل ہو جائے، مگر اس کتاب میں حوالے نہیں ہیں، دوسری باحوالہ کتب تاریخ کا

واللہ اعلم

مطالعہ بھی مفید ہو سکتا ہے۔^(۱)

۱۳/۳/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۵۱۵/۲۵ ج)



(۱) اردو میں تاریخ کی دیگر کتابیں :-

الف :- تاریخ ملت از مولانا زین العابدین سجاد میرٹھی۔ ب :- تاریخ اسلام از مولانا معین الدین ندوی۔

عربی میں درج ذیل دو کتب بھی معتبر سمجھی جاتی ہیں :-

۱- البدایة والنهاية لابن کثیر۔ ۲- الکامل لابن کثیر۔ ۱۲

کتاب الطہارۃ

(پاکی، ناپاکی کے مسائل)

باب فی الاستنجاء (استنجا کے بیان میں)

قبلہ رخ بنے ہوئے حکومتی بیت الخلاؤں کو استعمال کرنے کا طریقہ؟

سوال (۵۸۸):- حکومت پاکستان مسلمانوں کی حکومت ہے غیر مسلموں کی نہیں، ایک جگہ پیشاب خانوں کا رخ قبلہ کی طرف بنایا ہے، اگر کوئی عالم یا کوئی غریب مزدور شہر جانا چاہے اور وہاں قضاء حاجت کی ضرورت ہو جائے اور چلا جائے، بیت الخلاء کی طرف تو وہاں کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اس کو پیشاب قبلہ کی طرف ہو کر کرنا پڑتا ہے اور غیر مسلم ان کو دیکھ کر ہنستے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے قبلہ کا احترام کرنا چھوڑ دیا ہے، اس بارے میں فتویٰ دیں کہ ہم ان کو ہر جگہ سے منہدم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:- بیت الخلاء یا پیشاب خانوں کو اس طرح بنانا کہ پیشاب یا قضاء حاجت کرنے والے کا رخ قبلہ کی طرف ہو جائے جائز نہیں، ایسے بیت الخلاء یا پیشاب خانوں کو استعمال کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ قبلہ کے رخ سے ہٹ کر انہیں استعمال کریں^(۱)، ان کو منہدم کرنے کا مطالبہ حکومت سے کرنا چاہئے خود منہدم نہ کریں۔^(۲)

واللہ اعلم

۱۵/۸/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۸۹۳/۲۶ د)

(۱) فی الجامع الترمذی باب فی النهی عن استقبال القبلة ج: ۲، ص: ۸۱

عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة بغائط ولا بول ولا تستدبروها ولكن شرقوا او غربوا۔

قال ابو ایوب قدمننا الشام فوجدنا مراحض قد بنيت مستقبل القبلة فنحنرف عنها ونستغفر اللہ۔

فی الدر المختار ج ۱ ص ۱۵۵ ویکرہ تحریم استقبال القبلة بالغرج فی الشامیة بقوله استقبال القبلة بالغرج یعم قبل الرجل والمرأة والظاهر ان المراد بالقبلة جهتها كما فی الصلوة وان التنفيذ بالغرج یفید ما صرح به الشافعیة انه لو استقبلها لصدده وحول ذکره عنها لم یکرہ بخلاف عکسه۔ وتقدم هناك ان المکر وہ الاستقبال والاستدبار لاجل بول او غائط فلو للاستنجاء لم یکرہ ای تحریماً وفي النهاية لو غفل عن ذلك وجلس یقضى حاجته ثم وجد نفسه كذلك فلا بأس لكن ان امکنه الانحراف ینحرف فانه عد ذلك من موجبات الرحمة فان لم یفعل فلا بأس وكأنه یسقط الوجوب عند الاسکان لسقوطه ابتداء بالنسیان ولخشية التلویث۔

(۲) فی الدر المختار ۲۰۰/۶ لا یجوز التصرف فی مال غیره بلا اذنه ولا ولا یتہ الا فی مسائل مذکورة فی الاشیاء۔

فی مشکوٰۃ مع المرقاة باب الامر بالمعروف ۸/۸۶۰ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رأى منکم منکرًا فلیغیرہ بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه۔

فی المرقاة قال بعض علمائنا الامر الاول للأمر والثانی للنعی والثالث لعامة المؤمنین۔

فی التعليق الصبیح ۱۳/۵ فان لم یستطع الإنکار بیده بان ظن لحوق ضرر به لکون فاعله اقوی منه فبلسانه ای فلیغیر بالقول۔

طہارت کے مسائل میں دوسروں پر بدگمانی جائز نہیں

سوال (۵۸۹):- ایک شخص پیش امام ہے اور صرف پانی سے استنجا کرتا ہے، ڈھیلہ وغیرہ نہیں

لیتا تو کیا وہ پاک ہو گیا اور استنجا میں وہ بہت عجلت سے کام لیتا ہے اور کہتا کہ مجھے قطرہ نہیں آتا۔

جواب:- ایک مسلمان جب کہہ رہا ہے کہ مجھے قطرہ نہیں آتا حسن ظن رکھتے ہوئے اس پر اعتماد

کرنا چاہئے،^(۱) اور کسی کے معاملات میں اتنی چھان بین کہ استنجا جلدی کرتا ہے یا دیر میں، شرعاً مذموم ہے

آئندہ اس سے اجتناب کریں۔^(۲)

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۱۰۱۲/۲۲ ج)



(۲۱) قال اللہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِشْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا الآية (الحجرات: ۱۲)۔

فی المختصری ۵۳/۶ ان الظن علی اقسام منها ما یجب اتباعه وهو حسن الظن بالله تعالیٰ والمؤمنین والمؤمنات ومنها یحرم اتباعه کسوء الظن بالمؤمنین والمؤمنات لاسیما بالصالحین منهم۔

فی مشکوٰۃ ۲۲۷/۲ باب ما یمنہ عنہ من التہاجر عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسوا ولا تجسسوا الخ۔

باب فی الوضوء والغسل (وضو اور غسل کے احکام)

کتب تفسیر کو بلا وضو چھونا؟

سوال (۵۹۰): - مولانا مودودی صاحب کی لکھی ہوئی تفہیم القرآن کا صرف اردو ترجمہ بحالت پاکی بغیر وضو پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جلد اول پر پلاسٹک کا کور چڑھا ہوا ہے، بغیر وضو کے اس جلد کو چھوا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر استنجاء کے ساتھ ہاتھ دھوئے بغیر تفسیر کی کتاب کو چھولے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: - قرآن کریم کو بغیر وضو چھونا جائز نہیں، پلاسٹک کور کے ساتھ ہو یا بغیر کور کے،^(۱) البتہ تفسیر کی کتاب مثلاً تفہیم القرآن کو بلا وضو چھونے کی گنجائش ہے اور استنجے کے ساتھ اگر ہاتھ نہیں دھوئے اور دھوئے بغیر تفسیر کی کتاب کو چھولیا تو بے حرمتی اور بے ادبی ہے،^(۲) اس کا کفارہ صرف توبہ واستغفار ہے۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد عاشق الہی

محمد رفیع عثمانی
۳۰/۱۱/۱۴۲۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۸۷۸/۲۴۳ ح)

جماعت نکل رہی ہو تو وضو کا کوئی مختصر طریقہ ہے یا نہیں؟

سوال (۵۹۱): - ہم بے وضو ہوں تو وضو کس طرح کریں کہ وضو بھی ہو جائے اور جماعت بھی

مل جائے؟

(۱) ویحرم به ای بالاکبر وبلاصغر من مصحف ای ما فیہ آیۃ... الا بغلاف متجاف (الدور المختار ۱/۱۷۳)۔
اقول الاظهر والاحوط القول الثالث ای کراهۃ فی التفسیر دون غیرہ لظهور الفرق، فان القرآن فی التفسیر اکثر منه فی غیرہ وذكرہ فیہ مقصود استقلال لا تبعاء، فشبہ بالمصحف اقرب من شبہة ببقیة الكتب، والظاهر ان الخلاف فی التفسیر الذی کتب فیہ القرآن بخلاف غیرہ کبعض نسخ الکشاف تأمل (الشامیۃ ۱/۱۷۷)۔

(۲) واذا خرج من الخلاء فاراد ان یمس الکتاب یمسہ ان یتوضأ أو یغسل یدیه ثم یأخذ الکتاب (الہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثلاثون فی المتفرقات)۔

جواب :- اس صورت میں وضوء کا کوئی الگ طریقہ نہیں ہے^(۱) جس طرح اور نمازوں کی وضوء کی جاتی ہے اس وقت بھی کی جائیگی بس جلدی سے وضوء کر کے جماعت میں شریک ہو جائیں، جماعت کی خاطر وضوء ترک کرنا جائز نہیں۔

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۵۶۶/۲۶ الف)

نابالغ نلکا چلائے تو اس پانی سے بھی وضوء کر سکتے ہیں۔

سوال (۵۹۲) :- ہماری مسجد کی ٹنکی میں نلکہ لگا ہوا ہے نلکہ چلانے کی وجہ سے جو پانی نکلتا ہے اس پانی سے وضوء کیا جاتا ہے کبھی نلکہ بالغ چلاتے ہیں، کبھی نابالغ چلاتے ہیں، ایک صاحب کا کہنا یہ ہے کہ نابالغ بچے جو نلکہ چلاتے ہیں اس سے وضوء جائز نہیں؟

جواب :- زید کا کہنا غلط ہے جو پانی نابالغ نکالتے ہیں اس سے بھی وضوء بلا کراہت جائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۳۹۴ھ/۱۱/۵

(فتویٰ نمبر ۲۳۸۸/۲۵ ر)

غسل میں اگر وضوء بھی کیا جائے تب بھی وضوء ہو جاتا ہے

سوال (۵۹۳) :- زید پر غسل فرض تھا اس نے وضوء غسل میں نہیں کیا، کیا وہ اس غسل سے جس میں وضوء نہیں کیا نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب :- اگر غسل پوری طرح کر لیا تھا کہ جسم کا کوئی حصہ بال برابر بھی خشک نہ رہا پورے جسم پر کم از کم ایک بار پانی بہہ گیا تو اس غسل سے نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ وضوء نہ کیا ہو، کیونکہ غسل میں وضوء خود بخود ہو جاتا ہے^(۱) البتہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے وضوء مکمل کر کے پھر غسل کرے۔^(۲)

واللہ اعلم بالصواب

۱۳۹۴ھ/۱۱/۳۰

(فتویٰ نمبر ۲۰۷/۲۵ ب)

(۱) عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: رجعنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مکة الى المدينة حتی اذا کنا بماء بالطریق تعجل قوم عند العصر فتوضؤوا وادھم عجان فانتهی الیہم واعقابہم تلوح لم یمسها الماء فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویل للاعتاب من الشرا اسفوا الوضوء (المشکوۃ مع التعلیق الصبیح باب سنن الوضوء ۳۰۴:۱)۔

واسفوا الوضوء بضم الواو ای اتموہ باتیان جمیع فرائضہ وسننہ ولو ثبت فتح الواو ولکن لہ وجہ وجہ ای اوضؤوا ماء الوضوء الی الاعضاء بطریق الاستیعاب والا ستقصاء (التعلیق ۳۰۴:۱)۔

(۲) سیاتی تخریجہ تحت عنوان ”غسل کرنے سے وضوء دیتا ہے“۔

(۳) وسننہ ان یغسل یدہ ورجلہ ونجاسة لو کانت علی بدنہ ثم یتوضا ثم یغسل الماء علی بدنہ ثلاثا اکثر الدقائق مع البحر الرائق، کتاب الطہارۃ، ج ۱ ص ۲۶، (ماجدید)۔

دوران غسل کئے ہوئے وضو سے ہر قسم کی نماز اور

قرآن کریم کو چھونا جائز ہے

سوال (۵۹۴): - اگر کوئی شخص جس پر غسل واجب ہو یا فرض ہو اور وہ غسل کے تینوں فرض ادا کرنے کے بعد وضو کرتا ہے، ننگا ہو کر غسل خانے میں، تو کیا ایسی حالت میں اس وضو سے فرض یا نفل نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں اور قرآن کریم کو چھو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: - اس وضو سے ہر قسم کی نماز پڑھ سکتا ہے اور قرآن کریم کو بھی چھو سکتا ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

۳/۳/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۴۴۴/۲۵ ب)

غسل کرنے سے وضو ہو جاتا ہے

سوال (۵۹۵): - دوران غسل وضو کی نیت سے وضو ہو جاتا ہے زیادہ سے زیادہ منہ اور ناک میں پانی ڈالنا کافی ہے امام غزالی فرماتے ہیں ہر معاملہ میں اپنے ضمیر کا فیصلہ قبول کرو، مجھ فقیر کا ضمیر فرض نماز کے لئے غسل وضو کا کافی سمجھتا ہے طبعیت میں وسوسہ سارہتا ہے۔

جواب: - امام ابو حنیفہ کے نزدیک وضو کے صحیح ہونے کے لئے نیت شرط نہیں، بغیر نیت کے بھی بلا کراہت صحیح ہو جاتا ہے، البتہ نیت کے بغیر کرنے سے وضو کا جو ثواب ہے وہ نہیں ملتا اور نیت کرنے سے وہ بھی ملتا ہے،^(۲) لہذا غسل میں وضو کی نیت بھی اگرچہ نہ کی ہو تب بھی وضو ہو جاتا ہے اور نیت کرنے سے ثواب بھی ملتا ہے کوئی وسوسہ نہیں کرنا چاہئے،^(۳) اور امام غزالی چونکہ شافعی مذہب کے ہیں، اس لئے اگر انہوں نے اس کے خلاف کچھ لکھا ہے تو اپنے مذہب کے مطابق لکھا ہوگا جس کی پابندی حنفی حضرات پر لازم نہیں۔

(۱) سیاتی تخریجہ تحت عنوان: ”یہ نہ ہو کر کئے ہوئے غسل کے وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔“

(۲) والنیت لیست بشرط فی کون الوضوء مفاح للصلوة وقیدنا بقولنا فی کونہ مفتاحا لانا شرط فی کونہ سببا للثواب علی الاصح (البحر الرافق، کتاب الطہارۃ، ج: ۱، ص: ۲۳، مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ)۔

... اذا اصاب الرجل المطر او وقع فی نهر جزا جزا وضو وغسله ایضا ان اصاب الماء جمیع بدنہ (الہتدیۃ ۵/۱)۔

... ثم قال فی الخلاصة ویجزی الوضوء والغسل بغیر النية ... وهكذا قال المتقدمون من اصحابنا انه لا یثاب ولا یصیر مقیما للوضوء المأمور به (شرح المنیۃ ۵/۱)۔

(۳) عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان للوضوء شیطانا یقال له ولہان فأتقوا وسواس الماء (المشکوۃ مع التعلیق الصبیح باب ستین الوضوء الفصل الثانی ۳۰۹/۱)۔

... قال الطیبی ای وسواسہ هل وصل الماء الی اعضاء الوضوء ام لا وهل غسل مرة او مرتین وهل طاهر او نجس او بلغ قلتین اولاً (التعلیق الصبیح ۳۰۹/۱)۔

جہاں تک ضمیر کا معاملہ ہے اسے شریعت کا حکم معلوم ہو جانے پر مطمئن ہو جانا چاہئے، اگر مطمئن نہ ہو تو یہ شیطانی وسوسہ ہے اس کی پیروی نہ کی جائے، اور غسل کے وضو کو کافی سمجھا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

۱۲/۱۰/۱۳۹۹ھ

(فتویٰ نمبر ۱۶۹۹/۳۰۰ د)

برہنہ ہو کر کئے ہوئے غسل کے وضوء سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۵۹۶):- ایک آدمی غسل خانہ میں بنگا غسل کرے تو کیا اس غسل کے وضوء سے نماز پڑھ

سکتا ہے؟

جواب: ۱- غسل میں پورے جسم پر کم از کم ایک بار (اور مسنون یہ ہے کہ پانی تین بار بہائے) جن اعضاء کو وضو میں دھویا جاتا ہے انہیں غسل میں بھی دھونا فرض ہے۔ پس جس نے اس طریقہ سے پورا غسل کر لیا اس کا وضوء بھی خود بخود ہو گیا، اور بنگا ہونے یا ستر کھولنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا، لہذا غسل کے بعد نماز کے لئے مستقل وضوء کی ضرورت نہیں۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۸/۱۱/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۱۲۲/۲۵ الف)

اگر دوران غسل وضو ٹوٹ جائے

سوال (۵۹۷):- ناپاکی کے بعد جو ہم لوگ پاک ہونے کے لئے غسل کرتے ہیں اس کا

طریقہ کچھ یوں اختیار کرتی ہوں پہلے تین مرتبہ گٹھوں تک ہاتھ دھونا، پھر نجاست کی جگہ دھونا، اس کے بعد وضو کرنا پھر تمام جسم پر پانی بہانا، اگر وضو کرنے کے بعد فوراً ٹوٹ جائے اور ہم تمام جسم پر پانی بہالیں تو کیا ہمارا وضو پاکی کے لئے ہو گیا؟

جواب:- اس صورت میں وضو ٹوٹنے کے بعد اگر پورے جسم پر کم از کم ایک بار پانی بہا دیا تو

(۱) عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يتوضأ بعد الغسل (المشكوة مع المراقبة باب الغسل، الفصل الثاني ۱۶۸/۲)۔

.... فی المراقبة تحته: ای اکتفاء بوضوء الاول فی الغسل وهو سنة او باندراج ارتفاع الحدث الا صغر تحت ارتفاع الاكبر بأبصال الماء الى جميع اعضائه وهو رخصة

..... اذا اصاب الرجل المطر او وقع في نهر جار جاز وضوءه وغسله ايضا ان اصاب الماء جميع بدنه وعليه المضمضة والاستنشق كذا في السراجية (الهندية ۵/۱ الباب الاول فی الوضوء)۔

دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۲/۲

(فتویٰ نمبر ۷۷۶/۲۵)

ستر کھلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

سوال (۵۹۸):- ایک آدمی نے نماز کے لئے وضو کیا اور اس کا ستر عورت کھل گیا، کیا اس سے

وضو ٹوٹ گیا؟

جواب:- ستر کھولنے یا ننگا ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔^(۲)

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۳/۱/۱۸

(فتویٰ نمبر ۱۲۲/۱۲۵ الف)

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

محض شک سے وضو نہیں ٹوٹتا

سوال (۵۹۹):- ایک پیشاب کے بعد جب وضوء خشک کرتا ہے تو اسے شک پڑتا ہے کہ مجھے

بعد میں ایک قطرہ آتا ہے اگر دیکھنے پر قطرہ نہ ہو تو ٹھیک و اگر نہ وہ روزانہ کپڑے (شلوار کا وہ حصہ جس پر گیلے ہونے کا شک ہو) دھویا کرے گا کہ نہیں؟ روزانہ اس شکایت کے واقع ہونے پر دھونا ذرا مشکل نظر آتا ہے۔

جواب:- صرف شک سے نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ کپڑا ناپاک ہو، ایسے وقت کپڑا دیکھ لیں اگر واقعی

گیلا ہو اور ظن غالب یہ ہو کہ قطرہ سے گیلا ہوا ہے تو کپڑا دھولیں اور وضو دوبارہ کریں، محض شک ہو تو اس سے کوئی جرح نہیں اسی وضو اور کپڑے سے نماز پڑھ لیا کریں۔

واللہ اعلم

۱۳۹۳/۱۱/۲۷

(فتویٰ نمبر ۲۶۶۳/۲۵)

ٹیک لگا کر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

سوال (۶۰۰):- ایک شخص خطبہ کے دوران دیوار کے سہارے جھک کر بیٹھا تھا کہ اسے نیند

آگئی، خطبہ کے بعد وہ بیدار ہوا نماز پڑھنے کے لئے آیا اس کا وضو قائم رہا یا ٹوٹ گیا؟

(۱) ملاحظہ فرمائیے گزشتہ مسئلہ کا حاشیہ۔

(۲) ملاحظہ فرمائیے: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند فتویٰ نمبر ۳۷۷، ج: ۱، ص: ۱۱۲

جواب :- ٹیک لگا کر کرسونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لہذا اس شخص کا وضو ٹوٹ گیا۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۵/۳/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۵۳۰/۲۵ ج)

ایک سے زائد مرتبہ جماع کرنے سے کتنی مرتبہ غسل واجب ہوتا ہے

سوال (۶۰۱) :- ایک شخص اپنی عورت سے چھ مرتبہ جماع کرتا ہے، کیا اس شخص پر ایک مرتبہ

غسل واجب ہوگا یا چھ مرتبہ؟

جواب :- اگر کسی بھی جماع کے بعد غسل نہیں کیا یہاں تک کہ چھ مرتبہ جماع کر لیا تو اب اس پر

صرف ایک ہی غسل واجب ہے،^(۲) لیکن اگر پہلے جماع کے بعد غسل کر لیا پھر جماع کیا تو اب اس نئے جماع

کا غسل الگ سے واجب ہوگا، اب غسل کرنے کے بعد پھر تیسری مرتبہ جماع کر لیا تو اس تیسرے جماع سے

پھر غسل واجب ہو جائے گا، یہ تو آپ کے سوال کا جواب ہوا لیکن یاد رہے کہ غسل جنابت میں اتنی دیر کرنا

جائز نہیں کہ نماز بھی قضاء ہو جائے۔^(۳)

واللہ اعلم بالصواب

۱۳/۱/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۷۱/۲۲ الف)

بغیر انزال کے حاصل ہونے والی لذت سے

غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

سوال (۶۰۲) :- زید میرا پڑوسی ہے، اس کی عمر ستر سے کچھ اوپر ہے، چار سال قبل عمل جراحی

سے پراسٹیٹ مگنڈ نکالوا کر پڑا، یہ بہت بڑھ گیا تھا، پیشاب میں رکاوٹ پیدا کرتا تھا، اس کے نکالوانے کے بعد

مذی یا منی کا پیدا ہونا ختم ہو گیا، ایک روز وہ تھکا ماندہ گھر لوٹا تو اس کی بیوی نے اس کی ٹانگیں دبائیں اس عمل کا

نتیجہ یہ ہوا کہ عضو تناسل میں انتشار ہوا لیکن وظیفہ زوجیت ادا نہیں ہوا، انتشار اس قدر ہوا کہ تھوڑی دیر میں

اس سے وہ لذت حاصل ہوئی جو وظیفہ زوجیت کے بعد یا احتلام کے بعد اخراج منی سے ہوتی ہے۔ پھر اس

حالت میں کمی ہو گئی یہ خیال رہے کہ کوئی مادہ خارج نہیں ہوا، وظیفہ زوجیت بھی ادا نہیں ہوا، دونوں کپڑے

پہنے رہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس حالت میں اس پر غسل واجب ہے یا نہیں؟ مذی منی کا اخراج بالکل نہیں

(۱) وینقظہ خروج نجس . ونوفہ مضطجع ومتورک (کنز الدقائق، کتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۱۲۰، مکتبہ رحمانیہ)۔

(۲) عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يطوف على نساءه في غسل واحد (سنن الترمذی، باب ما جاء في الرجل يطوف على نساءه بغسل واحد)

(۳) الجنب اذا اخر الاغتسال الى وقت الصلوة لا ياثم كذا في المحيط الهندية (۱/۱۶۱)۔

ہوا، دونوں کے اعضاء کے آپس میں ملنے کا بھی موقع نہیں آیا شرعی حکم سے آگاہ کریں۔

جواب :- مرد پر غسل صرف دو چیزوں سے واجب ہوتا ہے، ایک منی شہوت کے ساتھ خارج

ہو، دوسری یہ کہ مرد کا عضو عورت کی شرمگاہ میں ختنہ کے مقام تک چھپ جائے، خواہ انزال ہو یا نہ ہو، صورت

مستولہ میں دونوں چیزیں نہیں پائی گئیں لہذا اس شخص پر غسل واجب نہیں ہوا۔^(۱) واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

۱۳۹۲/۲/۱۵ھ

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۲۲۸/۲۳ ب)

ندی اور ودی میں کیا فرق ہے؟

سوال (۶۰۳) :- ندی اور ودی میں کیا فرق ہے؟

جواب :- ندی پانی کے رنگ کی رقیق اور چکنی رطوبت ہوتی ہے جو شہوت کے وقت خارج ہوتی

ہے، اور ودی بھی اسی طرح کی رطوبت ہوتی ہے مگر پیشاب کے بعد بعض لوگوں کو آتی ہے اور یہ شہوت کے

بغیر بھی آ جاتی ہے، دونوں کا شرعی حکم ایک ہی ہے کہ ان سے وضو ٹوٹ جاتا ہے غسل واجب نہیں ہوتا، اور جسم^(۲)

یا کپڑے کے جس حصے پر لگ جائے اس کا پاک کرنا ضروری ہے۔^(۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

۱۳۹۱/۳/۸ھ

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۲۲۳/۳ الف)

ندی کا حکم

سوال (۶۰۳) :- میرے ایک دوست ہیں ان کو ذرا سے خیال سے بھی ندی نکل جاتی ہے یعنی

(۱) فالجنابة تثبت بامور بعضها مجمع عليه وبعضها مختلف فيه، اما المجمع عليه فنوعان احدهما خروج المنى عن شهوة دفقا

من غیر ایلا جہائی سبب حصل الخروج كاللمس والنظر الاحتلام حتى يجب الغسل بالا جماع والثاني ایلا جہ الغریب فی

الغریب فی السبیل المعتاد سواء انزل اولم ينزل (بدائع الصنائع، کتاب الطہارۃ، ج ۱: ص ۳۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔

..... نیز ملاحظہ فرمائیے: الکبیری ص ۳۰، ۳۱۔

(۲) اما المندی ... وهو ماء ابيض رقيق يخرج عند شهوة لا بشهوة ولا دفق ولا يعقبه فتور وربما لا يحس بخروجه وهو اغلب

فی النساء من الرجال ... والودی ... وهو ماء ابيض كدغ ثخين يشبه المنى فی الشخانة ويخالفه فی الكدورة ولا رائحة له ويخرج

عقب البول اذا كانت الطبيعة متمسكة وعند حمل شيء ثقيل ويخرج قطرة او قطرتين ونحوهما واجمع العلماء انه لا يجب

الغسل بخروج المندی والودی کذا فی شرح المہذب واذا لم يجب بهما الغسل وجب بهما الوضوء (البحر الرائق، کتاب

الطہارۃ، ج ۱: ص ۶۲، مکتبہ مآجدین)۔

(۳) کل ما یوجب خروجه الوضوء او الغسل فهو مغلظ كالغائط والبول والمنی والمندی والودی فاذا اصاب الثوب اکثر من

قدر الدرهم یمتنع جواز الصلوة کذا فی المحيط (الہندیۃ، کتاب الطہارۃ ج ۱: ص ۳۶، رشیدیہ)۔

ذکاوتِ حسن کے مریض ہیں، علاج سے فائدہ مستقل نہیں ہوا؟

جواب :- مذی ناپاک ہے اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، جس حصہ جسم یا کپڑے کو لگے اسے دھوئے بغیر نماز جائز نہیں، ہاں اگر قدر درہم سے کم لگی ہو تو معاف ہے، مگر وضو بہر حال ٹوٹ جاتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۵/۲/۱۳۹۲ھ

(فتویٰ نمبر ۳۸۲/۲۵ ب)

ناخن کاٹنے سے غسل واجب نہیں ہوتا

سوال (۶۰۵):- ایک شخص ناخن کاٹتا ہے پھر کسی چیز میں باندھ کر کسی جگہ رکھ دیتا ہے، کیا اس شخص پر غسل واجب ہوتا ہے؟

جواب :- ناخن کاٹ کر اور باندھ کر کسی جگہ رکھ دینے سے غسل واجب نہیں ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳/۱/۱۳۹۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۷۱/۲۲ الف)

جمعرات کے دن غسل کی ممانعت بے بنیاد ہے

سوال (۶۰۶):- آج کل عورتوں میں یہ مسئلہ بڑے زوروں پر ہے کہ جمعرات کے دن غسل کرنا منع ہے، اگر غسل کرے تو عورت پاک نہیں ہوتی، شرعاً اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب :- یہ بات بالکل بے بنیاد اور غلط ہے، جمعرات کو غسل کرنا مرد و عورت سب کے لئے بلا کراہت جائز ہے اور عورت پاک بھی ہو جاتی ہے۔

واللہ اعلم

۱۰/۸/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۱۳/۲۵ ب)

جسم یا کپڑوں کو ناپاک چیز لگنے سے غسل لازم نہیں ہوتا

سوال (۶۰۷):- نماز کے لئے با وضو جا رہے تھے کہ کوئی گندگی لگ گئی اور غسل کا وقت نہیں، تو کیا کریں؟

جواب :- ہر گندی چیز ناپاک نہیں ہوتی مثلاً تھوک، بلغم ناپاک نہیں، ہاں کوئی ناپاک چیز جسم یا

(۱) ملاحظہ فرمائیے: گزشتہ مسئلہ کا حاشیہ نمبر ۲۔

(۲) لعاب النائم ضاھر سواء کان من الغم او منبعثاً من الجوف عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ وعلیہ الفتویٰ الہندیۃ، کتاب الطہارۃ، الفصل الثانی فی الأعیان النجسۃ ج: ۱ ص: ۶۶ (شہیدیہ)۔

وفی البحر الرائق ج: ۱ ص: ۳۵ (قولہ لا بلغم) وهو ظاهر فی ان البلغم لیس نجساً اتفاقاً۔

کپڑوں کو لگ جائے تو جس جگہ وہ لگی ہے صرف اس جگہ کو پاک کرنا لازم ہے، اسے پاک کر کے نماز پڑھ لیں۔ جسم یا کپڑوں کو کوئی ناپاک چیز لگ جانے سے غسل لازم نہیں ہوتا۔
واللہ اعلم

۱۳۹۵/۳/۹ھ

(فتویٰ نمبر ۵۶۶/۲۶ الف)

ولادت کے بعد دایہ کا غسل اور کپڑے تبدیل کرنا؟

سوال (۶۰۸):- کیا دایہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ زچگی کے کام سے فارغ ہو کر نہائے یا کپڑے بدلے جبکہ اس کو یقین ہے کہ کپڑے یا جسم پر کوئی نجاست نہیں لگی؟

جواب:- جب یہ یقین ہو کہ جسم یا کپڑوں پر کوئی نجاست باقی نہیں ہے تو نہانا یا کپڑے بدلنا ضروری نہیں، بلکہ اگر نجاست لگی رہنے کا یقین بھی ہو تو نہانا ضروری نہیں بلکہ صرف اس حصہ کو دھو کر پاک کر لینا کافی ہے جس پر نجاست لگی ہوتی ہے۔
واللہ اعلم

۱۳۹۲/۱/۲۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۰۲/۲۳ الف)

تنگی وقت کی وجہ سے غسل فرض ساقط نہیں ہوتا

سوال (۶۰۹):- اگر جسم پر ایسی ناپاکی لگی ہو کہ غسل لازم ہو اور نماز کا وقت بہت کم ہو تو کیا ہم نماز پڑھ لیں یا قضا کریں؟

جواب:- حالت جنابت میں یعنی جبکہ آدمی پر غسل فرض ہو غسل کئے بغیر نماز نہیں ہوتی، پہلے غسل کریں پھر نماز پڑھیں، اگر غسل کی وجہ سے نماز کا وقت نکل جانے کا خدشہ ہو تب بھی غسل لازم ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

۱۳۹۵/۳/۹ھ

(فتویٰ نمبر ۵۶۶/۲۶ الف)

غسل فرض کا طریقہ اور پاک ہونے کے لئے کلمہ

پڑھنا ضروری ہے یا نہیں

سوال (۶۱۰):- غسل کا طریقہ بالتفصیل تحریر فرمائیں کیا آدمی کو پاک کرنے کے لئے کلمہ

پڑھنا ضروری ہے؟

(۱) اما شرائط المجمع علیہا فستة . الطهارة من الحدث . وفي الشرع ما يوجب الغسل او الوضوء اما الطهارة من الحدث قدمها لكونها اهم الشروط واكدھا حتى انها لا تسقط بحال ولا يجوز الصلوة بدونها اصلا (كبيرى، كتاب الطهارة ص: ۱۳، سهيل اكيڈمی، لاہور)۔

جواب:- پاک ہونے کے لئے کوئی بھی کلمہ پڑھنا غسل میں شرط نہیں ہے، غسل میں اتنی بات فرض ہے کہ جسم کا کوئی حصہ بال برابر بھی خشک نہ رہے، سب حصوں میں پانی بہہ جائے، کان میں جہاں تک انگلی جاتی ہے وہاں تک پانی پہنچانا فرض ہے، کلی کرنا بھی ضروری ہے،^(۱) مفصل طریقہ ترتیب وار لکھنے کے لئے زیادہ وقت چاہئے، آپ بہشتی زیور یا بہشتی گوہر یا تعلیم الاسلام میں مطالعہ فرمالیں۔ واللہ اعلم

۱۳۹۵/۲/۲۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۶۱۳/الف)

بند غسل خانے میں برہنہ ہو کر غسل کرنا؟

سوال (۶۱۱):- آج کل لوگ بند غسل خانے میں برہنہ نہاتے ہیں اس سلسلہ میں شرعی حکم کیا ہے کوئی حدیث ہے کس طرح نہانا چاہئے؟

جواب:- بند غسل خانے میں برہنہ نہانے کی گنجائش ہے لیکن تہبند وغیرہ پہن کر نہانا بہتر ہے۔

فقال ابن نجيم في رسالته: بيان الكبائر والصغائر اما الصغائر فقالوهي الى قوله وكشف العورة بحمام بغير رأي الناس ص: ۹۴۔^(۲)

واللہ تعالیٰ اعلم

(فتویٰ نمبر ۹۹/۲۳ الف)

فلکڈ دانت لگوانے کی صورت میں غسل کا حکم

سوال (۶۱۲):- میری عمر ۵۹ سال ہے میرے پانچ نیچے کے دانت نکل گئے ہیں جس کی وجہ سے مجھے پڑھنے میں تکلیف ہوتی ہے اگر میں نکلنے والا دانت لگاتا ہوں تو زخم ہو جاتے ہیں ڈاکٹر کہتا ہے کہ آپ فلکڈ دانت لگالیں مگر غسل میں کلی فرض ہے فلکڈ دانت لگانے کی وجہ سے اتنا حصہ پانی سے محروم ہو جائے گا اب اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:- جو مجبوری آپ نے لکھی ہے اس کے پیش نظر ایسے دانت لگوا لینا جائز ہے جو مستقل طور پر جڑ دئے جائیں اور ان کو نکالنا نہ جاسکے، جب ایسے دانت لگوالیں گے تو ان کے نیچے پانی پہنچانا غسل

(۱) (قوله وفرض الغسل غل فمه واثفه وبدنه) وهو وتطهير جميع البدن واسم البدن يقع على الظاهر والباطن الا ان ما يتعذر ايصال الماء اليه خارج عن قضية النص. وكذا ما يتعذر لان المتعذر منفي كالمستعذر (البحر الرائق. كتاب الطهارة. ج: ۱ ص: ۴۶، مكتبة ماجدية، كونه)۔

..... ويجب اي يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرة كاذن (الدر المختار، كتاب الطهارة ج: ۱ ص: ۱۵۱ سفيد)۔

(۲) وحاصل حکم من اغتسل عاريا انه ان كان بمحل خال لا يراه احده ممن يحرم عليه نظر عورته حل له ذلك، لكن الافضل التستر حياء من الله تعالى (المراقبة، كتاب الطهارة، باب الغسل، الفصل الثاني ج: ۲ ص: ۱۴۹)۔

جنابت میں ضروری نہ رہے گا، ان کا حکم وہی ہوگا جو قدرتی دانتوں کا ہوتا ہے کہ ان کے اندر یا نیچے پانی پہنچانا ضروری نہیں ہوتا کئی کرنا کافی ہوتا ہے (یؤیدہ الجزئیات المذكورة فی امداد الفتاویٰ ص: ۱۸) الیٰ (ص: ۲۰ ج اول)۔^(۱)

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۹۸/۹/۱۰ھ

(فتویٰ نمبر ۲۲۵۳/۲۹ ج)

دانت کے سوراخ بھروانے سے وضو اور غسل پر کوئی اثر نہیں پڑتا

سوال (۶۱۳): - گزارش ہے کہ ایک شخص کو ڈاڑھ میں سوراخ ہے ڈاکٹروں کے مشورے سے اس کی فلنگ (چاندی جسے سوراخ میں بھرا گیا ہے) کی گئی ہے تاکہ درد بھی جاتا رہے نیز ڈاڑھ بھی سلامت رہے، اب اشکال یہ ہے کہ اس کا وضو اور غسل اس حالت میں درست تصور کیا جائے گا یا نہیں، اگر وضو اور غسل صحیح نہیں ہوگا تو یہ ڈاڑھ نکلا دئے کیا؟ اگر جواب صحیح مرحمت فرمائیں تو مشکور ہوگا۔

واللہ اعلم

جواب :- اس حالت میں وضو اور غسل درست ہو جائے گا۔^(۲)

۱۳۹۹/۱۰/۱۲ھ

(فتویٰ نمبر ۲۳۷۲/۳۰ ج)

سرخی اور نیل پالش کی موجودگی میں وضو اور غسل کا حکم

سوال (۶۱۳): - سرخی ناخنوں اور ہونٹوں سے نہیں اترتی، کیا وضو غسل صحیح ہوگا؟

جواب :- ہونٹوں کی سرخی اگر چہ پانی سے باسانی نہ دھلتی ہو لیکن وہ ایسی مجسم نہیں ہوتی کہ کھال تک پانی نہ پہنچنے دے، لہذا اس کی موجودگی میں تو وضو اور غسل مطلقاً جائز ہے، اور ناخنوں کی سرخی چونکہ ناخن تک پانی پہنچنے نہیں دیتی، اس لئے اپنے قصد و اختیار سے یہ لگانا جائز نہیں، لگانے سے گناہ ہوگا، لیکن جس نے یہ گناہ کر لیا اور باسانی اس سرخی کا چھڑانا ممکن نہ ہو تو وضو اور غسل اس کی موجودگی میں بھی درست ہو جائے گا۔^(۳)

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۱۳۳۹/۲۲ ج)

(۱) ج: ۱، ص: ۷۶، ۷۷

..... واما ركنه فهو اسالة الماء على جميع ما يمكن اسالته عليه من البدن من غير حرج مرة واحدة (البدائع ج: ۱، ص: ۳۳ طبعه المكتبة الرشيدية)۔

..... ولا يمنع الطهارة ونهم اى جزء ذباب وبر غوث لم يصل الماء تحته وحناء ولو جرمه وبه يفتى فى الشامية (تحت قوله وبه يفتى) والاظهر ان هذه الاشياء تمنع الاسالة فلا يظهر التعليل بالضرورة (الدر المختار ج: ۱، ص: ۱۵۴)۔

(۲) ملاحظہ فرمائیے: گزشتہ مسئلہ کا حاشیہ۔

(۳) ويجب اى يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرة .. ولا يمنع الطهارة ونهم اى جزء ذباب وبر غوث لم يصل الماء تحته وحناء ولو جرمه به يفتى، ودون ووسء وكذا دهن ووسوء فى الاصح بخلاف نحو عجين (الدر المختار ج: ۱، ص: ۱۵۴)۔

.... (قوله به يفتى) صرح به فى المنية عن الذخيرة فى مسئلة الحناء والطين والبدن معللا بالضرورة الى قوله فلا يظهر التعليل بالضرورة (الشامية)۔

..... فانه امر بتطهير جميع البدن الا ان ماتعذر ايصال الماء اليه حقيقة او حكما للحرج خارج (شرح المنية ص: ۳۶)۔

رنگ و روغن، چربی اور گریس وغیرہ چھڑوائے بغیر غسل؟

سوال (۶۱۵):- جو لوگ رنگ و روغن کا کام کرتے ہیں ضرور ان کے تمام اعضاء پر چربی گریس وغیرہ ملوث ہو جاتے ہیں، ہزار کوشش کے باوجود بھی ناخن وغیرہ کے اندر چربی وغیرہ پھنس جاتی ہے اور کچھ نہ کچھ باقی رہتا ہے، اس قسم کا شک ہر وقت موجود رہتا ہے۔ دل میں شک رہتا ہے کہ چمڑے تک پانی نہیں پہنچا اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:- روغن (پینٹ) جو کواڑوں وغیرہ پر کیا جاتا ہے چونکہ گاڑھا ہوتا ہے اور اس میں پانی جذب نہیں ہوتا جسم پر لگ جائے تو جب تک اسے اتنا زائل نہ کر دیا جائے کہ کھال تک پانی پہنچ سکے اس وقت تک وضو یا غسل درست نہیں ہو سکتا ہے^(۱)، ایسے وضو یا غسل سے جو نماز پڑھی گئی ادا نہیں ہوئی، دوبارہ پڑھیں،^(۲) جو چربی گریس روغن کی طرح اتنی گاڑھی ہو کہ پانی کھال تک پہنچنے نہ دے اس کا بھی یہی حکم ہے اور جو چربی یا گریس اتنی گاڑھی نہ ہو یعنی پانی کو کھال تک پہنچنے سے نہ روکتی ہے تو اس کا حکم وہی ہے جو سروس وغیرہ کے تیل کا، کہ اس کے اوپر پانی بہانے سے وضو اور غسل درست ہو جاتے ہیں، آپ اگر رنگ و روغن کا کام کرتے ہیں تو وضو سے پہلے ان اعضاء سے روغن خوب صاف کر لیا کریں جو وضو میں دھوئے جاتے ہیں، مٹی کے تیل سے روغن صاف ہو جاتا ہے،^(۳) اور بہتر یہ ہے کہ روغن کرتے وقت ہاتھوں میں دستانے پہن لیا کریں تاکہ روغن ہاتھ کو نہ لگے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۲۳/۳/۱۳۹۴ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۸۰۶/۲۵)

(۱) ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ولا طعام بین اسنانه او فی سنه المجوف بہ یفتی وقیل ان صلیا منع وهو الاصح (الدر المختار، کتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۵۳، سعید)۔

.. قوله به یفتی صرح به فی الخلاصہ وقال لان الماء شنی لطیف یصل تحته غالباً ویرد علیہ ما قدمنا انما ومفاده عدم الجواز اذا علم انه لم یصل الماء تحته قال فی الحلیۃ وهو اثبت (وقوله ان صلیا) ای ان کان ممضوغاً مضغاً کذا یحیث تدخلت اجزاء د و صار له لزوجة وعلاکة کالعجین شرح المنیۃ (قوله وهو الاصح) صرح به فی شرح المنیۃ وقال لا متناع نفوذ الا ماء مع عدم الضرورة والحرج (رد المحتار)۔

(قوله وکذا دهن) کزیت وشیرج بخلاف نحو شحم وسمن جاعداً (قوله دسومة) هی اثر الدهن قال فی الشرنبلالیۃ فقال المقدسی فی الفتاویٰ دهن رجلیه ثم توضع اوامر الماء علی رجلیه ولم یقبل الماء للدسومة جاز لوجود غسل الرجلین۔

(۲) ولو بقي من بدنه لم یصبه الماء لم یخرج من الجنابة وان قل ویعبد ما صلی ان کان فرضاً لعدم صحته وان کان نفلاً فلا لعدم صحة شروعه (شرح المنیۃ، کتاب الطهارة، ص: ۵۰، سہیل اکھڑی، لاہور)۔

وفی البدائع، کتاب الطهارة ج: ۱، ص: ۳۳ (طبعة المکتبة الرشیدیۃ) حتی لو بقيت لمعة لم یصبها الماء لم یجز الغسل وان کانت یسیرۃ کذا فی الخلاصۃ ۱۳/۱۔

(۳) وان کان علی یدیه خبز ممضوغ قد جف ویبس واغتسل لا یخرج عن الجنابة حتی یدلک ذالک الموضع ویجری الماء تحته لانه لا حرج فیہ (الخائبة علی هامش الہندیۃ، کتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۲۴، رشیدیۃ)۔

ناخن پالش کی موجودگی میں وضو اور غسل؟

سوال (۶۱۶):- ناخن پر نیل پالش عورتیں لگاتی ہیں وہ ناخنوں پر کئی دنوں تک باقی رہتی ہے تو اس حال میں وضو اور غسل صحیح ہو جائے گا۔

جواب:- نیل پالش جب ناخنوں پر لگی ہوئی ہو اور وہ پالش ایسی ہو کہ پانی کے ناخن تک پہنچنے سے مانع ہو تو وضو درست ہے نہ غسل۔^(۱)

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۲/۱۲/۲۶ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۱۶۸۰/۲۳)

پان کی سرخی غسل کے لئے مانع نہیں

سوال (۶۱۷):- پان کی سرخی دانتوں سے غسل کرتے وقت نہیں اترتی کیا واجب غسل درست ہوگا۔

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۲/۱۲/۲۶ھ

جواب:- درست ہوگا۔^(۲)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۲۳۹/۲۲ ج)



(۱) ملاحظہ فرمائیے: گزشتہ مسئلہ کا حاشیہ۔

(۲) قال فی الذخیرۃ فی مسئلۃ الحناء بان تخلطہ او اختضت بہ وبقی من جرمہ علی بدنہا یجزی وضوئہم للضرورة ولان الماء یشغله لتخلخلہ وعدم لزوجتہ وصلابتہ وعلیہ الفتاویٰ اذا لمعتبر فی جمیع ذلک نفوذ الماء ووصوله الی البدن (شرح المنیۃ، کتاب الطهارة، ص: ۴۹)۔

فصل فی احکام المیاء (پانی کے احکام)

بدمزہ اور تھوڑی سی بدبو والے پانی سے وضو کرنا؟

سوال (۶۱۸):- پانی تھوڑا بدبو دار اور بدمزہ ہے اور رنگ صاف ہے تو ایسے پانی سے وضو کرنا

کیسا ہے؟

جواب:- اگر اس پانی میں کوئی نجاست کے گرنے کی خبر نہیں ہے تو یہ پانی شرعاً پاک ہے،^(۱) اور

اگر رقت اور سیلان ختم ہو گیا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں۔^(۲)

واللہ اعلم بالصواب

۱۳۹۲/۹/۹ھ

(فتویٰ نمبر ۱۲۶۳/۲۳)

جس کنویں کا پانی ختم نہ ہوتا ہو اسے پاک کرنے کا طریقہ

جس کنویں میں دو سال قبل بلی گری ہو اسے پاک کرنے کا طریقہ

سوال (۶۱۹):- کنویں کے اندر پینتیس فٹ پانی ہے متواتر اٹھارہ گھنٹے موٹر چلتی رہی

ہے، سوت اتنی کافی بڑی ہے کہ جس کی وجہ سے پانی ختم ہی نہیں ہوتا اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

(۶۲۰) ۲- کسی نے عرصہ دو سال پہلے کنویں میں بلی مار کر ڈال دی تھی، کنویں کی صفائی کے وقت

بظاہر اوپر تو نہیں ملی اور خیال ہے کہ اتنے عرصے میں وہ سڑ گئی ہوگی یوں کنویں کی صفائی کے وقت اوپر کی

تمام گندگی کو صاف کر دیا گیا تھا اور غوطہ خور کا انتظام بھی نہیں تھا کہ پانی کی تہہ تک پڑی نجاست کے اجزاء بھی

(۱) من شک فی انانہ او ثوبہ او بدنہ اصابته نجاسة ام لا فیهو طاهر مائیم یتستقن فتاویٰ الحجۃ وکذا الآبار والعیاض الّتی یتستقی منها الصّغار والكبار والمسلمون والکفار . کلّ ذلک محکوم بطهارته حتی یتیقن بنجاستها (التقارخانیة، کتاب الطهارة، فصل فی مسائل الشک ج: ۱ ص: ۱۱۰)۔

(۲) وکذا یجوز بماء خالطه طاهر وان غمر کل اوصافه الاصح ان یمقت رقتہ اى واسمه لما مر (المدر المختار، کتاب الطهارة، ج: ۱ ص: ۱۸۷ سعید)۔

.... وکذا التوضؤ بالماء الذی القی فیہ الحمض او الباقلاء لیمتلی وتغیر لونه وطعمه ولكن لم تذهب رقتہ (الہندیة، کتاب الطهارة، ج: ۱ ص: ۱۱۱ رشیدیہ)۔

نکالے جاتے، لہذا ہم نے بیس فٹ پانی نکال لیا ہے اس کے بعد آٹھ گھنٹے مسلسل مشین چلا کر سولہ فٹ مزید پانی نکال لئے گئے اگرچہ جتنا پانی نکالتے تھے اتنا اور آجاتا تھا لہذا اب اس کنویں کے پانی کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:- فی الدر المختار (ص ۱۴۱ ج ۱) ^(۱) اذا وقعت نجاسة (الی قوله) اومات فیہا (الی قوله) حیوان دموی غیر مائی لما مر وانتفع او تمعط او تفسخ ولو تفسخه خارجها ثم وقع فیہا ذکرة الوالی ينزح کل مائها الذی کان فیہ وقت الوقوع ذکرة ابن الکمال بعد اخراجہ الا اذا تعذر کخشبة او خرقة متنجسة فینزح الماء الی حد لا یملاء نصف الدلو يطهر الكل تبعا ولو نزح بعضه ثم زاد فی الغد نزح قدر الباقی فی الصحیح۔

قال الشامی تحت قوله متنجسة) نعت لكل من الخشبة او الخرقة الی قوله (و اشار بقوله متنجسة الا انه لا بد من اخراج عین النجاسة کلحم میتة وخنزیر قلت فلو تعذر ایضا ففی القہستانی عن الجواهر لو وقع عصفور فیہا فعجزوا عن اخراجہ فمادام فیہا فنجسة فتترك مدة یعلم انه استحال وصار حماة وقیل مدة سنتة اشهر۔

۲- وفی الهدایة ص: ۴۱ ج: ۱) وشعر المیتة وعظمها طاهر)۔

۳- جبکہ بلی کو گرے ہوئے دو سال گزر چکے ہیں اور معمولی تلاش سے اس کا کوئی جز و ملا بھی نہیں تو ظاہر یہی ہے کہ وہ اب ختم ہو چکی ہے اور اگر بالفرض اس کی کوئی ہڈی باقی بھی ہو تو اس کی ہڈی پاک ہے لہذا اب بلی کے اجزاء تلاش کر کے نکالنے کی ضرورت نہیں ^(۲)، اور جب ۲۰ فٹ پانی نکال دیا گیا، اور باقی پندرہ فٹ پانی بھی آٹھ گھنٹے مشین چلا کر نکال دیا گیا (اگرچہ سوت بڑا ہونے کی وجہ سے اتنا ہی پانی اس میں اور آتا رہا) تو کنواں پاک ہو گیا۔

۴- اب اس کنویں کا پانی پینا اور اس سے وضو وغیرہ کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۹۴/۲/۲۶ھ

(فتویٰ نمبر ۳۸۳/۲۵ ب)

(۱) ج: ۱ ص: ۲۱۱ سعید ومثله فی منحة الخالق علی هامش البحر (۱/۲۰۱)

(۲) عظم تلطخ بالنجاسة ووقع فی البئر ولم یمکن استخراجہ فاذا نزعوا علی قدر ما ذکرنا طهرت البئر ولا یضر بقاء العظم فیہ (خلاصة الفتاوی، کتاب الطہارۃ، ج: ۱ ص: ۱۰، رشیدیہ)۔

..... وعظم المیتة وصوفها وشعرها وقرنها وظفرها وحافرہا اذابلیس ولم یبق علیہ دسومة لا یفسد الماء (الخانیة علی هامش الہندیۃ، کتاب الطہارۃ، ج: ۱ ص: ۱۰، رشیدیہ)۔

(۳) واذا وجب نزح جمیع الماء ولم یمکن قراغها لكونها معینا ینزح مائتا دلو .. وهذا ایسر .. والا صح ان یؤخذ بقول رجلین لهما بصارة فی امر الماء --- وهو اشبه بالفقه (الہندیۃ، کتاب الطہارۃ، فصل فی البیر)۔

ناپاک کنویں سے ایک دو گز دور لگائے ہوئے نلکے کا حکم

سوال (۶۲۱):- ایسے نلکے کے پانی کے بارے میں کیا حکم ہے جو ایسے کنویں سے ایک دو

گز کے فاصلے پر لگایا گیا ہو جس کا پانی جانور یا کوئی دوسری نجاست گرنے سے ناپاک ہو گیا ہو؟

جواب:- نلکے میں جس پائپ سے پانی آتا ہے اور جو زمین کے اندر ہوتا ہے اور اگر زمین کے

بجائے اسی کنویں میں ڈال رکھا ہے اور نلکے میں پانی اس پائپ کے ذریعہ اسی کنویں سے آتا ہے تب تو جب

تک کنواں پاک نہ ہو۔ نلکے سے آنے والا پانی بھی ناپاک ہے، اور اگر وہ پائپ کنویں میں نہیں بلکہ زمین

میں دفن ہے تو پہلے کنویں کے ناپاک ہونے سے نلکے کا پانی ناپاک نہ ہوگا، الا یہ کہ جو نجاست کنویں میں گری

ہے اس کی بدبو یا رنگ نلکے کے پانی میں بھی آجائے، اس صورت میں نلکے کا پانی بھی کنویں کے پاک ہونے

تک استعمال نہ کریں۔^(۱)

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۲/۱۱/۲۱ھ

(فتویٰ نمبر ۱۵۳۳/۲۳ و)

الجواب صحیح

محمد رفیع اللہ غفرلہ

اگر کنویں میں گٹر کے پانی کے آثار ظاہر ہو رہے ہوں

تو اس کا پانی ناپاک ہوگا

سوال (۶۲۲):- مسجد میں وضو کیلئے پانی جس کنویں سے حاصل کیا جاتا ہے اس کے متصل ہی

گندے پانی کا گٹر ہے، کنویں کی دیوار، گٹر کے بدبودار پانی کے محفوظ رکھنے کے قابل نہیں ہے جسکی بنا پر

وضو کے پانی میں بدبو صاف محسوس ہوتی ہے، کنویں کی صفائی کے بعد اب بھی تھوڑی سی بدبو پانی میں پائی

جاتی ہے جب کہ اس پانی میں دوسرا سرکاری نل کا پانی بھی ملا ہوا ہے ایسے پانی سے طہارت اور وضو کا شرعی حکم

کیا ہے؟

جواب:- اگر کنویں کی دیواریں کنویں کو گٹر کے پانی سے محفوظ رکھنے کے قابل نہیں ہیں

اور کنویں کی صفائی کرنے کے بعد اب بھی اس میں بدبو پائی جاتی ہے تو کنویں کا پانی ناپاک ہے، بدبو گٹر

(۱) البعد بین المبر والبالوعة بقدر مالا يظهر للنجس اثر (الدر المختار، کتاب الطہارۃ، ج: ۱، ص: ۲۲۲، سعید)۔

..... وفي رد المحتار تحته: وقال الحلواني المعتبر الطعم او اللون او الريح فان لم يتغير جاز، والا لا ولو كان عشرة اذرع وفي الخلاصة والخانية والتعويل عليه وصححه في المحيط بحر۔

..... والتعويل على نفوذ الرائحة ان تغير لونه او ريحه نجسة والا فلا وكذا بين مبر الماء المغتسل وبين مبر الماء هذا رواية الامام ابي حفص (خلاصة الفتاوى، کتاب الطہارۃ، ج: ۱، ص: ۱۲)۔

کا پانے کے ملنے کی وجہ سے آتی ہے اور جب تک گٹر کے پانی کا کنویں کے پانی میں رنگ یا مزہ یا بدبو محسوس ہوتی رہے گی کنویں کا پانی ناپاک ہی رہے گا۔ اس سے وضو، غسل اور طہارت کوئی چیز درست نہیں ہوگی، اس پانی سے وضو اور غسل کر کے جو نمازیں پڑھی ہیں سب دھرائیں۔

بشر الماء اذا كانت بقرب النجسة فهي طاهرة ما لم يتغير طعمه او لونه او ريحه كذا في الظهيرية، ولا يقدر هذا بالذرعان في اذا كان بينهما عشرة اذرع و كان يوجد في البئر اثر البالوعة فماء البئر نجس وان كان بينهما ذراع واحد ولا يوجد اثر البالوعة فماء البئر طاهر، كذا في المحيط وهو الصحيح هكذا في محيط السرخسي (عالمگیری ص ۲۰ ج ۱)۔

واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ عبدالرؤف سکھروی

۱۳۹۵ھ / ۲ / ۵

(فتویٰ نمبر ۲۸۲ / ۲۶ الف)

جواب صحیح ہے اور اس ناپاک پانی میں سرکاری نل کا جو پاک پانی ملا وہ بھی ناپاک ہو گیا۔

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۵ھ / ۲ / ۵



باب التیمم (تیمم کے احکام)

جماعت نکل جانے یا نماز قضاء ہو جانے کے خوف سے
تیمم درست ہے یا نہیں؟

سوال (۶۲۳):- زید کو ایک رات احلام ہو گیا اتفاق سے آنکھ بھی اتنی دیر سے کھلی کہ صرف پانچ منٹ فجر کی نماز میں ہیں اور پانی اتنی دُور ہے کہ پندرہ منٹ سے پہلے پانی نہیں لاسکتا، ایسی حالت میں کیا تیمم کر کے نماز پڑھ لے یا نہیں؟

جواب:- اگر پانی لا کر غسل کرنے میں جماعت نکل جانے کا خوف ہے طلوع آفتاب کا خوف نہیں تب تو پانی لا کر غسل کرے تیمم نہ کرے۔ اگر اس اثناء میں جماعت نکل گئی تو تنہا نماز پڑھ لے، اور اگر یہ خوف ہے کہ طلوع آفتاب ہو جائے گا تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے، پھر غسل کر کے نماز کا اعادہ کرے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ یہ شخص آبادی میں ہو، اور اگر جنگل یا صحراء میں تھا اور پانی کے بارے میں معلوم تھا یا ظن غالب تھا کہ پانی یہاں سے ایک میل اور ایک فرلانگ کے فاصلے پر ہے تب بھی وہی حکم ہے جو اوپر بیان ہوا، اگر ظن غالب یہ تھا کہ پانی اس سے بھی زیادہ فاصلے پر ہے تو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے خواہ جماعت نکلنے کا خوف ہو یا طلوع آفتاب کا اس صورت میں نماز کے اعادہ کی بھی ضرورت نہیں۔^(۱)

فی الدر المختار (ص ۱۶۳ ج ۱) لا یتیمم لغت الجمعة ووقت ولو وترا الفواتھا الی

۱۔ واضح رہے کہ یہاں میل سے انگریزی میل مراد ہے جو ۱۷۶۰ گز کا ہوتا ہے اسی وجہ سے اس میں ایک فرلانگ (۲۲۰ انگریزی گز) کا اضافہ کیا گیا ہے اور ان دونوں کا مجموعہ (۱۹۸۰ گز) تقریباً ایک میل شرقی (۲۰۰۰ گز) ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے جواہر الفقہ ۱/ ۴۳۴۔

۱۱۔ من خرب عن العصر او السواء للاحتطاب او الاحتشاش او لطب النابة فحضرت الصلوۃ فان کئن الماء قریباً منه لا یجوز له التیمم وان خاف خروج الوقت اختلفوا فی حد القرب قال الفقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ اجمع اصحابنا علی انه یجوز للمسافر وان خاف خروج الوقت ولا یجوز للمقیم ان یتیمم اذا کان بینہ وبين الماء میل ولا شنی فی الزیادة عن ابی حنیفة وابی یوسف (الخاتمة علی هامش الجندیۃ، کتاب الطہارۃ، ج ۱ ص ۵۶، رشیدیہ)۔

بدل وقیل یتیمم لغوات الوقت قال الحلبي فلا حوط ان یتیمم ویصلی ثم یعید اھـ
(واختارہ الشامی فی رد المختار)۔

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

۱۹/۳/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۰۰/۲۴ ج)

صاحبِ عذر کے لئے خادم نہ ہونے یا پانی کا استعمال مضر ہونے کی صورت میں تیمم؟

سوال (۶۲۴):- ایک شخص کی عمر ۷۵ برس ہے سات برس سے بیمار ہے، ۲۴ گھنٹے پیروں
میں تکلیف رہتی ہے، کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا، وضو کرنے میں بھی تکلیف ہوتی ہے، وضو کرنا مشکل ہے،
کیا ان حالات میں وہ تیمم کر کے نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:- جس شخص کا وضو کرانے کے لئے بیوی، اولاد، خادم، نوکر چا کر ہو وہ وضو کی جگہ تیمم نہیں
کر سکتا ہے (بشرطیکہ پانی کے استعمال سے بہت زیادہ مریض ہونے یا مرض بڑھ جانے کا خطرہ نہ ہو)، سائل
نے یہ نہیں لکھا کہ خدمت کرنے والے اور وضو کرانے والے ہیں یا نہیں؟ وضو کے لئے بیٹھنا ضروری نہیں
ہے لیٹ کر بھی ہو سکتا ہے، خصوصاً پاؤں تو باسانی لیٹ کر ڈھلائے جاسکتے ہیں، سردی میں عصر کے وضو سے
عشاء پڑھی جاتی ہے، عصر کے آخر وقت میں وضو کریں (آفتاب میں زردی آنے سے پہلے) اور اسی وضو
سے عصر، مغرب پڑھ لیں عشاء اول وقت میں پڑھ سکتے ہیں۔^(۱)

واللہ اعلم بالصواب

محمد عاشق الہی عفا اللہ عنہ

۸/۱۱/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۷۳۲/۲۴ ج)

الجواب صحیح، البتہ اگر پانی کا استعمال بھی پاؤں کے لئے مضر ہو، گرم پانی سے بھی تکلیف بڑھ جاتی
ہو تو تیمم جائز ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۸/۱۱/۱۳۹۳ھ

(۱) او لم یشتد او یحتمد بغلبة ظن او قول حاذق مسلم ولو باجورۃ مثل ولہ ذلک لا یتیمم فی ظاہر المذہب کما فی البحر
(الدر المختار - کتاب الطہارۃ - باب التیمم - ج: ۱ - ص: ۲۴۳)

... فی رد المحتار تحتہ: (قوله اولم یجد) ای او کان لا یخاف الاشتداد ولا الامتداد لکنہ لا یقدر بنفسہ ولم یجد من یوضئ،
(قوله کما فی البحر) وحاصل ما فیہ انہ ان وجد خادما ای من تلزمہ طاعۃ کعبیہ ولدیہ واجیرہ لا یتیمم اتفاقاً۔

مرض کی حالت میں تیمم کب درست ہوتا ہے؟

سوال (۶۲۵):- ایک شخص حالت جنابت میں غسل کرنے سے معذور ہے یعنی غسل کرنا بھی

مشورے سے مضر ہے مگر گرم پانی سے وضو کر سکتا ہے، ایسی حالت میں وہ تیمم با وضو کر کے نماز ادا کرے؟

جواب:- ایسی صورت میں غسل جنابت کی جگہ تیمم کر لے اور ہر نماز کے لئے گرم پانی سے وضو

کر لیا کرے، اور اگر گرم پانی سے غسل کر سکتا ہے تو تیمم درست نہ ہوگا، وضو یا غسل کا تیمم اس وقت جائز ہے

جبکہ حاذق اور متقی طبیب یا ڈاکٹر بتائے۔ اپنا دل تجربہ کی وجہ سے یقین کے ساتھ گواہی دے کہ وضو یا غسل

کرنے سے جان جاتی رہے گی یا ناقابل برداشت تکلیف ہو جائے گی۔^(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۱/۱۱/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۵۳/۲۲ الف)



۱۱) من عجز عن استعمال الماء او لمرض يشتد او يمتد بغلبة ظن او قوئ حاذق مسلم ولو يتحرك او يبرد يهنك الجنب او يمرضه ولو في المعصر اذا لم تكن له اجرة حمام ولا ما يدفنه. تیمم لهذه الاعذار كلها (الدر المختار، کتاب الطهارة، باب التیمم، ج ۱ ص: ۲۳۲)۔

..... وفي رد المحتار تحته: قال في البحر الاصل انه متى قدر على الاغتسال بوجه من الوجوه لا يباح له التيمم اجماعا۔

وقبلا اذا لم يقدر على تسخين الماء فان قدر لم يعز (الهنديّة، کتاب الطهارة، ج ۱ ص: ۲۹۰، رشیدیہ)۔

باب المسح علی الخفین وغیرھا (موزوں وغیرہ پر مسح کا بیان)

مرؤجہ جرابوں پر مسح کے جواز کی شرائط

سوال (۶۲۶):- جرابوں پر مسح ہو سکتا ہے یا نہیں، اگر ہو سکتا ہے تو کس قسم کی جرابوں پر

ہو سکتا ہے؟

جواب:- عام جرابوں پر مسح کرنا درست نہیں ہے، البتہ اگر جرابیں اتنی موٹی اور سخت ہوں کہ انہیں پہن کر بلا جوتہ تین چار میل پیدل چلیں تو وہ نہ پھٹیں، اور پنڈلی پر بغیر باندھے یا ذاتی سکڑاؤ اور چپکن کے بغیر خود بخود ٹھہری رہیں، یا تمام جرابوں پر چمڑا چڑھا دیا گیا ہو یا کم از کم جراب کے اتنے حصے پر چمڑا چڑھا دیا ہو جس طرح نیوٹ جوتا ہوتا ہے تو ایسے جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے، چمڑا چڑھنے کی صورت میں بھی یہ شرط بدستور ہے کہ باندھے بغیر اور ذاتی چپکن اور سکڑاؤ کے بغیر پنڈلی پر رکی رہیں۔ واللہ اعلم

بندہ عبد الرؤف

۲۸/۱۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵۷۳ الف)

جواب صحیح ہے اور مرؤجہ جرابیں جو اون یا سوت یا نائیون کی ہیں ان میں یہ شرائط موجود نہیں، لہذا

ان پر مسح جائز نہیں۔

محمد رفیع عثمانی

۲۸/۱۲/۱۳۹۳ھ

(۱) اما المسح علی الجوارب فلا یجوز الا ان یکون مجلدين ای استوعب الجلد ما یستر القدم الی الکعب او منعلین ای جعل الجلد علی ما یلی الارض منہما خاصة کالنعل للرجل وقالا یجوز المسح علیہما اذا کان ثخنین لا یشان وعلیہ الفتویٰ وحد الجوارب الثخنین ان یتمسک ای یثبت ولا ینسدل علی الساق من غیر ان یشد بشمی ہکذا قر واکلہم وینبغی ان یقید بما اذا لم یکن ضیقاً فاننا نشاہد ما یکون فیہ ضیق یتمسک علی الساق من غیر شد، ولو کان من الکرباس والحد لعدم جذب الماء کما فی الادیم، وبما تضمنہ وجہ الدلیل وهو ما یمکن فیہ متابعة المشی اصوب (شرح المنیۃ، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، ص: ۱۲۰، سنیل اکہڈمی لاہور)۔

نائیلون کی جراب پر مسح جائز نہیں

سوال (۶۲۷):- نائیلون کی جرابوں پر بعض لوگ مسح کرتے ہیں، کیا ان پر مسح کرنا صحیح ہے؟

جواب:- نائیلون کی جراب پر مسح جائز نہیں، جراب اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے محض مسح سے

نماز نہیں ہوگی۔^(۱)

واللہ تعالیٰ اعلم

۳/۷/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۶۵۶/۲۵)

نائیلون کی جرابوں پر مسح کے جواز کی شرائط

سوال (۶۲۸):- فتاویٰ دارالعلوم میں جناب کا محققانہ رسالہ ”نیل المازب“ متعدد بار

مطالعہ کیا، میں اس مسئلہ کے متعلق چند سوالات کرنا چاہتا ہوں اس کی وضاحت فرمادیں۔ (۱) نائیلون کی دبیز جرابیں جو مضبوطی میں اوننی ٹخنیں جرابوں سے بدرجہا زیادہ ہوتی ہیں، اوننی ٹخنیں یا حقیق کی حد میں آتی ہیں یا نہیں؟

(۶۲۹) ۲- اگر کوئی شخص ان نائیلون کی جرابوں کے نیچے سوتی جرابیں جوڑ لے اور دونوں کو

لحاف، جوتے، اور چمڑے کے سوزہ کے بٹانہ کی طرح آپس میں جگہ جگہ سے سی لے تو یہ دونوں نائیلون اور سوتی دونوں جرابیں مل کر ایک جراب کے حکم میں ہو کر ٹخنیں کے حکم میں ہو جائیں گے یا نہیں؟ اس طرح کی سلی ہوئی ڈبل جرابوں نہ ایک دم پانی داخل ہوتا ہے نہ لمل کی طرح ان میں نظر چھتی ہے اور نہ برسوں یہ خراب ہوتی ہے، انہیں پہن کر اڑتالیس میل سے بھی زیادہ کا سفر کیا جاسکتا ہے۔

(۶۳۰) ۳- اگر جناب کے نزدیک یہ ایک کے حکم ہو جاتی ہوں تو کتنی جگہ سے کم از کم آپس میں

ان کا سینا ضروری ہوگا۔

(۶۳۱) ۴- اگر یہ منعل بھی کر لی جائیں تو کیا باعتبار تقویٰ بھی ان پر مسح درست ہو جائے گا

یا نہیں؟ (کیونکہ پھر یہ اتنی مضبوط ہو جاتی ہیں کہ انہیں پہن کر کئی سو میل کا سفر بھی کیا جاسکتا ہے)۔

جواب:- نائیلون کی جرابیں ٹخنیں کی تعریف میں داخل نہیں، کیونکہ ٹخنیں کی جو شرائط فتاویٰ

دارالعلوم^(۲) ص ۱۹۵ ج ۳ میں درج ہیں ان میں سے شرط دوم مفقود ہے، شرط دوم یہ ہے کہ ساق پر (گیٹس وغیرہ سے) بغیر باندھے ہوئے قائم رہ جائے اور اوپر تحریر ہے کہ ”یہ قائم رہنا کیڑے کی تنگی اور چستی کی وجہ

(۱) او جوربہ ولو من غزل او شعر (الٹخنیں) بحيث یمشی فرسخا ویثبت علی الساق بنفسہ ولا یری ماتحتہ ولا یشف الا ان یشغل الجف قدر الغرض (الذکر المختار) باناب المسح علی الخفین بوا: ص: ۲۱۶، سعید۔

فی رد المحتار تحتہ واقول: الظاهر انه اذا وجدت فیہ الشروط یجوز وانهم اخرجوا لعدم تأتی الشروط فیہ غالباً یدل علیہ ما فی کافی النسخی حیث عدل عدم جواز المسح علی الجورب من کر بانس بانہ لا یمکن تتابع المشی فانه یفید لو امکن جاز۔

(۲) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند سے مراد امداد السائلین ہے جو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے اور تالیف بحث نمبر ۲۴۸ پر ہے۔

سے نہ ہو بلکہ اس کی ضخامت اور موٹا ہونے کی وجہ سے ہو، ظاہر ہے کہ نائیلون کی جرابیں جو پنڈلی پر قائم رہ جاتی ہیں وہ کپڑے کی چستی کی وجہ سے ہے موٹائی کی وجہ سے نہیں، لہذا یہ شخصین میں داخل نہیں بلکہ رقیق میں داخل ہے، چنانچہ ۱۹۹ ج ۳ میں ارشاد ہے کہ رقیق ہر وہ جراب ہے جس میں شخصین کی شرائط مذکورہ نہ پائی جائیں خواہ کتنا ہی مضبوط اور دبیز کپڑا ہو۔ پس نائیلون کی مروجہ جرابوں پر مسح جائز نہیں۔^(۱)

۲۔ اگر نائیلون کی جراب اور سوتی جراب کو جو کر اس طرح سی لیا جائے کہ ان میں سے ایک ظہارہ بن جائے اور دوسری بٹانہ، اور جگہ جگہ سے ان کو اس طرح سی لیا جائے کہ دونوں ایک کپڑے کی طرح ہو جائیں، پھر ان میں شخصین کی وہ تینوں شرطیں پائی جائیں یعنی یہ کہ

الف:- اس میں کم از کم تین میل جوتے کے بغیر سفر کریں تو پھٹے نہیں۔

ب:- پنڈلی پر گٹس یا لاسٹک سے باندھے بغیر قائم رہ جائے، بشرطیکہ یہ قائم رہنا جرابوں کی چستی اور تنگی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ موٹائی کی وجہ سے ہو۔

ج:- ان میں پانی نہ چھنے اور جذب نہ ہو اگر یہ تینوں شرطیں پائی جائیں تو ان پر مسح جائز ہے ایک شرط بھی مفقود ہوگی تو مسح جائز نہ ہوگا،^(۵) نیز اگر ان میں سے کسی شرط کے تحقق میں شبہ ہوگا تب بھی مسح جائز نہ ہوگا۔^(۶) ویسے آپ کا یہ فرمانا کہ یہ تینوں شرطیں ایسی جراب میں پائی جاتی ہیں دل کو نہیں لگتا تاہم اگر تجربہ سے یقینی طور پر ثابت ہو جائے تو مسح جائز ہوگا۔

۳۔ سلائی کی کوئی تعداد مقرر کرنا مشکل ہے اتنی کثرت سے سینا چاہئے کہ یہ ایک کپڑے کی طرح ہو جائیں۔

(۱) والشخصین ان يقوم علی الساق من غیر شد ولا یقظ ولا ینشف - وقیل معنی قوله لا ینشفان ای لا ینشف الجورب بالماء الی نفسه کالادیم والصرم (الخانیة علی هامش الہندیة، باب المسح علی الخفین، ج: ۱ ص ۵۳، رشیدیہ)۔

(۲) والشخصین ما یتمسک علی الساق من غیر ان یشد بشئ (خلاصۃ الفتاوی، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، ج: ۱ ص: ۲۸)۔

(۳) وان مسح علی الجوربین فهو علی وجہ ان کانارقیقین غیر منعلین لا یجوز المسح علیہما فی قولہم (الخانیة علی هامش الہندیة، باب المسح علی الخفین، ج: ۱ ص: ۵۱)۔

(۴) والفرق ان الخف اذا کان ذاتطابقین وکل طاق متصل بالآخر غیر مزایل عنه فیصیر ان یحکم الاتصال کشی، واحد کاشعر مع بشرۃ الرأس (التارخانیة، باب المسح علی الخفین، ج: ۱ ص: ۲۰۶)۔

(۵) وقال لا یجوز المسح علیہما اذا کانا شخصین لا یشفان وعلیہ ای علی قول ابی یوسف ومحمد الفتوی قال فی الذخیرة وقیل رجع ابو حنیفۃ الی قولہما فی اخر عمرہ وحد الجورب الشخصین ان یتمسک علی الساق من غیر ان یشد بشئ، ہکذا فرود کلہم وینبغی ان یقصد بما اذا لم یکن ضمما فانما نشاہد ما یكون فیہ ضیق یتمسک علی الساق من غیر شد ولو کان من الکر یاس والحد بعدم جذب الماء کما فی الادیم علی ما فہم من کلام قاضی خان اقرب وبما تضمنہ وجہ الدلیل وهو ما یمکن فیہ متابعة المشی اصوب (شرح الکبیری، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، ج: ۱ ص: ۱۲۰)۔

(۶) جواب کے اس حصے کے لئے ملاحظہ فرمائیے امداد المستعین، ج: ۱ ص: ۲۵۹، ۲۵۸ چنانچہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں "اور جس جراب میں شک رہے کہ وہ نجس نہیں ہے یا نہیں اور شرائط شخصین اس میں متحقق ہیں یا نہیں اس پر مسح کی اجازت نہ دی جائے بقائدہ یقین لا یرید بالمشک۔"

۴۔ اگر تینوں شرطیں موجود ہیں تو منعل کئے بغیر بھی مسح جائز ہے اور ایک شرط بھی مفقود ہے تو

منعل کرا کے بھی جائز نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۲/۱۳/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۱۹۱۳/۲۴ ح)

(اس کے بعد سائل مولانا سید مسعود صاحب کا دوبارہ خط آیا اس میں انہوں نے دو قسم کی جرائیں بھی معائنے کے لئے بھیجیں اور مسح علی الجوزین سے متعلقہ احادیث کی جانب بھی توجہ مبذول کروائی جرابوں کے معائنے کے بعد دارالافتاء سے جواب روانہ کیا گیا جس میں محولہ حدیثوں کا جواب بھی دیا گیا، یہ سوال و جواب درج ذیل ہے)

مروّجہ جرابوں پر مسح کے جواز میں پیش کی جانے والی احادیث کا جواب

سوال (۶۳۲):- جواب استفتاء موصول ہوا، اس میں جناب نے ایک نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو فتاویٰ دارالعلوم میں تحریر ہے کہ ”یہ قائم رہنا کپڑے کی تنگی اور چستی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اس کی ضخامت اور جرم کے موٹا ہونے کی وجہ سے ہو۔ میں جہاں تک اس کا مطلب سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ قائم رہنا (محض) کپڑے کی چستی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اس میں اس کی ضخامت اور جرم کے موٹے ہونے کو بھی ضرور دخل ہو۔ کیونکہ اگر عبارت مذکور کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے تو دوسری بات (علی الاطلاق) تو فی شخصین ترین جراب میں بھی نہیں پائی جائیگی اس کی بناوٹ کو دخل رہے گا۔

۲۔ جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ ”ویسے آپ کا یہ فرمانا کہ یہ تینوں شرطیں ایسی جراب میں پائی جاتی ہیں دل کو نہیں لگتا تاہم اگر تجربہ سے یقینی طور پر ثابت ہو جائے تو مسح جائز ہوگا۔“

مجھے یہ پڑھ کر خیال آیا کہ واقعی لیس الخبر کالمعاينة کچھ بھی لکھتا رہوں جب تک مفتی کی اپنی تشفی نہ ہوگی وہ بہر حال مستفتی کو ہر تقریر صدق قائل ہی جواب دے گا اور میں اپنی پوری تشفی چاہتا ہوں اور وہ بھی آپ کے والد ماجد مدظلہم العالی سے اس لئے میں آپ کی خدمت میں ایسی جرائیں بھیج رہا ہوں جو کم از کم پانچ سال استعمال میں آتی رہی ہیں انہیں تیار ہوئے آٹھ سال ہو رہے ہیں اب بھی ان کا قیام علی الساق اس درجہ میں ہے کہ اگر آدمی انہیں پہن کر سو جائے تو بھی یہ پاؤں سے نہیں اترتیں، ان کا یہ وصف ان دو جرابوں کے آپس میں ملے ہوئے ہونے کی وجہ سے ہے ان کے لاسٹک بیکار ہیں اور کپڑے کی تنگی کی صفت عرصہ ہوا کہ مضحل ہو چکی ہے انہیں ملاحظہ فرمائیں پھر حضرت والد صاحب مدظلہم سے بھی رجوع فرما کر حتمی بات تحریر فرمائیں۔

جس طرح بکری کے چمڑے میں پانی سرایت کرتا ہے زیادہ سے زیادہ اسی طرح اس میں سرایت کرتا ہے اور دوہرے ہونے کی وجہ سے شفاف (لمل) کی طرح تو بالکل بھی نہیں ہیں نظر نہیں چھنتی کہ پاؤں کا جسم باہر سے نظر آئے۔

۳۔ جناب نے ان دونوں جرابوں کو آپس میں سینے کے لئے سلائی کی کوئی تعداد مقرر نہیں فرمائی، میری درخواست ہے کہ اس پر بھی نظر ثانی فرمائی جائے، کیونکہ رائے مبتنی بہ پر چھوڑنا مناسب نہ ہوگا۔

۴۔ میں آپ کو ایک نائیلون کی عمدہ جراب بطور نمونہ بھیج رہا ہوں اس کے شخص ہونے کے بارے میں رائے عنایت فرمائیں یہ جراب ایسی ہے جیسے ڈبل بنائی کی اور دوہری دبیز جرابوں سے بھی زیادہ موٹی لگتی ہے بلکہ ڈھائی تین گنی موٹی ہے، یہ عریضہ مکمل کرنے کے بعد خیال آیا کہ جناب کی توجہ معصف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایات کی طرف مبذول کراؤں۔

اول الذکر میں صفحہ نمبر ۱۹۰ پر "المسح علی القلنسوة" کے باب میں حضرت انسؓ سے روایت ہے "وعلی جوربین من مر عزی" پھر اس سے آگے صفحہ نمبر ۱۹۹ پر باب المسح علی الجوربین والنعلین میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابن مسعود الانصاریؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت براء بن عازب کا عمل اور تابعین میں حضرت ابراہیم نخعی کا عمل دیا ہے۔ پھر اس سے آگے باب المسح علی الجوربین میں سند جلیل سے یہ روایت دی ہے، "عبدالرزاق عن معمر عن الاعمش عن ابراہیم ان ابن مسعود کان یمسح علی خفیہ ویمسح علی جوربیہ" آخر میں حضرت ابن عمر کا فتویٰ بھی دیا ہے۔ اس طرح گویا چھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے انہوں نے روایات دی ہیں، اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ج ۱، ص ۱۸۸ پر حضرت عقبہ بن عمرو، حضرت مغیرہ بن شعبہ (ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الجوربین والنعلین) کی روایات دی ہیں۔

حضرت علیؓ سے تین روایات دی ہیں، اور حضرت عقبہ بن عمروؓ، حضرت علیؓ کے خاص ساتھیوں میں سے تھے، آپ نے جنگ صفین کے موقع پر حضرت عقبہ کو کوفہ میں اپنا قائم مقام بنایا تھا اس طرح بارہ صحابہ کرام سے یہ روایات ملتی ہیں جن میں تین حضرات عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ان میں وہ سب حضرات شامل ہیں جن میں تین حضرات شامل ہیں جن پر فقہ حنفی مدار ہے۔ اور تابعین میں سے ابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ اور عمل حضرت سعید بن المسیبؒ اور حضرت حسن کا عمل، حضرت ضحاکؒ کا فتویٰ، حضرت سعید بن جبیرؒ کا عمل دیا ہے، پھر اس سے آگے "باب من قال الجوربان بمنزلة الخفین" میں حضرت عطاء، حضرت نافع، حضرت حسن کے فتاویٰ مزید ہیں۔ ان روایات کو دیکھتے ہوئے اپنے مشائخ سمرقند وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ میں جو اختلاف ہے ان میں اب کس کے قول کو رائج سمجھنا چاہئے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ تمام باتیں اپنے اطمینان سے حتمی طور پر طے کر دیں تاکہ نتیجہ اخذ کرنے میں پوری مدد ملے اور

رائے مستفتی یا مبتلا بہ پر چھوڑنے کے بجائے اسے (یعنی مجھے) طے شدہ بات بتلا سکیں۔ حضرت والا کی خدمت میں مجھ ناکارہ طالب علم کا سلام پیش فرمادیں اور خود بھی دعا سے یاد فرماتے رہیں۔

جواب :- آپ کی ارسال کردہ جرائیں جو دو قسم کی ہیں ان کا بغور جائزہ حضرت والد صاحب کی معیت میں لیا، ان پر پانی ڈالا تو دونوں قسم کی جرابوں میں پانی چھن گیا، لہذا جب پانی نہ چھننے کی شرط مفقود ہے تو ان پر مسح جائز نہیں ہو سکتا، نیز ان دونوں قسموں کا ساق پر قائم رہنا بظاہر ان کی بناوٹ کی وجہ سے ہے اگر یہ ایسی بناوٹ کی نہ ہوتیں تو غالباً ساق پر اتنی دیر قائم نہ رہ سکتیں، لہذا اس شرط کا پایا جانا بھی محل نظر ہے اور عدم جواز کے لئے صرف ایک شرط مفقود ہونا کافی ہے، لہذا ان پر مسح جائز نہیں^(۱)، تختین کی تعریف میں وہ موٹی زین آتی ہے جس کا ڈول یا ترپال بنائی جاتی ہے اگر چمڑے کے تختین بنانا نہیں چاہتے تو ایسی زین کے بنائے جائیں۔ اور جو روایات آپ نے نقل فرمائی ہیں اخباراً حادث ہیں اور غیر تختین کی صراحت اس میں بھی نہیں ہے، ان سے جو زمین غیر تختین پر مسح کا جواز اس لئے نہیں ہو سکتا کہ قرآن کریم میں حکم غسل رجليں کا ہے، اس آیت کے حکم زیادت صرف خبر متواتر سے ہو سکتی ہے، اور چمڑے کے تختین پر جواز مسح چونکہ تواتر سے ثابت ہو گیا، لہذا جائز ہوا، اور تختین جو مثل چمڑے کے ہوں وہ خبر متواتر کی دلالت النص سے بحکم چمڑے کے ہو گئیں، اور غیر تختین کا جواز نہ خبر متواتر کی عبارة النص سے ثابت ہے نہ دلالت النص سے، اس لئے ان پر مسح کا جواز اگر آپ کی نقل کردہ احادیث موقوفہ یا اخباراً حادث سے (جو کہ محتمل التأویل ہیں) ثابت کیا جائے گا تو زیادت علی الکتاب بالدلیل الظنی لازم آئے گی جو حنفیہ کے اصول کے خلاف ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۲۰/۳/۱۳۹۴ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۶۳/۲۵ ب)



(۱) قلت لان المسح علی الجوربین ثبت بخبر الواحد وغسل الرجلین قطعی فلا یكون المسح علی الجوربین بدلاً عنه الا اذا کان الجورب کالخف الثابت مسحه بالتواتر وبعد ما ثبت رجوعه وکان علیہ الفتوی فلا یحتاج الی تأویل حدیث الباب ومن لم یعتمد علی نقل رجوعه فهو بمسأغ من التأویل فی الحدیث بحمل الجورب علی ما کان جلد کما فسر به بعضهم او ظاهر ان الجورب فی الحدیث مطلق ولا عموم لحکایة الفعل فمع الاحتمال کیف یصح الاستدلال فلا یثبت بانحدیث جواز المسح علی کل جورب اصلاً فلا یضر الحدیث ابا حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ افادہ الشیخ۔

ناتده: وقد روی الامام ابو بکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ - انهما قالا بمسح علی الجوربین اذا کانا صفتین ورجلہ رجل الجماعۃ (اعلاء السنن، کتاب الطهارة، باب المسح علی الخفین، ج: ۱، ص: ۲۳۹، ادارة القرآن کراچی)۔
..... مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: امداد السائلین، رسالہ نیل المارب ص: ۲۵۹، اور مقالہ ”جرابوں پر مسح“ از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم (یہ مقالہ ”فقہی مقالات“ جلد اول میں شائع ہو چکا ہے)۔

باب الحيض والنفاس والاستحاضة (حيض، نفاس اور استحاضہ کے احکام)

حيض، طهر، استحاضہ کی مدت اور ان کے احکام اور متحیرہ کا حکم

سوال (۶۳۳):- مجھے حیض کا مسئلہ پوچھنا ہے، مجھے نو یا دس دن صاف رہتا ہے نویں، دسویں یا گیارہویں دن سے رنگ بدل جاتا ہے پہلے کچھ پیلا پن ہوتا ہے پھر رنگ اور گہرا ہو جاتا ہے، کبھی خون کا دھبہ بھی آ جاتا ہے کپڑے پر، اور کبھی نہیں آتا، اس طرح پانچ یا چھ دن رہتا ہے، چھٹے ساتویں دن خون باقاعدہ جاری ہو جاتا ہے چوبیسویں دن ذرا بہاؤ کم رہتا ہے چوبیسویں دن رات سے زیادہ بہاؤ شروع ہو جاتا ہے، اس سے پہلے مجھے پندرہ دن صاف رہتا تھا، پھر چودہ دن صاف رہنا شروع ہوا، پھر بارہ دن اور اب صرف دس دن صاف رہتی ہوں، نویں یا دسویں دن سے رنگ بدل جاتا ہے، سب سے پہلے سولھویں دن سے رنگ بدلنا شروع ہوا پہلے پیلا پن ہوتا تھا پھر رنگ ٹیلا ہوا جاتا تھا، پھر کچھ سرخ چوتھے یا پانچویں دن خون شروع ہوتا تھا، اب صاف ہونے کا تو کوئی دن مقرر نہیں ہے کبھی خون شروع ہونے کے دسویں یا گیارہویں دن صاف ہوتا ہے کبھی ساتویں آٹھویں دن لیکن باقاعدہ خون شروع ہونے کا وقت ضرور مقرر ہے، باقاعدہ خون شروع ہونے کے ۲۳ دن گزرنے کے بعد باقاعدہ دوسرا خون شروع ہو جاتا ہے، اس کے درمیان میں صرف آٹھ یا دس دن بالکل صفائی رہتی ہے اس کے بعد پیلا پن ٹیلا پن اور سرخی مائل رنگ رہتے ہیں، اب مجھے بتائیں کہ میں کب نماز پڑھوں اور کب چھوڑا کروں؟

جواب:- شرعاً اصول یہ ہے کہ حیض تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا، (۱) اور طہر یعنی وہ زمانہ جو شرعاً پاکی کا زمانہ مانا گیا ہے پندرہ دن سے کم نہیں ہوتا، (۲) اگر حیض ختم ہونے کے بعد پندرہ دن سے پہلے خون آجائے تو وہ خون حیض کا نہیں ہوگا اس خون کو شرعاً استحاضہ کا خون کہیں گے، (۳) اور اصولی طور پر یہ

(۱) فی البدن المختار ۲۸۳/۱ واقله ثلاثة ايام بلياليها واكثره عشرة بعشر ليال-

(۲) فی البدن المختار ۲۸۵/۱ واقل الطهر بين الحيضين او النفاس والحيض خمسة عشر يوماً ولياليها اجماعاً-

(۳) فی الہندیۃ ۳۷۱/۱ لوراء الدم بعد اكثر الحيض والنفاس في اقل مدة الطهر فما زلت بعد الاكثر ان كانت مبتدأة وبعد العادة ان كانت معتادة استحاضة-

بات بھی ذہن میں رہے کہ جب کسی عورت کی عادت دس دن کے اندر اندر حیض آنے کی تھی اور پھر خون اتنے دن آنے لگا کہ دس دن سے بھی آگے بڑھ گیا تو ایسا ہونے سے پہلے سب سے آخری مہینہ میں جتنے دن خون آیا تھا صرف اتنے دن حیض مانا جائے گا اور اس سے زائد سب استحاضہ ہوگا، ہاں اگر دس دن سے آگے نہ بڑھے تو دس کے اندر اندر جو خون ہوگا وہ حیض ہوگا، ان اصولی باتوں کو سامنے رکھ کر آپ اپنے بارے میں فیصلہ فرمالیں۔

استحاضہ کا حکم یہ ہے کہ مذکورہ بالا حکم کے مطابق جب حیض کی مدت ختم ہو جائے تو پاک ہونے کی نیت سے غسل کرے اس کے بعد پندرہ دن سے پہلے جو خون ہوگا اس کے ہوتے ہوئے بھی نماز پڑھیں اور روزہ رکھیں ہمیشہ وضو کر کے نماز پڑھ لیا کریں^(۱)، اگر خون بالکل بند ہوتا ہی نہیں ہر وقت آتا رہتا ہے تو ہر نماز کے شروع وقت میں وضو کرے اس کے بعد فرض، سنن، نوافل اور وتر پڑھتی رہے اگرچہ خون بہتا رہے، جب اس نماز کا وقت گزر جائے گا جس کے لئے وضو کیا تھا تو وضو سے خود سے ٹوٹ جائے گا، نیا وقت آنے پر پھر وضو کریں، اگر خون کا کوئی قرار نہ ہو کبھی ذرا دیر میں آتا ہو اور کبھی بند ہو جاتا ہو تو اس کا اصول یہ ہے کہ جب کسی نماز کا پورا وقت اس حال میں گزر جائے کہ خون بند ہی نہ ہو تو اس کے بعد مذکورہ بالا طریقے پر وقت کے شروع میں وضو کرے اور یہ وضو وقت کے ختم تک چلے گا، ایام حیض میں خالص سفیدی کے علاوہ جو رنگ بھی نظر آئے وہ سب حیض میں شمار ہوتا ہے۔^(۲)

واللہ اعلم

محمد عاشق الہی

۱۳/۳/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۶۱۹/۲۶ ب)

الجواب صحیح

محمد رفیع عثمانی

۱۳/۳/۱۳۹۵ھ

(مذکورہ بالا فتویٰ کا دوبارہ سوال آیا جس کا دارالافتاء سے دوبارہ جواب روانہ کیا گیا)

متحیرہ کی ایک صورت

سوال (۶۳۴): آپ کا جواب ملا، میں نے آپ کو اپنا پورا حال تحریر کر دیا ہے، میں خود کوئی

(۱) اما المعتادة فما زاد على عادتها ويجاوز العشر في الحيض والأربعين في النفاس يكون استحاضة كما اشار اليه بقوله او على العادة الخ اما اذا لم يتجاوز الاكثر فيهما فهو انتقال للعادة فيهما فيكون حيضا ونفاسا (الشامية ۲۸۵/۱)۔

(۲) ومنها وجوب الاغتسال عند الانقطاع . ودم الاستحاضة كثر عاف الدائم لا يمنع الصلوة ولا الصوم ولا الوطء كذا في الهداية (الهندية ج: ۱ ص: ۳۶)۔

(۳) المستحاضة ومن يدلس البول . يتوضئون لوقت كل صلوة ويصلون بذلك الوضوء في الوقت ماشاءوا من الفرائض والنوافل (الهندية ۴۱/۱)۔

(۴) وماتراة من لون ككدره وتربية في مدته المعتادة سوى بياض خالص ولو المرني طهرا متخللا بين الدمين فيها الحيض، لأن العبرة لاوله وأخره وعليه المتون فيلحفظ (الدر المختار ۲۸۶/۱)۔

فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں، مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ آخری مہینہ میں کتنے دن حیض آیا تھا، مہربانی فرما کر مجھے بتائیں کہ میں کب نماز پڑھوں اور کب چھوڑا کروں، میں پہلے بھی لکھ چکی ہوں کہ پہلے میری عادت یہ تھی کہ پندرہ دن صاف رہتی تھی سولہویں دن سے رنگ بدلنا شروع ہوتا تھا اور تیسرے، چوتھے، پانچویں دن خون شروع ہوتا تھا اور گیارہویں دن صاف ہو جاتا تھا، پھر قریب دو سال کے ہونے کے ایسا ہونے لگا کہ چودھویں دن رنگ بدلنا شروع ہوا، پھر بارہویں دن، اور اب مشکل سے دس دن صاف رہتا ہے، اس کے حساب سے تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر دسویں دن رنگ بدلے تو پانچویں دن اور نماز پڑھتی رہوں، اور سولہویں دن کے حساب سے نماز چھوڑ دوں، اور پھر یہی حساب چلتا رہے کہ پندرہ دن صفائی کے اور دس دن حیض کے یا ایسا کروں کہ جب رنگ بدلے جب سے بھی نماز چھوڑ دوں اور دس دن تک چھوڑ کر پھر پندرہ دن پڑھتی رہوں اور یہی حساب رکھوں بہر حال کیا فیصلہ کروں؟

جواب:- آخری مہینہ میں جتنے دن خون آیا تھا اگر ان کی تعداد پورے طور پر یاد نہیں تو اندازہ کر کے ظن غالب پر عمل کریں یعنی اندازہ کر کے جتنے دن کا غالب گمان ہو کہ اتنے دن آیا تھا اب اتنے ہی دن حیض کے سمجھیں اور باقی دن استحاضہ کے۔^(۱)

واللہ اعلم

۲۷/۱۲/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۱۰۱۳/۲۶ ج)

اگر معتادہ کو مسلسل خون آنے لگے تو نماز، روزہ اور عدت وغیرہ کے لئے طہر کتنے دن کا ہوگا؟

سوال (۶۳۵):- کسی عورت کو ہمیشہ خون جاری ہے اس عورت کے ایام حیض اور طہر مندرجہ ذیل طریقہ پر معلوم ہیں ۱- عادت دس دن طہر بیس دن، ۲- عادت دس دن طہر چالیس دن، ۳- عادت دس دن طہر چار مہینے۔ یہ تین قسم کی عورتیں ہیں، علامہ حاکم شہید کے قول کے مطابق ہر ایک کا طہر، نماز اور عدت طلاق کے لئے کتنا اور کس طرح ہونا چاہئے۔ ۴- جس عورت کو دس دن حیض اول ماہ اور چھ مہینے طہر کی عادت تھی، اب ہمیشہ خون جاری ہے نماز وغیرہ کے لئے دس دن ترک کرے اور دو مہینے نماز ادا کرتی رہے اور

(۱) فی البدء المختار ۲۸۶۰۱ ومن نسبت عاداتها وتسمى المحيرة والمضلة اما بعدد او بمكان او بهما كما بسط في البحر والحاوی وحاصله انہا تتحرى۔

... فی رد المحتار تحتہ: (قوله وحاصله الخ) ای حاصل حکم المضلة بانواعها فقد صرح البرکوی بانہ حکم الاضلال العام (قوله انہا تتحرى) ای ان وقع تحریفا علی طہر تعطى حکم الطاهرات وان کان علی حیض تعطى حکمہ لان غلبة الظن من الادلة الشرعية دور (ج: ۱ ص ۲۸۷)۔

عدت طلاق ایسی عورت کے سات مہینے ہیں۔

جواب :- مذکورہ بالا تینوں قسم کی عورتوں کا ایک ہی حکم ہے اور وہ یہ کہ ان کی سابقہ عادت کا اعتبار کیا جائے گا حالتِ صحت میں جتنے دن حیض کی اور جتنے دن طہر کی عادت تھی اب خون جاری ہونے کے بعد اتنے دن حیض اور طہر میں شمار ہوں گے، ہاں اگر کسی عورت کی عادت طہر چھ ماہ یا اس سے زائد تھی تو اس کے حق میں طہر صرف دو ماہ کا معتبر ہوگا اور حیض اتنے دن کا معتبر ہوگا جتنے دن کی اس کو عادت تھی، اور آپ نے جو عبارتیں ذکر کی ہیں ان کا حاصل وہی ہے جو ہم نے اوپر لکھا ہے، اور جو کچھ اوپر ہم نے لکھا ہے عدت اور نماز روز و وغیرہ سب احکام میں یہی حکم ہے۔^(۱) ففی رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۶ وان تقدیر الطهر فی المتحيرة لا جل العدة فقط واما غیرها فلم یقیدوا طهرها بكونه للعدة بل المصرح به فی

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی

۱۸/۱۰/۱۳۹۲ھ

المعتادة ان طهرها عام فی جميع الاحکام كما مر۔

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۵۰۵/۱۳۰۲)

ماہواری کے بعد آنے والی سفید رطوبت کا حکم

سوال (۶۳۶) :- عورت کو ماہواری کے بعد پانی سا آتا ہے اس حال میں نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب :- ہر مہینہ ماہواری ختم ہونے کے بعد جو سفید رطوبت آتی ہے اس سے غسل واجب نہیں ہوتا البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے، اس کا حکم وہی ہے جو پیشاب کا ہے، لیکن اگر وہ رطوبت مسلسل آتی رہتی ہے کہ اتنا وقت نہیں مل سکتا کہ وضو کر کے نماز پڑھ سکے تو ایسی صورت میں وہ عورت معذور ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کا وقت جب شروع ہو وضو کر کے جتنی نمازیں چاہے اس وقت پڑھ سکتی ہے اگرچہ وہ رطوبت آتی رہے

(۱) ترد الی عاداتہا فی الطهر مالم یکن ستة اشهر، فانها ترد الی ستة اشهر غیر ساعہ کالمتحيرة والمعتادة فی حق العدة فقط واما علی قول الحاکم الشہید فترو الی شهرین کما ذکرہ الشرح، وظهر ان التقدير بالشهرین او بالسة اشهر الا ساعة خاص بالمتحيرة والمعتادة التي طهرها ستة اشهر ارد المحتار، کتاب الطهارة ج ۱ ص ۲۸۶، سجد۔

وفیه ایضاً ۲۸۵۰۱ والحاکم الشہید قدرد بشهرین والفتاویٰ عنہ لانه ایسر۔

وان الفتاویٰ علی قول الحاکم الشہید انه مقدر بشهرین وبه يظهر الخلاف فی المسئلتین لا فی المتحيرة فقط ولذا نبی بعض الفضلاء فقال ان الشهرین اعنی القول المفتی به راجع لكل من المعتادة والمتحيرة فقال الفصل الرابع فی الاستمرار ان وقع فی المعتادة فطهرها وحیضها ما اعتادت فی جميع الاحکام، ان کان طهرها اقل من ستة اشهر والا فیرد الی ستة اشهر الا ساعة وحیضها بحالہ ومنحة الخالق علی هامش البحر، کتاب الطهارة، باب الحيض ج ۱ ص ۲۸۵۔

اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا، پھر جب دوسری نماز کا وقت شروع ہو تو دوبارہ وضو کرے۔^(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

الجواب صحیح

۱۳۹۲/۲/۲۱ھ

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۰۳/۲۳ الف)

حالت حیض میں زبانی تلاوت بھی جائز نہیں، البتہ دعائیں

پڑھنا جائز ہے

سوال (۶۳۷):- دوران حیض قرآن عظیم کو چھونے کی ممانعت ہے، کیا زبانی جو یاد ہو وہ پڑھا

جاسکتا ہے؟

جواب:- حالت حیض میں قرآن شریف پڑھنا زبانی بھی جائز نہیں یعنی چھونے بغیر پڑھنا بھی

جائز نہیں، قرآن کے علاوہ دوسری دعائیں پڑھی جاسکتی ہیں۔^(۲)

واللہ اعلم بالصواب

(فتویٰ نمبر ۱۳۱۳/۲۳ ج)



(۱) المستحاضة .. يتوضئون بوقت كل صلاة يصلون بذلك الوضوء في الوقت ما شاؤا من الفرائض والنوافل هكذا في البحر الرائق .. ويمطل الوضوء عند خروج الوقت المفروضة بالحدث السابق هكذا في الهداية (الهندية، كتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۳۱، رشیدیہ)۔

(۲) ومنها حرمة القرآن لا تقرا الحائض والنفساء والجنب شيئاً من القرآن (الهندية، كتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۳۸، رشیدیہ)۔
... ويمنع حمل دخول المسجد وقراءة قرآن بقصدہ ومنه ... ولا بأس لحائض وجنب وجنب بقراءة ادعية ومنها الخ (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، ج: ۱، ص: ۲۹۱، سعید)۔

... في رد المحتار تحت: (قوله بقصدہ) فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء او شيئاً من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة لا بأس به۔

فصل فی احکام المعذورین (معذور کے احکام)

اندام نہانی یا پستان سے مسلسل پانی آنے کا حکم

سوال (۶۳۸): - عورت چھ ماہ کی حمل سے ہے، اندام نہانی سے پانی آتا ہے ایسی حالت میں نماز کا کیا حکم ہے؟ اور عورت کے پستان سے بھی ہلکا ہلکا پانی آتا ہے، تو اس صورت میں نماز کے مسائل کیا ہیں؟

جواب :- اندام نہانی سے جو پانی آتا ہے اگر وہ مسلسل آتا رہتا ہے تو ایک نماز کا پورا وقت ایسا گزر جائے جس میں اتنا وقت بھی نہ ملے جس میں پاکی کے ساتھ وضو کر کے نماز پڑھ سکے تو وہ معذور ہے، صرف ایک وقت مسلسل پانی آنے سے معذور بن جائے گی، اس کے بعد دوسرے اوقات میں مسلسل آنا ضروری نہیں۔ ایک وقت نماز میں اگر ایک مرتبہ بھی آئے تب بھی وہ معذور ہے، اور معذور کا حکم یہ ہے کہ جس چیز کی وجہ سے وہ معذور ہے اس چیز کے خارج ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، لہذا صورت مسئولہ میں اگر عورت معذور ہے تو اندام نہانی کا پانی ناقض وضو نہیں ہے، وضو کر کے نماز شروع کر دے، پانی آجائے تو اس سے نماز خراب نہ ہوگی۔ البتہ جس وقت کی نماز کے لئے وضو کیا تھا اس وقت کے ختم ہوتے ہی وہ وضو ٹوٹ جائے گا، دوسرے وقت کے لئے دوسرا وضو کرے، البتہ اگر کبھی کسی نماز کا پورا ایک وقت اسی طرح گزر گیا کہ اس میں ایک مرتبہ بھی پانی نہ آیا تو عورت معذور نہیں رہے گی اور پانی آنے سے وضو ٹوٹ جائے گا، معذور کے احکام میں بہت تفصیل ہے اس لئے کوئی بات سمجھ میں نہ آئی ہو تو پیشی زیور کے حصہ اول میں معذور کے احکام کا ضرور مطالعہ کریں۔ اسی طرح پستان سے جو کچھ نکلتا ہے اگر وہ کسی زخم وغیرہ کی وجہ سے ہے تو وہ

۱۱۱ فی الحد المختار ۳۰۵ وصاحب عذرہ من بہ استحاضۃ ان استوعب عذرہ تمام وقت صلوۃ مفروضۃ ولو حکمًا وهذا شرط فی حق الابتداء وفي حق البقاء کففي وجوده فی جزء من الوقت ولو مرة، وفي حق الزوال يشترط استيعاب الا لقطعاً تمام الوقت حقيقة، وحكمه الوضوء لكن فرض ثم يصلي به فيه قرطاً ونقلاً، فلا يخرج الوقت بطل ای ظهر حدثه السابق۔

ناقض وضو ہے جبکہ مسلسل نہ آئے، اگر مسلسل آتا رہتا تو وہ معذور ہے جس کا حکم اوپر گزر چکا ہے اگر صرف پانی ہے کسی زخم وغیرہ کی وجہ سے نہیں ہے تو اس سے وضو کسی حال میں نہیں ٹوٹے گا۔^(۱) واللہ اعلم

۱۳۹۵ھ / ۲۳ / ۵

(فتویٰ نمبر ۵۵۵ / ۲۶ الف)

معذور کے لئے نماز سے پہلے صرف نجاست کی جگہ کو دھونا کافی ہے

سوال (۶۳۹):- جنسی کمزوری کی وجہ سے کبھی کبھی میرا پیشاب کا قطرہ خارج ہو جاتا ہے، خدا کا فضل ہے پانچوں وقت نماز پڑھتا ہوں، قطرہ کی وجہ سے بڑی وحشت ہوتی ہے، کیونکہ پا جامہ کا حصہ، کرتا کا حصہ اور بنیان کا حصہ دھونا پڑتا ہے، نیز اگر قطرہ دفتر میں خارج ہوتا ہے تو اور بھی ذہنی اذیت ہوتی ہے، اس قطرہ کی وجہ سے مجھے خواہ مخواہ شک کی عادت ہو گئی ہے، مندرجہ بالا حالات میں کپڑوں کا دھونا یا استنجاء کرنا فوراً اسی وقت ضروری ہے، یا معاف ہے دھونے وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

جواب:- پیشاب کا قطرہ اگر آجائے تو کپڑے یا جسم کے صرف اس حصہ کو دھونا ضروری ہے جس پر یقینی طور پر لگا ہوا اور جس کپڑے یا جسم کے جس حصہ پر لگنے کا یقین نہ ہو اس کا دھونا ضروری نہیں، اور یہ دھونا بھی نماز کے لئے ضروری ہے فوراً دھونا ضروری نہیں، نماز سے پہلے کسی بھی وقت دھو سکتے ہیں، یاد رہے کہ یہ سب تفصیل اس وقت ہے جبکہ قطرہ خارج ہونے کا یقین یعنی ظن غالب ہو، اگر محض شک ہو تو اس سے نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ ہی دھونا واجب ہوتا ہے۔^(۲)

واللہ اعلم بالصواب

۱۳۹۵ھ / ۲۵ / ۵

(فتویٰ نمبر ۱۶۶۶ / ۲۶ ج)

معذور کے لئے شرعی حکم کی تفصیل

سوال (۶۴۰):- میں پانچ وقت کی نماز باجماعت پڑھتا ہوں، مگر رتخ ہر وقت خارج ہوتی رہتی ہے مگر بدبودار نہیں ہوتی، اس لئے مجھے ایک نماز کے لئے کئی کئی بار وضو کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات وضو کرتے کرتے جماعت فوت ہو جاتی ہے۔ جمعہ کے دن سنت تو پڑھ لیتا ہوں لیکن خطبے کے درمیان کئی مرتبہ وضو کے لئے اٹھنا پڑتا ہے، جو بہت مشکل اور باعثِ شرم ہے، بعض اوقات نماز کے درمیان بھی ایسا ہوتا ہے۔

(۱) فی الہندیۃ ۱۰۱ ومنہا ما یخرج من غیر السبیلین ویسئل الی ما یظہر من الدم والماء لعلۃ الدم والقیح والصدید وماء الجرح والنقطۃ والسرة والشدی والعین والأذن لعلۃ سوا، علی الاصح کذا فی الزاہدی۔

(۲) فی التاتاریخانیۃ من شک فی انالہ او ثوبہ او بدنہ اصابته نجاسة او لا فهو ظاہر مانم یتیقن رد المحتار۔ کتاب الطہارۃ۔ ج ۱ ص ۱۵۱۔ سعید۔

جواب :- اگر آپ پر کسی بھی نماز کا ایک وقت پورا اس طرح گزر چکا ہے کہ وقت داخل ہوتے ہی آپ نے وضو کیا مگر نماز مکمل کرنے سے پہلے رتخ خارج ہو گئی، پھر وضو کیا پھر نماز ختم کرنے سے پہلے رتخ خارج ہو گئی، اسی طرح اس نماز کا وہ پورا وقت اس کوشش میں خرچ ہو گیا، مگر نماز رتخ خارج ہونے بغیر مکمل نہ ہو سکی تو آپ شرعاً معذور ہیں، جس کا حکم آگے بیان ہوگا،^(۱) اور اگر کوئی وقت نماز پورا اسی طرح نہیں گذرا تو آپ معذور نہیں! لہذا جب بھی رتخ خارج ہو دو بارہ وضو کریں، نماز میں خارج ہو تو دوبارہ نماز پڑھیں، یہ اس شخص کا حکم ہے جو شرعاً معذور نہ ہو،^(۲) اور معذور کا حکم یہ ہے کہ نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد وضو کریں اور اس وضو سے جتنی نمازیں چاہیں اس وقت نماز کے اندر اندر پڑھیں، فرض، اداء، قضاء، وتر، سنت، نفل سب پڑھ سکتے ہیں۔ وقت ختم ہونے تک رتخ خارج ہونے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگرچہ رتخ نماز ہی میں خارج ہو، نماز کا اعادہ بھی لازم نہیں ہوگا،^(۳) البتہ اگر رتخ کے علاوہ کوئی اور چیز وضو توڑنے والی پیش آگئی تو وضو ٹوٹ جائے گا،^(۴) نیز وہ وقت ختم ہونے کے بعد رتخ خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جائے گا، لہذا جب دوسری نماز کا وقت داخل ہو تو اس وقت میں نماز پڑھنے کے لئے پھر وضو کرنا پڑے گا۔

لیکن یاد رہے کہ اگر کبھی کسی نماز کا پورا وقت اس طرح گزر گیا کہ اس میں ایک مرتبہ بھی رتخ خارج نہ ہوئی تو آپ معذور نہیں رہیں گے اور آپ کے لئے وہ حکم ہو جائے گا جو ان لوگوں کے لئے اوپر بیان ہوا جو معذور نہیں۔ خلاصہ یہ کہ ابتداءً شرعاً معذور قرار دینے کے لئے تو یہ شرط ہے کہ کسی نماز کا ایک پورا وقت اس طرح گزر گیا ہو کہ مسلسل کوشش کے باوجود طہارت کے ساتھ نماز پڑھنے کا موقع نہ مل سکا ہو، مگر جب ایک مرتبہ آپ معذور شرعاً بن گئے تو اب معذور باقی رہنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ پورے وقت نماز میں کم از کم ایک بار رتخ خارج ہو جاتی ہو۔ جب کس نماز کے پورے وقت میں رتخ خارج نہ ہو تو معذور کے حکم میں نہیں رہیں گے۔^(۵) بہشتی زیور حصہ اول میں معذور کے احکام بھی ضرور مطالعہ کر لیں کیونکہ ان احکام میں تفصیلات بہت ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۹۵/۲/۲۱ھ

(فتویٰ نمبر ۷۰۷۴۲۶ الف)

طہارت کے لئے معذور کی شرائط اور وضو کا حکم

سوال (۶۴۱) :- زید کا پیشاب بند ہو گیا ہے، ڈاکٹر نے کہا کہ غدود بڑھ گئے ہیں آپریشن کرانا

(۱) (۵۱۳، ۱) قدمہ تحریر تحت عنوان ”حیض، طہر، استحاضہ کی مدت اور ان کے احکام... الخ“۔

(۲) منها ما یرجى من السبلین والریح الخارجة من الدبر (الہندیۃ، کتاب الطہارۃ، ج ۱ ص ۹۰ رشیدیہ)۔

(۳) والمعذور انما تبقی طہارتہ فی الوقت بشرطین اذا توضأ لعذہ ولم یطرا علیہ حدث اخر، اما اذا توضأ لحدث اخر وعذو منقطع ثم سأل او توضأ لعذر ثم طرا علیہ حدث اخر فلا تبقی طہارتہ (الدبر المختار، کتاب الطہارۃ، ج ۱ ص ۳۰۷، سعید)۔

ہوگا چنانچہ آپریشن کیا گیا آپریشن کے بعد سے پیشاب کرنے کے بعد قطرہ قطرہ آتا رہتا ہے، ایسی صورت میں نماز کیسے ادا کی جائے؟

جواب :- ایسے مریض پر جب ایک نماز کا پورا وقت (مثلاً ظہر کا وقت زوال آفتاب سے عصر کا وقت شروع ہونے تک) اس طرح گزر جائے کہ وضو کر کے فرض نماز پڑھنے کی مہلت پوری کوشش کے باوجود نہیں ملی، ہر مرتبہ قطرہ آجاتا تھا تو وہ معذور ہے، اس طرح ایک نماز کا وقت گزر جانے پر وہ شرعی اصطلاح کے مطابق معذور قرار دیا جاتا ہے جس کا حکم آگے بیان ہوگا، اور جب ایک مرتبہ وہ مذکورہ قاعدہ کے مطابق معذور ہو گیا تو آئندہ معذور کے احکام جاری رہنے کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ ہر وقت نماز میں کم از کم ایک بار قطرہ آجائے، اگرچہ وقت اتنا ملتا ہو کہ وضو کر کے نماز پڑھ سکتا ہو، جب تک یہ صورت رہے گی وہ معذور ہی رہے گا اور جب ایک وقت نماز بھی اس طرح گزر جائے اور دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے تو دوبارہ وضوء کر کے اس وقت کے اندر جتنی نماز چاہے پڑھے، قطرہ سے وضوء نولے گا، اسی طرح ہر وقت نماز کے لئے الگ الگ وضوء کر لیا کرے، جب تک مذکورہ بالا قاعدہ کے مطابق وہ معذور قرار نہیں دیا جاتا اس کے لئے وضوء کا وہی حکم ہے جو تندرست لوگوں کے لئے ہے۔^(۱)

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۳۹۳ھ / ۲۸ / ۷

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

(فتویٰ نمبر ۱۲۳۰ / ۲۲ و)

قطرے کے مریض کے لئے وضو اور نماز کا حکم

سوال (۶۴۲) :- عرصہ دراز سے پیشاب کرنے کے بعد قطرہ گرنے کی شکایت ہے جس کی وجہ سے نماز پڑھنے کے قابل نہیں رہتا ہوں، جمعہ کے لئے خصوصی طور پر اہتمام کرنا پڑتا ہے اور پیشاب سے ایک گھنٹہ پہلے فارغ ہونا پڑتا ہے، اور نماز کے بعد ہی پیشاب کی حاجت رفع کرتا ہوں وقتاً فوقتاً پیشاب کو جانا پڑتا ہے، علاج بھی کبھی کبھار ہوتا رہتا ہے، کیا طریقہ اختیار کروں کہ نماز قائم ہو سکے؟

جواب :- صورت مذکورہ میں ہر حالت میں نماز فرض ہے کسی حال معاف نہیں، البتہ اگر پیشاب

(۱) وصاحب عذر من بہ سلس بول لا یمنکہ امساکہ او استطلاق بطن او انفلات ریح۔ ان استوعب عذره تمام وقت صلوٰۃ مفروضۃ بان لا یجد فی جمیع وقتھا زمنا یتوضا ویصلی فیہ خالیا عن الحدث ولو حکما، لان الانقطاع البیر مذق بالعدم وهذا شرط العذر فی حق البداء، وفي حق البقاء کفی وجودہ فی جزء من الوقت ولو مرة، وفي حق الزوال یشرط استيعاب الانقطاع تمام الوقت حقيقة؛ لانه الانقطاع الكامل، وحكمة الوضوء لكل فرض "اللام للوقت" ثم یصلی بہ فیہ فرضا ونفلا، فاذا خرج الوقت بطل ای ظہر حدثہ السابق (البد المختار، کتاب الطہارۃ، ج: ۱ ص: ۳۰۵، بعید)۔

..... نیز ملاحظہ فرمائیے: البحر الرائق، کتاب الطہارۃ، ج: ۱ ص: ۲۱۵، مکتبہ ماجدیہ کونست۔

کے قطرے اتنی کثرت سے آتے ہیں کہ ایک نماز کا پورا وقت کم از کم ایک بار اس طرح گزر چکا ہوں کہ وضو کر کے اتنا وقت نہیں ملتا کہ نماز پڑھ سکیں پھر قطرہ آگیا، پھر وضو کی، پھر قطرہ آگیا یہاں تک کہ نماز کا پورا وقت اس کوشش میں گزر گیا تو شرعاً آپ معذور ہیں، اور معذور کا حکم یہ ہے کہ ہر وقت کی نماز کے لئے ایک وضو کافی ہے۔ وضو کے بعد اگر قطرہ آجائے تو اس سے وضو نہ ٹوٹے گا، بشرطیکہ کوئی دوسری چیز وضو توڑنے والی پیش نہ آئی ہو، اتنی وضو سے اس وقت نماز میں جتنی نمازیں چاہیں خواہ فرض ہوں یا سنتیں یا وتر و نوافل پڑھ سکتے ہیں پھر جب اس نماز کا وقت ختم ہو جائے دوسری نماز کا وقت شروع ہو تو دوبارہ وضو کر لیں اور اس وقت نماز میں جتنی چاہیں اس ایک وضو سے پڑھ لیں، اسی طرح ہر وقت نماز کے لئے صرف ایک وضو کرنا ہوگا۔ البتہ جب کوئی وقت نماز پورا اس طرح گزر جائے کہ ایک بار بھی اس میں قطرہ نہ آیا تو آئندہ آپ معذور نہ رہیں گے، صحت مند لوگوں کی طرح آپ کا بھی حکم ہوگا، پھر کبھی اگر ایسا ہوا کہ پورا وقت نماز وضو کر کے نماز پڑھنے کی کوشش میں گزر گیا، ہر بار وضو کے بعد نماز پڑھنے سے پہلے قطرہ آتا رہا، تو آپ پھر معذور ہو جائیں اور آپ کا وہی حکم ہوگا جو اوپر معذور کے لئے تفصیل سے بیان ہوا،^(۱) معذور کے احکام بہشتی زیور حصہ اول میں زیادہ تفصیل سے بیان ہوئے ہیں اس کا ضرور مطالعہ کر لیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸/۱۲/۱۳۹۳ھ

(فتویٰ نمبر ۱۲۳۰/۲۳۰ و)

بیت الخلاء میں رکھے ہوئے لوٹے کی پاکی ناپاکی کا حکم

سوال (۶۳۳):- ایک لوٹا پانچخانہ میں ہے برسوں سے لوٹے کو مانجنے کی نوبت نہیں آئی، میل کی تہہ جم گئی ہے ایک دوسرا لوٹا جو صاف ستھرا ہے ہاتھ منہ دھونے کے کام آتا ہے اسے میں لے جاتا ہوں۔ بھائی خفا ہوتے ہیں کہ جب وہاں لوٹا موجود ہے تو کیوں لے جاتے ہو، میں نے کہا کہ وہ اس قابل نہیں کہ اس سے طہارت حاصل کروں، پھر وہ پوچھتے ہیں کیوں؟ میں کہتا ہوں کہ جو لوٹا پانچخانہ میں پڑا ہوا ہے اس سے وضو کر کے دکھا سکتے ہیں؟ اس پر بھائی جواب دیتے ہیں کہ مجھے گھن معلوم ہوتی ہے ایسے لوٹے سے میں کُلی بھی نہیں کر سکتا، گھر کے دوسرے افراد کہتے ہیں پانچخانہ کے لوٹے سے تو ہاتھ دھو کر کھانا بھی نہیں کھا سکتے وضو تو دور کی بات ہے، اسی حالت میں اس لوٹے سے طہارت درست ہوئی یا نہیں؟

جواب :- اگر لوٹے کو نجاست لگنے کا علم نہیں اور لوٹا ایسی جگہ رکھا رہتا ہے کہ عام حالات میں

(۱) قد مرّ تخریجہ تحت عنوان ”جنس طہر، استحاضہ کی مدت اور ان کے احکام“ اور نیز شیعہ مسئلہ بعنوان ”طہارت کے لئے معذوری شرانہ اور وضو کا حکم“ کا حاشیہ۔

اس پر پیشاب وغیرہ کی چھینٹیں نہیں پہنچتی تو اسے پاک ہی سمجھا جائے گا اور اس سے طہارت جاتز ہے، لیکن^(۱) لوٹے کو اتنا گندہ رکھنا اور عرصہ تک نہ دھونا خلاف احتیاط ہے، دوسرے تیسرے دن دھولینا چاہئے۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی

۱۳/۸/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

محمد عاشق الہی

برتنوں کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال (۶۴۳):- گھروں میں مختلف قسم کے برتن استعمال ہوتے ہیں مثلاً ۱- تانبے کے برتن، ۲- ایلمونیم کے برتن، ۳- Stairsless steel کے برتن، ۴- چینی کے برتن مثلاً سفر دان وغیرہ یا عام پائیں وغیرہ، ۵- نین کے برتن روغن شدہ مثلاً چاہے کے بڑے، ۶- مٹی کے برتن جیسے مسراحی، اگر بچوں کے پیشاب کے چھینٹ چھانٹ پڑ جائے تو ان کو پاک کس طرح کیا جائے گا، یا یہ کہ کونسے برتن پاک ہو سکتے ہیں اور کس طرح اور کونسے برتن ضائع کر دینے چاہئیں؟

جواب:- برتن خواہ کسی قسم کا ہو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے، مذکورہ بالا برتنوں میں سے کسی کو ضائع نہیں کرنا چاہئے، پاک کر کے استعمال میں لائیں۔^(۲)

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۵/۸/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۰۰۴/۲۲ ج)

پلاسٹک اور کپڑے کے دسترخوان کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال (۶۴۵):- آج کل پلاسٹک کے دسترخوان کا استعمال ہے، اگر یہ بھی پیشاب کی چھینٹ کی زد میں آجائیں تو اس کو ضائع کر دینا چاہئے یا یہ کہ اسے پاک کر کے استعمال کرنے کی کوئی صورت ہے؟ دیگر یہ کہ اگر کپڑے کا دسترخوان ہو تو وہ اگر پیشاب سے پلید ہو جائے تو کیا وہ دھو کر پاک کیا جاسکتا ہے، اور استعمال میں کبھی لایا جاسکتا ہے؟

(۱) (قوله ولا شك) في التاتارخانية من شك في انانه او ثوبه او بدنه اصابته نجاسة او لا فهو ظاهر مالم يستيقن (شامي ۱/۵۱)۔
... وفي التاتارخانية ۱۵۰/۱ طبعة قديمي كتب خانة قال وفي الاصل الكوز الذي يوضع في نواحي البيت ليغترف به من الحب فان له ان يشرب منه ويتوضا منه مالم يعلم انه به قذرا (رد المحتار، كتاب الطهارة، ج ۱ ص ۱۵۱، عبيد)۔

(۲) فان كان مما لا يتشرب فيه بشي، اصلا كالاواني المتخذة من الحجر والصفير والنحاس والخرف العتيق ونحو ذلك فطهارته بزوال عين النجاسة والعدد على ما مر (بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، ج ۱ ص ۸۸، رشديه)۔

جواب:- کپڑے کا دسترخوان تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے، کپڑے کو ہر مرتبہ دھو کر نچوڑ لیا جائے، تین مرتبہ ایسا کرنے سے پاک ہو جائے گا۔ پلاسٹک کا دسترخوان بھی تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا، ہر مرتبہ دھو کر اس کا پانی ہاتھ سے سونت لیا جائے، مذکورہ بالا اشیاء میں سے کسی چیز کو ضائع نہیں کرنا چاہئے، پاک کر کے استعمال میں لائیں۔^(۱)

واللہ اعلم بالصواب

محمد رفیع عثمانی

۱۵/۸/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع

(فتویٰ نمبر ۱۰۰۳/۲۲ ج)

دھلائی میں ناپاک کپڑا نچوڑنے کے بعد

ہر مرتبہ فرش کو دھونا ضروری نہیں

سوال (۶۳۶):- کسی فرش پر ناپاک کپڑے ۳ مرتبہ نچوڑنے کے لئے اس فرش کو ہر مرتبہ دھونا فرض ہے یا اسی فرش پر ۳ مرتبہ نچوڑنے سے پاک ہو جائے گا؟

جواب:- اس فرش پر رکھ کر تین مرتبہ نچوڑنے سے بھی پاک ہو جائے گا، ہر مرتبہ فرش دھونا ضروری نہیں۔^(۲)

(فتویٰ نمبر ۳۸۲/۲۵ ب)

واشنگ فیکٹریوں اور ڈرائی کلینرز سے دھلے ہوئے کپڑوں کا حکم

سوال (۶۳۷):- واشنگ فیکٹریوں میں ڈرائی کلینرز کی دکانوں میں جو کپڑے ڈرائی کلینر

ہوتے ہیں، کیا ناپاک کپڑے اس میں پاک ہو جاتے ہیں؟ اور پاک کپڑے پاک رہتے ہیں؟

زید کا موقف یہ ہے کہ ڈرائی کلینرز کے عمل میں چونکہ ایک ہی برے سے برتن میں کپڑوں کی بڑی

(۱) وان كان مما يشرب فيه شئ قليل كتأيدن والخف والنعل فكذا ذلك لان الماء يستخرج ذالك القليل فيحكم بطهارته. وان كنت مما يشرب فيه كثير فان كان مما يمكن عصر كالثياب فان كانت النجاسة مرتبة فطهارته بالغسل والعصر الى ان تزول العین وان كانت غير مرتبة فطهارته بالغسل ثلاثا والعصر في كل مرة (بدائع الصنائع، کتاب الطهارة، ج ۱ ص ۸۸، وشہیدہ)۔

ومالا يتعصر يظهر بالغسل ثلاث مرات والتجفف في كل مرة لان للتجفيف اثر افي استخراج النجاسة وحده التجفيف ان يغلبه حتى ينقطع التقاطر ولا يشترط البيس، هذا اذا تشربت النجاسة كثيرا وان لم تشرب فيه او تشربت قليلا يظهر بالغسل ثلاثا هكذا في المحيط (الهندية، کتاب الطهارة، ج ۱ ص ۴۲، وشہیدہ)۔

(۲) بقی لو غسل فی اجانة واحدة قال فی الفیض تغتسل الاجانة بعد الثلاث مرة (رد المحتار، کتاب الطهارة، ج ۱ ص ۳۳۳، معید)۔

ثوب نجس غسل فی ثلاث جفان او فی واحدة ثلاثا وعصر فی كل مرة ظهر لجریان العادة بالغسل هكذا فتو لم يظهر لطاق علی الناس (الهندية، کتاب الطهارة، ج ۱ ص ۴۴، وشہیدہ)۔

تعداد جن میں پتلونیں بھی ہوتی ہیں ڈال دی جاتی ہیں، اور چونکہ فی زمانہ بہت سے لوگ پیشاب کے بعد استنجاء کا اہتمام نہیں کرتے ہیں، اس لئے اکثر ان میں سے ناپاک پتلونیں بھی ہوتی ہوں گی اور برتن میں جس میں مٹی کا تیل یا پٹرول ڈال کر ان کو صاف کیا جاتا ہے اور پھر دھویا بھی نہیں جاتا غالباً بھاپ سے سکھایا جاتا ہے اس برتن میں گھل مل کر پاک کپڑا بھی ناپاک ہو جاتے ہیں؟

جواب :- پاک اور ناپاک کپڑے ایک ہی برتن میں یکجا کر کے دھوئے جائیں اور پانی وہ درود سے کم ہو اور بعد میں کپڑوں کو پاک بھی نہ کیا جائے تو صاف ہو جائیں گے، لیکن پاک کوئی کپڑا نہ ہوگا بلکہ پاک کپڑا بھی ناپاک ہو جائے گا،^(۱) ہاں اگر بعد میں پانی سے دھویا جائے جس سے صابن اور ناپاکی سب دور ہو جائیں تو سب پاک ہو جائیں گے،^(۲) اگر پانی سے کپڑے نہ دھوئے گئے ہوں اور مٹی کا تیل یا پٹرول ڈال کر میل دور کر دیا گیا ہو تو کپڑے پاک نہ ہوں گے، ایسے کپڑوں کو پاک کر لیں پھر نماز پڑھیں،^(۳) موٹی اونی پتلون یا اور کوئی کپڑا اگر لٹکا دیا جائے اور اس پر بہت دیر تک مسلسل پانی ڈالا جائے تو بغیر نیچوڑے بھی پاک ہو جاتا ہے جبکہ ناپاکی کے زائل ہونے کا یقین ہو جائے۔^(۴)

واللہ اعلم

محمد عاشق الہی

۱۱/۳/۱۳۹۵ھ

(فتویٰ نمبر ۵۸۲/۲۶ الف)

جواب صحیح ہے اور یہ ایک اصولی بات لکھی گئی ہے، لیکن جو کپڑے فیکٹری میں دھلوائے یا ڈرائی کلین کروائے ان کے ناپاک ہونے کا حکم اس وقت تک نہیں لگایا جاسکتا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ ان کپڑوں کو ناپاک کپڑوں کے ساتھ ملا کر برتن میں ابھگو یا گیا تھا۔^(۵)

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیع عثمانی

۱۱/۳/۱۳۹۵ھ

(۲۰۱) اما القلیل فینجس وان لم یتغیر (الدر المختار، کتاب الطہارۃ، ج ۱ ص ۸۵، سعید)۔

فی رد المحتار تحفہ: ای ان هذا المذكور انما هو اذا غسل ثلاثا فی اجانة واحدة او فی ثلاث اجانات قال فی الامداد والمیاد والثلاثة مشافوثة فی النجاسة فلا ولی یظهر ما اصابته بالغسل ثلاثا والثانية بشتین والثالثة بواحدة وكذا الاواني فی الثلاثة التي غسل فیها واحدة بعد واحدة۔

... وازالتها ان كانت مریة بازالة عينها واثرها ان كانت شینا یزول اثره وان كانت غیر مریة یغسلها ثلاث مرات (الہندیۃ، کتاب الطہارۃ، ج ۱ ص ۱۰۱، رشیدیہ)۔

(۳) یہ کلم ڈرائی کلینز کی مراد جو صورت کا ہے جس میں ہمارے علم کے مطابق مٹی کا تیل یا پٹرول کپڑے سے گزرا کر میل نکال کر ختم کیا جاتا ہے، لیکن اگر ناپاک کپڑے پر اس قدر مٹی کا تیل یا پٹرول ڈالا جائے کہ جس سے کپڑا نیچوڑ جائے تو کپڑا پاک ہو جائے گا، کیونکہ ناپاک کپڑا پر مٹی کا تیل جو نجاست کو ختم کر دے سے پاک ہو جاتا ہے اور مٹی کے تیل وغیرہ میں یہ قیوں نفات درجہ ہیں۔ (لما فی الہندیۃ ص ۱۰۱) یجوز تطہیر النجاسة بالماء وبکل مانع مظهر یمکن ازالتها بکمالخل وماء الورد ونحوہ مما اذا عصر العصر کذا فی التہیین۔

(۴) اوصب علیہ ماء کثیر او جری علیہ الماء طہر مطلقا بلا شرط عصر وتجفیف وتکرار غمس هو المختار (الدر المختار، کتاب الطہارۃ، ج ۱ ص ۲۳۳، سعید)۔

(۵) من شک فی انہ او ثوبۃ او بدنة اصابته نجاسة او لا فهو طاهر ملک یمتن (رد المحتار، کتاب الطہارۃ، ج ۱ ص ۱۵۱، سعید)۔

دھوبی سے دُھلے ہوئے اور پٹرول سے صاف کئے ہوئے کپڑوں کا حکم

سوال (۶۳۸):- دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑوں کو پاک سمجھا جائے یا نہیں جبکہ وہ کم پانی میں

دھوئے ہوں، اسی طرح پٹرول سے جو صاف کئے جاتے ہیں ان کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:- جس کپڑے کے بارے میں خاص طور پر یقین سے معلوم ہو جائے کہ وہ ناپاک

کپڑوں کے ساتھ ملا کر وہ درودہ سے کم پانی میں یا پٹرول میں ڈالا گیا ہے اور بعد میں پاک نہیں کیا گیا شرعاً وہ

کپڑا ناپاک ہے، اور جس کے بارے میں یقین ہو تو یہ باتیں معلوم نہ ہوں محض شک ہو تو شرعاً اسے پاک ہی

کہا جائے گا، اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر کپڑے کے بارے میں تحقیق کرنا ضروری ہے، بلکہ بہتر یہی

ہے کہ تحقیق و تدقیق میں نہ پڑیں، خود بخود کسی کپڑے کے بارے میں مذکورہ بالا سب باتیں یقین سے معلوم

ہو جائیں تو اسے ناپاک سمجھیں اور پاک کر کے استعمال کریں، اور شبہ کے موقع میں یہی صورت بہتر ہے۔^(۱)

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۱۹۷۱/۲۲ ج)

دھوبی کے دُھلے ہوئے کپڑوں میں تحقیق و تفتیش کے ہم مکلف نہیں

سوال (۶۳۹):- میں نے اس بات کی تحقیق کی اور نتیجہ یہ نکالا کہ آج کل کے دھوبی کپڑے کو

شرعی طور پر پاک نہیں کرتے، یہی بات میں نے ایک جامع مسجد کے پیش امام سے کہی، تو انہوں نے جواب

دیا کہ دھوبی کو اجرت دینے کی وجہ سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے، تو کیا اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں گے کہ کہاں تک

درست ہے؟

جواب:- اس قسم کی تحقیق و تفتیش میں آپ کو پڑنا نہیں چاہئے، بس جس کپڑے کے بارے میں

آپ کو یقینی طور پر یہ بات معلوم ہو گئی کہ اسے دھوبی نے پاک نہیں کیا اسے پاک کر کے استعمال کر لیجئے اور

جن کپڑوں کے بارے میں یقین سے معلوم نہ ہو شرعاً وہ پاک ہیں شبہ نہ کیجئے اور اس تحقیق و تفتیش میں پڑنے

کے آپ شرعاً مکلف نہیں کہ دھوبی کس طرح دھوتا ہے۔^(۲)

واللہ اعلم

(فتویٰ نمبر ۱۳۷۱/۲۳ الف)

(۱) وعن یحییٰ بن عبد الرحمن قال ان عمر خرج فی ركب فیهم عمرو بن العاص فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا صاحب الحوض لا تخبرنا فاننا نرد علی السباء وتريد غفينا وموظا امام مائت. کتاب الطهارة. باب الطهر للنوض. حديث ۱۲۶۔

فی المراقبة تحتہ ۱۹۰۱۔ والاظهر ان یحمل قوله لا تخبرنا علی ارادة عدم التنجس وبقاء الماء علی طهارته الاصلية ویدل علیہ سوال الصحابی والا فیکون عبثاً ثم تعدیله بقوله فاننا انما اشارة الی ان الحل من ضرورات الفیرو وما کنفنا بالتفحص فلو فتحنا هذا الباب علی انفسنا لوقعنا فی مشقة عظيمة۔

(۲) من شك فی انائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجسة أو لا فهو طاهر۔ عالم یستیقن ردة المحتل۔ کتاب الطهارة ج ۱ ص ۱۵۱۔ (عید)۔

بازار سے خریدے ہوئے کپڑے کو استعمال سے پہلے دھونا ضروری نہیں

سوال (۶۵۰):- بازار سے خریدے ہوئے کپڑے اپنے سے پہلے تین دفعہ دھونا ضروری ہے؟
جواب:- کوئی ضروری نہیں۔^(۱)

(فتویٰ نمبر ۷۹۷۷/۲۵ الف)

غیر ملکی کپڑوں کو بغیر دھوئے استعمال کرنا؟

سوال (۶۵۱):- جو کپڑے غیر مالک سے ہمارے ملک میں آتے ہیں انہیں بغیر دھوئے پہننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- جب تک کوئی ناپاکی نظر نہ آئے یا ناپاکی کا ظن غالب نہ ہو تو بغیر دھوئے کپڑے پہن کر نماز پڑھ سکتے ہیں، محض امریکہ یا برطانیہ میں بننے کی بنا پر کسی کپڑے کو ناپاک نہیں کہا جائے گا، قال فی الدر المختار ثياب الفسقة واهل الذمة طاهرة ج ۱ ص ۲۳۴۔^(۲) واللہ اعلم

محمد عبدالغفار اراکانی

۱۴/۱۲/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۷۹۷۷/۲۵ ج)

جواب صحیح ہے مگر جو مستعمل کپڑے وہاں سے آکر یہاں فروخت ہوتے ہیں ان میں احتیاط کی

واللہ اعلم

بات یہ ہے کہ انہیں دھوئے بغیر نہ پہنا جائے۔^(۳)

محمد رفیع عثمانی

۱۴/۱۲/۱۳۹۴ھ

۱۱) ملاحظہ فرمائیے: گزشتہ مسئلہ کا حاشیہ۔

(۲) ج ۱ ص ۳۵۰، سعید۔۔۔ وفی رد المحتار تحتہ (قوله ثياب الفسقة) وقال بعض المشائخ تكرر الصلوة في ثياب الفسقة لا نهم لا يتقون الخمور قال المصنف يعني صاحب الهداية الاصح انه لا يكره؛ لانه لم يكره من ثياب اهل الذمة الا سراويل مع استحلالهم الخمر فهذا اولیٰ۔

(۳) لان الاخذ بما هو الوثيقة في موضع الشك افضل اذا لم يؤد الى الحریم ومن هنا قالوا لا بأس بلبس ثياب اهل الذمة والصلوة فيها الا الازار والسراويل؛ فانه تكرر الصلوة فيها لقربها من موضع الحدث وتجاوز؛ لان الاصل الصلوة وللتواتر بین المسلمین فی الصلوة بثياب الغنائم قبل الغل وتماخؤ فی الحلیة (رد المحتار، کتاب الطهارة، ج ۱ ص ۲۵۰، سعید)۔

دھوبی سے دھلنے والے کپڑوں کو ناپاک کہنا صحیح نہیں

سوال (۶۵۲): ہم لوگ دھوبیوں کو دھونے کے لئے ہر قسم کے کپڑے دیتے ہیں، اس پاک و ناپاک ہر قسم کے ہوتے ہیں جب وہ دھل کر آتے ہیں تو پاک نہیں ہوتے، جب پاک نہیں ہوتے تو نماز نہیں ہوتی، اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں کپڑے پاک ہیں، ان میں نماز جائز ہے، انہیں ناپاک کہنا غلط ہے۔

واللہ اعلم

۱۱/۲۲/۱۳۹۴ھ

(فتویٰ نمبر ۴۶۳۴/۲۵۵۲)

